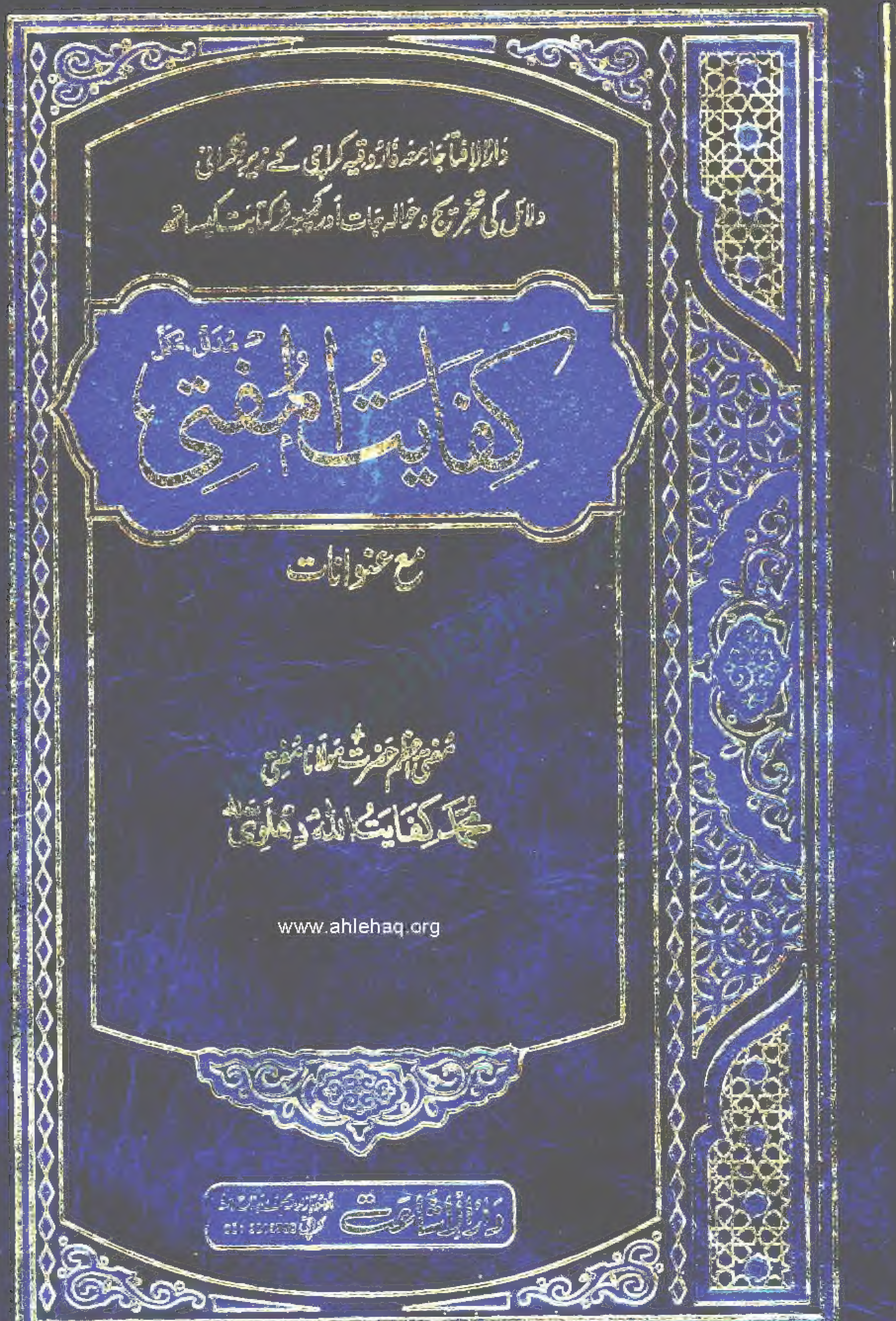

دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی کے زیر نگرانی
دلائل کی تخریج، حوالہ جات اور کمپیوٹر کتابت کے ساتھ

مدلل مکمل

# کفایت المفتی

مع عنوانات

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی
**محمد کفایت اللہ دہلوی** رحمہ اللہ

www.ahlehaq.org

دار الاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی 021 2213768

دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی کے زیر نگرانی
دلائل کی تخریج و حوالہ جات اور کمپیوٹر کتابت کیساتھ

مدلل، مکمل

# کفایت المفتی

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی
**محمد کفایت اللہ دہلوی** رحمہ اللہ

www.ahlehaq.org

## جلد چہارم

کتاب الجنائز، کتاب الصوم
کتاب الزکاۃ والصدقات
کتاب الحج والزیارۃ

دار الاشاعت اردو بازار کراچی
فون: 021-2213768

کاپی رائٹ رجسٹریشن نمبر

اس جدید تخریج وترتیب وعنوانات اور کمپیوٹر کمپوزنگ کے جملہ حقوق
باقاعدہ معاہدہ کے تحت بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی دارالاشاعت کراچی
طباعت : جولائی ۲۰۰۱ء شکیل پریس کراچی۔
ضخامت : 3780 صفحات در ۹ جلد مکمل

www.ahlehaq.org

…….. ملنے کے پتے ……..

بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت العلوم 26 نابھہ روڈ لاہور
کشمیر بکڈ پو۔ چنیوٹ بازار فیصل آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
مکتبہ رحمانیہ ۱۸۔ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# دیباچہ

نحمدہ اللہ العلی العظیم و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد۔ یہ کفایت المفتی کی جلد چہارم قارئین کے پیش نظر ہے۔ جلد اوّل کے دیباچے میں عرض کیا گیا تھا کہ جو فتاویٰ جمع کیے گئے ہیں وہ تین قسم کے ہیں۔ اوّل وہ فتاویٰ جو مدرسہ امینیہ کے رجسٹروں سے لیے گئے ہیں۔ ایسے فتاویٰ کی پہچان یہ ہے کہ لفظ المستفتی پر نمبر بھی ہے اور مستفتی کا نام و مختصر پتہ اور تاریخ روانگی بھی درج ہے۔ بعض جگہ سوال نقل نہیں کیا گیا ہے بلکہ لفظ جواب دیگر کے اوپر مستفتی کا نمبر ڈال دیا گیا ہے۔ دوسرے وہ فتاویٰ جو سہ روزہ الجمعیۃ سے لیے گئے ہیں۔ ان میں لفظ سوال کے نیچے اخبار کا حوالہ دیا گیا ہے۔ تیسرے وہ فتاویٰ جو گھر میں موجود تھے یا باہر سے حاصل کیے گئے یا مطبوعہ کتب میں سے لیے گئے۔

لفظ جواب کے شروع میں جو نمبر لکھا گیا ہے وہ مجموعہ میں شامل شدہ فتاویٰ کی کُل تعداد ظاہر کرنے کے لئے سیریل نمبر ہے۔ یہ جلد چہارم جو آپ کے پیش نظر ہے اس میں درج شدہ فتاویٰ کی اقسام کی تفصیل یہ ہے:

رجسٹروں سے ۲۲۹ الجمعیۃ سے ۶۵ متفرق ۱۳۴ کل ۴۲۸

کفایت المفتی جلد اوّل سے جلد چہارم تک کے کل فتاویٰ کی تعداد دو ہزار چار (۲۰۰۴) ہوئی۔

اب انشاء اللہ جلد پنجم آئے گی جو کتاب النکاح سے شروع ہوتی ہے۔

واخر دعونا ان الحمد للہ ربّ العلمین

احقر حفیظ الرحمان واصفؔ

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

# فہرست عنوانات

## کتاب الجنائز

### پہلا باب

### توبہ دم واپسیں

جان کنی کے وقت کی توبہ قبول ہے مگر ایمان قبول نہیں ............ ۲۷

### دوسرا باب

### تجہیز و تکفین میت

### فصل اول تجہیز و تکفین

میت کی قمیص کو سیا جائے یا نہیں؟ ............ ۳۰
میت کو غسل دینے سے جسم پھٹنے کا خطرہ ہو تو صرف پانی بہانا کافی ہے ............ ″
مردوں کو غسل دینے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا ............ ″
شوہر بیوی کی میت کو دیکھ سکتا ہے ہاتھ نہیں لگا سکتا ............ ۳۱
غسل اور تکفین کے بعد خارج شدہ نجاست کا دھونا ضروری نہیں ............ ″
عالم کی میت کو بھی عمامہ باندھنا مکروہ ہے ............ ۳۲
زمزم سے دھویا ہوا کفن پہنانا جائز ہے ............ ۳۳
ازار، سر سے پاؤں تک کی چادر کو کہتے ہیں ............ ۳۵
فاسق کی نماز جنازہ میں نیک لوگ شریک نہ ہوں تو جائز ہے ............ ″
میت کے ہاتھ سیدھے پھیلا دینا چاہئے ............ ″
(۱) میت کو قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی گرہیں کھول دینا چاہیئے ............ ۳۶
(۲) میت کو ٹوپی یا عمامہ پہنانا درست نہیں ............ ″

### فصل دوم۔ جنازہ لے جانے کا طریقہ

عذر کے بغیر قبرستان کو شہر سے دور بنانا درست نہیں ............ ″
(۱) جنازے کو قبر تک لے جانے کا مسنون طریقہ ............ ۳۸
(۲) عذر کی وجہ سے جنازہ کو گاڑی پر لے جانا جائز ہے ............ ″
(۳) جنازے کے ساتھ جانے والے بھی گاڑی پر جا سکتے ہیں ............ ″
جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرتے ہوئے چلنا اور پھر اس کی اجرت لینا جائز نہیں ............ ۴۲
جنازے کے ساتھ چھتری لگا کر چلنا جائز ہے ............ ۴۳

www.ahlehaq.org

عنوان صفحہ

## فصل سوم - اخراجات تجہیز و تکفین

بیوی مالدار ہو اور شوہر تنگ دست تب بھی اس کا کفن شوہر کے ذمہ ہے ........ ۴۴
شوہر کے ذمے بیوی کا علاج ضروری نہیں ........ 〃
عورت کی تجہیز و تکفین شوہر کے ذمے ہے ........ ۴۵

## فصل چہارم - قبر و دفن

ضرورت کی وجہ سے قبر پر لکڑی کے تختے لگانا جائز ہے ........ 〃
قبر پختہ کئے بغیر ارد گرد پتھر لگانا جائز ہے ........ ۴۶
اہل میت کو جنازہ کے بعد "اذن عام" کہنے کی ضرورت نہیں ........ 〃
ڈھیلوں پر سورہ اخلاص پڑھ کر قبر میں ڈالنا جائز نہیں ........ ۴۷
قبرستان کی خشک گھاس کا جلانا جائز نہیں ........ 〃
قبر میں داہنی کروٹ لٹانا سنت ہے ........ ۴۸
میت کو دفن کرنے کے بعد وہاں سے منتقل کرنا جائز نہیں الا یہ کہ ........ 〃
غیر کی زمین میں دفن کیا ہو ........ 〃
(۱) ضرورت کی وجہ سے میت کو تابوت میں دفن کرنا جائز ہے ........ ۴۹
(۲) قبر کے ارد گرد چار دیواری جائز نہیں ........ 〃
(۳) زندگی ہی میں اپنے لئے قبر تیار کرانا جائز ہے ........ 〃
دفن کے بعد چالیس قدم ہٹ کر دعا کرنا بدعت ہے ........ 〃
عاشورہ کے دن خصوصیت سے قبر پر مٹی ڈالنا صحیح نہیں ........ ۵۰
قبرستان میں چند قبریں تیار رکھنا جائز ہے ........ 〃
کچی قبر کے ارد گرد پختہ بنانا جائز ہے ........ 〃
(۱) قبر کا پختہ بنانا چار دیواری بنانا اور کتبہ لگانا ........ 〃
(۲) مردے نہیں سنتے ........ 〃
"ادفنوا موتاکم" الحدیث کی تخریج اور اس کا مطلب ........ ۵۱
غلاف کعبہ کا ٹکڑا کفن میں رکھنا ........ 〃
دفن کے بعد ہاتھ دھونا جائز ہے ........ ۵۲
موت کے وقت اور قبر میں میت کو قبلہ رو لٹانا سنت ہے ........ 〃
پیر و مرشد کا شجرہ قبر میں رکھنا جائز نہیں ........ ۵۵
مردے کو قبر میں لٹا کر اس کا منہ دیکھنا ........ ۵۶

www.ahlehaq.org

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| حضور اکرم ﷺ اور بزرگوں کی قبور کا پختہ ہونے پر اشکال | ۵۶ |
| حدیث کی تحقیق | ۵۷ |
| (۱) قبر پر مٹی ڈالتے وقت کی مستحب دعا | ۵۸ |
| (۲) جنازہ کو دس دس قدم اٹھانا مستحب ہے واجب نہیں | // |
| (۳) دفن کے بعد قبر کے سرہانے سورۃ بقرۃ کا آخری رکوع اور | / |
| پائنتی کی طرف آخری رکوع پڑھنا مستحب ہے | / |
| (۱) قبر کے ارد گرد پکا کرنا مباح ہے | ۵۹ |
| (۲) قبرستان میں تکیہ پر قرآن رکھ کر تلاوت کرنا جائز ہے | // |
| (۳) بزرگ کی قبر کے پاس چبوترہ بنانے کے لئے دوسری قبروں کو ختم کرنا جائز نہیں | // |
| میت کی پیشانی پر بسم اللہ لکھنا | // |
| کفن دفن اور فاتحہ خوانی کے متعلق چند سوالات | ۶۰ |
| عذر کے بغیر میت کو تابوت میں رکھ کر دفن کرنا جائز نہیں | ۶۱ |
| (۱) میت کو دوسرے شہر منتقل کرنا | ۶۲ |
| (۲) جنازے کے بعد میت کا منہ دکھانا | // |
| (۳) عورتوں کو اجنبی مرد کی میت دیکھنا جائز نہیں | // |
| میت کو جلانا جائز نہیں | ۶۳ |
| قبر میں میت کا منہ قبلہ کی طرف ہونا چاہیے | // |
| اجرت لیکر کفار کی پختہ قبریں اور مندر بنانا | // |
| دفن کے متعلق دو غلط رسمیں | ۶۴ |
| کفن دفن کے متعلق چند سوالات | // |

## فصل پنجم - رسوم مروجہ بعد الدفن

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| قبر پر اذان بدعت ہے | ۶۵ |
| قبر پر اذان بدعت ہے | ۶۶ |
| قبر پر اذان بدعت ہے | ۶۷ |
| دفن کے بعد کی چند رسومات | // |
| دفن کے بعد قبر پر اذان بدعت ہے | ۶۸ |
| میت کے ساتھ غلہ قبرستان لے جانا اچھا نہیں | // |

www.ahlehaq.org

عنوان — صفحہ

## فصل ششم۔ تلقین وطلب مغفرت

حدیث اذا ..... فقولوا خیراً سے میت کے لئے اجتماعی دعا پر استدلال درست نہیں ........ ۶۹
حدیث استعیذ وا باللہ سے میت کے لئے دفن ........ ۷۰
سے پہلے اور اجتماعی دعا پر استدلال درست نہیں ........ ″
میت کے لئے اجتماعی دعا ثابت نہیں بلا قصد اجتماعی صورت بن جائے تو مضائقہ نہیں ........ ۷۱
موت کے بعد تلقین کو بدعت کہنا درست نہیں ........ ۷۲
(۱) دفن کے بعد تلقین نہ کرنا بہتر ہے ........ ۷۳
دفن کے بعد فاتحہ خوانی کی چند رسوم ........ ۷۴
دفن کے بعد تلقین نہ کرنا بہتر ہے ........ ۷۶
دفن کے بعد تلقین بہتر نہیں ........ ۷۹
دفن کے بعد تلقین بہتر نہیں ........ ۸۰

## فصل ہفتم بناء علی القبور

بزرگوں کی قبروں پر بھی قبے بنانا جائز نہیں ........ ″

### بناء القبب علی القبور

### اقوال حنفیہ

قبر پر قبے بنانا جائز نہیں ........ ″
قبروں کو پختہ بنانا اونچی بنانا ان پر قبے تعمیر کرنا اور ان کا طواف کرنا جائز نہیں ........ ۸۲

## تیسرا باب

## نماز جنازہ

بے نمازی کی نماز جنازہ بھی ضروری ہے ........ ۸۳
نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا ........ ۸۷
کئی میتوں کی ایک ساتھ نماز جائز ہے ........ ″
بت خانہ میں جاکر مذہبی رسوم ادا کرنا کفر ہے اس کی جنازہ نہ پڑھی جائے ........ ″
(۱) چند میتیں جمع ہوں تو ہر ایک کی علیحدہ نماز اولی ہے ........ ۸۸
(۲) فاسق کی نماز جنازہ بھی ضروری ہے ........ ″
(۳) حالت نزع میں کلمہ کا انکار کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی ........ ″
(۱) غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں ........ ۸۹

www.ahlehaq.org

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| (۲) نماز پڑھنے کے لئے عورت کے جنازے پر پردہ ثابت نہیں | ۸۹ |
| (۱) جنازہ کی دعا میں فلاں ابن فلاں کی جگہ میت کا نام لینا | ۹۰ |
| (۲) نماز جنازہ میں جہر نہیں | // |
| (۳) جہر سے پڑھنے والے کے پیچھے حنفیوں کی نماز درست ہے | // |
| جنازہ کی دعا میں میت کا نام لینے پر اشکال | // |
| نماز جنازہ عید کی نماز اور خطبہ کے بعد پڑھنا جائز ہے | ۹۱ |
| نماز جنازہ کی وصیت باطل ہے اگر دوسرے نے نماز | // |
| پڑھائی تو مذکورہ شخص دوبارہ جنازہ نہیں پڑھا سکتا | // |
| ایک مسئلے پر تنقیح | ۹۲ |
| ولد الزنا کی نماز جنازہ بھی ضروری ہے | // |
| مسلمان وکافر کے تعلقات سے پیدا ہونے والے بچے کا حکم | ۹۳ |
| مسلمان کے زیر پرورش کافر بچے کی نماز جنازہ جائز نہیں | // |
| ولی اگر عالم ہو تو امام محلہ سے مقدم ہے | ۹۴ |
| (۱) اگر جنازہ پڑھے بغیر دفن کیا ہو تو میت کے پھٹنے سے پہلے قبر پر جنازہ پڑھ سکتے ہیں | // |
| (۲) میت سامنے رکھ کر فرض نماز پڑھنا | // |
| مسلم وکافرہ سے پیدا شدہ بچے کے اسلام کے بارے میں تحقیق | ۹۵ |
| علی الاعلان گناہ کرنے والی کی جنازہ اہل علم حضرات نہ پڑھیں | ۹۷ |
| جنازہ کے بعد اجتماعی دعا بدعت ہے | // |
| بائیس درجے قبلہ سے انحراف ہو تو نماز درست ہے مگر بغیر عذر کے ایسا کرنا مکروہ ہے | ۹۸ |
| جنازے میں لوگ زیادہ ہوں تو مغفرت کی امید زیادہ کی جاسکتی ہے یقین نہیں | // |
| شوہر بیوی کا ولی نہیں | ۹۹ |
| ولی کی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا جنازہ پڑھائے تو ولی اعادہ کر سکتا ہے | // |
| نماز روزہ اور دین سے بے خبر آدمی کی بھی نماز جنازہ پڑھی جائے گی | ۱۰۰ |
| عذر کی وجہ سے مسجد میں بھی جنازہ پڑھ سکتے ہیں | // |
| نماز جنازہ میں رفع یدین سے نماز جنازہ فاسد نہیں ہوتی | // |
| ہر مسلمان کی نماز جنازہ ضروری ہے چاہے وہ قاتل ہو | ۱۰۱ |
| دو جڑواں بچوں میں ایک زندہ پیدا ہوا اور ایک مردہ تو | // |
| جنازہ صرف زندہ پیدا ہونے والے کی پڑھی جائے گی | // |
| (۱) ہجڑے کی نماز جنازہ میں مقتدا لوگ شریک نہ ہوں | ۱۰۲ |

www.ahlehaq.org

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| (۲) [illegible] کی نماز جنازہ پڑھی جائے | ۱۰۲ |
| مسجد میں جنازے سے متعلق چند سوالات | // |
| مسجد کے اندر نماز جنازہ | ۱۰۳ |
| میت کا [illegible] غائب ہو یا میت کی [illegible] نماز جنازہ جائز نہیں | ۱۰۴ |
| مسجد میں نماز جنازہ کی تحقیق | ۱۰۵ |
| [illegible] | ۱۰۷ |
| پولیس [illegible] میں [illegible] تو نماز جنازہ کس طرح ادا کی جائے | ۱۰۸ |
| [illegible] میں میت [illegible] تلاش [illegible] | |
| [illegible] شخص کی نماز جنازہ کی جائے | ۱۰۸ |
| [illegible] بعد [illegible] | ۱۰۹ |
| جنازے کے بعد دعا نہیں | // |
| جنازہ میں شریک ہونے والے شخص سے [illegible] جائز ہے | // |
| [illegible] نماز جنازہ کی ضرورت ہے | ۱۱۰ |
| مسجد میں نماز جنازہ کی تفصیل | ۱۱۱ |
| [illegible] مسلمان کی تحویل میں [illegible] جنازہ کا حکم | // |
| جنازے کے بعد [illegible] ثابت نہیں | ۱۱۲ |
| نماز جنازہ میں [illegible] حدیث سے ثابت ہے | // |
| مسجد کے [illegible] پر نماز جنازہ [illegible] | // |
| [illegible] سے پہلے جنازہ [illegible] | ۱۱۳ |
| کیا حدیث میں [illegible] نے جنازے میں فاتحہ پڑھنے کا حکم [illegible] | // |
| جنازے کے بعد [illegible] ثابت نہیں | ۱۱۴ |
| [illegible] قدم تک میت کی چارپائی اٹھانا ضروری نہیں | // |
| نماز جنازہ میں [illegible] ضروری ہے | // |
| عیدگاہ میں نماز جنازہ جائز ہے | ۱۱۵ |
| نماز جنازہ کو [illegible] کے بعد [illegible] ثابت نہیں | // |
| میت [illegible] نماز کے بعد [illegible] تو جنازے کا حکم | ۱۱۶ |
| [illegible] کی علامت [illegible] بالغ قرار دیا جائے گا | // |
| [illegible] نماز جنازہ کی ضرورت [illegible] | // |
| جنازے میں [illegible] | // |

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| شوہر اور باپ میں سے جنازہ کا حق باپ کا ہے | ۱۱۷ |
| نماز جنازہ چھوٹ جانے کا خطرہ ہو تو تیمم جائز ہے اگرچہ پانی موجود ہو | ״ |
| غروب آفتاب کے بعد پہلے مغرب کی نماز پڑھی جائے پھر جنازے کی | ۱۱۸ |
| غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں | ״ |
| [illegible] سے جنازہ کا [illegible] | ״ |
| میت کو چارپائی پر رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے | ۱۱۹ |
| (۱) ولی کا نماز جنازہ میں حاضر ہونا ضروری ہے اگر غریب اور شریف لوگ شریک نہ ہوں | ״ |
| (۲) [illegible] کا حق دار [illegible] ہے جس شخص کی نماز جنازہ پڑھی جائے | ״ |
| شیعہ کی اقتداء میں سنی کی نماز جنازہ جائز نہیں | ۱۲۰ |
| نماز جنازہ سے فراغت کے بعد ہی جنازہ کو اٹھانا درست ہے | ״ |
| **چوتھا باب** | |
| **رسوم مروجہ متعلقہ میت** | |
| **فصل اول - غمی کی دعوتیں، دسواں، چالیسواں وغیرہ** | |
| اہل میت کی طرف سے تیسرے دن کا کھانا بدعت ہے | ۱۲۱ |
| اہل میت کی طرف سے دفن کرنے والوں کو اسی دن کھانا کھلانا بدعت ہے | ״ |
| ورثہ میں اگر کوئی نابالغ ہو تو ترکہ سے خیرات کرنا جائز نہیں | ۱۲۲ |
| میت کے گھر میں موت کے دن کھانا پکانا جائز ہے | ״ |
| ایصال ثواب کا کھانا غنی لوگ کھا سکتے ہیں | ״ |
| (۱) تعزیت کے بعد لوگوں کا [illegible] میں میت کے گھر کھانا درست نہیں | ۱۲۳ |
| (۲) میت کے گھر کی طرف ایک وقت کا کھانا بھیجنا مستحب ہے | ״ |
| (۳) اہل میت کو صبر کی تلقین کرنا درست ہے | ״ |
| **فصل دوم - ایصال ثواب** | |
| میت کو موت کے وقت اور جنازہ کے بعد قرآن خوانی کرتے ہیں اجتماعی دعا بدعت ہے | ۱۲۴ |
| میت کو بدنی اور مالی عبادات دونوں کا ثواب ملتا ہے | ۱۲۵ |
| جنازہ کے بعد سورہ اخلاص پڑھ کر اجتماعی دعا کرنا بدعت ہے | ״ |
| ایصال ثواب مستحب ہے لیکن اس کی مروجہ صورتیں اکثر بدعت ہیں | ۱۲۶ |
| کھانا سامنے رکھ کر درود شریف و سورہ اخلاص وغیرہ پڑھ کر ایصال ثواب کرنا بدعت ہے | ۱۲۷ |
| ایصال ثواب کا کھانا مالداروں کو کھلانا مکروہ ہے۔۔ | ۱۳۰ |

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| نیاز کا مروجہ طریقہ بدعت ہے | ۱۳۰ |
| جمعرات اور دن کی تخصیص کے بغیر میت کے لئے قرآن خوانی جائز ہے | ۱۳۱ |
| ایصال ثواب کا کھانا برادری کے مالدار لوگوں کے لئے مکروہ ہے ....... | 〃 |
| تیجہ، دسواں، چالیسواں سب غیر شرعی رسمیں ہیں۔ | 〃 |
| مروجہ فاتحہ بدعت ہے | ۱۳۲ |
| ایصال ثواب کا مروجہ طریقہ خرافات و بدعات کا مجموعہ ہے | ۱۳۳ |
| فاتحہ کا صحیح طریقہ | 〃 |
| حیلہ اسقاط کی یہ غیر شرعی صورت | ۱۳۴ |
| رسم قل، دسواں، چالیسواں اور شیرینی پر فاتحہ پڑھنا سب بدعت ہے | 〃 |
| فاتحہ دینے کی حدیث موضوع ہے | 〃 |
| پوری امت کے تمام ایصال ثواب کرنے سے ثواب کیسے ملتا ہے تقسیم ہو کر یا پورا پورا؟ | ۱۳۵ |
| ایصال ثواب کے لئے معاوضہ دیکر قرآن پڑھانا جائز نہیں | 〃 |
| تیجہ، دسواں، چہلم بدعت ہیں | ۱۳۶ |
| کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا، خوشبو لگانا اور روشنی کرنا بدعت ہے | 〃 |
| ایصال ثواب سے متعلق چند رسومات | ۱۳۷ |
| ایصال ثواب جائز ہے مگر اس کے لئے تاریخ یا دن مقرر کرنا درست نہیں | ۱۳۸ |
| ایصال ثواب صدقہ و قرآن خوانی کے ساتھ خاص نہیں | 〃 |
| دعا و استغفار کے ساتھ بھی ایصال ثواب ہو سکتا ہے | 〃 |
| کسی عمل کا ثواب دوسرے کو بخشنے سے اس شخص کو ثواب پہنچتا ہے | ۱۳۹ |
| ایصال ثواب کے لئے قرآن پڑھنا جائز ہے مگر اجرت لیکر پڑھنا جائز نہیں | 〃 |
| ایصال ثواب مردوں اور زندوں دونوں کو جائز ہے | ۱۴۰ |
| ایصال ثواب میں تمام مسلمانوں کو شامل کرنا افضل ہے | 〃 |
| میت کے گھر صرف تعزیت کے لئے جانا چاہئے | ۱۴۱ |
| ایصال ثواب کا طریقہ | 〃 |
| تیجہ، تعین ایصال ثواب اور حیلہ اسقاط سے متعلق چند رسموں کی تحقیق | 〃 |

## (۱۷۵) استفتاء

(ماخوذ از مجموعہ دلیل الخیرات فی ترک المنکرات
مطبوعہ ۱۳۳۶ھ مرتبہ حضرت مفتی اعظمؒ)

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| رسم نمبر ۱ | ۱۴۷ |
| رسم نمبر ۲ | ۱۴۸ |
| رسم نمبر ۳ | ۱۵۰ |
| رسم نمبر ۴ | ۱۵۳ |
| رسم نمبر ۵ | ۱۵۴ |
| ختم شادی | ״ |
| رسم نمبر ۶ | ۱۵۸ |
| رسم نمبر ۷ | ۱۶۱ |
| فاتحہ خوانی سے متعلق چند رسموں کی تحقیق | ۱۶۲ |

(۱۷۶) استفتاء

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| ایک شبہ اور اس کا جواب | ״ |
| نابالغ وارث کے مال سے خیرات کرنا جائز نہیں | ۱۷۶ |
| کافر کے لئے دعائے مغفرت مفید اور جائز نہیں | ۱۷۷ |

## پانچواں باب

## فدیہ صوم و صلوٰۃ و حیلہ اسقاط

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| نماز اور روزہ کا فدیہ کس طرح ادا کیا جائے؟ | ״ |
| ہر نماز و روزہ کا فدیہ پونے دو سیر گندم ہے اگر کل تعداد معلوم نہ ہو تو اندازے سے ادا کرے | ۱۷۸ |
| مروجہ حیلہ اسقاط جائز نہیں | ״ |
| مروجہ حیلہ اسقاط جائز نہیں | ۱۸۰ |
| حیلہ اسقاط کا صحیح طریقہ مگر آج کل ترک بھی ضروری ہے.... | ״ |
| فدیہ میں غلہ یا اس کی قیمت دینا اور کھانا کھلانا بھی جائز ہے مگر مالداروں کو دینا جائز نہیں | ۱۸۱ |
| قضاء شدہ نمازوں اور روزہ کی تعداد معلوم نہ ہو تو اندازہ لگایا جائے | ۱۸۲ |
| میت کے ذمے کچھ نمازیں اور روزے ہوں اس کا کفارہ کس طرح ادا کیا جائے؟ | ۱۸۳ |
| میت فدیہ کی وصیت نہ کرے تو بھی وارث اپنی طرف سے دے | ״ |
| سکتا ہے ' فدیہ کا حکم وہی ہے جو دوسرے صدقات واجبہ کا ہے.. | ״ |
| مروجہ حیلہ اسقاط کا چھوڑنا واجب ہے | ۱۸۴ |
| حیلہ اسقاط | ״ |
| حیلہ اسقاط مباح ہے مگر آج کل کے مروجہ حیلہ اسقاط کا ترک واجب ہے | ۱۸۵ |

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| مروجہ اسقاط کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں | ۱۸۵ |
| اسقاط کی مذکورہ صورت محض دنیا داری ہے | ۱۸۷ |
| حیلہ اسقاط | // |

## چھٹا باب

## زیارت قبور اور عرس وغیرہ

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| زیارت قبور قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ | ۱۸۸ |
| اعراس اولیاء اللہ کی شرکت کیلئے جانا جائز ہے یا نہیں؟ | // |
| قبرستان میں مختلف رسومات | ۱۸۹ |
| کسی بزرگ یا ولی کے مزار پر بغرض زیارت جانا اور وہاں کھانا کھانا | ۱۹۱ |
| کسی بزرگ کی قبر کیلئے نذر کا حکم | // |
| اولیاء اللہ کے قبور کیلئے جانا اور وہاں شیرینی وغیرہ لے جانا | // |
| السلام علیکم یا اہل القبور میں جو حرف ندا ہے اس کو مردوں کیلئے استعمال کرنا کیسا ہے؟ | ۱۹۲ |
| کسی بزرگ کی قبر کو تعظیماً بوسہ دینا اور قل و فاتحہ پڑھنا جائز ہے | // |
| پردہ نشین عورت کیلئے زیارت کیلئے قبر پر جانا | |
| محرم کے ساتھ زیارت قبور کیلئے جانا جائز ہے | ۱۹۴ |
| قبروں پر پھول چڑھانا | // |
| کسی مزار پر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ | // |
| ساتواں باب شہید کے احکام | ۱۹۷ |
| آٹھواں باب پوسٹ مارٹم | ۲۰۰ |
| نواں باب شرکت جنازہ کفار | ۲۰۱ |
| دسواں باب متفرقات | ۲۰۳ |

## کتاب الصوم

## پہلا باب

## رویت ہلال رمضان وعیدین

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| عید الفطر کی نماز کسی عذر کی وجہ سے دوسرے دن پڑھی جا سکتی ہے | ۲۰۹ |
| صرف تار کی خبر پر عید کرنا اور روزہ افطار کر لینا درست نہیں۔ | // |
| ثبوت رویت ہلال عید کیلئے دو عادل گواہوں کی شہادت شرط ہے | // |
| مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں ہلال عید کے ثبوت کیلئے دو عادل گواہوں کی شہادت شرط ہے۔ | ۲۱۰ |

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| مطلع صاف نہ ہو تو ہلال عید کیلئے دو عادل گواہوں کی شہادت شرط ہے.. | ۲۱۱ |
| تیسویں تاریخ کو زوال کے بعد چاند دیکھ کر افطار کیا تو قضاء کفارہ دونوں لازم ہوں گے | ۲۱۲ |
| بادل کی صورت میں افطار کے لئے دو دینداروں کی گواہی معتبر ہے | ۲۱۳ |
| (۱) امارت شرعیہ پھلواری شریف کے اشتہار کی خبر سے عید کرنا | ۲۱۴ |
| (۲) امارت شرعیہ کا عید کی اطلاع کے لئے ایک آدمی کا بھیجنا کافی ہے | // |
| (۱) ٹیلی فون کی خبر پر چاند کے ثبوت کا حکم دینا | ۲۱۵ |
| (۲) ٹیلی فون پر حنفیہ یقین کے بغیر بھی عید کا حکم دینا جائز نہیں | // |
| (۳) ٹیلی فون کی خبر سے اگر چاند ہونے کا یقین ہو جائے؟.......... | // |
| (۱) معتبر داڑھی منڈھے اور دھوتی باندھنے والے کی گواہی.......... | ۲۱۶ |
| (۲) شرعی قاضی نہ ہونے کی صورت میں مفتی یا امام مسجد چاند کی گواہی لے تو...... | // |
| بھی شہادت کی شرائط کی رعایت ضروری ہے. | // |
| (۳) مختلف خطوط سے اگر چاند کا یقین ہو جائے | // |
| ٹیلی فون کی خبر شہادت کے باب میں قابل قبول نہیں اگرچہ اس میں تصویر بھی نظر آئے | ۲۱۷ |
| ٹیلی فون کی خبر سے اگر چاند ہونے کا یقین ہو جائے؟ | ۲۱۹ |
| احناف کے نزدیک اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں | // |
| تیس رمضان کو غروب سے تھوڑی دیر قبل چاند دیکھا تو وہ آئندہ شب کا ہوگا | // |
| ایک مقام پر اگر چاند نظر آجائے تو دوسرے مقام والوں کو بھی روزہ رکھنا ضروری ہے | ۲۲۰ |
| (۱) حنفیہ کے نزدیک اختلاف مطالع معتبر نہیں | // |
| (۲) خط، ٹیلی فون اور تار وغیرہ سے اگر چاند ہونے کا یقین ہو جائے؟ | // |
| (۳) مطلع صاف ہونے کی صورت میں بھی دو عادل گواہوں کی شہادت قبول کرنا جائز ہے | // |
| (۱) تار، ٹیلی فون کی خبر سے عید کرنا جائز نہیں | ۲۲۲ |
| (۲) مطلع صاف نہ ہو تو بھی دو عادل گواہوں کی گواہی معتبر ہے | // |
| (۳) مطلع صاف نہ ہو تو عید کے چاند کے لئے کتنے گواہوں کی ضرورت ہے؟ | // |
| (۴) رمضان کے چاند کے لئے ایک گواہ کی گواہی بھی معتبر ہے جس کا فسق ظاہر نہ ہو | // |
| رمضان میں اگر نفل روزے کی نیت کرے تب بھی رمضان ہی کا روزہ شمار ہوگا | ۲۲۳ |
| اختلاف مطالع واقع ہے مگر شریعت میں اس کا اعتبار نہیں | // |
| دوسرے شہر میں چاند کا نظر آنا جب تک شرعی شہادت | |
| سے ثابت نہ ہو مقامی رویت ہی کا اعتبار ہوگا | ۲۲۵ |
| شرعی شہادت سے ہی روزہ رکھنا اور افطار کرنا چاہئے عام خبر کا اعتبار نہیں | // |

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| عید کے چاند کے ثبوت کے لئے دو عادل گواہ ضروری ہیں | ۲۲۶ |
| ٹیلی فون کی خبر معتبر نہیں اگرچہ آواز پہچانی جاتی ہو | ۲۲۷ |
| مختلف فیہ مسئلے میں بادشاہ کا حکم نافذ ہوگا (چند متفرق مسائل) | ״ |
| رمضان اور عیدین کی چاند کے شواہد | ۲۲۸ |
| ایک فقہی لطیفہ | ۲۲۹ |

## ایک فقہی لطیفہ

استفتاء

## ٹیلی گراف، خط کی خبر اور خبر مستفیض کی تحقیق

(منقول از رسالہ البیان الکافی مرتبہ مولانا حکیم ابراہیم راندیری)

## دوسرا باب

## قضا و کفارہ

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| بلا عذر روزہ نہ رکھنے والا فاسق اور منکر کافر ہے | ۲۴۰ |
| کفارہ کے روزے اگر چاند کے حساب سے رکھے؟ | ״ |
| تو دو ماہ ضروری ہے اگرچہ ساٹھ سے کم ہوں | ۲۴۱ |
| (۱) قضا روزوں کی اس طرح نیت "میرے ذمے جتنے قضا روزے ہیں | ״ |
| ان میں سے پہلا روزہ رکھتا ہوں" صحیح ہے | ״ |
| (۲) جس شخص میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو وہ ہر روزے کے بدلے پونے | ״ |
| دو سیر گندم یا اس کی قیمت دے سکتا ہے | ״ |
| انتیس شعبان کو چاند نظر نہ آیا بعد میں چاند ہونے کی تحقیق ہو جائے تو قضا ضروری ہے | ۲۴۲ |
| اس وقت سے زوال ہو جائے تو صرف قضا لازم ہے کفارہ نہیں | ״ |
| (۱) قے ہوئی تو اس خیال سے کہ اب روزہ نہ رہا پانی پی لیا تو صرف قضا ضروری ہے | ״ |
| (۲) پیٹ میں تکلیف کی وجہ سے روزہ توڑا تو صرف قضا لازم ہے | ۲۴۳ |

## تیسرا باب

## اعتکاف

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| معتکف کا ٹھنڈک کے لئے غسل کی خاطر مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں | ״ |
| (۱) معتبر شہادت سے معلوم ہو جائے کہ انتیس کو چاند ہو گیا تھا تو اعتکاف اسی حساب سے شروع کریں | ۲۴۴ |
| (۲) معتکف کو جمعہ کی نماز کے لئے جانا | ״ |
| (۳) معتکف کو سگریٹ یا حقہ پینے کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں …… | ״ |
| (۴) معتکف اگر مریض دیکھنے کے لئے مسجد سے باہر گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا | ״ |

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| (۵) اعتکاف کے دوران تلاوت نماز اور درود شریف بہترین اشغل ہیں ...... | ۲۴۴ |
| شب قدر متعلقہ روزوں کے حساب سے سمجھی جائے | ۲۴۵ |
| (۱) معتکف غسل کے لئے مسجد سے باہر جائے تو پانی وغیرہ بھی لا سکتا ہے | ۲۴۶ |
| (۲) مسجد میں غسل خانہ نہ ہو تو قریب تالاب میں غسل کے لئے جا سکتا ہے | ″ |
| (۳) مدرسہ کے طلبہ ضرورت کے وقت کھانا پکانے کے لئے گھر جا سکتا ہے | ″ |

## چوتھا باب

## افطار و سحری

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| غیر مسلم کی بھیجی ہوئی افطاری سے افطار کرنا جائز ہے | ۲۴۷ |
| نقارے کی آواز سن کر افطار کرنا جائز ہے ...... | ″ |
| جماع کے ذریعے افطار کرنا ...... | ۲۴۸ |
| سحری وافطاری کی اطلاع کے لئے گولہ چھوڑنا اور نقارہ بجانا جائز ہے ...... | ″ |
| غروب آفتاب کے بعد ہی افطار کا وقت شروع ہو جاتا ہے مگر اس میں دو چار منٹ تاخیر کی گنجائش ہے | ″ |
| افطار میں جلدی اور سحری میں تاخیر افضل ہے ...... | ۲۴۹ |
| ہندو کے مال سے افطار جائز ہے ...... | ″ |
| حالت جنابت میں سحری کھانا خلاف اولیٰ ہے مگر اس سے روزے میں کچھ خلل نہیں آتا | ″ |
| صرف وضو کرنا اور نماز نہ پڑھنا اور صرف سحری کھانا اور روزہ نہ رکھنا | ۲۵۰ |
| افطار کا وقت ہوتے ہی افطار کرنا افضل ہے ...... | ″ |

## پانچواں باب

## نفلی روزہ

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| مسافر و مریض کا رمضان میں غیر رمضان کا روزہ رکھنا ...... | ۲۵۱ |
| دس ذوالحجہ کو روزہ رکھنا ...... | ″ |
| عاشورہ کے دن کوئی خاص نماز مشروع نہیں البتہ روزہ مستحب ہے ...... | ″ |

## چھٹا باب

## سفر اور دیگر عذر

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| (۱) سفر میں روزہ رکھنے میں کوئی کراہت نہیں ...... | ۲۵۲ |
| (۲) عذر کی وجہ سے روزے رہ گئے تو قضاء کرنے پر پورا ثواب ملے گا ...... | ″ |

## ساتواں باب

## مفسدات و غیر مفسدات روزہ

| صفحہ | عنوان |
|---|---|
| ۲۵۳ | انجکشن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ۔ ۔ ۔ |
| 〃 | پیشاب وپاخانہ کی جگہ دوائی ڈالنا اور انجکشن لگوانا ۔ ۔ ۔ ۔ |
| 〃 | روزے میں عود لوبان اور اگربتی سلگانا ۔ |
| ۲۵۴ | انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا ۔ ۔ ۔ |
| 〃 | انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا |

## کتاب الزکوٰۃ والصدقات

### پہلا باب

### کن چیزوں پر زکوٰۃ ہے؟

| صفحہ | عنوان |
|---|---|
| ۲۵۵ | مال تجارت میں نفع شامل کرکے زکوٰۃ ادا کی جائے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ |
| 〃 | زکوٰۃ آمدنی پر واجب ہے مشینری پر نہیں |
| 〃 | سونا چاندی کے زیورات میں جڑے ہوئے جواہرات پر زکوٰۃ نہیں |
| ۲۵۶ | سود کی رقم پر زکوٰۃ واجب نہیں ۔ |
| ۲۵۷ | تنخواہ جو بچتی نہ ہو اور مکان پر زکوٰۃ نہیں |
| 〃 | شیئرز پر زکوٰۃ |
| 〃 | زکوٰۃ کی جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ نہیں |
| ۲۵۸ | اولاد کی شادی کے اخراجات مانع زکوٰۃ نہیں |
| 〃 | واجب الزکوٰۃ چیز پر ہر سال زکوٰۃ واجب ہے |
| ۲۵۹ | (۱) کمپنی میں جمع کرائی ہوئی رقم پر زکوٰۃ نہیں |
| 〃 | (۲) پراویڈنٹ فنڈ پر جب تک وصول نہ ہو زکوٰۃ نہیں |
| 〃 | (۳) شیئرز پر زکوٰۃ |
| 〃 | (۴) ڈاکخانے کے کیش [illegible] پر زکوٰۃ |
| 〃 | (۵) نابالغ کے مال پر زکوٰۃ نہیں ولی اس کی طرف سے ادا نہیں کر سکتا |
| 〃 | (۶) نصاب زکوٰۃ کے لئے مہر کی رقم کا اعتبار ۔ |
| ۲۶۰ | [illegible] کے زیور کا مالک کون اور زکوٰۃ کس پر؟ |
| ۲۶۱ | ماہانہ بچت پر سال ختم ہونے کے بعد حساب کر کے زکوٰۃ ادا کی جائے |
| 〃 | امانت پر زکوٰۃ |
| ۲۶۲ | کسی کے قرض لینے سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی ۔ ۔ |
| 〃 | شوہر مقروض ہو تو بیوی سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی |

| صفحہ | عنوان |
|---|---|
| ۲۶۳ | رہائشی مکان اور گھریلو استعمال کی چیزیں نصاب زکوۃ میں شمار نہیں.... |
| ۲۶۳ | (۱) رہائش سے زائد مکان پر بھی زکوۃ نہیں |
| 〃 | (۲) ادھار فروخت کئے ہوئے مال پر زکوۃ |
| 〃 | (۳) زکوۃ مکان کی قیمت پر نہیں آمدنی پر ہے |
| 〃 | (۴) گھر کی ضرورت سے زائد غلہ پر زکوۃ نہیں.... |
| 〃 | (۵) تجارت میں زکوۃ ادا کرنے کا طریقہ |
| 〃 | (۶) تجارتی سامان رکھے ہوئے مکان پر زکوۃ نہیں |
| ۲۶۵ | مددی فنڈ پر زکوۃ |
| 〃 | سونے چاندی کے زیورات پر زکوۃ واجب ہے |
| 〃 | سونے چاندی کے زیورت پر زکوۃ واجب ہے |
| ۲۶۶ | زکوۃ کن چیزوں پر ہے |
| 〃 | زکوۃ قرض دینے والے کے ذمے ہے مقروض کے ذمے نہیں |
| ۲۶۷ | کمپنی کے شیئرز پر زکوۃ |
| 〃 | نابالغ کے مال پر زکوۃ نہیں |

## دوسرا باب
## نصاب زکوۃ

| صفحہ | عنوان |
|---|---|
| 〃 | سونے اور چاندی کے نصاب کی تحقیق.............. |
| ۲۶۸ | قرض اگر مال تجارت سے زائد ہو تو زکوۃ واجب نہیں ....... |
| ۲۶۹ | زکوۃ ہر سال ادا کرنا ضروری ہے |
| 〃 | (۱) سونا اور چاندی ملا کر چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے تو زکوۃ دی جائیگی |
| 〃 | (۲) چاندی بقدر نصاب اور سونا کم ہو تو زکوۃ ادا ہوگی |
| ۲۷۰ | صرف سونا نصاب سے کم ہو مگر قیمت چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے تو زکوۃ واجب ہے |

## تیسرا باب
## مصارف زکوۃ

| صفحہ | عنوان |
|---|---|
| ۲۷۱ | مہتمم کا مدرسے کے مال سے اہل وعیال پر خرچ کرنا..................... |
| 〃 | سید کو زکوۃ دینے سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی |
| 〃 | (۱) غیر مستحق کو مستحق سمجھ کر زکوۃ دینا |
| 〃 | (۲) بعض علماء کے قول پر عمل کرکے سید کو زکوۃ دینا |

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| (۱) فقیری و شیعہ میں زکوٰۃ دینا | ۲۷۳ |
| (۲) زکوٰۃ کے مال سے مسافروں اور طلبہ کو کھانا کھلانا درست ہے | // |
| (۳) زکوٰۃ سے کسی مستحق کی شادی کرنا | // |
| (۴) زکوٰۃ سے کسی محتاج کا مکان بنانا | ۲۷۴ |
| سید کا زکوٰۃ لینا اور اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں | // |
| مولانا یعقوب کو مصرف زکوٰۃ سے خارج کرنے پر حنفیہ پر اشکال کا جواب | ۲۷۵ |
| جن چیزوں میں تملیک نہیں ہوتی ان میں زکوٰۃ جائز نہیں | // |
| (۱) مہتمم کا چندوں کو بطور تملیک دی گئی رقم تعمیر پر خرچ کرنا | ۲۷۶ |
| (۲) مہتمم کا کئی مدّات کی رقوم کو ملا کر رکھنا | // |
| ضرورت مند سید، فوج اور رفاہی اداروں کو زکوٰۃ دینا | ۲۷۸ |
| سید رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا، زکوٰۃ تھوڑی تھوڑی کر کے دینا، رمضان کے آنے سے پہلے دینا | |
| ایسے مدرسے کو زکوٰۃ دینا جس میں غریب اور امیر دونوں قسم کے طلبہ مفت تعلیم حاصل کرتے ہوں | ۲۷۹ |
| غیر مسلم محتاجوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں | // |
| بنو فاطمہ کے علاوہ دوسرے ہاشمی بھی سید ہیں ان کو بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں | ۲۸۰ |
| زکوٰۃ سے کنواں، مسجد، مقبرہ تعمیر کرنا اور میت کو کفن دینا جائز نہیں | // |
| والدین اور اولاد کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں | / |
| صاحب نصاب امام کا زکوٰۃ لینا | ۲۸۱ |
| زکوٰۃ دوسرے ملک میں موجود رشتہ داروں کو بھیجنا | // |
| مالک نصاب کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں | // |
| صدقہ فطر کی رقم سے مدرسے کی تعمیر جائز نہیں | ۲۸۲ |
| صاحب نصاب علماء کو زکوٰۃ دینا (چند متفرق مسائل) | // |
| زکوٰۃ کی رقم سے مدرسہ و یتیم خانہ کی تعمیر جائز نہیں | ۲۸۴ |
| چھوٹی بہن، پھوپھی، بھائی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے | ۲۸۵ |
| مدرسے کے لئے غیر زکوٰۃ کی رقم تنخواہ میں خرچ کرنا | // |
| مدرسے کی غیر زکوٰۃ کی مد سے تنخواہ دینا | ۲۸۶ |
| زکوٰۃ سے متعلق چند مسائل | ۲۸۷ |
| (۱) سید کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں | ۲۸۹ |
| (۲) تملیک کرنے کے بعد زکوٰۃ کو مدرسے کے دوسرے کاموں میں خرچ کر سکتے ہیں | // |
| (۳) تملیک میں زکوٰۃ کو اپنے خرچ میں لے تو درستی کی صورت | // |

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| مالدار شخص کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں | ۲۸۹ |
| مہتمم مدرسہ اور متولی مسجد کو زکوٰۃ دینا | ۲۹۰ |
| چند آیات کا مطلب | 〃 |
| مالدار اگر مفلس ہو جائے تو اسے زکوٰۃ دے سکتے ہیں | ۲۹۱ |
| (۱) بھائی بہن کو زکوٰۃ دینا جائز ہے | 〃 |
| (۲) سید کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں | 〃 |
| (۳) مالدار بیوہ کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں | 〃 |
| (۴) ملکیت میں دینے کے بعد زکوٰۃ کو مدرسوں اور یتیم خانوں کو دینا جائز ہے | ۲۹۲ |
| نادار طالب علموں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے | 〃 |
| زکوٰۃ سے مدرسین کی تنخواہ جائز نہیں | ۲۹۳ |
| مصرف زکوٰۃ کے متعلق چند سوالات | 〃 |
| اصول وفروع، مالدار اور سید کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں | ۲۹۴ |

## چوتھا باب
## ادائیگی زکوٰۃ

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| زکوٰۃ سے قرضہ ادا کرنا... | 〃 |
| سونے چاندی کے نصاب میں وزن کا اعتبار ہوگا | ۲۹۵ |
| نوٹ کے ذریعے زکوٰۃ کی ادائیگی | ۲۹۶ |
| زکوٰۃ دینے والے کا وکیل اگر قرض میں دے دے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی | ۲۹۷ |
| زکوٰۃ کو دوسرے کی ملکیت میں دینا ضروری ہے | 〃 |
| سال آنے سے پہلے زکوٰۃ کا نکالنا جائز ہے | ۲۹۸ |
| تجارت میں نفع پر سال گزرنا ضروری نہیں اصل مال کے ساتھ | 〃 |
| اس کی بھی زکوٰۃ ضروری ہے | 〃 |
| زکوٰۃ کی رقم سرکاری رقوم میں [illegible] مصرف میں خرچ کیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی | ۲۹۹ |
| مہر کی رقم پر زکوٰۃ | 〃 |
| زکوٰۃ میں تملیک شرط ہے مسجد تالاب اور شفاخانہ بنانے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی | 〃 |
| قرضہ معاف کر کے اسے زکوٰۃ میں شمار کرنا...... | ۳۰۰ |
| زکوٰۃ میں سرکاری ریٹ کا اعتبار ہوگا بلیک مارکیٹ کا نہیں۔ | ۳۰۱ |
| زکوٰۃ میں سونا چاندی کی موجودہ قیمت کا اعتبار ہوگا | 〃 |

| عنوان | صفحہ |
|---|---|

### فصل دوم۔ ادائیگی بسال قمری و شمسی

انگریزی سال کے حساب سے زکوۃ ادا کرنے کی صورت ........ ۳۰۲

### فصل سوم۔ تملیک اور حیلہ تملیک

زکوۃ سے مدرسین کی تنخواہ دینا ........ ۳۰۳
حیلہ کے ذریعے زکوۃ کو مدرسہ پر خرچ کرنا ۳۰۴
بذریعہ حیلہ زکوۃ سے کنواں، پل اور مسجد وغیرہ تعمیر کرنا.. 〃
جن کاموں پر زکوۃ جائز نہیں وہاں حیلہ کرکے زکوۃ خرچ کرنا. .. ۳۰۵
نوٹ کے ذریعے زکوۃ کی ادائیگی 〃

## پانچواں باب
## غیر مقبوضہ پر زکوۃ

### فصل اول رہن کی زکوۃ

قرض پر زکوۃ اور رہن رکھی ہوئی چیز سے نفع اٹھانا ........ ۳۰۶

### فصل دوم۔ پروویڈنٹ فنڈ اور سود کی زکوۃ

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوۃ ........ 〃
پراویڈنٹ فنڈ اور اس کی سود پر زکوۃ ۳۰۷
پراویڈنٹ فنڈ میں سود کے نام سے دی جانے والی رقم سود نہیں ۳۰۸
پراویڈنٹ فنڈ اور بینک میں جمع شدہ رقم پر زکوۃ ۳۰۹

## چھٹا باب
## صدقۃ فطر وغیرہ

صاع کی تحقیق ۳۱۰
(۱) کسی قصبہ میں گندم نہ ہو تو ضلع کی قیمت سے فطرہ ادا کرسکتا ہے ۳۱۱
(۲) حدیث شریف میں جن چیزوں کی تصریح نہیں ان میں قیمت کا اعتبار ہوگا 〃
صرف فائدہ حاصل کرنے کے لئے دی ہوئی زمین سے صاحب نصاب نہیں بنتا. ........ ۳۱۲
فطرہ کی مقدار اور بچوں کی طرف سے فطرہ ........ 〃
رمضان کی آخری تاریخ کو پیدا ہونے والے بچے کا فطرہ بھی واجب ہے. ........ ۳۱۳
قربانی اور صدقۃ فطر صاحب نصاب پر واجب ہے ........ 〃
صدقۃ فطر سے امامت کی اجرت دینا جائز نہیں 〃

عنوان — صفحہ
خاوند پر بیوی کا اور والد پر بڑی اولاد کا صدقہ فطر واجب نہیں ۳۱۴
باپ کے ساتھ مل کر کاروبار کرنے والی بالغ اولاد کا صدقہ فطر .............................. //
صدقہ فطر میں آٹا دینا جائز ہے ۳۱۵
غیر مسلم کو صدقہ فطر دینا //

## ساتواں باب

## عشر و خراج

سرکاری محصول ادا کرنے سے عشر ساقط نہیں ہوتا .............................. ۳۱۶
(۱) بٹائی پر دی گئی زمین کی کل پیداوار پر عشر واجب ہے .............................. //
(۲) جس غلہ کا ایک مرتبہ عشر ادا کیا ہو تو آئندہ اس پر عشر واجب نہیں .............................. //
(۳) جو جانور کھیتی کے کام آتے ہیں ان میں زکوٰۃ نہیں //
جس زمین پر عشر واجب نہ ہو اگر اس سے عشر نکالا جائے تو ۳۱۷
سرکاری مالیہ دینے سے عشر ساقط نہیں ہوتا .............................. ۳۱۸
دارالحرب کی زمین میں عشر وغیرہ نہیں .............................. //
عشر ہر پیداوار میں ہے خواہ کم ہو یا زیادہ .............................. //
سابقہ دارالاسلام کی خراجی زمینوں پر عشر .............................. ۳۱۹

## آٹھواں باب

## صدقات نافلہ

غنی کو نفلی صدقہ دینا... ۳۲۲

## نواں باب

## بیت المال اور قومی فنڈ

ایسے ادارے کو زکوٰۃ دینا جو غریبوں کو قرضہ دیتا ہے .............................. ۳۲۳
اجتماعی ادارے کا قرض دینے کے لئے ٹکٹوں کی شرط لگانا .............................. ۳۲۴
موجودہ دور میں بیت المال کی ضرورت .............................. //
ایسے ادارے کو زکوٰۃ دینا جو غریبوں کو قرضہ فراہم کرتا ہو .............................. ۳۲۵

# کتاب الحج والزیارۃ

## پہلا باب

## فرضیت حج

## مسودہ قانون حج پر تفصیلی نظر

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| (۴۰۳) [illegible] پہلے جمع کرانے کی شرط مذہبی مداخلت ہے | ۳۲۸ |
| [illegible] | 〃 |
| مسلمان ممبران اسمبلی میں اختلاف | 〃 |
| جمعیۃ علما کی مجلس عاملہ کا اجلاس | ۳۲۹ |
| قانون زیر تجویز میں مذہبی مداخلت کیوں ہے | 〃 |
| قانون زیر تجویز مسلمانوں [illegible] | ۳۳۰ |
| [illegible] نقصانات | 〃 |
| پہلا نقصان | 〃 |
| دوسرا نقصان | 〃 |
| تیسرا نقصان | ۳۳۱ |
| مسودہ قانون واپسی کی تحریک قطعاً معقول ہے | 〃 |
| بعض ممبران اسمبلی کے شبہات کا جواب | ۳۳۲ |
| پہلا شبہ | 〃 |
| پہلے شبہ کا جواب | 〃 |
| مذہبی مداخلت | ۳۳۳ |
| پہلی مثال | 〃 |
| دوسری مثال | 〃 |
| تیسری مثال | ۳۳۴ |
| چوتھی مثال | 〃 |
| پانچویں مثال | 〃 |
| چھٹی مثال | 〃 |
| ساتویں مثال | 〃 |
| دوسرا شبہ | 〃 |
| دوسرے شبہ کا جواب | ۳۳۶ |
| تیسرا شبہ | 〃 |
| تیسرے شبہ کا پہلا جواب | 〃 |
| تیسرے شبہ کا دوسرا جواب | ۳۳۷ |
| سردار صاحب کی تردید | ۳۳۸ |
| [illegible] | ۳۳۹ |

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| حج کا ارادہ کر کے پھر ترک کرنا. | ۳۴۰ |
| دوسرا باب | |
| عورت غیر محرم سفر نہ کرے | |
| مالدار عورت کے ساتھ محرم نہ ہو تو حج فرض نہیں | 〃 |
| عورت کے حج پر جانے کے لئے شوہر کی اجازت ضروری نہیں | ۳۴۱ |
| حج میں محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے | 〃 |
| محرم کے بغیر عورت کا حج پر جانا درست نہیں | 〃 |
| تیسرا باب | |
| حج بدل | |
| حج بدل کے لئے ایسے شخص کو بھیجنا جس نے پہلے حج نہ کیا ہو | ۳۴۲ |
| حج بدل کے لئے ایسا شخص بھیجنا افضل ہے جس نے پہلے حج کیا ہو | 〃 |
| حج بدل کے لئے جس شخص اور قربانی دونوں میں | 〃 |
| [illegible] قرض [illegible] دوسرے کو حج پر بھیجنے کا ؟ | 〃 |
| میت غیر معین شخص کے بارے میں وصیت کرے | |
| وارث کسی معین شخص کو حج پر بھیج سکتا ہے | ۳۴۳ |
| حج بدل کے لئے جس شخص کو بھیجا جائے اس کے لئے تمتع [illegible] ہے | 〃 |
| [illegible] کے خرچ بھی برداشت کرنے ہوں گے | 〃 |
| حج کے بارے میں ایک تفصیلی فتویٰ | ۳۴۴ |
| زندگی میں [illegible] نے کہا کہ حج بدل کروا دو تو [illegible] حج بدل ضروری نہیں | ۳۴۷ |
| چوتھا باب | |
| پیدل جانا | |
| حج فرض فوراً ادا کیا جائے ! ........................ | ۳۴۸ |
| پیدل اور ہر قدم پر دو نفل پڑھتے ہوئے حج کو جانا | 〃 |
| حج کے لئے مشقت کا راستہ اختیار کرنا جائز مگر غیر اولیٰ ہے | ۳۴۹ |
| پانچواں باب | |
| ناجائز روپیہ سے حج کرنا | |
| زنا سے حاصل شدہ مال سے تجارت اور حج کرنا. ........................ | ۳۵۰ |

عنوان صفحہ

## چھٹا باب
## حج نفل

کسی کو حج کرانے کی منت مانی اور وہ رقم کسی غریب کو دیدی ۳۵۱
حج کی نیت سے جمع کی ہوئی رقم کو خرچ کرنا جائز ہے ״

## ساتواں باب
## فصل اول احرام

محرم آدمی سانپ بچھو کوا گرگٹ وغیرہ کو قتل کر سکتا ہے ...... ۳۵۲

## فصل دوم سنگ اسود

حجر اسود جنت کا پتھر ہے اور اس کو بوسہ دینا حضور ﷺ سے ثابت ہے ״
حجر اسود کو بوسہ محبت کی وجہ سے ہے تعظیم کے لئے نہیں ۳۵۳

## آٹھواں باب
## متفرقات

مطاف پر چھت بنانا ״
حج پر بنائی گئی فلم کا بھی دیکھنا حرام ہے ۳۵۴
حاجیوں کو مبارکباد دینا جائز ہے ״
غلط نام بتا کر حج کرنے سے حج ادا ہو جائے گا مگر جھوٹ بولنے کا گناہ ہوگا ״
الارجوزۃ السحیہ ۳۵۶
فرہنگ اصطلاحات ۳۵۷
خلاصہ مکتوبہائے گرامی... ۳۶۳
تاریخ تکمیل مسودہ. ۳۶۴

# کتاب الجنائز

## پہلا باب

## توبہ دم واپسیں

### جان کنی کے وقت کی توبہ قبول ہے مگر ایمان قبول نہیں

(سوال) زید کہتا ہے کہ توبہ موت کے وقت بالکل آخری سانس میں معتبر ہے اس لئے کہ احادیث میں وارد ہے کہ انما الاعمال بالخواتیم (۱) چنانچہ فرعون جب غرق ہونے لگا اور اقرار ایمان کرنے لگا تو جبرئیل علیہ السلام نے اس کے منہ میں مٹی بھر دی اس خوف سے کہ مبادا اس کا ایمان مقبول ہو جائے اور فرعون نے غرق کے وقت اور قارون نے خسف (دھنسنے) کے وقت حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے استغاثہ (مدد طلب کرنا) کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدد نہ فرمائی جب فرعون غرق ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو خطاب فرمایا کہ اے موسیٰ اگر فرعون مجھ کو پکارتا اور میری طرف رجوع کرتا میں اس کو نجات دیتا اسی طرح قارون کے خسف کے بعد بھی خطاب فرمایا تو آخری وقت کی توبہ مقبول نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ ایسا کیوں فرماتا حالانکہ دونوں عین عذاب میں تھے۔

عمرو کہتا ہے کہ بالکل آخری سانس میں توبہ کا اعتبار نہیں ہے عذاب کے فرشتے دیکھنے سے پہلے مقبول ہے اس کے بعد معتبر نہیں جیسا کہ نص قطعی وارد ہے ولیست التوبۃ للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الآن ولا الذین یموتون وھم کفار (۲) اب اس صورت میں روایت کلام الٰہی میں تعارض معلوم ہوتا ہے تحقیق کیا صورت ہے اور آخری وقت کی توبہ مقبول ہے یا نہیں؟

(جواب ۱) ایسے وقت میں کہ مریض پر اسباب عذاب ظاہر ہو جائیں اور زندگی کی امید منقطع ہو جائے ایمان بالاتفاق مقبول نہیں یعنی اگر مریض کافر ہو اور اس ناامیدی اور مشاہدہ عذاب کی حالت میں ایمان لانا چاہے یا ایمان لے آئے تو یہ ایمان بالاتفاق مقبول نہیں اما ایمان الیاس فمذھب اھل الحق انہ لا ینفع عند الغرغرۃ ولا عند معاینۃ عذاب الاستیصال لقولہ تعالی فلم یک ینفعھم ایمانھم لما راوا باسنا ولذا اجمعوا علی کفر فرعون کما رواہ الترمذی (۳) فی تفسیرہ فی سورۃ یونس الخ

---

(۱) بخاری شریف باب العمل بالخواتیم ۲ / ۹۷۸ ط قدیمی --- ترمذی شریف ابواب القدر ۲ / ۳۵ ط سعید

(۲) النساء ۱۸

(۳) عن ابن عباس ذکر احدھما عن النبی ﷺ انہ ذکر ان جبریل جعل یدس فی فی فرعون الطین خشیۃ ان یقول لا الہ الا اللہ فیرحمہ اللہ او خشیۃ ان یرحمہ (ترمذی ابواب التفسیر ۲ / ۱۴۳ ط سعید)

(رد المحتار)(۱) وفیہ فی اول الجنائز والحاصل ان المسئلة ظنية واما ايمان اليأس فلا يقبل اتفاقاً (۲) ترجمہ: یعنی اگر مریض مسلمان ہو اور وہ اپنے گناہوں سے اس حالت یاس و ناامیدی میں توبہ کرے تو یہ توبہ مقبول ہے یا نہیں اس میں علمائے اہل سنت کے دو قول ہیں ایک یہ کہ یہ توبہ حالت یاس و غرغرہ میں مقبول نہیں اور اس قول کے قائلین نے اپنی دلیل میں یہ آیت وليست التوبة (۳) اور حدیث ان الله يقبل توبة العبد مالم يغرغر (۴) پیش کی ہے اس آیت اور حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور موت و حالت غرغرہ و مشاہدہ عذاب میں توبہ معتبر نہیں۔ قال في المدارك (۵) تحت قوله تعالى ثم يتوبون من قريب اى من زمان قريب وهو ما قبل حضرة الموت الا ترى الى قوله تعالى حتى اذا حضر احدهم الموت فبين ان وقت الاحتضار هو الوقت الذى لا تقبل فيه التوبة وعن ابن عباس قبل ان ينظر الى ملك الموت وعنه ﷺ ان الله يقبل توبة العبد مالم يغرغر اهـ ملخصاً وفي رد المحتار اول الجنائز اقول قال في اواخر البزازية قيل توبة اليأس مقبولة لا ايمان اليأس وقيل لا تقبل كايمانه لانه تعالى سوى بين من اخر التوبة الى حضور الموت من الفسقة والكفرة وبين من مات على الكفر في قوله وليست التوبة الاية كما في الكشاف (۶) والبيضاوي (۷) والقرطبي (۸) دوسرا قول یہ ہے کہ یہ توبہ یاس مقبول ہے اس قول کی دلیل یہ آیت پیش کی گئی ہے وهو الذى يقبل التوبة عن عباده (۹) اور آیت ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء (۱۰) والمسطور في الفتاوى ان توبة اليأس مقبولة لا ايمانه لان الكافر اجنبي غير عارف بالله تعالى ويبدأ ايماناً وعرفاناً والفاسق عارف وحاله حالة البقاء والبقاء اسهل والدليل على قبولها مطلقاً اطلاق قوله تعالى وهو الذى يقبل التوبة عن عباده اهـ (رد المحتار)(۱۲) وقال سعيد بن جبير نزلت الاية الاولى في المؤمنين يعني قوله انما التوبة على الله والوسطى في

---

(۱) باب المرتد، مطلب اجمعوا على كفر فرعون ۴/۲۳۱ ط سعيد)

(۲) باب الجنائز، مطلب في قبول توبة اليأس ۱/۱۹۱ ط سعيد)

(۳) پوری آیت یوں ہے: وليست التوبة للذين يعملون السيئات حتى اذا حضر احدهم الموت قال اني تبت الآن ولا الذين يموتون وهم كفار اولئك اعتدنا لهم عذاباً اليماً. النساء ۱۸

(۴) ترمذی شریف، ابواب الدعوات، باب ماجاء في فضل التوبة والاستغفار ۲/۱۹۴ ط سعيد

(۵) ۱/۲۹۹ قدیمی کتب خانہ کراچی

(۶) [illegible] الذين يعملون السيئات هم الفساق من اهل القبلة والكفار [illegible] الكفار لظاهر قوله وهم كفار وان يراد الفساق لان الكلام انما وقع في الزانيين والاعراض عنهما [illegible] ويكون قوله وهم كفار وارداً على سبيل التغليظ. تفسير كشاف ۱/۴۸۹ ط دار الكتب بيروت)

(۷) ۱۷۶

(۸) الجزء الخامس ۳/۶۲ ط دار الكتب العلمية بيروت

(۹) الشورى ۲۵

(۱۰، ۱۱) النساء: ۴۸، ۱۱۶

(۱۲) باب صلاة الجنائز، مطلب في قبول توبة اليأس ۲/۱۹۱ ط سعيد

المنافقين يعني قوله وليست التوبة والاخرى في الكافرين يعني قوله ولا الذين يموتون وهم كفار - واذا كانت الاية نزلت في المنافقين فلا وجه لحملها على المومنين و على تقدير ان تكون الاية نازلة في عصاة المومنين فقدروى عن ابن عباس في قوله تعالى و ليست التوبة للذين يعملون السيئات الاية ثم انزل الله بعد ذلك ان الله لا يغفر ان يشرك به و يغفر مادون ذلك لمن يشاء فحرم الله المغفرة على من مات وهو كافر وارجاء اهل التوحيد الى المشيئة ولم يؤيسهم من المغفرة فعلى هذا القول تكون الاية منسوخة في حق المومنين انتهى (تفسير خازن) اور یہی قول فقہائے حنفیہ میں اختیار کیا گیا ہے اور خداوند تعالیٰ کی وسعت رحمت کے شایان شان ہے۔ توبة الياس مقبولة دون ايمان الياس درر (درمختار) واختلف في قبول توبة الياس والمختار قبول توبته لا ايمانه (درمختار) مطابق زید کا یہ قول کہ آخری سانس کا اعتبار ہے اگر اس سے مراد یہ ہے کہ آخری سانس کا ایمان بھی معتبر ہے تو یہ قول قرآن و حدیث اور جمہور علماء کے خلاف ہے جیسا کہ شرح جواب میں ہم نے تصریح کی ہے کہ ایمان یاس بالاتفاق غیر مقبول ہے اور حدیث انما الاعمال بالخواتیم سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ایمان یاس مقبول ہے اس کا مطلب تو یہ ہے کہ انسان کے عمل وہ معتبر ہیں جن پر اس کا خاتمہ ہو اس پر حدیث دلالت نہیں کرتی کہ ایمان غرغرہ مقبول ہے اور فرعون و قارون کے متعلق جو قصے نقل کئے ہیں کہ خداتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو خطاب فرمایا کہ اگر فرعون مجھ کو پکارتا (الخ) تو اول تو قصے ہی تحقیق سے ثابت نہیں دوسرے ان سے بھی ایمان یاس کا مقبول ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس سے عکس ثابت ہوتا ہے۔ امنت بالذی امنت به بنو اسرائیل قرآن مجید سے ثابت ہے اور اس کا مقبول نہ ہونا الیوم ننجیک الخ سے ظاہر ہے پھر اگر مجھ کو پکارتا سے مراد ایمان لانا ہو اور کسی طرح کا پکارنا تو ایمان یاس کے مقبول ہونے یا نہ ہونے کو اس سے کیا تعلق اور اگر پکارنے سے ایمان کی مراد ہے تو اس کا مفید ہونا اور نجات کا حاصل نہ ہونا قرآن سے ثابت ہے اور عمرو کا یہ قول کہ آخری دم کی توبہ بھی مقبول نہیں اگرچہ بعض علماء کا قول ہے لیکن متاخرین کے خلاف ہے اور آیت ولیست التوبة سے عدم قبول توبہ پر استدلال کرنے کا جواب خازن کی عبارت منقولہ سے واضح ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

---

(١) ١/٤١٦ مطبع محمد على مصر

(٢) باب المرتد ٤/٢٣٠ ط سعيد

(٣) باب صلاة الجنائز ٢/١٩٠ ط سعيد

(٤) دیکھئے صفحہ ٢٩ کا حاشیہ نمبر ١

(٥) یونس ٩٠

(٦) یونس ٩٢

# دوسرا باب
# تجہیز و تکفین میت
## فصل اول تجہیز و تکفین

### میت کی قمیص کو سیا جائے یا نہیں؟

(سوال) بعد غسل میت خواہ مرد ہو یا عورت ہو کہ پیراہن پہنایا جاتا ہے وہ بصورت قمیص سینا چاہئے یا [illegible] کی طرف سے کاٹ کر پہنا دینا چاہئے؟ المستفتی نمبر ۳۵ مین اللہ طرفدار (ضلع میمن سنگھ) ۱۲ جمادی الاولی ۱۳۵۲ھ م ۴ ستمبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۲) قمیص سی کر پہنانا بہتر ہے کیونکہ قمیص کا اطلاق اس کفنی پر یقینی طور پر نہیں ہوتا جو صرف کا چادر کر میت کے نیچے اوپر ڈال دیا جاتا ہے ہاں فقہاء نے یہ اجازت دی ہے کہ میت کی قمیص میں کلیاں نہ دی جائیں تو مضائقہ نہیں۔(۱)

### میت کو غسل دینے سے جسم چھلنے کا خطرہ ہو تو صرف پانی بہانا کافی ہے

(سوال) احقر کے گھر سات ماہ کا بچہ مردہ پیدا ہوا تھا اس کا جسم سوجا ہوا تھا اور تمام جسم چھالے کی طرح پہلے ہی سے تھا رات کے تقریباً دو بجے پیدا ہوا تھا صبح جب نہلانے لگے تو تمام جسم سوجا ہوا تھا اور ہاتھ لگانے سے تمام جسم علیحدہ علیحدہ ہو جانے کا خطرہ بھی تھا کیونکہ جسم چھالے کی طرح ہو گیا تھا پانی ڈالنے کی وجہ سے بھی علیحدہ علیحدہ ہو جاتا نہلایا نہیں گیا ویسے ہی ایک سفید کپڑے میں دفن کر دیا گیا احقر کو ڈر ہے کہ کہیں خدا کے سامنے جواب دہی نہ ہو۔ المستفتی نمبر ۷۹۱ محمد نور بدیگی (ضلع جالندھر) ۷ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ م ۲ مارچ ۱۹۳۶ء

(جواب ۳) اگر مردہ پیدا شدہ بچے کا جسم غسل دینے کے قابل نہ تھا تو بلا غسل دفن کر دینے میں کوئی مواخذہ انشاء اللہ نہ ہوگا۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

### مردوں کو غسل دینے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا

(سوال) ہمارے اطراف میں یہ قاعدہ رائج ہے کہ جس کو امام مقرر کرتے ہیں اس پر عرفاً غسل اموات لازم

---

(۱) [illegible] قمیص سی کر پہنانا [illegible] قمیص کلی ہوئی نہ ہو [illegible]
والقمیص من أصل العنق الی القدمین بلا دخریص (رد المحتار باب صلاة الجنائز ۲ / ۲۰۲ ط سعید)

(۲) وإن لم یستهل أدرج فی خرقة ولم یصل علیه ویغسل فی غیر ظاهر الروایة (هدایة باب الجنائز ۱ / ۱۰۹ ط کوئٹہ) ولو کان المیت متفسخا یتعذر مسحه کفی صب الماء علیه (هندیة باب الجنائز ۱ / ۱۵۸ ط کوئٹہ)

ہوتا ہے خواہ وہ خود غسل دے یا کسی کو اپنا قائم مقام بنائے اس کام کا معاوضہ اس کے لئے متعین نہیں ہوتا بقدر وسعت اسقاط میت میں سے کچھ دے دیتے ہیں صدقۃ الفطر دے دیتے ہیں عشر میں سے بھی کچھ دے دیتے ہیں اس امام کی اقتدا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ٤) اگر مردہ شوئی (مردے کو غسل دینا) باجرت نہ ہو اور افعال خلاف مروت و خلاف مکارم اخلاق امام سے سرزد نہ ہوتے ہوں تو اس کی امامت جائز ہے مکروہ نہیں ہے اور اگر غسل اجرت لیتا ہو اور بد خلقی کے اعمال اس سے صادر ہوتے ہوں تو اس کی امامت مکروہ ہوگی کیونکہ ایسے شخص کو لوگ نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔(۱) محمد کفایت اللہ

## شوہر بیوی کی میت کو دیکھ سکتا ہے ہاتھ نہیں لگا سکتا

(سوال) (۱) ایک شخص کی بیوی کا انتقال ہو گیا اب وہ اپنی مرحومہ بیوی کو برہنہ چھو سکتا ہے یا مرحومہ کے کفنائے ہوئے کپڑے پر ہاتھ لگا سکتا ہے یا نہیں اور کسی قسم کا تعلق مرحومہ کا اپنے زندہ شوہر سے باقی رہتا ہے یا نہیں؟

(۲) مرد کے کفن میں ایک تہبند بڑھا دینا اور اسی طرح عورت کے کفن میں تہبند بڑھا دینا درست ہے یا نہیں اور تعداد کفن بڑھا دینے سے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں یا نہیں۔ المستفتی نمبر ۱۱۴۸ محمد یوسف صاحب پیش امام جامع مسجد قصبہ چھپرولی (ضلع میرٹھ) ۷ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۲۶ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۵) (۱) مرد اپنی مردہ بیوی کو بغیر کپڑے کے چھو نہیں سکتا ہاں کپڑے پر سے ہاتھ لگانے کا مضائقہ نہیں دیکھنا اور قبر میں اتارنا جنازہ کو کندھا دینا یہ سب جائز ہے(۲) اگر میاں بیوی دونوں جنت میں پہنچیں گے تو بیوی اپنے شوہر کو ملے گی(۳) (۲) کفن میں مرد کو تین کپڑوں سے زیادہ اور عورت کو پانچ کپڑوں سے زیادہ دینا ناجائز ہے۔(۴) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## غسل اور تکفین کے بعد خارج شدہ نجاست کا دھونا ضروری نہیں

(سوال) میت کے کفن کو جو ملوث کسی نجاست سے ہو گیا نماز سے قبل دھونا ضروری ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۳۳۱ حافظ محمد اسمٰعیل صاحب (آرہ) ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ م ۲۶ جون ۱۹۳۸ء

---

(۱) وولد الزنا اذ ليس [illegible] او لنفرة الناس عنه (رد المحتار، باب الامامة ۱/۵۶۲ ط سعيد)

(۲) ويمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر اليها على الاصح (الدر المختار، باب صلاة الجنازة ۲/۱۹۸ ط سعيد)

(۳) ولانه صح الخبر بان المرأة لآخر ازواجها اى اذا ماتت وهي في عصمته (رد المحتار، باب صلاة الجنازة ۲/۲۱۲ ط سعيد)

(٤) وأما الكلام في كميته فنقول: اكثر ما يكفن فيه الرجل ثلاثة اثواب [illegible] عن علي انه قال: كفن المرأة خمسة اثواب وكفن الرجل ثلاثة ولا تعتدوا ان الله لا يحب المعتدين (بدائع الصنائع، كتاب الجنائز ۱/۳۰۶ ط سعيد) [illegible] ولا بأس بالزيادة على الثلاثة كذا في النهر (رد المحتار، باب صلاة الجنائز ۲/۲۰۲ ط سعيد)

(جواب ٦) غسل اور تکفین کے بعد بدن سے نکلی ہوئی نجاست سے کفن ملوث ہو جائے تو اس کو دھونا ضروری نہیں اذا تنجس الکفن بنجاسة المیت لا یضر دفعا للحرج (رد المحتار) (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## عالم کی میت کو بھی عمامہ باندھنا مکروہ ہے

(سوال) (۱) عالم متقی میت کے سر پر عمامہ باندھنا درست ہے یا نہیں جواب۔ عالم متقی کے سر پر عمامہ باندھنا درست ہے آل فتاوی میں عالمگیری کی [illegible] اور بحر الرائق [illegible] لکھا ہے کہ عالم و شیخوں کے لئے درست ہے اور متاخرین علماء عمامہ کو بہتر کہتے ہیں چنانچہ ابن عمرؓ کی حدیث میں آیا ہے کہ وہ میت کو عمامہ باندھتے اور شملہ منہ کی طرف چھوڑتے تھے انتہی پس عمامہ عالم میت کے سر پر باندھنا درست ثابت ہوا۔

(۲) وقت حضور جنازہ فقط ولی میت اور امام نماز جنازہ کو حال مردہ سے (ووٹ) شہادت لینا درست ہے یا نہیں [illegible] درست نہیں لحدیث لا تذکروا موتاکم الا بخیر فانهم ان یکونوا فی اهل الجنة تأثموا وان کانوا فی اهل النار فحسبهم ما هم فیه [illegible] مردے کو بدنام کرنا درست نہیں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مردے کے حال سے ولی میت کو پوچھنا اور شہادت لینا درست ہے لحدیث انس مروا بجنازة علی رسول الله ﷺ فاثنوا علیها خیرا فقال وجبت الحدیث متفق علیه (۵) ابو هریرة قال ان العبد لیموت فیثنی علیه القوم الثناء یعلم منه غیره فیقول الله تعالی للملائکة اشهدکم انی قد غفرت و قبلت شهادة عبدی علی عبدی و تجاوزت عن علمی فی عبدی و عن ابی هریرة عن النبی ﷺ عن ربه عزوجل ما من عبد مسلم یموت فیشهد له ثلاثة ابیات من جیرانه الادنین الا قال الله عزوجل قد قبلت شهادة عبادی علی ما علموا و غفرت له ما اعلم انتهی احیاء جزء رابع مصری ص ٤٢١ المستفتی نمبر ۲۶۲۷ مولوی محمد ابراہیم صاحب مدرسہ محمدیہ کاشی پور ۲ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ ۹ جولائی ۱۹۴۰ء

(جواب ۷) (۱) عالم کی میت کے سر پر عمامہ باندھنے کی اگرچہ بعض متاخرین نے اجازت دی ہے لیکن ہم

---

(۱) ۲ ۲۰۸ باب صلاة الجنائز ط سعید

(۲) ولیس فی الکفن عمامة فی ظاهر الروایة وفی الفتاوی استحسنها المتأخرون لمن کان عالما و یجعل ذنبها علی وجهه (هندیة باب الجنائز الفصل الثالث فی التکفین ۱/ ۱٦۰ مکتبه ماجدیه)

(۳) ویکره العمامة فی الاصح وفی فتح القدیر واستحسنها بعضهم لما روی عن ابن عمر انه کان یعممه و یجعل العذبة علی وجهه وفی الظهیریة استحسنها بعضهم للعلماء والاشراف فقط (البحر الرائق ۲/ ۱۸۹ شرکت علاء الدین بیروت)

(٤) اتحاف سادة المتقین ٤/ ٤۹۰ ط بیروت

(۵) البخاری باب ثناء الناس علی المیت ۲ ۸۳ ط قدیمی و مسلم کتاب الجنائز فصل فی وجوب الجنة و النار بشهادة المومنین بالخیر والشر ۱/ ۳۰۸ ط قدیمی

اور سنت کے موافق یہی ہے کہ عمامہ نہ باندھا جائے (۱) خود آنحضرت ﷺ کو عمامہ نہیں باندھا گیا تو حضور انور ﷺ سے زیادہ عمامہ کا مستحق اور کون ہو سکتا ہے۔

نماز جنازہ کے وقت ولی یا امام کو میت کے اعمال کے متعلق شہادت دینا درست نہیں، ہاں لوگوں کو چاہئے کہ وہ خود میت کے محاسن یعنی نیکیوں اور خوبیوں کا ذکر کریں اور اس کی برائیوں کا تذکرہ نہ کریں۔ (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

## زمزم سے دھویا ہوا کفن پہنانا جائز ہے

(سوال) یہاں لکھنؤ میں تقریباً دو ہفتے سے عوام میں ایک مسئلہ دربارہ جواز و عدم جواز کفن مغسول بماء زمزم زیر بحث ہے اور عوام اس بارے میں اپنی اپنی سمجھ کے مطابق قیاس آرائیوں میں مشغول ہیں احقر نے امداد الفتاویٰ دیکھی جلد اول ص ۱۴۷ میں حکیم الامت دامت برکاتہم نے عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے انہوں نے شامی کا حوالہ دے کر لکھا ہے کہ احتیاط یہ ہے کہ زمزم کی کرامت نیز اشیاء محترمہ کی صدید میت سے حفاظت واجب شامی میں مصرح ہے شامی کی عبارت یہ ہے وقد افتى ابن الصلاح بانه لا يجوز ان يكتب على الكفن يٰس والكهف ونحوهما خوفا من صديد الميت رد المحتار استنبولي ص ۸۴۷ ج ۱ باب الجنائز (۳) حضرت حکیم الامت کی تقلید کرتے ہوئے میں نے بھی عدم جواز کو نقل کیا۔ مزید حد میں نہایت کے بعد تتمات تتمہ ثانیہ ص ۳۳۲ پر تسامح کے عنوان پر ایک مضمون دیکھا جس سے حضرت دامت برکاتہم کی رجعت ثابت ہوتی ہے اور یہ مضمون خود حضرت مولانا کا نہیں ہے بلکہ کسی مولوی صاحب نے توجہ دلائی ہے ان کا مضمون ہے ان مولوی صاحب نے تفسیر روح البیان کی عبارت نقل کی ہے اور یہی خاص جزئیہ ان کا مستدل ہے وہو ہذا۔ ولذا قال فی الاسرار المحمدیة لو وضع شعر رسول الله ﷺ او عصاه او سوطه على قبر عاص لنجا ذلك العاصي ببركة تلك الذخيرة من العذاب ومن هذا القبيل ماء زمزم والكفن المبلول به و بطانة استار الكعبة والتكفن بها انتهى تفسير روح البيان مطبوعه مصر جلد ثاني ص ۵۵۹ اب گزارش یہ ہے کہ اگر روایت فقہیہ اور نظائر پر غور کرتے ہیں تو اشیاء متبرکہ محترمہ کو ہر قسم کی نجاسات سے بچانا فرض اور ضروری ہے اور ادھر خود حضور پر نور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کے اس فعل کو دیکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنا قمیص مبارک راس المنافقین

---

(۱) قال القهستاني واستحسن على الصحيح العمامة يعمم يمينا و يذنب و يلف وقيل هذا اذا كان من الاشراف وقيل لا يعمم بكل حال كما في المحيط والاصح انه تكره العمامة بكل حال كما في الزاهدي (رد المحتار' باب صلاة الجنائز ۲ /۲۰۲ ط سعيد )

(۲) ولا بأس بنقله قبل دفنه وبالاعلام بموته وبارثائه (بلا مبالغة في عدد محاسنه) يندب دفنه في جهة موته وان رأى به ما يكره ولم يجز ذكره لحديث اذكروا محاسن موتاكم وكفوا عن مساويهم (الدر المختار' باب صلاة الجنائز ۲ /۲۳۹ ط سعيد )

(۳) باب صلاة الجنائز' مطلب فيما يكتب على كفن الميت ۲ /۲۴۶ ط سعيد )

عبداللہ بن ابی کو کفن کے لئے عنایت فرمایا تھا اور وہ بھی حضرت اقدس کے جسم سے چھوا ہوگا حالانکہ وہاں صدید میت کا خوف یقینی تھا پھر بھی حضور اکرم ﷺ نے عنایت فرمایا اس سے مجوزین کے دلائل کی اور بھی تقویت ہوتی ہے اور اگر قواعد فقہیہ شرعیہ پر غور کیا جاتا ہے تو حرمت اور جواز دونوں کے دلائل میں تصادم ہوتا ہے اس وجہ سے صدید میت سے احتراز کی غرض سے دلائل حرمت کو ترجیح دے کر کراہت کا حکم دیا جا سکتا ہے کیونکہ کسی شے کا تبرکاً استعمال کرنا زائد از زائد مستحب کے درجے میں ہے اور کسی متبرک اور محترم شے کی نجاست سے حفاظت ضروریات دین سے ہے تو محض ایک مستحب کی خاطر ایک ضروری اور فرض شے کو کیسے ترک کیا جا سکتا ہے اور حضور اکرم ﷺ سے جو خاص فعل وارد ہے اس کو کسی خاص غرض سے خصوصیت واقعہ پر محمول کریں تو مناسب ہوگا یا نہیں؟ جب کہ اس مصلحت کو خود حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمرؓ کی ناراضگی دیکھ کر فرمایا ان قمیصا لا یغنی عنہ من اللہ شیئا ارجو من اللہ تعالی ان یدخل بہ الفا فی الاسلام حضور اکرم ﷺ کا اس سے متعلق قول فیصل کیا ہے؟ المستفتی نمبر ۲۴ ۔ ۲۰۰ مولوی محمد عبدالرحیم والدار کھور ضلع سورت ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ م ۱۱ اپریل ۱۹۳۳ء

جواب ۸) کفن میں مبلول ماء زمزم میں میرے نزدیک جواز کی جہت راجح ہے اور اس وقت کپڑے کو زمزم پر قیاس نہ کرنا چاہیئے کیونکہ کتب میں عین زمزم کی تحریم غیر ثابت ہے اور ثوب مبلول ماء زمزم میں ماء زمزم بصورتہ موجود نہیں ہے خشک ہو جاتا ہے صرف پانی کا اس کے ساتھ گذشتہ زمانے میں تلبس ہوا ہے اور اس قسم کے تلبس کو عدم جواز تکفین میں دخل نہیں آنحضرت ﷺ کا عبداللہ بن ابی کو قمیص مبارک پہنانا ہی ایک واقعہ نہیں بلکہ صاحبزادی زینب(۴) کو اپنا تہبند (حقو) عطا فرمانا اور اشعرنہا ایاہ کی ہدایت فرمانا اور ایک صحابی کا حضور اکرم ﷺ سے تہبند مانگ لینا اور صحابہ کرام کی طرف سے ناراضگی پر اس کا یہ عذر کہ سألتہ لا لبسہا ولکن لتکون کفنی اور راوی کا یہ بیان فکانت کفنہ بخاری میں موجود ہے اس لئے تکفین بثوب مبلول ماء زمزم تو (تکفین بقمیص رسول اللہ ﷺ وازارہ وحقوہ) سے اہون ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) ومن يغني عنه قميصي من الله وربي وصلاتي عليه واني لارجو ان يسلم به الف من قومه (جامع البيان المعروف بتفسير طبري ۱۱: ۱۴۲ ط دار المعرفة بيروت)

(۲) يكره الاستنجاء بماء زمزم وكذا ازالة النجاسة الحقيقية من ثوبه او بدنه ... وفي غير الترمذي انه كان ﷺ يحمله وكان يصبه على المرضى ويسقيهم وانه حنك به الحسن والحسين (رد المحتار كتاب الحج باب الهدي مطلب في كراهة الاستنجاء بماء زمزم ۲: ۶۲۵ ط سعيد) (۳) عن جابر قال اتى النبي ﷺ عبدالله بن ابي بعد ما دفن فاخرجه فنفث فيه من ريقه والبسه قميصه (بخاري كتاب الجنائز باب الكفن في القميص ۱: ۱۶۹ ط قديمي) (۴) عن ام عطية قالت دخل علينا النبي ﷺ ونحن نغسل ابنته فقال اغسلنها ثلاثا او خمسا ... فلما فرغنا القى الينا حقوه فقال اشعرنها اياه (بخاري شريف كتاب الجنائز باب كيف الاشعار للميت ۱: ۱۶۸ ط قديمي) (۵) ان امرأة جاءت الى النبي ﷺ ... قالت نسجتها بيدي فجئت لاكسوكها فاخذها النبي ﷺ محتاجا اليها ... فقال القوم ما احسنت لبسها النبي ﷺ محتاجا اليها ... قال اني والله ما سألته لالبسه انما سألته لتكون كفني قال سهل فكانت كفنه (بخاري شريف كتاب الجنائز باب من استعد الكفن في زمن النبي ۱: ۱۷۰ ط قديمي)

## ازار، سر سے پاؤں تک کی چادر کو کہتے ہیں

(سوال) ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اس وقت جو مردے کے کفن کا رواج ہے کہ لفافہ وازار دو چادریں برابر ہوتی ہیں یہ صحیح نہیں ہے اور ان کے پہننے کا قاعدہ بھی غلط ہے صحیح یہ ہے کہ لفافہ کی چادر بڑی چاہئے اور ازار تہبند ہوتے ہیں بعد کفن کا پہنانا بھی دوسرے قسم کا جیسے وہ شخص پہنا کرتا تھا وہ چاہئے اور تہبند کی مانند ناف سے لپیٹنا چاہئے بینوا بالبینات توجروا یوم الحساب المستفتی نمبر ۲۷۷۳ مولوی اختر شاہ صدر مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ ۷ شعبان المعظم ۱۳۶۲ھ

(جواب ۹) فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ میت کے کفن میں ازار سے مقصود بھی چادر ہی ہے اور ازار بھی تہبند کی طرح ناف سے نہیں ہوتی بلکہ سر سے قدم تک ہوتی ہے مراقی الفلاح اور اس کے حاشیہ طحطاوی میں ہے وازار من القرن الی القدم قولہ ازار ھو والرداء واللفافۃ بمعنی واحد وھو ثوب طویل عریض یستر البدن من القرن الی القدم کما فی ابن امیر حاج عن الحاوی القدسی (طحطاوی) (۱) اور جامع الرموز میں ہے لہ ازار من الراس الی القدم علی المشہور وفی الاختیار من المنکبین انتہی (۲) اور غنیۃ المستملی میں ہے ثم اللفافۃ من القرن الی القدم وکذا الازار انتہی (۳) اور در مختار میں ہے ازار و قمیص و لفافۃ شامی نے اس پر لکھا قولہ ازار ھو من القرن الی القدم الخ (۴)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## فاسق کی نماز جنازہ میں نیک لوگ شریک نہ ہوں تو جائز ہے

(سوال) متعلقہ شرکت تجہیز فساق

(جواب ۱۰) جو مسلمان علانیہ شراب نوشی کرتے ہیں اور غیر نکاحی عورتیں ڈال رکھی ہیں اور نماز روزے سے بالکل علیحدہ ہیں وہ صرف نام کے مسلمان ہیں ان کی تجہیز و تکفین میں پابند شریعت مسلمان شریک نہ ہوں تو جائز ہے۔ (۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## میت کے ہاتھ سیدھے پھیلا دینا چاہئے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) ہمارے شہر میں یہ رواج ہے کہ جب کوئی آدمی مرتا ہے تو اس کے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ کر ہاتھوں

---

(۱) باب احکام الجنائز ص ۳۴۷ ط مطبع مصطفی مصر

(۲) فصل فی الجنائز ۱/۲۸۱ ط المطبعۃ الکریمیہ بلدۃ قزان ۱۳۲۳ھ

(۳) فصل فی الجنائز ص ۵۸۱ ط سہیل اکیڈمی

(۴) باب صلاۃ الجنائز ۲/۲۰۲ ط سعید

(۵) فالظاہر انہ امتنع زجرا لغیرہ عن مثل ھذا الفعل کما امتنع عن الصلاۃ علی المدیون ولا یلزم من ذلک عدم صلاۃ احد علیہ من الصحابۃ (رد المحتار، باب صلاۃ الجنائز ۲/۲۱۱ ط سعید)

کے انگوٹھوں کو باندھ دیا جاتا ہے تاکہ ہاتھ سینے پر سے نہ ہٹیں یہ جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۱۱) میت کے ہاتھ سیدھے چھوڑ دینے چاہئیں سینے پر رکھنا اور انگوٹھے باندھنا نہیں چاہئے۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

### (۱) میت کو قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی گرہیں کھول دینا چاہئے
### (۲) میت کو ٹوپی یا عمامہ پہنانا درست نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) (۱) مردہ کو قبر میں اتارنے کے بعد سرہانے اور پائنتی اور کمر تینوں جگہ کی گرہیں کھول دینی چاہئیں یا صرف سرہانے اور پائنتی کی؟ ہمارے شہر عظیم آباد پٹنہ میں اس کے متعلق اختلاف ہو رہا ہے۔ (۲) اکثر سجادہ نشین صاحبان مردہ کے ساتھ ٹوپی وغیرہ دینے کی ہدایت کرتے ہیں اور اپنے پاس سے ایک ٹوپی دیتے بھی ہیں اور کہتے ہیں کہ بزرگان دین کے اقوال سے یہ ثابت ہے۔

(جواب ۱۲) (۱) تینوں گرہیں کھول دینا جائز ہے۔(۲) (۲) میت کو ٹوپی یا عمامہ دینا نہیں چاہئے کفن مسنون پر اکتفا کرنا چاہئے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

## فصل دوم۔ جنازہ لے جانے کا طریقہ

### عذر کے بغیر قبرستان کو شہر سے دور بنانا درست نہیں

(سوال) قبرستان قدیم پر ہو گیا ہے نئے قبرستان کے لئے زمین تجویز کی جا رہی ہے جو سرکاری منظوری سے قبرستان بنائی جائے گی زیر تجویز دو قطعات ہیں ایک قطعہ شہر سے تین میل کے فاصلہ پر اور دوسرا پانچ میل کے فاصلہ پر ہے شہر کے اکثر مسلمان اس قطعہ کو جو تین میل کے فاصلہ پر ہے پسند کرتے ہیں بخلاف ان کے چند دوست اس زمین کو مقرر کرانا چاہتے ہیں جو پانچ میل کے فاصلے پر ہے جمہور اہل اسلام کا عذر یہ ہے کہ اتنی دور مسنون طریقہ سے موافق جنازہ لے جانے میں سخت دشواری ہوگی اور تمام مسلمان عموماً اور غریب لوگ خصوصاً سخت مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گے اور بہت سے آدمی بعد مسافت کی وجہ سے پہنچ نہیں سکیں گے دفن

---

(۱) (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی الجنائز ص ۵۷۷ سہیل اکیڈمی)

(۲) (ویحل العقدة لوقوع الامن من الانتشار. هدایه باب الجنائز فصل فی الدفن ۱/ ۱۸۲ شرکة علمیه) (ویحل العقد للاستغناء عنها لانها عقدت لخوف الانتشار عند الحمل. رد المحتار باب صلوة الجنازة ۲/ ۲۳۶ ط سعید)

(۳) (ویکره العمامة وفی القنیة ولا یصح یکره العمامة بکل حال. رد المحتار باب صلاة الجنازة مطلب فی الکفن ۲/ ۲۰۲ ط سعید)

میں شرکت سے محروم رہیں گے فریق مخالف کہتا ہے کہ جنازوں کو گاڑیوں پر لے جاسکتے ہیں سوال یہ ہے کہ ان دونوں فریقوں میں سے کس کا قول صحیح ہے؟

**(جواب ۱۳)** جنازہ لے جانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ چار آدمی اس کے چاروں پائے پکڑ کر اٹھائیں راستے میں نوبت بہ نوبت کندھے بدلتے جائیں اسی طرح قبرستان تک پہنچیں حضور اکرم ﷺ کے مبارک زمانے سے آج تک اسی سنت متوارثہ پر مسلمانوں کا عمل رہا ہے اور خاص مسلمانوں کا یہ قومی اور مذہبی امتیاز ہے کہ وہ اپنے عزیزوں اور دینی بھائیوں کی موت کے بعد بھی ان کی توقیر اور عزت کرتے ہیں اور اعزاز و اکرام کے ساتھ اپنے ہاتھوں اور کندھوں پر لے جاتے ہیں جنازہ اٹھانے اور لے جانے کا یہ طریقہ کتب حدیث و فقہ میں نہایت وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔

**السنة فی حمل الجنازة عندنا ان یحملها اربعة نفر من جوانبها الاربعة و به قال مالك والاکثرون (غنية المستملي) ۱ عن عبدالله بن مسعود قال من اتبع الجنازة فلياخذ بجوانب السرير الاربعة غنية المستملي ۲ يوخذ السرير بقوائمه الاربع بذلك وردت السنة و فيه تكثير الجماعة و زيادة الاكرام و الصيانة بحر الرائق ۳ و حمل الجنازة عبادة فينبغي لكل احد ان يبادر اليها فقد حمل الجنازة سيد المرسلين ﷺ فانه حمل جنازة سعد بن معاذ ۴**

(ترجمہ) جنازہ اٹھانے کا ہمارے نزدیک مسنون طریقہ یہ ہے کہ اسکو چاروں پایوں کی طرف سے چار آدمی پکڑ کر اٹھائیں امام مالک اور اکثر علماء اسی کے قائل ہیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے فرمایا جو جنازے کے ساتھ جائے اسے چاہئے کہ چارپائی کے چاروں پائے پکڑے۔ جنازے کے چاروں پائے پکڑے جائیں اسی طرح سنت سے ثابت ہے اور اس میں شریک ہونے والوں کی زیادتی اور میت کی توقیر اور حفاظت ہے جنازہ کو اٹھانا عبادت ہے پس ہر شخص کو چاہئے کہ اس کی جانب سبقت کرے کیونکہ حضور سید المرسلین ﷺ نے جنازہ اٹھایا ہے آپ نے حضرت سعد بن معاذ کا جنازہ اٹھایا ہے۔

جنازہ کو اس طرح لے جانے میں حسب ذیل فائدے ہیں ۵ سنت قدیمہ متوارثہ کی متابعت' جماعت کثیرہ کو جنازہ اٹھانے کا ثواب ملتا ہے۔ اٹھانے والوں پر تخفیف یعنی کام ہلکا رہنا' میت کا گرنے سے محفوظ رہنا' اسباب لادنے کی صورت سے مشابہت نہ ہونا' میت کی توقیر اور عزت کا زیادہ ہونا پس اسلام کی اس سنت قدیمہ متوارثہ کو قائم رکھنا حتی الامکان مسلمانوں پر لازم ہے اور اپنے اختیار و ارادہ سے کوئی ایسی صورت پیدا

---

(۱-۲) ص ۵۹۱ سهيل اكيدمی

(۳) كتاب الجنائز ۲ ۲۰۵-۲۰۶ ط بيروت

(۴) طحطاوی علی المراقی ص ۳۶۵ مطبع مصطفی مصر

۵ فعلم ان هذه هی السنة لما فيه التخفيف علی الحملة وصيانة الميت عن السقوط والانقلاب وزيادة الاكرام للميت والبعد عن التشبه بحمل الاثقال والامتعة ولا يكره حمله علی الظهر والدابة وما ورد من الحمل بين العمودين محمول علی حال عذر من ضيق الطريق او لازدحام او قلة الحاملين او غير ذالك توفيقا بينه و بين ماروينا مما ذهب اليه الجمهور (غنية المستملی ص ۵۹۲ سهيل اكيدمی)

کرنا جائز نہیں جس کی وجہ سے اس سنت پر عمل کرنا متروک یا مشکل ہو جائے اور ظاہر ہے کہ تین میل کا فاصلہ بھی بہت زیادہ فاصلہ ہے اتنی دور بھی سینکڑوں مسلمان بہزار دشواری اپنے مردوں کو اسلامی طریقوں کے موافق لے جاسکیں گے تمام مسلمانوں کو لازم ہے کہ اپنی متفقہ کوشش سے شہر کے متصل قبرستان مقرر کریں تاکہ ہر طبقہ کے مسلمان اپنے مردوں کو اسلامی طریقہ کے موافق آسانی سے قبرستان تک لے جاسکیں لیکن اگر شہر کے قریب کوئی زمین نہ ملے تو خیر مجبوری کی تین میل فاصلے والی زمین یا اور کسی قریب ترین زمین کے لئے اپنی تمام امکانی کوشش صرف کردیں اور پانچ میل فاصلے والی زمین کو حتی الامکان ہرگز پاس نہ ہونے دیں کیونکہ اتنی دور قبرستان مقرر کرنا گویا اپنے اختیار و ارادے سے ایک اسلامی سنت قطعیہ متوارثہ کا خون کرنا اور مسلمانوں کی ایک امتیازی خصوصیت کو مٹانا ہے سواری پر جنازہ لے جانا جائز ہے یا نہیں یہ جداگانہ مسئلہ ہے یہاں اس سے بحث نہیں کیونکہ حالت مجبوری کے احکام جدا ہوتے ہیں اور اختیاری حالت سے جب اپنے اختیار و ارادے سے کوئی ایسا کام کرنا جس سے کسی سنت نبویہ پر عمل کرنا متروک یا دشوار ہو جائے ہرگز جائز نہیں جو لوگ کسی سنت کو متروک یا دشوار بنانے والے کام میں کوشش کریں گے وہ حضور اکرم ﷺ کو قیامت کے روز کیا منہ دکھائیں گے اور رب العالمین کے دربار میں بھی ایک سنت نبوی کو مٹانے کی جوابدہی ان کے ذمہ ہوگی۔ اعاذنا اللہ منہا۔ واللہ اعلم

## (۱) جنازے کو قبر تک لے جانے کا مسنون طریقہ
## (۲) عذر کی وجہ سے جنازہ کو گاڑی پر لے جانا جائز ہے
## (۳) جنازے کے ساتھ جانے والے بھی گاڑی پر جاسکتے ہیں

(سوال) قبرستان قدیم جو شہر سے نہایت قریب تھا پر ہو گیا اب جو زمین نئے قبرستان کے لئے معین ہوئی ہے وہ شہر سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر ہے اتنی دور جنازے کو ہاتھوں یا کندھوں پر لے جانا بہت مشکل ہے خصوصاً ان حالات میں کہ بارش ہو رہی ہے یا جنازے کے ساتھ آدمی تھوڑے ہیں یا مزدور ملتے ہیں یا وارثان میت غریب ہیں کہ مزدوری دے کر نہیں لے جاسکتے تو اس صورت میں حسب ذیل سوالات کا جواب مطلوب ہے۔

(۱) جنازے کو قبر تک پہنچانے کا مسنون طریقہ کیا ہے (۲) کسی عذر سے جنازے کو کسی خاص گاڑی پر جو اسی کام کے لئے بنائی ہو لے جانا درست ہے یا نہیں؟ (۳) جنازے کے ہمراہ جانے والے سواری پر جائیں تو اس میں کچھ قباحت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

(جواب ۱۴) جنازے کو لے کر چلنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جنازے کی چارپائی یا مسہری یا سریر کے چاروں پائے چار آدمی پکڑ کر اٹھائیں اور نوبت بہ نوبت بدلتے جائیں اسی طرح قبر تک لے جائیں حضور اکرم ﷺ کے زمانہ مبارک سے آج تک کی سنت متوارثہ پر مسلمانوں کا عمل رہا ہے اور یہی طریقہ کتب فقہیہ حنفیہ میں مذکور ہے۔

السنة في حمل الجنازة عندنا ان يحملها اربعة نفر من جوانبها الاربعة و به قال مالك والاكثرون غنية المستملی (۱)

عن عبدالله بن مسعود قال من اتبع الجنازة فليأخذ بجوانب السرير الاربعة غنية المستملی (۲)

يؤخذ السرير بقوائمه الاربع بذلك وردت السنة و فيه تكثير الجماعة و زيادة الاكرام والصيانة بحر الرائق (۳)

(ترجمہ) جنازہ اٹھانے کا ہمارے نزدیک مسنون طریقہ یہ ہے کہ اس کے چاروں پائے چار آدمی اٹھائیں امام مالک اور اکثر علماء اسی کے قائل ہیں

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ فرمایا کہ جو جنازے کے ساتھ جائے اسے چاہیے کہ چارپائی کے چاروں پائے پکڑے۔

جنازے کے چاروں پائے پکڑے جائیں اسی طرح سنت سے ثابت ہوتا ہے اور اس میں اٹھانے والوں کی جماعت کی زیادتی اور میت کی قدر اور حفاظت ہے۔

جنازے کو اس طرح لے جانے میں حسب ذیل فائدے ہیں: سنت متوارثہ کی موافقت اٹھانے والوں کی مقدار کی زیادتی اور جماعت کثیرہ کو جنازہ اٹھانے کا ثواب حاصل ہونا اٹھانے والوں پر تخفیف یعنی کام کا ہلکا رہنا میت کا گرنے سے محفوظ رہنا اس طریقے پر اٹھانے میں اسباب اٹھانے کی صورت سے مشابہت نہ ہونا میت کی عزت و توقیر کا زیادہ ہونا وغیرہا من الفوائد

(۲) اگر قبرستان اتنے فاصلے پر ہو کہ وہاں تک جنازہ لے جانے میں کچھ زیادہ مشقت اور دشواری نہ ہو تو جنازہ سنت متوارثہ کے موافق لے جانا چاہیے اور اس کا خلاف مکروہ ہے بلکہ اگر کسی قدر محنت بھی برداشت کرنی پڑے تو اسے بھی بنظر زیادتی ثواب و حصول رضامندی حق تعالیٰ برداشت کرلیں کیونکہ جنازہ اٹھانا بھی عبادت ہے اور حضور ﷺ نے بنفس نفیس جنازہ اٹھایا ہے۔

وحمل الجنازة عبادة فينبغي لكل احد ان يبادر اليها فقد حمل الجنازة سيد المرسلين فانه حمل جنازة سعد بن معاذ (۶)

(ترجمہ) جنازہ اٹھانا عبادت ہے پس ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اس کی جانب سبقت کرے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے جنازہ اٹھایا ہے حضرت سعد بن معاذؓ کا جنازہ اٹھانا حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔

---

(۱-۲) فصل في الجنائز ص ۵۹۱ سهيل اكيڈمی

(۳) كتاب الجنائز ۲/۲۰۵، ۲۰۶ ط بيروت

(۴) [illegible] ۳۴۷ [illegible]

(۵) ولذا كره حمله على الظهر و [illegible] غنية المستملی فصل في الجنائز ص ۵۹۲ طبع سهيل اكيڈمی

(۶) طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۶۵ طبع مصطفى البابي الحلبي مصر

لیکن اگر قبرستان اتنی دور ہو کہ جنازے کے ہمراہیوں کو وہاں تک جنازہ لے جانا دشوار ہو تو اگر مزدوری پر ایسے اشخاص مل سکیں جو قبرستان تک جنازہ پہنچادیں تو بہتر ہے کہ مزدوروں پر جنازے کو لے جائیں جنازہ اٹھانے کی مزدوری دینا لینا جائز ہے (۱) اور اس میں سنت متوارثہ پر عمل قائم رہنے کی رعایت ہے لیکن مزدور مسلمان صالح ہوں کافروں فاسقوں سے جنازہ اٹھوانا اچھا نہیں کافروں سے مسلمان میت کا جنازہ اٹھوانا تو بالکل ناجائز ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حمل جنازہ بھی مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے تو باوجود مسلمانوں کے موجود ہونے کے کافروں سے اٹھوانے میں من وجہ ترک فرض ہے۔

الكافر لا يمكن من قريبه المسلم لانه فرض على المسلمين كفاية فلو تركوه للكافر اثموا لعدم فعل احد من المسلمين لفرض الكفاية (طحطاوی علی مراقی الفلاح) (۲)

(ترجمہ) کافر کو یہ موقع نہ دیا جائے کہ وہ اپنے مسلمان رشتہ دار کی تجہیز و تکفین کرے کیونکہ مسلمان کی تجہیز تکفین اور دفن مسلمان پر فرض کفایہ ہے تو اگر مسلمانوں نے کافر پر چھوڑ دیا تو بوجہ ترک فرض سب گناہ گار ہوں گے۔

دوسرے یہ کہ کافر پر خدا تعالیٰ کا غضب اور لعنت نازل ہوتی ہے پس مسلمان میت کے جنازے کو اس سے بالکل دور رکھنا چاہئیے۔

ولا يدخل قبره لان الكافر تنزل عليه اللعنة والمسلم محتاج الى الرحمة خصوصا فى هذه الساعة (مراقی) (۳)

(ترجمہ) مسلمان میت کو کافر قبر میں نہ اتارے نہ اس کی قبر میں اترے کیونکہ کافر پر خدا کی لعنت اترتی ہے اور مسلمان خدا کی رحمت کا محتاج ہوتا ہے خصوصاً دفن کے وقت۔

اور مسلمان فاسقوں سے اٹھوانا اگرچہ حرام نہیں تاہم انکو بھی علیحدہ رکھنا بہتر ہے کیونکہ ارتکاب کبائر کی وجہ سے ان پر بھی خدا تعالیٰ کا عتاب ہوتا ہے۔

اور جب جنازے کے ہمراہی بھی قبرستان تک نہ لے جاسکیں یا سخت مشقت اور دشواری میں مبتلا ہو جائیں اور مزدور بھی نہ ملیں تو ان صورتوں میں جنازے کو گاڑی پر لے جانا بلا کراہت جائز ہے۔

قبرستان کا دور ہونا بھی عذر ہے اور فقہائے کرام نے اس کا اعتبار کیا ہے۔

ويكره حمله على ظهر دابة بلا عذر قوله بلا عذر اما اذا كان عذر بان كان المحل بعيدا يشق حمل الرجال له او لم يكن الحامل الا واحدا فحمله على ظهره فلا كراهة اذن اه

---

(۱) يجوز الاستئجار على حمل الجنازة (حاشية على هامش الهندية باب فى غسل الميت وما يتعلق به ۱ / ۱۹۰ ط مكتبه ماجديه)

(۲) يجوز الاستئجار على حمل الجنازة كذا فى قاضى خان (هنديه، باب الجنائز الفصل الرابع فى حمل الجنازة ۱ / ۱۶۲ مكتبه ماجديه)

(۳) احكام الجنائز ص ۳۶۴ ط مصطفى حلبى مصر

## طحطاوی علی مراقی الفلاح (۱)

(ترجمہ) پیٹھ پر اور جانور پر میت کو بلا عذر لے جانا مکروہ ہے لیکن اگر عذر کی وجہ سے ہو مثلاً قبرستان اتنا دور ہو کہ آدمیوں کو وہاں تک جنازہ لے جانا دشوار ہو یا ہیں ایسا ہو کہ صرف ایک شخص اٹھانے والا ہے وہ میت کو اپنی پیٹھ پر رکھ کر لے جائے تو کوئی کراہت نہیں۔

طحطاوی کی اس عبارت سے صاف معلوم ہو گیا کہ قبرستان کا دور ہونا بھی عذر ہے اور دور ہونے کی مسافت کے لحاظ سے کوئی مقدار معین نہیں کی بلکہ صرف یہ کہہ دیا کہ آدمیوں کو وہاں تک جنازہ لے جانا دشوار ہو اس سے ثابت ہو گیا کہ جب قبرستان اتنا دور ہو کہ آج کل کی حالت میں وہاں تک جنازہ لے جانا مشکل ہو تو وہاں گاڑیوں پر جنازہ لے جانے میں کوئی قباحت نہیں لیکن اگر کسی جنازے کے ساتھ ہمراہی زیادہ ہوں اور اس وجہ سے کندھوں پر لے جانے میں زیادہ دشواری نہ ہو تو گاڑی پر نہ لے جانا چاہئے **شبہ (۱)** اگر کہا جائے کہ گاڑی پر جنازہ لے جانے میں میت کی توہین ہے اور مسلمان میت کی توہین ناجائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مطلقاً گاڑی پر جنازہ لے جانے میں توہین ہونا مسلم نہیں کیونکہ گاڑی مطلقاً موجب توہین نہیں ہے بلکہ گاڑی تو زندوں کے لئے بھی باعث توقیر اور موجب عزت ہے خصوصاً جب کہ اس کی وضع موٹر اور مثل زندوں کی سواری کے ہو ہاں جب ایسی گاڑیوں میں جو صرف اسباب ڈھونے کے لئے ہوتی ہیں جیسے بوجھ ڈھونے کے ٹھیلے جنازے لے جانے میں بے شک توہین ہوگی اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ گاڑی میں توہین ہوتی ہے تاہم عذر کے وقت فقہاء نے بعض ایسی صورتیں بھی جائز رکھی ہیں جن میں یقیناً اس سے زیادہ توہین ہے مثلاً مردے کو آدمی کی پیٹھ پر ڈال کر لے جانا کہ اس کا عذر کی حالت میں ہونا جائز ہونا روایت فقہیہ منقولہ بالا سے صراحۃً ثابت ہے۔ **شبہ ۲۔** اگر کہا جائے کہ اموات کو گاڑیوں میں لے جانے میں نصاریٰ سے مشابہت ہے کہ وہ اپنے مردوں کو گاڑیوں میں لے جاتے ہیں تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ مجبوری کی حالت میں اور صرف اتنی بات میں مشابہت ہو جانے کہ گاڑیوں میں لے جاتے ہیں لیکن لے جانے کی صورتیں مختلف ہوں اور مشابہت کا قصد اور ارادہ نہ ہو تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے کیونکہ یہ مشابہت در حقیقت مشابہت نہیں ہے ان کے لے جانے سے اپنے لے جانے میں فرق کرنے کی کئی صورتیں ممکن ہیں اول یہ کہ تمام جنازے شہر کے بیرونی حدود تک یا شہر کے کنارے تک یا کم از کم جس مقام تک لے جانے میں زیادہ دشواری نہ ہو وہاں تک سنت متوارثہ کے موافق کندھوں پر لے جائیں اور شہر کے کنارے سے یا اس مقام سے جہاں تک لوگوں نے پہنچا دیا ہے گاڑی میں رکھ کر قبرستان تک پہنچائیں تو یہ طریق عمل نصاریٰ کے طریقے سے جدا ہو جانے کا دوم یہ کہ گاڑیاں ایسی بنائی جائیں کہ ان کے وسط میں جنازہ رہے اور جنازے کے دونوں طرف چار چار آدمی بیٹھ جائیں اور وہ سفر میں حفاظت جنازے کو پکڑے رہیں یہ طرز بھی نصاریٰ کے طرز سے جدا ہے اور یہ صورت بہتر یہ ہے کہ خود میت کو گاڑی پر نہ رکھیں بلکہ جنازے کو جیسے کہ مسلمانوں کا

---

(۱) احکام الجنائز ص ۳۶۵ طبع مصطفی البابی الحلبی مصر

ہے کہ میت کو چارپائی یا مسہری (جو جنازے کے لئے مخصوص بنائی جاتی ہے) پر تیار کر لیں اور اس چارپائی یا مسہری کو گاڑی پر رکھیں جب اس کا عذر نہیں کہ وہ چارپائی گاڑی پر اچھی طرح جم جائے کہ حرکت اور جھٹکے سے میت کو نقصان نہ پہنچے اس چارپائی کے پائے زیادہ لمبے نہ ہوں تو بہتر ہوگا۔

(۳) جنازے کے ہمراہیوں کو اس کے ساتھ پیدل چلنا افضل و بہتر ہے لیکن سواری پر چلنا بھی جائز ہے صرف خلاف اولیٰ ہے اور واپس آتے وقت سواری پر آنا تو خلاف اولیٰ بھی نہیں کیونکہ واپسی میں سواری پر آنا خود آپ ﷺ سے ثابت ہے۔

وذکر الاسبیجابی ولا بأس بان یذهب الی صلوة الجنازة راکبا غیر انه یکره له التقدم عند الجنازة بخلاف الماشی اه – بحر (۱)

والمشی فیها افضل من الرکوب کصلوة الجمعة بحر عن الظهیریة (۲)

ولا بأس بالرکوب فی الجنازة والمشی افضل عالمگیریه (۳)

(ترجمہ) اسبیجابی نے ذکر کیا ہے کہ سوار ہو کر نماز جنازہ کے لئے جانے میں مضائقہ نہیں مگر سواری والے کو جنازے کے آگے چلنا مکروہ ہے بخلاف پیدل کے (کہ اس کو حسب ضرورت آگے بھی چلے جانا مکروہ نہیں) ظہیریہ میں ہے کہ جنازے کے ساتھ پیدل چلنا سواری سے افضل ہے جیسے کہ جمعہ کی نماز کو پیدل جانا سوار ہو کر جانے سے افضل ہے۔ عالمگیری میں ہے کہ سواری پر جنازے کے ساتھ جانے میں مضائقہ نہیں اور پیدل جانا افضل ہے۔

والله تعالی اعلم وعلمه اتم واحکم کتبه الراجی رحمة مولاه محمد کفایت الله عفا عنه ربه مدینه وجعل اخراه خیرا من اولاه ۔ صفر ۱۳۳۷ھ الجواب صواب محمد انور عفا اللہ عنہ۔ الجواب صحیح شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ صح الجواب فقیر سید حسین مفتی عنہ الجواب صحیح عبد السمیع مفتی عنہ الجواب صحیح عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ عالیہ دیوبند ۷ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ الجواب صحیح خاکسار سراج احمد رشیدی الجواب صحیح محمد اعزاز علی غفرلہ الجواب صحیح اشرف علی ۲۹ جمادی الاولی ۱۳۳۷ھ

## جنازے کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرتے ہوئے چلنا اور پھر اس کی اجرت لینا جائز نہیں

(سوال) بمبئی اور اطراف بمبئی میں اکثر یہ رواج ہے کہ جس وقت میت کو برائے دفن مکان سے نکالا جاتا ہے تو چند آدمی میت کے آگے چلتے ہیں اور ان میں سے ایک آدمی نہایت ترنم کے ساتھ بلند آواز سے لا اله الا الله محمد رسول الله پڑھتا ہے اور اس کو بادی کہتے ہیں یعنی لفظ بادی مخصوص ہے اس کے لئے جو آگے چل کر بلند آواز سے پڑھتا ہے اب بادی کے کہنے کے بعد تمام وہ آدمی جو میت کے آگے چلنے والے ہیں اسی بادی کی طرح وہی کلمہ بلند آواز سے پڑھتے ہیں اور اس صورت سے تمام راستہ کلمہ پڑھتے ہوئے قبرستان تک پہنچ کر میت کو دفن کرتے ہیں بعد فراغت کے جب واپس ہوتے ہیں تو وہی تمام آدمی جو پہلے میت کے آگے

---

(۱-۲) کتاب الجنائز ۲/۲۰۶ طبع بیروت

(۳) باب الجنائز' الفصل الرابع فی حمل الجنازة ۱/۱۶۲ مکتبه ماجدیه کوئٹه

چل کر پڑھتے تھے اب تمام لوگوں سے پیچھے ہوتے ہیں اور ان میں ایک شخص پالکی کے بلند آواز سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ من اللہ نازل غفرا پڑھتا ہے پھر تمام میتی آدمی جو پیچھے پالکی کے ساتھ میت کے آگے چل کے پڑھتے تھے جواب دیتے ہیں من اللہ نازل غفرا پھر پالکی صاحب کہتے ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ من اللہ حبیب اللہ غرض یہ کہ پالکی صاحب کلمہ تو متعدد مرتبہ پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں جیسے کلمہ من اللہ نازل غفرا کے من اللہ حبیب اللہ شفیع اللہ ولی اللہ کہتے ہیں لیکن وہ تمام آدمی جو پالکی کے ساتھ ہیں صرف ایک جواب دیتے ہیں من اللہ نازل غفرا اس صورت سے تمام راستہ طے کرتے ہوئے میت کے مکان پر پہنچتے ہیں اور پھر تمام آدمی اپنی محنت کی اجرت لیتے ہیں لہذا مفصل جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیے گا کہ آیا یہ طریقہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے یا یہ طریقہ میت کے لئے باعث ثواب ہو سکتا ہے المستفتی نمبر ۱۴۵۳ عبدالمجید صاحب امام جامع مسجد [illegible] ۱۸ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ م ۲۹ مئی ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۵) میت کے جنازے کو قبر تک لے جانے کا صحیح مسنون طریقہ یہ ہے کہ سب لوگ خاموش اور سکوت سے جنازہ کے ساتھ جنازے کے پیچھے پیچھے چلیں جو لوگ جنازے کو کندھا دیں ان کے سوا سب بضرورت جنازے کے دائیں بائیں آجانا مباح ہے جنازے سے آگے کی جماعت کا چلنا اور اس طریقے سے بلند آواز سے ذکر کرنا جو سوال میں مذکور ہے شرعی طریقہ نہیں ہے اور نہ قرون اولی اور سلف صالحین سے اس طریقے کا ثبوت ملتا ہے اپنے دل میں ہر شخص ذکر یا دعائے مغفرت کرتا جائے تو یہ جائز ہے اس طرح چلنے میں بھی بلند آواز سے ذکر کرنا ثابت نہیں اور یہ بھی صحیح نہیں کہ واپسی میں سب لوگ میت کے مکان پر آئیں بعد دفن سے فارغ ہو کر اپنا اپنا کام کو چلے جائیں اور جو لوگ اس رسم کو جس کا سوال میں ذکر ہے عمل میں نہیں لاتے وہ صحیح راستہ پر ہیں ان کو حقارت کی نظر سے دیکھنا یا نامناسب خطاب سے یاد کرنا یا ملامت کرنا برا ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

## جنازے کے ساتھ چھتری لگا کر چلنا جائز ہے

(سوال) جنازے کے ساتھ چھتری لگا کر چلنا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) وعلی متبعی الجنازة الصمت ویکره لهم رفع الصوت بالذکر [illegible] فان اراد ان یذکر الله یذکره فی نفسه (هندیة باب الجنائز الفصل [illegible] فی حمل الجنازة ۱/۱۶۲ ط کوئٹہ) [illegible] وکما کره فیها رفع صوت بذکر او قراءة قوله کما کره [illegible] قیل تحریما وقیل ترک الاولی کما فی البحر عن الغایة وفیه عنها وینبغی لمن تبع الجنازة ان یطیل الصمت وفیه عن الظهیریة فان اراد ان یذکر الله تعالی یذکره فی نفسه لقوله تعالی انه لا یحب المعتدین ای الجاهرین بالدعاء وعن ابراهیم انه کان یکره ان یقول الرجل وهو یمشی معها استغفروا له غفر الله لکم (رد المحتار باب صلاة الجنازة ۲/۲۳۳ ط سعید)

(۲) [illegible] الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب احکام الجنائز ص ۳۷۳ ط مصطفى البابي الحلبي مصر)

(جواب ۱۶) چھتری لگا کر چلنے میں کوئی شرعی ممانعت نہیں ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

# فصل سوم - اخراجات تجہیز و تکفین

## بیوی مالدار ہو اور شوہر تنگ دست تب بھی اس کا کفن شوہر کے ذمہ ہے

(سوال) ما قولکم رحمکم ربکم في ان امرأة مؤسرة ماتت تحت رجل معسر هل يجب كفنها عليه ام تكفن من مالها

(ترجمہ) ایک مالدار عورت جس کا شوہر تنگدست ہو اگر مر جائے تو اس کی تجہیز و تکفین کا خرچہ شوہر کے ذمہ ہوگا یا عورت کے مال میں سے دیا جائے گا؟ المستفتی نمبر ۱۲۰ مولوی بدیع الرحمان صاحب (ضلع اکیاب) ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۳۱ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۷) كفنها على زوجها على المفتى به من قول الامام ابي يوسف بشرط ان لا يمنع مانع من وجوب نفقتها عليه عند موتها فان اعتبار وجوب الكفن بوجوب النفقة عليه

(ترجمہ) عورت کا کفن کا خرچہ شوہر کے ذمہ ہے یہ قول امام ابو یوسف کا ہے اسی پر فتویٰ ہے بشرطیکہ کسی عذر کی وجہ سے شوہر کے ذمہ سے عورت کا نفقہ ساقط نہ ہوا ہو کیونکہ وجوب کفن وجوب نفقہ کے ساتھ متعلق ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## شوہر کے ذمے بیوی کا علاج ضروری نہیں

(سوال) نکاح کے بعد حسب دستور رواج لڑکی کو اس کے ماں باپ اپنی خوشی سے بلا کر لے گئے میکے جا کر لڑکی بیمار ہو گئی ایک عرصے تک بیمار رہی شوہر [illegible] بلانے کے لئے بھی گیا اور اپنی بیوی کو لے جانے کی کوشش کی مگر ماں باپ نے اجازت نہ دی اور کہا میں یہاں علاج کراتا ہوں بہتر یہ ہے [illegible] دوسری مرتبہ شوہر سے [illegible] طلب کئے جو شوہر نے بھیج دئے اسی بیماری میں لڑکی فوت ہو گئی اب لڑکی کا باپ علاج معالجہ اور تجہیز و تکفین کی ایک لمبی پوری فہرست بنا کر شوہر سے وہ تمام خرچ طلب کرتا ہے کیا از روئے شرع شوہر خود ایسے خرچ کا ذمہ دار ہے؟ یا لڑکی کا باپ ہی اس تمام خرچ مذکورہ بالا کا ذمہ دار ہے جس کو اس نے اپنی خوشی سے کیا ہے؟

---

(۱) [illegible] سے کوئی تعلق نہیں [illegible]

(۲) والذي اختاره في البحر لزومه عليه موسرا اولا لها مال اولا لانه ككسوتها وهي واجبة عليه مطلقا قال وصححه في نفقات الواحدة قلت وعبارتها اذا ماتت المرأة ولا مال لها قال ابو يوسف يجبر الزوج على كفنها ولا فصل فيه بين من يجبر على نفقته في حياته يجبر على كفنه بعد موته وقال محمد لا يجبر الزوج والصحيح الاول قال في مجمعه يعني ان يكون محل الخلاف ما اذا لم يقم بها مانع يمنع الوجوب عليه حالة الموت من نشوزها وصغرها و نحو ذلك (رد المحتار باب صلاة الجنائز مطلب في كفن الزوجة على الزوج ۲/۲۰۶ ط سعيد)

المستفتی نمبر ۱۹۵۹ عبداللہ خاں (بنگلور چھاؤنی) ۲۴ شعبان ۱۳۵۶ھ م ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۸) علاج معالجہ کے مصارف لڑکی کا باپ شوہر سے طلب نہیں کر سکتا، اگر شوہر نے علاج کرانے کا امر کیا ہو اور مصارف ادا کرنے کی ذمہ داری کی ہو تو شوہر ذمہ دار ہوگا ورنہ نہیں(۱) ہاں تجہیز و تکفین کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے(۲) لیکن اس سے مراد صرف کفن خوشبو کافور وغیرہ کی قیمت غسال اور قبر کھودنے کی اجرت اور پانی کی قیمت ہے جس کا مجموعہ دس بارہ روپے کے اندر اندر ہوتا ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

## عورت کی تجہیز و تکفین شوہر کے ذمے ہے

(اخبار الجمعیۃ مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۲۶ء)

(سوال) زن متوفیہ کے کفن دفن کا خرچ کس کے ذمہ ہے باپ کے ذمہ ہے یا خاوند کے ذمہ؟

(جواب ۱۹) عورت کے کفن دفن کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے خواہ متوفیہ کا مال ہو یا نہ ہو وهو المفتی به کذافی الهندیه (۳) و فتاوی قاضی خان (۴) والله اعلم محمد کفایت اللہ غفر لہ'

# فصل چہارم - قبر و دفن

## ضرورت کی وجہ سے قبر پر لکڑی کے تختے لگانا جائز ہے

(سوال) ایک بستی کے لوگ کچی قبریں بجائے لحد کے شق بناتے ہیں اور قبر کو بانس اور لکڑیوں سے پاٹتے (ڈھانپنا چھپانا) ہیں اور ان لکڑیوں میں آہنی میخیں لگی ہوتی ہیں تو کیا قبر کو ایسے تختوں یا لکڑیوں سے پاٹنا جائز ہے جس میں لوہے کی کیلیں لگی ہوں یا ان میخوں کے نکالنے کی ضرورت ہے؟ بینوا توجروا

(جواب ۲۰) لکڑی کے تختے قبر میں لگانا مکروہ ہیں لیکن اگر کوئی ضرورت ہو مثلاً بانس یا پکی اینٹیں نہ ملیں یا ملیں لیکن لگ نہ سکیں تو مکروہ نہیں اور تختوں کی میخیں بھی اسی حکم میں ہیں۔ ویکره الاجر ودفوف الخشب لماروی عن ابراهیم النخعی انه قال کانوا یستحبون اللبن والقصب علی القبور وکانوا یکرهون الاجر وروی ان النبی ﷺ نهی ان تشبه القبور بالعمران والاجر والخشب للعمران انتهی (بدائع)(۵) وفی مراقی الفلاح (۶) وکره وضع الاجر والخشب محمول علی وجود اللبن

---

(۱) علاج معالجہ شوہر پر واجب نہیں ہے تو اس کا خرچ بھی نہیں جب ابتدا ہی سے شوہر پر واجب نہ ہو تو دوسرے کے کرنے سے بطریق اولیٰ واجب نہ ہوگا قوله لا یلزمه مداواتها ای اتیانه لها بدواء المرض ولا اجرة الطبیب ولا الفصد ولا الحجامة هندیه (رد المحتار، باب النفقة، ۳/۵۷۵ ط سعید)

(۲ ۳ ۴) ومن لم یکن له مال فالکفن علی من تجب علیه النفقة الا الزوج فی قول محمد وعلی قول ابی یوسف تجب الکفن علی الزوج وان ترکت مالاً وعلیه الفتوی (هندیه، باب الجنائز، الفصل الثالث فی التکفین ۱/۱۶۱ مکتبه ماجدیه کوئٹه) (۵) فصل فی سنة الحفر ۱/۳۱۸ ط سعید

(۶) احکام الجنائز ص ۳۶۹ ط مصطفی الحلبی مصر

بلا کلفۃ الخ واللہ اعلم کتبہ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، سنہری مسجد دہلی

## قبر پختہ کئے بغیر ارد گرد پتھر لگانا جائز ہے

(سوال) زید کی خواہش ہے کہ اس کی قبر کے گرد اگرد نصف گز دیوار بندھنا اور اس پر خوبصورت پتھر لگانا اور شعر لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۲۱) قبر کے گرد پتھر لگانا بشرطیکہ قبر پختہ نہ ہونے پائے صرف یہی مقصود ہو سکتا ہے کہ اندر قبر محفوظ رہے پس اس صورت میں خوبصورت وبد صورت پتھر دونوں ایک ہی سا کام دیتے ہیں اور اگر یہ خیال ہو کہ لوگ دیکھ کر خوش ہوں اور زینت مقصود ہو تو اس صورت میں خوبصورت کیا بدصورت کا لگانا بھی حرام ہوگا اور اگر پتھر لگایا جائے تو میت کے مال سے لگانا جائز نہیں ورثہ خود اپنے مال سے لگا سکتے ہیں پتھر پر تاریخ (۲) وغیرہ کندہ کرنا مکروہ ہے۔

## اہل میت کو جنازہ کے بعد ”اذن عام“ کہنے کی ضرورت نہیں

(سوال) صاحب خانہ کو لفظ اذن عام بعد صلوۃ جنازہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

(جواب ۲۲) یہ لفظ کہنا کچھ ضروری یا سنت نہیں ہے اسی طرح نماز کے بعد لوگوں کے لئے بہتر اور سنت طریقہ یہی ہے کہ دفن تک ساتھ رہیں لیکن اگر لوٹ آئیں تو سوائے ثواب کی کمی کے اور کوئی مواخذہ اور گناہ ان کے ذمہ نہیں ہے اگر صاحب خانہ سے اجازت لے کر لوٹیں تو ان کی دلداری اور تسلی کے لئے صاحب اجازت کا مضائقہ نہیں لیکن دفن میں شریک نہ ہونے کے سبب سے ثواب میں جو کمی ہوتی ہے وہ پوری نہ ہوگی اور استیذان کو ثواب کے پورا کردینے میں کوئی دخل نہیں ہاں اہل میت کے لئے باعث تطییب قلب ضرور ہے اسی لئے بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ قبل از دفن لوٹنا چاہے تو اہل میت سے اجازت لے لے۔ ولا ینبغی ان یرجع من جنازۃ حتی یصلی علیہ و بعد ما صلی لا یرجع الا باذن اہل الجنازۃ قبل الدفن و بعد الدفن یسعہ الرجوع بغیر اذنہم کذافی المحیط (۳) (عالمگیری)

---

(۱) انما یکرہ الآجر اذا ارید بہ الزینۃ، اما اذا ارید بہ دفع اذی السباع او شئ آخر لا یکرہ (مراقی الفلاح، احکام الجنائز فصل فی حملہا ودفنہا ص ۳۶۹ ط مصطفی مصر) وقال ابن ملک: وجاز ذلک حولہ فی ارض رخوۃ کالتابوت قولہ وجاز ای الآجر والخشب (رد المحتار، باب صلوات الجنائز ۲/ ۲۳۶ ط سعید)

(۲) یہ کتابت کی ممانعت تب ہے جب کہ ضرورت نہ ہو لیکن اگر ضرورت ہو مثلاً پہچان کے لئے لکھے تو پھر مکروہ نہیں۔ ان احتیج الی الکتابۃ حتی لا یذہب الاثر ولا یمتہن فلا باس بہ فاما الکتابۃ بغیر عذر فلا حتی انہ یکرہ کتابۃ شئ علیہ من القرآن او الشعر او مدح ونحو ذلک (رد المحتار، باب صلاۃ الجنائز ۲/ ۲۳۸ ط سعید) وفی کتب عمدۃ [illegible] ووضع الاحجار لا باس بہ عند البعض (حاشیہ علی ہامش الہندیہ، باب فی غسل المیت وما یتعلق بہ ۱/ ۱۹۴ ماجدیہ)

(۳) باب الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاۃ علی المیت ۱/ ۱۶۵ ط مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

## ڈھیلوں پر سورہ اخلاص پڑھ کر قبر میں ڈالنا جائز نہیں

(سوال) قبر میں میت کے ساتھ پتھر یا مٹی ڈھیلوں پر سورہ اخلاص ختم کر کے ڈالنا کیسا ہے؟ المستفتی نمبر ۱۱۳ محمد عنایت حسین صاحب لکھنؤ، ۲۶ رجب ۱۳۵۲ھ ۱۶ نومبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۲۳) ڈھیلوں پر سورہ اخلاص پڑھ کر دم کر کے قبر میں رکھنا مکروہ ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

## قبرستان کی خشک گھاس کا جلانا جائز نہیں

(سوال) جو شخص قبرستان میں حفاظت کے واسطے رہتا ہے اور میت کو غسل دیتا ہے اس کو تنخواہ دی جاتی ہے قبرستان میں بارش کے موسم میں قبروں پر گھاس ہو جاتی ہے وہ خشک ہونے کے بعد قبروں پر آگ لگا کر سیاہ کر دیتا ہے ایسے آدمی کو قبرستان میں رکھنا کیسا ہے؟ جو شخص یہ کہتا ہے کہ خدا کیا ہے میرا تو پیر خدا ہے مجھ کو پیر نے بتایا ہے خدا نے کیا بتایا ہے اور میں اپنے پیر کے حکم سے مردے زندہ کر سکتا ہوں نماز میں خدا کی نہیں پڑھتا اپنے پیر کی نماز پڑھتا ہوں اور خدا کے ذکر کے بجائے اپنے پیر کا ذکر کرتا ہے یا وارث یا وارث کہتا ہے ایسے شخص کو مسجد میں جاروب کش یا موذن کی حیثیت رکھنا کیسا ہے؟ اور وہ غسل میت کے فرض واجب نہیں جانتا اس کے ہاتھ سے میت کو غسل دلوانا کیسا ہے؟ المستفتی نمبر ۴۶۲ محمد حسین (سابرمتی) ۱۵ محرم ۱۳۵۴ھ م ۲۰ اپریل ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۴) قبروں پر خشک گھاس کو آگ لگا کر جلانا سخت مذموم ہے شریعت نے قبرستان میں آگ لے جانے اور قبروں میں پکی اینٹیں لگانے کو بھی منع کیا ہے(۲) چہ جائیکہ قبروں پر آگ جلانا اگر یہ شخص باز نہ آئے اور اس حرکت سے توبہ نہ کرے تو اس کو قبرستان سے علیحدہ کر دیا جائے یہ کلمات موجب کفر ہیں(۳) اس کو ان کلمات سے توبہ کرنی چاہئے ورنہ مسلمانوں کو لازم ہے کہ اس کو علیحدہ کر دیں اگر میت کے غسل کا طریقہ معلوم نہیں تو اس سے میت کو غسل نہ دلوایا جائے۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں اس لئے بدعت ہے

(۲) لأن الآجر مما يستعمل للزينة ولا حاجة للميت إليه ولأنه مما مسته النار فيكره أن يجعل على الميت تفاؤلا كما يكره أن يتبع قبره بنار (بدائع الصنائع، فصل في الدفن ۱/ ۳۱۸ ط سعيد)

(۳) کیونکہ یہ کلمات قرآن مجید کی تصریحات اور اہل اسلام کے عقیدے کے بالکل مخالف ہیں: وإلهكم إله واحد لا إله إلا هو الرحمن الرحيم (البقرة ۱۶۳)
قل إن صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العالمين (الأنعام ۱۶۳)
لا إله إلا هو يحيي ويميت (الأعراف ۱۵۸)
وإذا ذكر الله وحده اشمأزت قلوب الذين لا يؤمنون بالآخرة وإذا ذكر الذين من دونه إذا هم يستبشرون (الزمر ۴۵)
ولا نكفر أحدا من أهل القبلة إلا فيما فيه نفي الصانع القادر العليم أو شرك أو إنكار النبوة أو ما علم مجيئه بالضرورة (شرح الفقه الأكبر، مطلب معرفة مكفرات الأحكام ص ۲۴۱ دار الكتب العلمية بيروت)

(۴) [illegible] والأولى في الغاسل أن يكون أقرب الناس إلى الميت فإن لم يحسن الغسل فأهل الأمانة والورع (حلبي كبير، فصل في الجنائز ص ۵۸۰ ط سهيل اكيدمي لاهور)

## قبر میں داہنی کروٹ لٹانا سنت ہے

(سوال) میت کو جب قبر میں رکھا جائے تو اس کو چت رکھا جائے یا کروٹ سے؟ المستفتی نمبر ۲۵۲ برکت اللہ آسنسول ۲۵ رجب ۱۳۵۴ھ م ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۵) چت لٹانا اور قبلہ کی طرف منہ کرنا بھی جائز ہے اور کروٹ سے لٹانا اور پشت کی طرف مٹی سے تکیے کی ٹیک لگانا بھی جائز ہے اور یہ صورت چت لٹانے سے بہتر اور افضل ہے۔ (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

## میت کو دفن کرنے کے بعد وہاں سے منتقل کرنا جائز نہیں الا یہ کہ غیر کی زمین میں دفن کیا ہو

(سوال) زید حنفی المذہب قبرستان کے متولی کی یا ورثاء کی اجازت سے قبرستان میں دفن ہو گیا زید مذکور کی والدہ اور دیگر اقرباء اسی قبرستان میں مدفون ہیں بکر معترض ہے کہ زید جس مقام پر دفن ہے وہ مقام میں نے اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہے زید کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرو۔ المستفتی نمبر ۷۸۴ محمد عبدالعزیز شریف (چمپارن [illegible]) ۲ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ م ۲۶ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۶) قبرستان اگر وقف عام ہو اور اس میں کوئی شخص اپنے واسطے قبر کھدوا کر محفوظ چھوڑ دے اور کوئی دوسرا شخص اس میں اپنی میت کو دفن کر دے تو اس صورت میں بھی دفن کرنے والے کو صرف قبر کھودنے کی اجرت ادا کرنی پڑتی ہے صاحب القبر کو نعش نکلوانے کی اجازت نہیں ہے۔ اذا حفر الرجل قبرا فی المقبرة التی یباح له الحفر فدفن فیه غیره میتا لا ینبش القبر ولکن یضمن قیمة حفره لیکون جمعا بین الحقین انتہی عالمگیری (۲) نقلا عن خزانة المفتین اور اگر قبر نہیں کھودی صرف اپنے دل میں خیال کر لیا کہ میں یہاں دفن ہوں گا تو اس صورت میں دوسرے دفن کرنے والے سے کچھ بھی لینے کا حق نہیں (۳) نعش نکالنے کا صرف اس صورت میں حق ہوتا ہے کہ زمین مملوک ہو اور مالک کی اجازت کے بغیر دفن کیا جائے۔ (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(۱) ویوجه الیها وجوبا (قوله وجوبا) خرج فی التحفة بانه سنة (رد المحتار باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۳۶) ویوضع علی شقه الایمن متوجها الی القبلة (بدائع فصل فی سنة الدفن ۱/ ۳۱۹ ط سعید)

(۲) وفی خزانة المفتین [illegible] رجل حفر قبرا فاراد دفن میت آخر فیه ان کانت المقبرة واسعة یکره وان کانت ضیقة جاز ولکن یضمن ما انفق صاحبه فیه (هندیة باب الجنائز فصل فی الکفن والدفن ۱/ ۱۶۶ مکتبہ ماجدیہ)

(۳) ولا یخرج منه الا لحق آدمی کان تکون الارض مغصوبة (قوله کان تکون الارض مغصوبة) واحترز بالمغصوبة عما اذا کانت وقفا قال فی التاترخانیة نقلا عن اصلاح قبر: حفر رجل قبرا ودفن فیه میته وکانت الارض موقوفة یضمن ما انفق فیه ولا یحول منه عن مکانه لانه دفن فی وقف (رد المحتار باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۳۸ ط سعید)

(۴) اذا دفن المیت فی ارض غیره بغیر اذن مالکها فالمالک بالخیار ان شاء امر باخراج المیت وان شاء سوی الارض وزرع فیها کذا فی التجنیس (هندیة باب الجنائز فصل فی القبر والدفن ۱/ ۱۶۷ ط کوئٹہ)

## (۱) ضرورت کی وجہ سے میت کو تابوت میں دفن کرنا جائز ہے
## (۲) قبر کے ارد گرد چار دیواری جائز نہیں
## (۳) زندگی ہی میں اپنے لئے قبر تیار کرانا جائز ہے

(سوال) (۱) قبر کے اندر بوجہ کمزور ہونے زمین قبر کے نیچے کا حصہ خام چھوڑ کر صندوق پختہ بنوانا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ (۲) اوپر قبر کے قبر کا حصہ (یعنی پورا تعویذ) خام چھوڑ کر مثل چار دیواری دو فٹ اونچی بوجہ نقصان پہنچانے مویشیوں کے قبر کو بنوانا جائز ہے یا نہیں؟ (۳) اپنی زندگی میں خود کے واسطے قبر تیار کرا کر اس میں غلہ بھرنا اور ہر سال غلہ کو نکال کر خیرات کر دینا دوبارہ پھر غلہ بھر دینا جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۸۳۹ چودھری حاجی احمد بخش (گوالیار) ۱۵ محرم ۱۳۵۵ھ ۸ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۷) (۱) زمین کمزور ہے تو اس میں تابوت یعنی لکڑی کے صندوق میں میت کو رکھ کر اتارنا جائز ہے یا پتھر کے چوکے کھڑے کر کے چوکھٹ بنادیں اینٹ کی چنائی سے احتراز کرنا چاہیے

(۲) یہ صورت بھی بہتر نہیں ہے۔

(۳) اپنی زندگی میں قبر تیار کرالینا مباح ہے لیکن اس میں غلہ بھر کر خیرات کرنا بدعت ہے خیرات کرنے میں حرج نہیں مگر قبر میں بھرے بغیر جتنا چاہو خیرات کرو۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## دفن کے بعد چالیس قدم ہٹ کر دعا کرنا بدعت ہے

(سوال) قبرستان میں مردے کو دفن کرنے کے بعد چالیس قدم آگے چل کر ٹھہرتے ہیں اور با آواز بلند فاتحہ پڑھتے ہیں ورنہ پڑھنے والوں کو اکثر لوگ وہابی بے دین وغیرہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ المستفتی نمبر ۸۵۲ حکیم قاضی محمد نور الحق (چمراں نگر) ۲۱ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۴ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۸) یہ رسم بدعت ہے کیونکہ خیر القرون میں اس کا کوئی ثبوت نہیں اور اس کے تارک صحیح اسلامی تعلیم کے متبع ہیں ان کو وہابی کہنا اور بدنام کرنا سخت گناہ ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(۱) حكي عن الشيخ الإمام أبي بكر محمد بن الفضل أنه يجوز اتخاذ التابوت في بلادنا لرخاوة الأرض قال ولو اتخذ تابوت من حديد لا بأس به و يكره الآجر في اللحد إذا كان يلي الميت الخ (هندية باب الجنائز فصل في القبر والدفن ۱۶۶/۱ ط ماجدية كوئته)

(۲) وأما البناء عليه فلم أر من اختار جوازه و عن أبي حنيفة يكره أن يبني عليه بناء من بيت أو قبة أو نحو ذلك لما روي جابر نهى رسول الله ﷺ عن تجصيص القبور وأن يكتب عليها وأن يبنى عليها رواه مسلم وغيره (رد المحتار باب صلاة الجنائز ۲۳۷/۱ ط سعيد)

(۳) ومن حفر قبرا لنفسه لا بأس به (هندية باب الجنائز فصل في القبر والدفن ۱۶۶/۱ ماجدية) وفي الدر ويحفر قبرا لنفسه وقيل يكره والذي ينبغي أن لا يكره تهيئة نحو الكفن بخلاف القبر قوله والذي ينبغي الخ كذا قاله في شرح المنية وقال لأن الحاجة إليه متحققة غالبا بخلاف القبر لقوله تعالى وما تدري نفس بأي أرض تموت (وقال الرافعي) قوله بخلاف القبر لقوله تعالى الخ حفره لا ينافي الآية لنفعه في الجملة ولو لغيره (رد المحتار باب الجنائز ۲۴۴/۲ ط سعيد)

## عاشورہ کے دن خصوصیت سے قبر پر مٹی ڈالنا صحیح نہیں

(سوال) عاشورہ کے دن قبروں پر مٹی ڈالنا اور بنانا جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ اس کو سنت کہتے ہیں؟ المستفتی نمبر ۹۵۷ مولوی عبدالرحیم (ضلع پشاور) ۴ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ م ۲۶ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۹) قبروں پر جب کہ منہدم ہو جائیں مٹی ڈال دینا جائز ہے۔(۱) مگر یوم عاشورہ کو اس کام کے لئے خاص کر لینے کی کوئی دلیل نہیں۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## قبرستان میں چند قبریں تیار رکھنا جائز ہے

(سوال) کسی قبرستان میں چند قبریں پیشتر ہی سے تیار کر کے رکھنا جائز ہے یا ناجائز؟ المستفتی نمبر ۱۰۱۰ محمد امیر صاحب پریزیڈنٹ انجمن اسلامیہ کالکا انبالہ ۳ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ ۲۳ جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۰) چند قبریں تیار رکھنا تاکہ حاجت مندوں کو وقت پر تیار ملے جائز ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

## کچی قبر کے ارد گرد پختہ بنانا جائز ہے

(سوال) قبر کو اوپر سے پختہ بنانا کس طرح کہ میت کے محاذ میں کچی رہے جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۱۲۹ ایم اے کیو انصاری ضلع میمن سنگھ (بنگال) ۷ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ

(جواب ۳۱) قبر کو چار طرف سے پختہ بنانا اس طرح کہ میت کے جسم کے محاذ میں نیچے سے اوپر تک کچی رہے مباح ہے یعنی میت کا جسم چاروں طرف سے مٹی کے اندر رہے اور اوپر سے پختہ ہو جائے تو حرج نہیں ہے۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

## (۱) قبر کا پختہ بنانا‘ چار دیواری بنانا اور کتبہ لگانا
## (۲) مردے نہیں سنتے

(سوال) (۱) قبروں کا پختہ بنانا یا چار دیواری بنوانا یا ایک پتھر پر نام میت یا تاریخ وفات لکھ کر قبر پر نصب کرنا

---

(۱) اذا خربت القبور فلا بأس بتطيينها (هندية، باب الجنائز، فصل في القبر والدفن ۱ / ۱٦٦ ط ماجدية)

(۲) یہ بات ثابت شدہ ہے کہ عبادات مخصوصہ کو کسی دن کے ساتھ [illegible] جیسا کہ حدیث میں ہے عن ابی هريرة عن النبي ﷺ قال لا تختصوا ليلة الجمعة بقيام من بين الليالي ولا تختصوا يوم الجمعة بصيام من بين الأيام الخ (مسلم شريف، كتاب الصوم، باب كراهة افراد يوم الجمعة بصوم الخ ۱ / ۳٦۱ قديمي)

(۳) ويحفر قبرا لنفسه وقيل يكره والذي ينبغي أن لا يكره تهيئة نحو الكفن بخلاف القبر قوله والذي ينبغي الخ كذا قاله في شرح المنية وقال لأن الحاجة إليه متحققة غالبا بخلاف القبر لقوله تعالى وما تدري نفس بأي أرض تموت وقال الرافعي قوله بخلاف القبر لقوله تعالى الخ حفره لا ينافي الآية لنفعه في الجملة ولو لغيره (رد المحتار، باب الجنائز ۲ / ۲٤٤ ط سعيد)

(٤) ويكره الآجر في اللحد إذا كان يلي الميت أما فيما وراء ذلك لا بأس به (حاشية على هامش الهندية، باب في غسل الميت وما يتعلق به ۱ / ۱۹٤ ط ماجدية كوئٹه)

حدیث صحیح سے ثابت ہے یا نہیں؟

(۲) مردے قبروں میں پکارنے والے کی پکار کو سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں یا کہ نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۱۸۹ عبدالعزیز صاحب مشین والا (ضلع سیالکوٹ) ۲۷ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۱۵ ستمبر ۱۹۳۶ء

جواب ۳۲) (۱) قبروں کا پختہ بنانا ناجائز ہے حفاظت کے لئے قبر کے گرد چار دیواری بنانا قبر کے سرہانے کتبہ لگانا مباح ہے(۲) قبر پر لکھنے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔(۳)

(۲) مردے قبروں میں پکارنے والے کی پکار کو نہیں سنتے اور نہ جواب دیتے ہیں۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

## "ادفنوا موتاکم" الحدیث کی تخریج اور اس کا مطلب

سوال) ادفنوا موتاکم وسط قوم صالحین الخ یہ روایت کس کتاب میں ہے صحیح ہے یا ضعیف اور صیغہ ادفنوا استحباب کے لئے ہے یا وجوب کے لئے؟ المستفتی نمبر ۱۲۶۶ مولوی محمد ابراہیم صاحب (ضلع سلم) ۱۱ شوال ۱۳۵۵ھ م ۲۷ دسمبر ۱۹۳۶ء

جواب ۳۳) ادفنوا موتاکم وسط قوم صالحین الحدیث یہ روایت جامع صغیر میں حلیہ ابو نعیم سے مروی ہے یہ روایت ابوہریرہ سے جامع صغیر کے محشی نے اس کو ضعیف بتایا ہے اور ادفنوا صیغہ امر استحباب کے لئے ہے وجوب کے لئے نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

## غلاف کعبہ کا ٹکڑا کفن میں رکھنا

سوال) خانہ کعبہ کے غلاف کا ٹکڑا اگر میت کے ساتھ کفن میں رکھ کر میت کو دفن کر دیا جائے تو باعث نجات ہو سکتا ہے یا نہیں یا میت کو اس ٹکڑے کی وجہ سے کچھ اور نقصان و نفع ہو سکتا ہے؟ المستفتی حاجی محمد داؤد صاحب

(جواب) (از نائب مفتی صاحب) اگر غلاف کعبہ معظمہ کا ٹکڑا لکھا ہوا ہو تو اس کو میت کے ساتھ کفن میں رکھ کر دفنانا جائز نہ ہوگا(۶) اور اگر لکھا ہوا نہ ہو تو اس کو میت کے کفن میں رکھ کر دفنانا بھی ثابت نہیں اور اس

---

(۱) ولا يجصص للنهي ولا يطين (رد المحتار، باب صلاة الجنائز ۲/۲۳۷ ط سعيد)

(۲) وإن كتب عليه شيئ ووضع الأحجار لا بأس بذلك عند البعض (حلبية على هامش الهندية باب في غسل الميت وما يتعلق به ۱/۱۹٤ ط سعيد)

(۳) عن جابر قال: نهى رسول الله ﷺ أن تجصص القبور وأن يكتب عليها (الترمذي، أبواب الجنائز، باب ما جاء في كراهية تجصيص القبور والكتابة عليها ۱/۲۰۳ ط سعيد)

(٤) رد المحتار، كتاب الأيمان، باب اليمين في الضرب والقتل وغير ذلك، مطلب في سماع الميت الكلام ۳/۸۳٦ ط سعيد، یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے [illegible] ثابت نہیں۔

(٥) حرف الهمزة، الجزء الأول ص ١٤ ط مكتبة إسلامية لاهور

(٦) وقد أفتى ابن الصلاح بأنه لا يجوز أن يكتب على الكفن يس والكهف ونحوهما خوفا من صديد الميت (رد المحتار، باب صلاة الجنائز ۲/۲٤٦ ط سعيد)

کے فائدہ پہنچانے کے بارے میں میت کو کوئی روایت ثابت نہیں۔ حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

(جواب ۳۴) (از حضرت مفتی اعظمؒ) غلاف کعبہ پر حروف منقش ہوتے ہیں اس لئے اس کو قبر میں میت کے ساتھ رکھنا درست نہیں(۱) اور اگر حروف سے خالی بھی ہو جب بھی ایک محترم چیز کو قبر میں دفن کرکے میت کی بدنی رطوبت میں ملوث ہونے کی صورت بہم پہنچانا اس کے احترام کے خلاف ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

## دفن کے بعد ہاتھ دھونا جائز ہے

(سوال) میت کو دفن کرنے کے بعد مٹی دیکر کچھ لوگ وہیں ہاتھ دھولیتے ہیں اور کچھ نہیں دھوتے، دونوں میں کون سی صورت بہتر ہے ہاتھ دھونے چاہئیں یا نہیں؟ المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

(جواب ۳۵) ہاتھ دھونا صفائی کے لئے ہے اگر مٹی سوکھی ہو اور ہاتھ ملوث نہ ہوں تو دھونا ضروری نہیں اور گیلی مٹی سے ہاتھ ملوث ہوگئے ہوں اور وہاں پر پانی مل سکے تو دھوئے ورنہ واپس آکر دھوئے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## موت کے وقت اور قبر میں میت کو قبلہ رو لٹانا سنت ہے

(سوال) بعد انتقال کے قبر میں مردے کو کس طرح رکھنا سنت ہے اور جو شخص قریب المرگ ہو تو اسے کس طرح لٹانا سنت ہے۔ المستفتی نمبر ۱۹۶۴ محمد حقیق صاحب مدرس مدرسہ عزیزیہ (رامپور) ۲۶ شعبان ۱۳۵۶ھ یکم نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب) (از مولوی محمد حقیق صاحب) میت کو قبر میں لحد میں سیدھی کروٹ پر روبقبلہ کرکے رکھنا سنت ہے یہی طریقہ اہل اسلام کا ہے اور زمانہ نبی کریم ﷺ سے منقول اور زمانہ خلف و سلف میں معمول و متوارث ہے ہمارے ائمہ کرام و فقہائے عظام کا یہی مذہب ہے اور امام شافعی و احمد بن حنبل اور امام مالک صاحبان کا بھی یہی مسلک ہے علامہ حلبی صغیری و کبیری کی شرح منیہ میں اور امام شافعی صاحب نے اپنی کتاب الام میں مردے کو قبلہ رخ رکھنے کی کیفیت میں یہ بھی تصریح فرمائی ہے کہ مردے کی پیٹھ کی طرف ڈھیلے یا مٹی کی روک لگادے تاکہ مردہ اوندھا یا چت نہ ہو جائے امام شافعیؒ صاحب نے سر کے نیچے کچی اینٹ رکھنے کی بھی تصریح فرمائی ہے اگرچہ بعض فقہا نے ان پر دو قیدوں کو صراحۃً بیان نہیں فرمایا ہے لیکن ہر سمجھدار مردے کو داہنی طرف لٹانے کے حکم سے سمجھ سکتا ہے نیز میت کے اکثر احوال ممکنہ میں زندوں کی موافقت شرعاً مطلوب و ثابت ہے جو کہ باب الجنائز کے مسائل دیکھنے سے معلوم ہو سکتے ہیں یہاں تک کہ میت کے وضو اور غسل اور کفن وغیرہ

---

(۱) وقد افتى ابن الصلاح بانه لا يجوز ان يكتب على الكفن يٰس والكهف ونحوهما خوفا من صديد الميت (رد المحتار، باب صلاة الجنائز ٢ / ٢٤٦ ط سعيد)

(۲) لعل هذا من مسامحات الشيخ والا فقد افتى بجوازه كما مر في صفحه ٤٣ فيراجع سيف

تیامن (یعنی داہنی جانب کی رعایت) مطلوب ہے یہی وجہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز میں تیامن کو محبوب رکھتا ہے یہاں تک کہ طہارۃ (وضو و غسل) اور جوتا پہننے اور کنگھی کرنے میں بھی اس سے معلوم ہوا اور حال میں بھی تو یہ میت کی حالت جوتا پہننے اور کنگھی کرنے سے بھی اولیٰ ہوگی کہ یہاں یہ تیامن مستحب اور مسنون نہ ہو بلکہ یہی حالت ہے کہ یہ تو اولیٰ متحقق ہے تیامن کی لہٰذا استقبال قبلہ مردے کے حق میں قبر کے اندر یہ کہ کروٹ پر رو بقبلہ ہو مسنون طریقہ اسلام ہوا حدیث شریف میں ثابت ہے کہ تمہارے مردوں اور زندوں کے لئے بیت اللہ احترام قبلہ ہے۔ قبلہ کا حق استقبال ہے زندہ شخص حالت نماز میں اس حق کو ادا کرتا ہے اور استقبال سینہ اور چہرے کے مقابل قبلہ ہونے سے ہوتا ہے سینہ اس میں اصل اور ضروری ہے فقط چہرے کو مقابل قبلہ کر دینے کو استقبال قبلہ شرعاً نہیں کہا جاتا اس کو شرعاً التفات اور قبلہ کہتے ہیں اسی طرح میت سے بھی اس حق کا ادا ہونا اس وقت ہوگا جب قبر میں اسے داہنی کروٹ پر رو بقبلہ لٹا دیا جائے فقط چہرے کو قبلہ کی طرف موڑنے سے جیسا کہ آج کل عوام کرتے ہیں اس سے حق قبلہ جو استقبال ہے ادا نہیں ہوتا ہے جس کی وجہ ابھی مذکور ہوئی ہے۔

اور جو شخص قریب المرگ ہو تو سیدھی کروٹ پر لٹانا سنت ہے اور اگر چت لٹایا گیا تو یہ بھی جائز ہے لیکن اس صورت میں اس کے پاؤں قبلہ کی طرف ہوں اور سر قدرے اونچا رہنا چاہئے تاکہ چہرہ آسمان کی طرف نہ رہے دونوں صورتیں اس وقت ہیں جب یہ طریقہ مذکورہ دشوار نہ ہو ورنہ پھر جو طریقہ کہ قریب المرگ پر آسان ہو اس طریقہ پر چھوڑ دیا جائے صغیری و کبیری شرح منیۃ المصلی میں ہے ويوجه الميت في القبر على جنبه الايمن ولا يلقى على ظهره ويسند الميت من وراءه بتراب او نحوه لئلا ينقلب اھ اور ینابیع میں ہے ويوجه الى القبلة على الايمن اھ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں تحت قول سنن ويوجه الى القبلة على ايمنه یہ عبارت ہے بدلالة امر النبي ﷺ و حديث ابي داود البيت الحرام قبلتكم احياء وامواتا انتهى اور طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں ہے بدلالة امر النبي ﷺ عند دفن رجل من بني عبدالمطلب فقال يا علي استقبل به القبلة استقبالا وقولوا جميعا باسم الله وعلى ملة رسول الله ﷺ وضعوه لجنبه ولا تكبوه على وجهه ولا تلقوه على ظهره كذا في الجوهرة وفي الحلبي ويسند الميت من ورائه بنحو تراب لئلا ينقلب اھ فتاویٰ قاضی خاں جلد اول صفحہ ۹۳ میں ہے ويدخل الميت القبر من القبلة ويوضع في القبر على جنبه الايمن مستقبل القبلة اھ عالمگیری جلد اول صفحہ ۲۳۳ میں ہے ويوضع على جنبه الايمن مستقبل القبلة كذا في الخلاصة اھ مجمع الانہر میں ہے ويوجه الى القبلة اذ به امر النبي ﷺ اھ

---

(۱) الفصل السادس في اللحد والدفن ص ۵۹۸ ط سهيل اكيدمي

(۲-۳-۴) باب الجنائز ص ۳۶۸-۳۶۹ مصطفى حلبي مصر

(۵) باب الجنائز ۱/ ۱۹۴ ط ماجديه كوئته

(۶) احكام الجنائز ۱/ ۱۶۶ ط كوئته (۷) باب الجنائز فصل في الصلاة على الميت ۱/ ۱۸۶ ط بيروت

[illegible] الى القبلة اى يوضع فى القبر على جنبه الايمن مستقبل القبلة [illegible] واذا يوجه الى القبلة على يمينه لانه السنة المنقولة، هكذا ذكر فى المتون والشروح والفتاوى ولم يخالف احد من السلف والخلف [illegible] ويوجه الى القبلة اى يوضع فى القبر على جنبه الايمن مستقبل القبلة (كشف الحقائق) [illegible] ويوجه الى القبلة مضطجعا على شقه الايمن (٤) [illegible] وفى المختصر ان يوجه الى القبلة مضطجعا على يمينه وهذا اذا لم يشق عليه والا ترك على حاله و جعل رجلاه الى القبلة واختير فى بلادنا الاستلقاء على قفاه لانه ايسر لخروج الروح الا ان الاول هو السنة (حلبى) [illegible] وفى المختصر القبلة على يمينه لان ما قرب الى الشئ له حكمه و فى القبر يوجه على شقه الايمن وكذا اذا اقرب اليه واختار المتاخرون الاستلقاء لانه ايسر لخروج الروح ثم اذا القى على قفاه يرفع راسه قليلا ليصير وجهه الى القبلة (منحة الخالق) [illegible] قوله ويوجه الى القبلة يوضع على شقه الايمن متوجها الى القبلة لقوله عليه السلام لعلى حين وضع جنازة يا على استقبل به استقبالا (بدائع) [illegible] اذا احتضر الرجل وجه الى القبلة على شقه الايمن اعتبارا بحال الوضع فى القبر لانه اشرف عليه والمختار فى بلادنا الاستلقاء لانه ايسر لخروج الروح والاول هو السنة (تبيين) [illegible] يوجه الى القبلة بذلك امر النبى ﷺ (فتح القدير) [illegible] عن ابراهيم النخعى قال يستقبل بالميت القبلة وعن عطاء بن ابى رباح نحوه يوجه على شقه الايمن ما علمت احدا تركه من ميت ولانه قريب من الوضع فى القبر ومن اضطجاعه فى مرضه والسنة فيهما ذلك فكذا فيما قرب منهما [illegible] ويوجه اليها وجوبا ويسن كونه على شقه الايمن (شامى) [illegible] قوله [illegible] وجوبا اخذه من قول الهداية بذلك امر النبى ﷺ لكن لم يجده المخرجون و فى الفتح انه غريب واستانس له بحديث ابى داؤد والنسائى ان رجلا قال يا رسول الله ما الكبائر

---

(١) ١ / ١٠٤ ط مرتضى محمد عزيز المدنى

(٢) باب الجنائز ٢ / ١٨٤ ط بيروت

(٣) باب الجنائز فصل فى الصلاة على الميت ١ / ٣٦٢ ط سعيد

(٤ ، ٥) [illegible] وفى المختصر القبلة على يمينه [illegible] كشف الحقائق باب الجنائز ١ / ٨٨ ط [illegible] كراچى

(٦) باب الجنائز ١ / ٦٣ ط ادارة القرآن

(٧) باب الجنائز فصل فى الصلاة على الميت ١ / ٣٢٤ ط نولكشورى لاهور

(٨) باب الجنائز ١ / ١٧٨ ط شركة علمية ملتان

(٩) باب الجنائز فصل فى الدفن ١ / ١٨٢ ط شركة علمية ملتان

(١٠) باب الجنائز ٢ / ١٠٤ ط مصطفى الحلبى مصر

(١١) باب صلاة الجنائز ٢ / ٢٣٦ ط سعيد

قال هي تسع فذكر منها استحلال البيت الحرام قبلتكم احياء و امواتا اه قلت ووجهه ان ظاهره التسوية بين الحياة والموت في وجوب استقباله لكن صرح في التحفة بانه سنة اه (۱) طحطاوی حاشیہ درمختار ذیل میں قول ماتن وجوباً کے تحت میں فرماتے ہیں اخذ من قول المصنف وغيره بذلك امر رسول الله ﷺ لان الاصل في الامر الوجوب (۲) کتاب الام فقہ شافعی ص ۲۶۵ میں ہے قال الامام الشافعي رحمة الله عليه و توضع في قبورهم على جنوبهم اليمنى و ترفع رؤسهم بحجر او لبنة و يسندون لئلا ينكبوا تلقاء وان بارض شديدة لحد لهم ثم نصب على قبورهم اللبن نصبا (۳) نهاية المحتاج شرح منہاج میں ہے و يوضع في اللحد وغيره على يمينه ندبا كما في المجموع والروضة وصوب الاسنوي قول الامام بوجوبه اتباعا للسلف والخلف وكالاضطجاع عند النوم و يوجه للقبلة وجوبا تنزيلا له منزلة المصلي فان دفن مستدبرا او مستلقيا نبش حتما ان لم يتغير والا فلا ولئلا يتوهم انه غير مسلم و يسند ظهره بلبنة طاهرة او نحوها ليمنعه عن الاستلقاء على قفاه و تجعل تحت راسه لبنة او حجر و يفضي لخده الايمن اليه او الى تراب (۴) فقہ مالکی مقدمہ ابن رشد صفحہ ۱۶۲ میں ہے ويستحب ان يلقن الميت عند الموت وان يوجه القبلة على شقه الايمن كما يجعل في لحده وكما يصلى المريض الذي لا يقدر على الجلوس انتهى (۵)

(جواب ۳۶) (از حضرت مفتی اعظم) یہ صحیح ہے کہ قبر میں میت کو دائیں کروٹ پر لٹانا مسنون ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## پیر و مرشد کا شجرہ قبر میں رکھنا جائز نہیں

(سوال) پیر و مرشد کا شجرہ مرنے کے بعد قبر میں رکھنا کیسا ہے؟ المستفتی نمبر ۲۳۱۸ اے ای منصوری (مین) ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ م ۱۵ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۳۷) قبر میں شجرہ رکھنا ناجائز ہے۔ (۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۳۶ ط سعيد

(۲) باب الجنائز ۱/ ۳۸۱ ط بيروت

(۳) ۱/ ۲۷۶ ط بيروت

(۴) كتاب الجنائز ۳/ ۶ ط بيروت

(۵) كتاب الجنائز فصل فيما يستحب عند الاحتضار ۱/ ۲۳۱ ط دار الغرب الاسلامي

(۶) قال في الحلية و يكره ان يوضع تحت الميت في القبر مضربة (رد المحتار باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۳۴ ط سعيد) [illegible] اسماء معظمہ [illegible] لا يجوز ان يكتب على الكفن يس و الكهف و نحوهما خوفا من صديد الميت [illegible] فلا [illegible] المعظمة باقية على حالها فلا يجوز تعريضها للنجاسة (رد المحتار باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۳۴، ۲۴۶ ط سعيد)

### مردے کو قبر میں لٹا کر اس کا منہ دیکھنا

(سوال) مردے کو قبر میں لٹا کر اس کا منہ دیکھنا جائز ہے کہ نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۳۲۰ نبی محمد خاں (آرہ) ۷ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ م ۶ جولائی ۱۹۳۸ء

(جواب ۳۸) جائز ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

### حضور اکرم ﷺ اور بزرگوں کی قبور کا پختہ ہونے پر اشکال

(سوال) زید جو علم دین سے ناواقف مگر راسخ العقیدہ مسلمان ہے یہ دعوی کرتا ہے کہ "اسلام پختہ مقابر بنانے کی اجازت نہیں دیتا" مگر بکر جو ایک تعلیم یافتہ اور امور دینی کے مسائل بھی طے کرتا ہے اس کی تردید ان الفاظ کے ساتھ کرتا ہے کہ "شارع اسلام یعنی آنحضرت ﷺ کا روضہ مبارک پختہ ہے" خلفائے کرام کے مقابر پختہ ہیں شہداء عظام کی قبریں پختہ ہیں اور یہ وہ مبارک و مقدس ہستیاں ہیں جن کے عمل و ارشادات سے شعائر اسلام کی بنیاد پڑی ہے ساری دنیائے اسلام ان مقابر کو عظمت و احترام کے ساتھ دیکھتی ہے نذر عقیدت پیش کرتی ہے اور ان کی خاک قبر کو اپنے لئے پیام سعادت سمجھتی ہے اور آج تک ایک متنفس نے بھی یہ اعتراض نہیں کیا کہ ان بزرگان امت کے مقابر کیوں پختہ ہیں اگر اسلام پختہ مقابر پر معترض ہوتا تو خود بانی اسلام اور ان کے فدائیوں کے مقبرے کبھی بھی پختہ نہیں ہونے دیتا اس مسئلہ میں شرعاً زید کا دعوی صحیح ہے یا بکر کا؟ المستفتی نمبر ۲۶۶۵ جناب سید طاہر حسین صاحب (بھوپال) ۲۰ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ م ۱۸ اپریل ۱۹۴۱ء

(جواب ۳۹) زید کا قول صحیح ہے آنحضرت ﷺ نے پختہ قبریں اور اونچی قبریں بنانے سے منع فرمایا ہے۔(۲)

حضور ﷺ کی قبر مبارک کے پختہ ہونے کا ثبوت نہیں روضہ مطہرہ پختہ ہے تو وہ بھی حضور اکرم ﷺ کے حکم یا صحابہ کرام کے فعل سے نہیں اور حضور ﷺ کا روضہ دوسرے بزرگوں کے قبوں سے جدا حکم رکھتا ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا دفن ہی حجرہ عائشہ میں ہوا اور حجرے یا کوٹھڑی یا مکان میں دفن ہونا حضور کے ساتھ مخصوص ہے۔(۳) قبروں پر قبے بنانا بھی منع ہے۔

یہ صحیح ہے کہ بزرگوں کی قبریں بھی پختہ بنی ہیں اور قبے بھی بنے ہیں مگر نصوص کے مقابلے میں ان کا عمل حجت نہیں ہو سکتا یہ غلط ہے کہ ساری دنیائے اسلام پختہ قبروں کو اور قبوں کو پختہ ہونے کی حیثیت سے نظر احترام سے دیکھتی ہے نظر احترام سے دیکھنے کا معاملہ صاحب قبر کی بزرگی کے ساتھ متعلق ہے پختہ قبر کی

---

(۱) [illegible]

(۲) عن جابر قال نهى رسول الله ﷺ ان تجصص القبور وان يكتب عليها وان يبنى عليها وان توطأ (الترمذی، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی کراھیۃ تجصیص القبور والکتابۃ علیھا ۱/ ۲۰۳ ط سعید)

(۳) ولا يدفن الميت في الدار ولو كان صغيرا لاختصاص هذه السنة بالانبياء (الدر المختار، باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۳۵ ط سعید)

پختگی کو اہل حق نے ہمیشہ بنظر انکار دیکھا ہے اور بعض بزرگوں نے وصیت کی ہے کہ ہماری قبر پختہ نہ بنائی جائے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## حدیث کی تحقیق

(سوال) بندہ ایک حدیث کے متعلق تحقیق کرانا چاہتا ہے تحریر فرمائیے نہایت عنایت ہوگی فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون (۱) حديث ابی داود ص ۱۰۱ ج ۲ فی باب جمع الموتٰی فی قبر والقبر یعلم حدثنا عبدالوهاب الی ان قال لما مات عثمان بن مظعون الحديث اس حدیث سے قبر پر علم لگانا ثابت ہوتا ہے یہ ہے کہ ایک حجر لگانا سر کی جانب موافق سنت ہے یا دو یا ایک سر دوسرا پاؤں کی جانب یا تین حجر ایک سر دوسرا پاؤں کو تیسرا درمیان قبر میں یہاں پر مرد کے لئے دو پتھر رکھے جاتے ہیں اور عورت کے لئے تین جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے ثبوت (۲) کا اس حدیث سے ثابت نہ ہونا جیسا کہ ملا علی قاری شارح مرقاۃ بھی فرماتے ہیں قال بعض مقدمی ائمتنا الخ جلد دوم ص ۳۷۹ اور یہ بھی اختلاف ہیں تو امام محمد کا قول جو کتاب الآثار میں ہے ص ۴۲ ویکره ان یجصص الی ان قال او یجعل عنده علما الخ وهو قول ابی حنیفة نقله اعلاء السنن جلد ثامن ص ۱۹۶ اور امام زیلعی نے تبیین الحقائق میں کراہت کو اختیار کیا ہے جناب والا سنت و بدعت سے مطلع فرمائیں نہایت عنایت ہوگی یہ لوگ یہاں پر ان علامات کو نہایت ضروری سمجھتے ہیں اور عمل کے لئے جو بہتر ہو اس کو بیان فرمائیے۔

المستفتی نمبر ۲۷۰۹ مولوی غلام محمد صاحب (کوہاٹ) ۲۵ صفر ۱۳۶۱ھ م ۱۴ مارچ ۱۹۴۲ء

(جواب ۴۰) قبر کے سرہانے ایک پتھر علامت کے لئے لگانا جائز ہے یہ ابوداؤد کی حدیث سے ثابت ہے (۳) ملا علی قاری نے ابن حجر شافعی سے مرقاۃ میں نقل کیا ہے کہ بعض متقدمین شافعیہ دو پتھروں کے رکھنے کے مستحب ہونے کے قائل ہیں (۴) مگر دو پتھر رکھنے کی روایت کی سند بیان نہیں کی اس لئے ایک پتھر رکھنا ثابت و درست اور ثابت ہے اور دو پتھروں میں بھی گنجائش ہے ایک سر اور ایک قدموں کی طرف دو تیسرا پتھر درمیان میں لگانا میری نظر سے نہیں گزرا۔

اور اعلاء السنن میں کتاب الآثار سے جو یہ نقل کیا ہے کہ قبر پر علم مکروہ ہے اس علم سے رکھنے کے

---

(۱) الانبیاء: ۷

(۲) ویکره ان یعلم بعلامة من کتابة و نحوه ... وقیل لا بأس بکتابة ووضع الحجر لتکون علامة (تبیین الحقائق باب الجنائز ۱: ۲۴۶ ط امدادیہ ملتان)

(۳) لما مات عثمان بن مظعون فدفن فامر النبی ﷺ رجلا ان یأتیه بحجر فلم یستطع ... ثم حملها فوضعها عند رأسه وقال اعلم بها قبر اخی وادفن الیه من مات من اهلی (ابوداود باب فی جمع الموتی فی قبر والقبر یعلم ۲: ۱۰۱ ط امدادیہ ملتان)

(۴) قال بعض مقدمی ائمتنا ... ویسن وضع اخری عند رجلیه لانه علیه السلام وضع حجرین علی قبر عثمان بن مظعون ... (مرقاۃ شرح مشکوۃ کتاب الجنائز ۴: ۷۸ امدادیہ ملتان)

(۵) اس سے [illegible]

معمولی اور نشان قائم کرنا مباح ہے تو بہتر ہے تاکہ یہ جزئیہ حدیث کے خلاف نہ ہو فقہاء متاخرین حنفیہ نے پتھر والی روایت کو علامت بالحجر کے بارے میں دلیل قرار دے کر اسے قرار دیا ہے اور یہی حق ہے اعلاء السنن میں بھی ذرا آگے یہ مذکور ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ، دہلی

## (۱) قبر پر مٹی ڈالتے وقت کی مستحب دعا

## (۲) جنازہ کو دس دس قدم اٹھانا مستحب ہے واجب نہیں۔

## (۳) دفن کے بعد قبر کے سرہانے سورہ بقرۃ کا آخری رکوع اور پائنتی کی طرف آخری رکوع پڑھنا مستحب ہے

(سوال) (۱) قبر پر مٹی ڈالتے وقت مٹی پر پڑھنا (منہا) جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جنازے کو چار آدمیوں کا پکڑنا اور دس دس قدم کا چلنا یعنی چالیس قدم جائز ہیں۔

(۳) سورہ بقرہ کا رکوع اول میت کے دفن کرنے کے وقت اس کے سرہانے پر پڑھنا آخری رکوع سورہ بقرہ کا پائنتی کی طرف پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۸۱۷ راجہ فیروز خاں

(جواب ۴۱) (۱) دفن کرتے وقت تین مرتبہ مٹی دینا مستحب ہے پہلی بار منها خلقنکم دوسری بار وفیها نعیدکم تیسری بار ومنها نخرجکم تارة اخری پڑھنا بھی مستحب ہے۔(۲)

(۲) ہر مسلمان پر مسلمان میت کا یہ حق ہے کہ اس کے جنازے کو کندھا دے اور ہر پایہ کو دس دس قدم تک لے چلے اس حق میں امام کی یا کسی کی کوئی تخصیص نہیں نہ اس کا کوئی وقت اور موقع متعین ہے نہ ضروری ہے کہ لگاتار چاروں پائے اٹھائے اگر ایک پایہ کو دس قدم لے جاکر چھوڑنے کے بعد فوراً دوسرا پایہ پکڑنے کا موقع نہ ملے تو کچھ توقف کے بعد دوسرا تیسرا یا چوتھا پایہ پکڑ سکتا ہے اور پھر یہ سب مستحب کے درجے میں ہے فرض یا واجب کی طرح تعیین نہیں ہے۔(۳)

(۳) ہاں یہ مستحب ہے۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ، دہلی

---

(۱) فقال صاحب [illegible] لكن له طريق لتعرف القبر وهو ما في سنن أبي داود [illegible] وقال بعضهم [illegible] هذا من [illegible] علامة [illegible] باب النهي عن تجصيص القبور والقعود والبناء والكتابة والزيادة عليها ۸: ۲۶۷ ط إدارة القرآن

(۲) قوله ويستحب أي لمن شهد دفن الميت أن يحثي في قبره ثلاث حثيات بيديه جميعا من قبل رأسه ويقول في الأولى منها خلقناكم وفي الثانية وفيها نعيدكم وفي الثالثة ومنها نخرجكم تارة أخرى (الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب أحكام الجنائز، فصل في حملها ودفنها ص ۳۶۹ ط مصطفى حلبي مصر)

(۳) وإذا حمل الجنازة وضع مقدمها على يمينه عشر خطوات وكذا المؤخر على يمينه عشر خطوات لحديث: من حمل على جنازة أربعين خطوة كفرت عنه أربعين كبيرة (الدر المختار، باب صلاة الجنائز ۲: ۲۳۱ ط سعيد)

(۴) وكان ابن عمر يستحب أن يقرأ على القبر بعد الدفن أول سورة البقرة وخاتمتها (ثم بعد صفحات) فقد ثبت أنه عليه السلام قرأ أول سورة البقرة عند رأس الميت وآخرها عند رجليه (رد المحتار، باب صلاة الجنائز ۲: ۲۳۷، ۲۴۲ ط سعيد)

## (۱) قبر کے ارد گرد پکا کرنا مباح ہے
## (۲) قبرستان میں تکیہ پر قرآن رکھ کر تلاوت کرنا جائز ہے
## (۳) بزرگ کی قبر کے پاس چبوترہ بنانے کے لئے دوسری قبروں کو ختم کرنا جائز نہیں

(سوال) (۱) قبرستان میں کسی شخص قبر کا چاروں طرف سے پکا احاطہ چونے پتھر کا بنوا دیتے ہیں اور بیچ میں کچی قبر رہتی ہے تو یہ فعل جائز ہے یا نہیں زید کہتا ہے کہ حکم یہ ہے کہ مر جانے تو اس کا نشان قائم نہیں رہنا چاہئے جس کو خدا نے نہیں رکھا اگر کوئی حرج نہیں تو یہ طریقہ سلف صالحین کا ہے یا قرآن و حدیث سے بھی ثابت ہے یا یہ دستور رسمی دنیوی ہے۔

(۲) قبرستان میں قرآن شریف تکیہ وغیرہ پر رکھ کر پڑھنا جائز ہے یا نہیں اکثر قبریں ختم ہو کر زمین ہو گئی ہیں اس پر تکیہ رکھ کر پڑھنا کیسا ہے یا ہاتھ میں رکھ کر پڑھنا چاہئے۔

(۳) ایک شخص نے قبرستان میں کسی بزرگ کی قبر میں چبوترہ (کہ جو قبر کے چاروں طرف کچی کا ہوتے ہیں) بنوایا اور چاروں طرف تین تین گز کے فاصلے پر چبوترہ بنوایا تو اکثر پرانی قبریں پتھر وغیرہ سے چھپ گئے اور ایک نئی قبر ایک ماہ کی وہ بھی اس میں آگئی اور اس کا نشان بھی ختم ہو گیا تو یہ فعل جائز ہے ایسا کرنے والا گنہگار ہے یا نہیں؟ **المستفتی** عبدالعزیز ٹونکی

(جواب ۴۲) (۱) قبر کے ارد گرد پختہ چونا (احاطہ) بنا دینا کہ قبر درمیان میں کچی رہے مباح ہے[1]

(۲) قبرستان میں تکیہ پر کلام مجید رکھ کر پڑھنا جائز ہے۔[2]

(۳) قبر کے آس پاس اگر اور قبریں ہیں تو ان قبروں کو ختم کر کے چبوترہ بنانا درست نہیں ہے۔[3] خالی جگہ ہو تو اس میں آس پاس چبوترہ بنانا مباح ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

## میت کی پیشانی پر بسم اللہ لکھنا

(سوال) میت کی پیشانی پر بسم اللہ شریف لکھنا جائز ہے یا نہیں؟ **المستفتی** نظیر الدین امیر الدین (مہیر، ضلع خاندیس)

(جواب ۴۳) میت کی پیشانی پر صرف انگلی کے اشارے سے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھ دینا جائز ہے کسی

---

(۱) [illegible] ويكره الآجر في اللحد اذا كان يلي الميت اما فيما وراء ذلك فلا باس به (الهندية، [illegible] الفصل السادس في القبر والدفن [illegible] ١ / ١٦٦ ط ماجدية كوئٹہ)

(۲) [illegible] عند القبور [illegible] (الهندية، [illegible] الفصل السادس في القبر والدفن ١ / ١٦٦ [illegible])

(۳) [illegible] (الهندية، [illegible] كتاب الصلاة [illegible] الفصل السادس في القبر والدفن ١ / ١٦٧ كوئٹہ)

[illegible] ہے جس سے [illegible] تشفی [illegible] محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

**(جواب دیگر ٤٤)** قبر میں عہد نامہ رکھنا [illegible] میت [illegible] دفن کرنا مکروہ ہے(۱) اس سے عہد نامہ کی [illegible] ہوتی ہے۔ دفن کے بعد قبر پر اذان دینا بھی بے ثبوت ہے اسے بھی ترک کرنا چاہئے(۲) میت کی [illegible] ثبوت نہیں [illegible] ترک کرنا چاہئے۔ محمد کفایت اللہ [illegible]

## کفن دفن اور فاتحہ خوانی سے متعلق چند سوالات

(سوال) (۱) مرنے کے بعد کفن پر کلمہ شریف لکھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲) دفن کے بعد قبر پر اذان دینی جائز ہے یا نہیں؟ (۳) دفن کے بعد قبرستان میں فاتحہ خوانی اور دعائے مغفرت ہاتھ اٹھا کر کرنی چاہئے یا نہیں؟ (۴) دفن کے بعد میت کے مکان پر آکر شرکائے جنازہ کو میت کے لئے دعائے مغفرت [illegible] جائز ہے یا نہیں؟ (۵) مرحوم کے مکان پر چند اشخاص موجود ہوں اور [illegible] شخص [illegible] سے جنازے میں شریک نہ ہوئے ہوں ان کے آنے پر سب حاضرین [illegible] فاتحہ پڑھتے ہیں یہ [illegible] ہے یا نہیں؟ (۶) [illegible] دونوں پر [illegible] خوانی ہونی چاہئے [illegible] بعد اور کس طریقے سے؟ (۷) کوئی شخص کلام مجید پڑھا ہوا [illegible] وصیت [illegible] کہ میری قبر پر کلام مجید پڑھوایا جائے [illegible] یا نہیں؟

**(جواب ٤٥)** (۱) کفن پر کسی چیز سے کلمہ شریف لکھنا [illegible] جائز نہیں [illegible] انگلی سے لکھ دینا مباح ہے کہ [illegible] نقش نہ بنے(۲) دفن کے بعد قبر پر اذان [illegible] ثابت نہیں اس لئے اسے چھوڑ دینا لازم ہے۔ (۳) دفن کے بعد میت کے لئے دعائے مغفرت کرنی جائز ہے [illegible] خواہ ہاتھ اٹھا کر [illegible] دونوں جائز ہیں(۱) (۴) یہ رسم کہ قبرستان سے میت کے گھر [illegible]

---

(۱) [illegible] مطلب فيما يكتب على كفن الميت ٢ / ٢٤٧ ط سعيد)

(۲) [illegible] ٢ / ٢٤٦ ط سعيد

(۳) [illegible] صلاة الجنائز ٢ / ٢٣٥ ط سعيد)

(۴) [illegible] (الدر المنثور ١ / ٦٧ ، ٦٨ ط بيروت)

(۵) [illegible]

(۶) [illegible]

(۷) [illegible] وفي حديث ابن مسعود رأيت رسول الله ﷺ في قبر ذي البجادين الحديث وفيه فلما فرغ من دفنه [illegible] ١١ / ١٢٢ ط مصر

ضروری و لازم سمجھا جاتا ہے تحقیق نہیں دفن کے بعد غیر لوگوں کو اپنے گھر اور اپنے کام کو جانا چاہئے میت کے گھر والے اور اعزاء میت کے گھر واپس آجائیں اور لوگ چلے جائیں (۵) ہاں جو لوگ کہ جنازے میں شریک نہ ہوں وہ میت کے مکان پر تعزیت کے لئے آئیں تو جائز ہے اور تعزیت کے الفاظ مسنونہ میں عظم اللہ لمیتکم وغیرہ دعا کے الفاظ بھی شامل ہیں اور اگر ان کے ساتھ دوسرے حاضرین بھی دعا میں شریک ہو جائیں تو اس میں بھی مضائقہ نہیں لیکن ان میں سے کسی کو لازم قرار دینا درست نہیں (۶) یہ رسم قابل ترک ہے کیونکہ اس نے ایک مستقل صورت اختیار کر لی ہے اور التزام مالا یلزم ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے (۷) حافظ کو اجرت دے کر قبر پر قرآن مجید پڑھوانا ناجائز ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

## عذر کے بغیر میت کو تابوت میں رکھ کر دفن کرنا جائز نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۲۸ء)

(سوال) جزیرہ ٹرینی داد میں اہل اسلام ہندوستان سے آئے جب کوئی اہل اسلام مرد یا عورت فوت ہو تو [illegible] حکم کے بموجب مذہبی کے صندوق میں رکھ کر دفن کیا گیا صندوق تقریباً چھ فٹ لمبا اور تقریباً ڈھائی فٹ چوڑا اور اتنی ہی گہرائی رکھتا ہے اور صندوق کے اوپر ڈھکن بھی ہوتا ہے اور صندوق کے پہلو میں چار یا چھ کڑے پیتل وغیرہ کے ہوتے ہیں کڑوں میں ہاتھ ڈال کر پکڑ کے لے جاتے ہیں یا صندوق کو بگھی میں رکھ کر آگے بگھی (جو اسی کام کے لئے بنائی جاتی ہے) اور پیچھے پیچھے دو قطار بنا کر لوگ چلتے ہیں۔

جب ہندوستان سے آنے والوں میں دو چار اہل علم تبلیغ کو یہاں آئے اور میت کو اس طور سے دفن کرتے دیکھا تو سب نے مشورہ کیا کہ میت کو اس طریقے پر دفن کرنا جائز نہیں اور ہندوستان کے طور پر قبر کھود کے بغیر صندوق کے میت کو مٹی میں اتار اور چار فٹ اوپر تختہ رکھ کر مٹی ڈال دی پولیس کو خبر ہوئی افسر پولیس میت کو نکالنے کے لئے آیا چونکہ مسلمان مرنے مارنے پر تیار ہو گئے افسر نے جب دیکھا کہ فساد ہو جاتا ہے گورنر صاحب کے پاس رپورٹ کی گورنر صاحب بہادر نے فرمایا کہ ہندوستان اور دیگر اسلامی ملکوں میں مسلمان لوگ میت کو اسی طور پر دفن کرتے ہیں جب ایسے ہی دفن کرنے دو تھوڑے ہی چند سال سے اہل اسلام میت کو اسی طور پر دفن کرتے آئے ہیں آج کل اپنی خوشی سے پھر دوبارہ صندوق میں رکھ کر دفن کرنا شروع کر دیتے ہیں جس پر مسلمانوں میں نا اتفاقی ہو رہی ہے جو جو کرتے ہیں وہ مرتد کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔

---

۱۔ دیکھئے ص ۳۳ حاشیہ نمبر ۲

۲۔ ویقول اعظم اللہ اجرک واحسن عزاءک وغفر لمیتک (رد المحتار، باب الجنائز ۲ / ۲۴۱ ط سعید)

۳۔ [illegible] من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد (بخاری شریف، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فهو مردود ۱ / ۳۷۱ ط قدیمی)

۴۔ واخذ الاجرة علی الذکر وقراءة القرآن وغیر ذلک [illegible] فلا تصح فی [illegible] (رد المحتار، باب صلاة الجنائز ۲ / ۲۴۱ ط سعید) وکذا وقد صرح [illegible] وغیرهم بان القراءة للدنیا لا ثواب له ولا للآخذ والمعطی آثمان (رسائل ابن عابدین، رسالہ شفاء العلیل وبل الغلیل الخ ۱ / ۱۷۱ سہیل اکیڈمی لاہور)

(جواب ٤٦) مسلمانوں کے لئے میت کو دفن کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ میت کو کفن دے کر قبر میں زمین پر رکھ دیں اور تختے دے کر مٹی ڈال دیں (۱) بلاد اسلامیہ میں ہمیشہ سے یہی دستور چلا آتا ہے۔ صندوق میں بند کرکے دفن کرنا مسنون طریقہ نہیں ہے نصاریٰ کا شعار ہے ہاں اگر کوئی خاص ضرورت اور سخت حاجت پیش آجائے تو اس وقت ایسا کرنا مباح ہوتا ہے لیکن بلا ضرورت اپنے اسلامی شعار کو چھوڑ کر اور خود صندوق پر رکھ کر [illegible] نہیں چاہئے۔ در مختار میں صندوق میں رکھ کر دفن کرنے کی اجازت ضرورت کے وقت دی ہے۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ۔

## (۱) میت کو دوسرے شہر منتقل کرنا
## (۲) جنازے کے بعد میت کا منہ دکھانا
## (۳) عورتوں کو اجنبی مرد کی میت دیکھنا جائز نہیں

(الجمعیۃ مورخہ یکم [illegible] ۱۹۲۹ء)

(سوال) زید ایک سید اور مرشد تھے اپنی زندگی میں اپنے ایک قریہ میں مقبرہ تیار کرایا اور اپنے مریدوں کو وصیت کردی تھی کہ ان کی وفات کے بعد مقبرہ مذکور میں ان کو دفن کیا جائے انتقال کی وقت مقبرہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر دوسرے قریہ میں ہوئی اور غسل تجہیز و تکفین کے بعد نماز جنازہ ادا کرکے جب میت مقبرہ مذکور پر لے جانے لگے راستہ میں دیگر دو قریوں کے مسلمانوں نے بھی نماز جنازہ ادا کی مدفن کے قریب پہنچنے پر وہاں کے مریدوں نے ان کا آخری دیدار دیکھنے کی خواہش کی انہیں دیدار سے مشرف کیا گیا ان میں چند مستورات بھی تھیں بعد نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا گیا سوال یہ ہے کہ (۱) میت کو ایک قریہ سے دوسرے قریہ میں بنا بر وصیت یا بلا وصیت لے جانا جائز ہے یا نہیں (۲) ایک بار غسل و کفن و نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد دوبارہ میت کو بے نقاب کرنا جائز ہے یا نہیں (۳) مستورات کے لئے اجنبی مرد کی میت کا منہ (آخری دیدار) کرنے کا کیا حکم ہے؟

(جواب ٤٧) (۱) میت کو ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل کرنا بہتر نہیں ہے (۱) اس صورت میں کہ یہ دوسرا مقام اس میت کے خاندان کا مدفن نہ ہو تاہم منتقل کردیا گیا تو اب اس کی بھی کوئی صورت نہیں (۲) دفن سے پہلے منہ کھول کر دیکھنا مباح ہے۔ (۳) مستورات کو اجنبی میت کو دیکھنا جائز نہیں اپنے محرم

---

(۱، ۲، ۳) ولا بأس باتخاذ تابوت ولو من حجر او حديد له عند الحاجة كرخاوة الارض ويسن ان يفرش فيه التراب

(الدر المختار، باب صلاة الجنائز ۲ / ۲۳٤، ۲۳۵ ط سعید)

(٤) وكذا لو مات في غير بلده يستحب تركه فإن نقل إلى مصر آخر لا بأس به (هندية، باب الجنائز الفصل في القبر والدفن والنقل من مكان إلى آخر ۱ / ۱٦۷ ط کوئٹہ)

(۵) اس زمانے میں چونکہ ان میں کئی مفاسد پیدا ہوگئے ہیں [illegible]
[illegible]

دیکھ سکتی ہیں(۱) محمد کفایت اللہ غفر لہ'

## میت کو جلانا جائز نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۵ اگست ۱۹۳۱ء)

(سوال) میں نے اخبار الجمعیۃ مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۳۱ء میں یہ خبر پڑھی کہ ترکی میں مردے جلانے جدید آئین کے طور قانون پاس ہو گیا ہے کیا یہ خبر سچی ہے؟ اور کیا مذہب اسلامی کی رو سے یہ قانون درست ہے؟

(جواب ۴۸) یہ خبر ابھی تصدیق طلب ہے مسلمان کے لئے میت کو دفن کرنے کے بجائے جلانا حرام ہے خواہ مرض وبائی کے عذر سے ہو۔(۲) محمد کفایت اللہ غفر لہ'

## قبر میں میت کا منہ قبلہ کی طرف ہونا چاہیئے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۳۲ء)

(سوال) امریکہ میں جو امریکن لوگ ہیں ان میں سے جب کوئی فوت ہو جاتا ہے تو دفن کے وقت وہ لوگ اس میت کا چہرہ قطب کی طرف کر دیتے ہیں اور بعض کا جنوب کی طرف بعض کا شمال کی طرف ان کے خیال میں کوئی تفریق نہیں ہے مقتدین یہ پوچھنا چاہتا ہے کہ اگر کوئی مسلمان فوت ہو تو اس کا چہرہ کس طرف کرانا چاہیے؟

(جواب ۴۹) مسلمان میت کا منہ قبر میں قبلے کی طرف رکھنا چاہیے جن ملکوں میں قبلہ مشرق کی طرف ہے وہاں میت کا سر جنوب کی طرف اور پاؤں شمال کی طرف کر کے قبلہ رخ کر کے دفن کیا جائے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

## اجرت لیکر کفار کی پختہ قبریں اور مندر بنانا

(الجمعیۃ مورخہ ۵ اگست ۱۹۳۵ء)

(سوال) یہاں پر بعض مسلمان اجرت یا ٹھیکے پر بت پرستوں مشرک میت کی قبر پختہ پتھروں یا اینٹوں کی

---

(۱) اس حدیث شریف میں خنثی شخص دیکھنے سے منع کیا گیا ہے عن ام سلمۃ قالت کنت عند النبی ﷺ و عندہ میمونۃ فاقبل ابن ام مکتوم وذلک بعد ان امرنا بالحجاب فقال احتجبا منہ فقلنا یا رسول اللہ ﷺ الیس اعمی لا یبصرنا ولا یعرفنا فقال النبی ﷺ افعمیاوان انتما الستما تبصرانہ (ابوداود، کتاب اللباس باب فی قولہ تعالی وقل للمومنات یغضضن من ابصارھن ۲ / ۲۱۲ ط سعید)

(۲) آگ کا عذاب رب ہی کا ہے انسان کو کسی آگ میں جلانا جائز نہیں ہے خواہ موذی جانور وغیرہ ہو چہ جائیکہ مسلمان کی میت کو جلایا جائے حدیث شریف میں ہے ان وجدتم فلانا فاقتلوہ ولا تحرقوہ فانہ لا یعذب بالنار الا رب النار (ابوداود، کتاب الجہاد باب فی کراھیۃ حرق العدو ۲ / ۷ ط مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۳) ویوضع فی القبر علی جنبہ الایمن مستقبل القبلۃ (الھندیۃ، باب الجنائز فصل فی القبر والدفن ۱ / ۱۶۶ ط مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

جانتے ہیں تو کیا یہ پیشہ مسلمان کے لئے جائز ہے یا نہیں (۱) اور جتنے مندر ہیں ہندو لوگوں سے بنواتے ہیں؟

(جواب ۵۰) یہ مزدوری حرام تو نہیں مگر اس میں اعانت ہے اس لئے احتیاط کریں تو اچھا ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ

## دفن کے متعلق دو غلط رسمیں

(سوال) (۱) بعض لوگ کہتے ہیں کہ قبر میں مٹی ڈال کر ہاتھوں کو نہ تو پونچھنا چاہیے نہ دھونا چاہیے (۲) یہ بھی کہتے ہیں کہ جس جنازے کے ساتھ جانا ہو جب تک اس کو دفن کر کے فارغ نہ ہو جائیں اس وقت تک کسی دوسری جگہ جا کر فاتحہ نہیں پڑھنی چاہئے چاہے قبر کے تیار ہونے اور جنازہ کے دفن ہونے میں کتنی ہی دیر ہو

(جواب ۵۱) (۱) مٹی دے کر ہاتھ کو پونچھنے یا دھونے میں شرعی ممانعت نہیں ہے (۲) (۲) یہ بھی غلط ہے کہ جنازے کے ساتھ جانے کے بعد اس کے دفن سے پہلے کسی دوسرے شخص کے لئے دعا یا فاتحہ نہ پڑھے اگر قبر میں دیر ہو تو دوسری میت کے لئے فاتحہ پڑھنے یا اس کے دفن میں شریک ہو جانے یا اپنے کام میں مشغول ہو جانے میں کوئی گناہ نہیں۔ (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ

## کفن دفن کے متعلق چند سوالات

(سوال) بعض لوگ کہتے ہیں کہ (الف) دفن کرنے کے بعد قبر کے سرہانے اور پاؤں کی جانب قبر پر انگلی رکھ کر اول و آخر سورہ بقرہ پڑھنی چاہیے اور جو انگلی رکھ کر نہ پڑھے اس کو برا سمجھتے ہیں (ب) جب میت کو دفن کر چکیں تو میت کے گھر والوں کو چاہئے کہ واپسی میں جب گھر آنے لگیں تو تھوڑے سے پان ضرور خرید لیں (ج) جنازے کی نماز پڑھ کر دعا مانگنی چاہئے ورنہ بے دعا کی نماز ہوگی اور ثواب کم ہوگا (د) جنازے کی نماز کے واسطے کفن کے ساتھ جانماز بھی خریدنی ضروری ہے ورنہ بغیر جانماز کے ثواب کم ہوگا اگرچہ نماز پڑھنے کی جگہ پاک ہو (ہ) مردے کو کفنا کر اس کے کفن میں عہد نامہ رکھنا ضروری ہے اگر کفن میں نہ رکھیں تو قبر میں رکھنا ضروری ہے؟

(جواب ۵۲) (الف) سورہ بقرہ کا اول و آخر تو پڑھنا ثابت ہے (۴) مگر انگلی رکھ کر پڑھنے کا ثبوت کسی کتاب میں میری نظر سے نہیں گزرا البتہ معمول بزرگوں کا انگلی رکھنا ہے جو نہ کرے اس پر صرف معمول بزرگان

---

(۱) قوله وجاز تعمير كنيسة قال في الخانية ولو آجر نفسه ليعمل في الكنيسة ويعمرها لا بأس به لأنه لا معصية في عين العمل (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع ٦/ ٣٩١ ط سعيد)

(۲) [illegible] ثابت ہے [illegible] کوئی حرج نہیں

(۳) عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ من شهد الجنازة حتى يصلي عليه فله قيراط ومن شهد حتى تدفن كان له قيراطان (بخاري، كتاب الجنائز، باب من انتظر حتى يدفن ١/ ١٧٧ ط سعيد)

(٤) وكان ابن عمر يستحب أن يقرأ على القبر بعد الدفن أول سورة البقرة وخاتمتها (رد المحتار، باب صلاة الجنازة ٢/ ٢٣٧ ط سعيد)

ہونے سے الزام قائم نہیں ہو سکتا (ب) پان خریدنے کو لازم سمجھنا غلط اور بدعت ہے (۱) (ج) نماز جنازہ خود دعا ہے اس کے بعد کسی مزید دعا کی ضرورت نہیں ہے (۲) (د) جانماز کفن میں شامل نہیں ہے اور نہ اس کی ضرورت ہے (ہ) عہد نامہ یا کوئی اور لکھی ہوئی چیز مردے کے کفن یا قبر میں رکھنا جائز نہیں ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

# فصل پنجم - رسوم مروجہ بعد الدفن

## قبر پر اذان بدعت ہے

(سوال) اذان قبر پر مسنون ہے یا بدعت یا حرام؟ ایک جماعت اس کو مسنون و باعث ثواب بتاتی ہے اور اپنے استدلال میں یہ وجوہات پیش کرتے ہیں۔ اذان ذکر اللہ ہے ذکر رسول اللہ ہے تلقین بعد دفن ہے وقت سوال نکیرین نافع ہے تکبیر ہے جو بعد دفن میت قبر پر ہوتی اور چند زیادتی مضر نہیں اور حدیث اذا رایتم الحریق الخ سے ثابت ہے اور دعا ہے قبل صلوٰۃ ہے سبب اجابت دعا ہے وحشت میت کو دافع ہے غم و ہم کو دافع ہے سبب نزول رحمت ہے لہذا گزارش ہے کہ اذان قبر مسنون ہو تو اس سے ورنہ ان لوگوں سے استدلالات کے جواب سے مع جواب اصل مسئلہ مشرف فرمائیں۔ بینوا توجروا

(جواب ۵۳) قبر پر اذان دینا بدعت یا حرام ہے اس کا مرتکب گنہگار ہوگا ہم احناف کے یہاں کوئی روایت ایسی نہیں جو اس کے مسنون ہونے پر دلالت کرے شافعیہ کے ہاں ایک روایت ہے لیکن اس کو بھی ابن حجر نے رد کر دیا ہے تو گویا قبر پر اذان دینا باتفاق حنفیہ و محققین شافعیہ بدعت ہے (۴) کسی کا یہ کہنا کہ اذان ذکر اللہ اور ذکر رسول اللہ ہے اس میں کلام نہیں لیکن ذکر اللہ اور ذکر رسول اللہ بھی کسی ایسی جگہ استعمال کرنا جہاں شریعت سے ثبوت نہیں بدعت ہے (۵) اخرج عبداللہ بن مسعود بالجماعة الذين كانوا يجلسون بعد المغرب و فيهم رجل يقول كبروا الله كذا و كذا و سبحوا الله كذا و كذا واحمدوا الله

---

(۱) اس لئے کہ شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں اور غیر ثابت شئی کو لازم سمجھنا اور باعث ثواب سمجھنا بدعت ہے

(۲) لا يقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة لانه دعا مرة لان اكثرها دعاء (البزازية على هامش الهندية ۴/ ۸۰ مكتبة ماجدية كوئٹہ)

(۳) سئل عن كتابة العهد على الكفن وقد افتى ابن الصلاح بانه لا يجوز ان يكتب على الكفن يٰس والكهف فالاسماء المعظمة باقية على حالها فلا يجوز تعريضها للنجاسة (رد المحتار، باب الجنائز، مطلب فيما يكتب على الكفن ۲/ ۲۴۶ ط سعيد)

(۴) لا يسن الاذان عند ادخال الميت في قبره كما هو المعتاد الآن وقد صرح ابن حجر في فتاويه بانه بدعة الخ (رد المحتار، باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۳۵ ط سعيد)

(۵) ويكره عند القبر ما لم يعهد من السنة والمعهود ليس الا زيارته والدعاء عنده قائما (الهندية، باب الجنائز ۱/ ۱۶۶ مكتبة ماجدية)

کذا و کذا فیفعلون فحضر هم فلما سمع ما یقولون قام فقال انا عبدالله بن مسعود فو الذی لا اله غیره لقد جئتم ببدعة ظلماء او لقد فقتم اصحاب محمد ﷺ علما (مجالس الابرار)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ان ذاکرین کو منع کرنا صرف اس وجہ سے تھا کہ اس وقت اور اس طرح جہر کے ذکر اللہ کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں تو ان ذاکرین کو اس [illegible] کا کیا حق تھا تلقین بعد الدفن اس میں شک نہیں کہ ایک طریقہ مسنونہ ہے لیکن اس کی صورت وہی ہے جو شریعت نے بتائی ہے اذان اس میں داخل نہیں صرف تلقین بعد الدفن کے ثبوت اور اذان کے ذکر اللہ و ذکر رسول اللہ ہونے سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ اذان تلقین کے لئے دے سکتے ہیں اس کے لئے مدعی کو نقل صریح پیش کرنے کی ضرورت ہے یہ کہنا کہ قبر پر اذان دینا سوال نکیرین کے وقت نافع ہے اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب کہ شریعت سے اس نفع پہنچنے کا کچھ ثبوت ہو اذان ایک خاص ذکر شرعی ہے صرف تکبیر کے ثبوت سے اذان کو ثابت کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ سعد بن معاذ کی قبر کی تکبیر کے ثبوت سے کوئی استدلال کرکے دو رکعت نماز متصل قبر بعد الدفن مقرر کردے یا انہیں وجوہ سے جو مستدل نے اذان قبر کے لئے تراشی ہیں کوئی نماز عیدین کے لئے اذان مقرر کردے یا اذان میں آخر کلمہ لا اله الا الله کے بعد محمد رسول الله کہنا مقرر کرلے وغیرہ حدیث اذا رایتم الحریق فکبروا سے اگر کچھ ثابت ہے تو صرف اس قدر کہ جس وقت آگ لگے تو تکبیر ہو اور تکبیر سے اذان بھی مراد لے لی جائے تاکہ اذان قبر کے لئے یہ حدیث کیونکر دلیل ہو سکتی ہے کیونکہ وہاں کوئی شخص ظاہراً آگ نہیں دیکھتا اور اگر عذاب قبر کو حکماً حریق مان بھی لیں تاہم میت مسلم کے ساتھ ایسا ظن ظنوا المسلمین خیرا کے منافی ہے اذان دعا ہے عمل صالح ہے سبب اجابت دعا ہے وحشت میت کو دافع ہے غم و ہم کو دافع ہے سبب نزول رحمت ہے یہ سب کچھ سہی لیکن قبر پر جائز ہونے کے لئے ثبوت ضروری ہے ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ اذان عیدین ناجائز ہو آخر عیدین کی اذان میں بھی تو سب نہیں تو بعض باتیں پائی جاتی ہیں پھر اس کو ناجائز کہنے کی کیا وجہ اور اس ترجیح بلا مرجح اور [illegible] کا کیا سبب ہو سکتا ہے واللہ اعلم۔ کتبہ محمد کفایت اللہ غفر لہ شاہجہانپوری مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

## قبر پر اذان بدعت ہے

(سوال) میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر بانگ دینی جائز ہے یا ناجائز؟ المستفتی نمبر ۱۲۲۰ پنشنر مہدی خاں صاحب (ضلع کاملپور) ۷ رجب ۱۳۵۵ھ م ۷ اکتوبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۵۴) قبر پر اذان کہنا بدعت ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(۱) مجلس نمبر ۱۸ ص ۱۵۶ طبع دار الاشاعت کراچی

(۲) [illegible] باب تکبیر ۳ حدیث نمبر ۳۴۲۴ ط مکہ مکرمہ کتب الضعفاء للعقیلی ۲ / ۲۹۶ ط دار الکتب بیروت (۳) یہ حدیث نہیں [illegible] صفحہ نمبر ۶۵ حاشیہ نمبر ۴

(**جواب دیگر ۵۵**) دفن کے بعد قبر پر اذان کہنا نہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے نہ صحابہ کرام سے نہ اماموں سے اس لئے یہ فعل بدعت ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ دہلی

## قبر پر اذان بدعت ہے

(سوال) میت کے دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا سنت متواترہ میں سے ہے یا امور محدثہ میں سے اور یہ تارک اس کا قابل ملامت ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۷۲ فیروز خاں (ضلع جہلم) ۲ جمادی الاول ۱۳۶۱ھ م ۱۸ مئی ۱۹۴۲ء

(**جواب ۵۶**) میت کے دفن کے بعد قبر پر اذان کہنا آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کے زمانے میں مروج اور معروف نہ تھا نہ آقائے دوجہاں نے اس کا حکم دیا نہ کسی صحابی یا تابعی یا امام مجتہد نے اس کی ترغیب دی نہ حنفی فقہ میں اس کی کوئی تائید ملتی ہے ہاں بعض شافعیوں نے یہ فرمایا ہے کہ نماز کے سوا جن مقامات میں اذان جائز ہے ان میں میت کو قبر میں اتارتے وقت کی اذان بھی شامل ہے مگر اذان بعد الدفن کا ثبوت اتنا قوی نہیں کہ اس کو سنت قرار دیا جائے اس کے تارک کو ملامت کرنا جہالت اور سنت نہ ہونے بلکہ اس کو ترک کرنا سنت ماثورہ سے زیادہ قریب ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ دہلی

(**جواب دیگر ۵۷**) دفن کے بعد قبر پر اذان دینا حنفی مذہب میں کہیں مذکور نہیں بعض شافعیوں نے اپنی کتابوں میں ایک قول ضعیف کے طور پر اس کو ذکر کیا ہے اور یہ یقینی ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں اذان علی القبر مروج و معمول نہ تھی پس اذان نہ دینا اقرب بالسنت ہے اور اس کو ایک ضروری امر قرار دینا بدعت ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ دہلی

## دفن کے بعد کی چند رسومات

(سوال) میت سے فراغت ہونے کے بعد جو رسوم حاضری نکالنے کی ہے اور سوئم پھول کرنے کی ہے ان رسوم میں تمام برادری اور کنبہ والوں کو جمع کرکے کھانا وغیرہ دیا جاتا ہے اور جو قومی نمائندے ہیں وہ سرداری کا کھانا اپنے گھر تک لے جاتے ہیں اس میں یتیم اور بیوہ کی حق تلفی ہوتی ہے اور اگر متوفی غریب ہے تو بھی قرض لے کر صرف کیا جاتا ہے جس کا بار یتیم بچوں پر پڑتا ہے اور طباق کھانے کا بھر کر قبر پر بھیجا جاتا ہے اور چالیس روز تک اس کے عزیز بطریق سوگوار ہونے کے کسی کی شادی میں شریک نہیں ہوتے یہ جملہ رسوم بروئے شرع جائز ہیں یا نہیں؟

(**جواب ۵۸**) میت سے فراغت کے بعد بہت سی رسمیں مروج ہیں اور ان میں سے اکثر رسمیں خلاف شرع ہیں مثلاً حاضری لگانا دن معین کرکے پھول کرنا برادری کو جس میں امیر غریب ہر طرح کے لوگ

---

(۱) دیکھیں صفحہ نمبر ۶۵ حاشیہ نمبر ۳

(۲-۳) دیکھیں صفحہ نمبر ۶۵ حاشیہ نمبر ۳

شامل ہوتے ہیں کھانا دینا اور قومی نمائندوں کو سرداری کا حصہ دینا مشترکہ ترکے میں سے یہ تمام خرافات ممنوع ہوتے ہیں۔ بعد میت کے عزیزوں کا چالیس روز تک کسی شادی میں شریک نہ ہونا یہ تمام رسوم ناجائز اور بدعت ہیں ترکہ کے مستحق وارثوں میں اگر کوئی نابالغ ہو یا کوئی موجود نہ ہو یا تمام بالغ وارثوں کی رضامندی نہ ہو تو اس میں سے یہ فضول اخراجات و خیرات وغیرہ کرنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ حق تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ جو لوگ یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتے ہیں (۲) ایصال ثواب کے لئے صدقہ خیرات کرنا اچھی بات ہے (۳) مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ نہ تو مال یتیموں اور نابالغوں کا ہو اور نہ خلاف شریعت رسوم کی پابندی کے ساتھ کیا جائے غریب آدمیوں کو مجبور کرنا کہ وہ قرض اٹھا کر برادری کو کھلائیں ورنہ ان کو طعن و تشنیع کرنا سخت گناہ کی بات ہے۔ محمد کفایت اللہ غفر لہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی احقر مظہر الدین غفرلہ۔

## دفن کے بعد قبر پر اذان بدعت ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۳۳ء)

(سوال) میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۵۹) قبر پر میت کے دفن کے بعد اذان کہنا آنحضرت ﷺ نے تعلیم نہیں فرمایا نہ صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدینؒ نے اس کے متعلق کوئی ہدایت کی نہ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ اور ائمہ عظامؒ کے زمانے میں اس کا رواج ہوا اس لئے یہ فعل مسنون اور مستحب نہیں ہے اور اس کا رواج ڈالنا بدعت ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

## میت کے ساتھ غلہ قبرستان لے جانا اچھا نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۳۵ء)

(سوال) (۱) کیا میت کے ساتھ قبرستان کو نان وغیرہ لے جا کر غرباء کو تقسیم کرنا جائز ہے؟ مکان پر ہی تقسیم کرنا جائز نہیں؟ (۲) کیا موتی (مرے ہوئے) لوگوں کے نام سے دہم بستم و چہلم کی فاتحہ دینا

---

(۱) ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع في السرور لا في الشرور وهي بدعة مستقبحة وروى الإمام أحمد وابن ماجه بإسناد صحيح عن جرير بن عبد الله قال كنا نعد الاجتماع إلى أهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة فتح القدير ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ولا سيما إذا كان في الورثة صغار أو غائب وإن كان ذلك فلا شك في حرمته وبطلان وصيته. (رد المحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت ٢/٢٤٠ ط سعيد)

(٢) إن الذين يأكلون أموال اليتامى ظلما إنما يأكلون في بطونهم نارا: النسآء، ١٠

(٣) وإن اتخذ طعاما للفقراء كان حسنا (رد المحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت ٢/٢٤٠ ط سعيد)

(۴) دیکھیں صفحہ ۶۵ حاشیہ نمبر۴

ضروری ہے؟

(جواب ۶۰) قبرستان میں کھانا وغیرہ لے جانا لازم نہیں بلکہ لے جانا اچھا نہیں گھر پر ہی فقراء و مساکین و یتیموں کو دینا بہتر ہے کہ یہ صورت ریاء و نمائش سے دور ہے ایصال ثواب تو مستحسن ہے لیکن دہم بستم چہلم وغیرہ لازمی نہیں حسب وسعت جب ہو سکے صدقہ کرکے میت کو ثواب بخش دیا جائے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## فصل ششم۔ تلقین وطلب مغفرت

### حدیث "اذا ... فقولوا خیرا" سے میت کے لئے اجتماعی دعا پر استدلال درست نہیں

(سوال) قال رسول اللہ ﷺ اذا حضرتم المریض او المیت فقولوا خیرا فان الملئکة یؤمنون علی ما تقولون، (مرقوم) اس حدیث سے میت پر دعا کرنا قبل دفن مجتمعاً ہونا ثابت ہے یا فرداً فرداً؟

(جواب ۶۱) جمع کے صیغے میں اگر مخاطب عام مومنین ہوں کوئی معین جماعت نہ ہو تو اس میں فعل کے اجتماعی یا انفرادی کیفیت پر ادا کئے جانے سے کوئی تعرض نہیں ہوتا اور اگر مخاطب کوئی خاص جماعت ہو اور کوئی قرینہ موجود ہو کہ سب سے ایک ہی وقت میں ایقاع فعل مقصود ہے جب تو اجتماع پر دلالت ہوتی ہے ورنہ نہیں حدیث مذکورہ فی السوال میں خطاب عام مومنین کو ہے لہذا اس کا مفہوم صرف یہ ہے کہ ہر مسلمان جب کسی مریض کی عیادت یا کسی میت کی تجہیز و تکفین میں جائے تو اسے چاہیے کہ کوئی بری بات زبان سے نہ نکالے جو کچھ کہے وہ مریض کی بھلائی و عافیت و تسکین یا میت کی مغفرت یا ذکر خیر کے الفاظ ہوں تاکہ فرشتے جو اس وقت مریض و میت کے پاس کہنے والوں کی دعا پر آمین کہتے ہیں تمہاری اچھی دعاؤں پر آمین کہیں کہنے والا ایک ہو یا دو یا زیادہ بھی ہوں تاہم ان کے لئے قصد اجتماع کا حکم حدیث میں نہیں یہ دوسری بات ہے کہ اتفاقاً اجتماع فی الدعا ہو جائے تو مضائقہ بھی نہیں حدیث مذکورہ فی السوال میں جو حکم ہے ایسا ہی ہے جیسے ان احادیث میں ہے لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ (۲) یعنی قریب الموت اشخاص کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو ظاہر ہے کہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ہر شخص کو جسے خود یہ حکم ہے کہ وہ ایسا کرے لیکن جب مقصود حاصل ہو جائے یعنی ایک شخص میت کے سامنے کلمہ پڑھ رہا ہو تو محض اس وجہ سے کہ لقنوا جمع کا صیغہ ہے تمام حاضرین سے تلقین کرانا اور قریب الموت شخص کے دماغ کو پریشان کرنا محض نادانی اور جہالت ہوگی

---

(۱) وقال ایضاً ویکره اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل المیت لانه شرع فی السرور ... وفی البزازیة یکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم ... وفیها من کتاب الاستحسان وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا ... واطال فی ذلک فی المعراج وقال هذه الافعال کلها للسمعة والریاء فیحترز عنها (رد المحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب فی کراهة الضیافة من اهل المیت ۲ / ۲٤۰ ط سعید)

(۲) مسلم شریف، کتاب الجنائز، فصل فی تلقین المحتضر لا اله الا الله ۲ / ۳۰۰ ط سعید

(۳) مسلم شریف، کتاب الجنائز، فصل فی تلقین المحتضر لا اله الا الله ۲ / ۳۰۰ ط سعید

چونکہ اس صیغہ جمع سے اجتماع تو علیحدہ اشتراک فی فعل التلقین بھی مقصود نہیں ہے بلکہ محض وجود تلقین مطلوب ہے اسی طرح حدیث اقرؤوا سورۃ یٰسٓ علی موتاکم (رواہ احمد)(۱) میں اقرؤوا صیغہ جمع ہے لیکن یہ مقصود نہیں کہ تمام مسلمانوں یا تمام حاضرین کو یہ حکم ہے کہ وہ جمع ہو کر سب کے سب یٰسٓ پڑھیں اور قریب الموت کو تکلیف دیں اسی طرح حدیث اغسلوہ بماء وسدر (۲)(متفق علیہ) میں یہ مقصود نہیں کہ تمام حاضرین جمع ہو کر غسل دیں اسی طرح حدیث اذکروا محاسن موتاکم و کفوا عن مساویھم (۳) (رواہ ترمذی) میں یہ مقصود نہیں کہ میت کے محاسن بیان کرنے کے لئے اجتماع کرو اور سب مل کر اس کے فضائل بیان کرو باوجودیکہ ان سب احادیث میں جمع کے صیغے ہیں مگر چونکہ مخاطب عام مومنین ہیں اس لئے ہر واحد بجائے خود مامور ہے اور کہیں نفس وجود فعل مقصود ہے تو وہاں صرف ایک شخص کا فعل بھی کافی ہے اور کہیں استحباب فعل بتانا اور ہر شخص سے اس کی طلب مطلوب ہے اس میں بھی اجتماع کا قصد و اہتمام مراد نہیں جیسے اذکروا محاسن موتاکم میں ہاں جب مخاطب کوئی جماعت معینہ ہو اور ہر شخص سے ایقاع فعل ایک خاص زمانے میں مقصود ہو تو وہاں اجتماع کا ثبوت ہو سکتا ہے جیسے بعد دفن تھوڑی دیر ٹھہر کر آنحضرت ﷺ کا حاضرین سے فرمانا کہ استغفروا لاخیکم واسالوا لہ التثبیت فانہ الآن یسئل (۴) یعنی اپنے بھائی کے لئے تم استغفار اور سوال تثبیت کرو کیونکہ وہ اس وقت سوال کیا جاتا ہے ظاہر ہے کہ یہاں مخاطب حاضرین کی ایک معینہ جماعت ہے اور سب سے فعل استغفار اسی خاص وقت میں جو وقت سوال نکیرین کا ہے مطلوب ہے اس لئے اس میں تو اجتماع کا ثبوت ہے کہ سب نے مل کر ایک وقت میں دعا مانگی اگرچہ یہ اجتماع بھی قصداً اجتماع للدعا نہیں ہے مگر نفس دعا اجتماعی ثابت ہے اور یہی معمول و متوارث ہے لیکن حدیث مذکور فی السوال کو اجتماع سے کوئی تعلق نہیں۔ واللہ اعلم

## حدیث استعیذوا باللہ سے میت کے لئے دفن سے پہلے اور اجتماعی دعا پر استدلال درست نہیں

(سوال) مشکوۃ شریف (۵) (باب مایقال عند من حضرہ الموت) عن البراء بن عازب قال خرجنا مع رسول اللہ ﷺ فی جنازۃ رجل من الانصار فانتہینا الی القبر ولما یلحد فجلس رسول اللہ ﷺ وجلسنا حولہ کان علی رؤوسنا الطیر وفی یدہ عود ینکت بہ الارض فرفع فقال استعیذوا باللہ

---

(۱) مسند احمد، حدیث معقل ابن یسار ۵/ ۲۶ ط بیروت، بلفظ "اقرؤھا علی موتاکم یعنی یٰسٓ"

(۲) بخاری، کتاب الجنائز، باب الحنوط للمیت ۱/ ۱۶۹ قدیمی و مسلم، کتاب الجنائز، فصل فی غسل المیت ۱/ ۳۰۴ ط قدیمی

(۳) ترمذی شریف، کتاب الجنائز ۱/ ۱۹۸ ط سعید

(۴) ابوداؤد شریف، کتاب الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للمیت ۲/ ۱۰۳ امدادیہ ملتان

(۵) مشکوۃ کتاب الجنائز، باب ما یقال عند من حضرہ الموت، ۱/ ۱۴۲ ط سعید و مسند احمد حدیث براء بن عازب ۴/ ۲۸۷ ط المکتب الاسلامی بیروت

من عذاب القبر مرتین او ثلاثا الخ اس حدیث سے پناہ مانگنا مجتمعاً ثابت ہوتا ہے یا فرداً فرداً اور اس حدیث سے قبل دفن پناہ مانگنا ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

(جواب ۶۲) هو الموفق حدیث مذکور ایک طویل حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بندہ مومن اور کافر کے نزع روح کے حالات مفصل بیان فرمائے ہیں اور بعد مفارقت عن البدن کے جو حالات کہ مومن اور کافر کے ساتھ پیش آتے ہیں انہیں بیان فرمایا ہے اور عذاب قبر اور اس کی کیفیت بیان فرمائی ہے اور چونکہ دفن میت میں دیر تھی (جو اشارہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے) اور لوگ مجتمع تھے اس لئے اس وقت کے مناسب حضور اکرم ﷺ نے انہیں نصیحت کرنا مناسب خیال فرمایا اور چونکہ عذاب قبر ایک خوفناک چیز ہے اور ہر شخص کو اس کا خوف ہونا چاہیے اور اس سے بچنے کی دعا کرنی چاہیے اس لئے حضور ﷺ نے تمام حاضرین کو خطاب کرکے فرمایا کہ استعیذوا باللہ من عذاب القبر - یعنی عذاب قبر سے خدا کی پناہ مانگو بار بار یہ مقصود نہیں کہ تم سب اس وقت مل کر عذاب قبر سے پناہ مانگو اور نہ حدیث میں کوئی ایسا لفظ موجود ہے جس سے یہ سمجھا جائے کہ اس مردے کے لئے عذاب قبر سے بچنے کی دعا منگوانی مقصود ہے جس کے دفن میں سب حاضر ہوئے تھے کیونکہ خاص اس کے لئے تو عذاب قبر سے بچنے اور تثبیت کی دعا بعد الفراغ من الدفن آپ کرنے والے ہی تھے نیز اگر اس کے لئے دعا کرانی مقصود ہوتی تو لاخیکم یا اسی قسم کے اور کوئی الفاظ فرماتے پس حدیث مذکورہ فی السوال کا مطلب صرف یہی قدر ہے کہ عذاب قبر ایک ہولناک اور سخت چیز ہے اس سے تم سب پناہ مانگا کرو دوسرے یہ کہ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ خاص اس مردے کے لئے عذاب قبر سے بچنے کی دعا کرانی مقصود تھی (اگرچہ یہ مطلب سیاق حدیث اور آنحضرت ﷺ کے عمل کے موافق نہیں) تاہم ظاہر ہے کہ ان کا یہ اجتماع بغرض دعا نہ تھا دفن کے لئے حاضر ہوئے تھے دفن میں دیر تھی کہ آنحضرت ﷺ اور سب لوگ بیٹھ گئے آپ نے فرمایا کہ تم سب عذاب قبر سے بچنے کی دعا کرو اس سے یہ بھی لازم نہیں کہ سب ایک ہی ساتھ دعا کریں اور ایک ہی مرتبہ دعا کریں بلکہ جب تک بیٹھے رہیں بطور خود دعا و استغفار کرتے رہیں پس اس حدیث سے دعا کے لئے اجتماع واہتمام کرنے کے جواز پر تمسک کرنے کی کوشش فضول ہے والتفصیل فی رسالتنا دلیل الخیرات و خیر الصلات - واللہ اعلم بالصواب۔

## میت کے لئے اجتماعی دعا ثابت نہیں بلا قصد اجتماعی صورت بن جائے تو مضائقہ نہیں

(سوال) فی سنن ابی داود کان النبی ﷺ اذا فرغ من دفن المیت وقف علی قبره وقال استغفروا لاخیکم واسالوا اللہ له التثبیت الخ(۱) مرقومہ بالا حدیث سے مغفرت مانگنا مجمعاً ثابت ہوتا ہے یا فرداً فرداً بینوا توجروا۔

---

(۱) کتاب الجنائز' باب الاستغفار عند القبر للمیت' ۱۰۳/۲ مکتبہ امدادیہ' ملتان

(جواب ۶۳) ہاں اس حدیث کے سیاق سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تمام حاضرین ایک ساتھ واپس ہوتے تھے کیونکہ دفن سے فارغ ہونے کے بعد واپس ہونے کا موقع تھا لیکن اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ واپسی میں کچھ تاخیر و توقف فرماتے تھے اور میت کی تثبیت و مغفرت کی خود بھی دعا فرماتے تھے اور حاضرین کو بھی اسی وقت دعا کرنے کا حکم کرتے تھے کیونکہ فانه الان یسئل اس کا قرینہ ہے پس تھوڑی دیر سب کا توقف کرنا اور حاضرین کو اسی وقت دعا و استغفار کا حکم فرمانا اور سب کا موجود ہونا اور اس وقت کا وقت قرب سوال نکیرین ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ سب حاضرین کی دعا ایک وقت میں اجتماعاً ہوتی تھی اور یہی معمول و متوارث ہے لیکن واضح رہے کہ یہ اجتماع جو اس حدیث سے ثابت ہے اجتماع قصد للدعا بھی نہیں ہے بلکہ اجتماع قصدی دفن کے لئے ہے اگرچہ یہ سب امور متذکرہ بالا اس وقت دعا بھی اجتماعی طور پر ہوتی۔ واللہ اعلم

## موت کے بعد تلقین کو بدعت کہنا درست نہیں

(سوال) درباره مسئلہ تلقین موتی بعد الدفن - تحریر بنام مولوی عبدالکریم صاحب متعلم کی خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔ از حضرت مفتی اعظم مدظلہ ۱۰ رجب ۱۳۵۰ھ م ۲۸ نومبر ۱۹۳۱ء

محترمی جناب مولوی عبدالکریم صاحب دام مجدہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عنایت نامہ موصول ہوا آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ مدرسہ امینیہ کے نائب مفتی مولوی حبیب المرسلین صاحب کا تحریر کردہ فتویٰ پہنچا جس میں مولوی صاحب موصوف نے تلقین بعد الدفن کو مشروع و مستحب لکھا ہے آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اس فتوے سے معلوم ہوتا ہے کہ نائب مفتی صاحب بدعتی ہیں کیونکہ ظاہر الروایۃ میں لا یلقن بعد الدفن موجود ہے۔

(جواب ۶۴) جواباً عرض ہے کہ میں نے نائب مفتی صاحب سے معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے یہ فتویٰ لکھا ہے آپ کا عنایت نامہ موصول ہونے پر میں نے مسئلے پر غور کیا تو میرے خیال میں تلقین کو مشروع و مستحب کہنا بدعتی ہونے کی دلیل بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ تلقین بعد الدفن کو بدعت نہیں کہا جا سکتا آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ظاہر الروایۃ میں لا یلقن بعد الدفن لکھا ہے اول تو یہ الفاظ ظاہر الروایۃ کے کس جگہ سے آپ نے نقل فرمائے ہیں مجھے معلوم نہیں دوسرے بصورت تسلیم یہ بھی لازم نہیں کہ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہمیشہ بدعت ہی ہوا کرے۔

(۱) شامی نے درمختار کے اس قول پر ولا یلقن بعد تلحیده یہ لکھا ہے ذکر فی المعراج انه ظاهر الروایة (۲) اور اس کے بعد خبازیہ ورکافی سے یہ بھی نقل کرتا لکھا ہے کہ ان هذا علی قول السعرب اما عند اهل السنة والجماعة فالحدیث ای لقنوا موتاکم لا اله الا الله محمول علی

---

(۱) کتاب الجنائز' باب الاستغفار عند القبر للمیت ۲/۱۰۳ مکتبہ امدادیہ ملتان

(۲) باب صلاة الجنائز' مطلب فی تلقین بعد الموت' ۲/۱۹۱ ط سعید

حقیقته ۔ (۱)

(۲) فتح القدیر میں ہے واما التلقین بعد الموت وهو فی القبر فقیل یفعل لحقیقة ما روینا ونسب الی اهل السنة والجماعة وخلافه الی المعتزلة وقیل لا یؤمر به ولا ینهی عنه ۔ (۳) کبیری میں ہے واما التلقین بعد الدفن فقیل یفعل لحقیقة ما روینا وقیل لا یؤمر به ولا ینهی عنه ۔ اور ذرا آگے لکھا ہے وانما لا ینهی عن التلقین بعد الدفن لانه لا ضرر فیه بل فیه نفع فان المیت یستانس بالذکر علی ما ورد فی الآثار ۔

(۴) بحر الرائق میں ہے وحینئذ فلا حاجة الی الاستدلال بالحدیث الآخر لقنوا موتاکم قول لا اله الا الله فان حقیقة التلقین بعد الموت وقد اختلفوا فیه وقولهم انه مجاز قول لا دلیل علیه لان الاصل الحقیقة ۔ (۵) ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ممانعت تلقین کا حکم ظاہر روایت نہیں ہے معراج الدرایہ کا اس کو ظاہر روایت کہنا بظاہر محل تامل ہے ورنہ اس کو معتزلہ کی رائے بتانا اور جواز کے قول کو اہل سنت کا مذہب قرار دینا اور حافظ ابن ہمام و صاحب بحر و علامہ حلبی کا اس پر کچھ تعرض نہ کرنا بلکہ اس کے خلاف جواز کے قول کو ترجیح دینا گویا ظاہر روایت کو معتزلہ کا مذہب قرار دے کر چھوڑ دینا اور اس کے خلاف کو اہل سنت و جماعت کا مذہب قرار دے کر اس کو ترجیح دینا اور اوفق بالروایت بتانا لازم آتا ہے حاصل یہ ہے کہ اس کو بدعت قرار دینا اور مشروع و مستحب کہنے والے کو بدعتی سمجھنا درست نہیں۔

حافظ ابن ہمام نے اس پر طویل بحث کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جن فقہائے حنفیہ نے تلقین بعد الدفن سے منع کیا ہے ان کی ممانعت کا منشا عدم سماع موتی کا مسئلہ ہوا ہے اور عدم سماع موتی کا مسئلہ انہوں نے مسئلہ یمین لو حلف لا یکلم فلانا فکلمه بعد موته لا یحنث سے اخذ کیا ہے اس سے اشارۃً سمجھا جاتا ہے کہ تلقین بعد الدفن کا مسئلہ ظاہر روایت میں نہیں ہے میں نے جو کچھ عرض کیا ہے اگر جناب کی رائے میں صحیح ہو تو حضرت مخدوم معظم مولانا تھانوی دامت برکاتہم کی خدمت میں پیش فرما کر حضرت کی رائے عالی سے مطلع فرمائیں والسلام حضرت کی خدمت میں سلام نیازمندانہ عرض ہے۔ محمد کفایت اللہ غفر لہ

## (۱) دفن کے بعد تلقین نہ کرنا بہتر ہے

(سوال) مردے کو دفن کے بعد تلقین جائز ہے کہ نہیں اور اہل سنت والجماعت کا کیا مسلک ہے اور معتزلہ

---

(۱) باب صلاة الجنائز' مطلب فی التلقین بعد الموت ۲/۱۹۱ ط سعید

(۲) باب الجنائز' ۲/۱۰٤ ط مکتبه مصطفی البابی مصر

(۳) فصل فی الجنائز ص ۵۷٦ ط سهیل اکیدمی

(٤) کتاب الجنائز ۲/۱۸٤ ط بیروت

(۵) اصول الشاشی- فصل فی متعلقات النصوص ص ۳۱ ط قدیمی

تاریخ

(جواب ۶۵) حنفیہ تو تلقین کے قائل نہیں کیونکہ ان کے نزدیک سماع موتی ثابت نہیں جو لوگ سماع کے قائل ہیں ان کے نزدیک تلقین مفید ہے اور اگر کوئی کرے تو اسے روکنا بھی نہیں چاہیے معتزلہ کے نزدیک چونکہ مردوں کا قبر میں زندہ ہونا ہی صحیح نہیں ہے اس لئے وہ بھی تلقین کے قائل نہیں حنفیہ باوجود عدم سماع اموات کے قائل ہونے کے تلقین کے فائدے کے قائل ہیں خواہ مردہ سنے یا نہ سنے حق تعالیٰ اسے تو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی مہر دار الافتاء مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی

## دفن کے بعد فاتحہ خوانی کی چند رسوم

(سوال) یہاں مدت سے یہ رسم و رواج ہے کہ نہلانے کے بعد میت کو جنازے میں رکھ کر جمع ہو کر اہتمام کے ساتھ فاتحہ پڑھتے ہیں پھر نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد جنازہ اٹھانے سے پہلے سب لوگ دوبارہ ہاتھ اٹھا کے ساتھ فاتحہ پڑھتے ہیں تیسرے وہ اس دعا کے جو بعد فراغ دفن متصل پڑھی جاتی ہے اس وقت بھی دوبارہ فاتحہ ہوتی ہے جب دفن میں قبرستان کے دروازے پر پہنچتے ہیں بعض جگہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب قبرستان سے میت کو رکھتے ہیں تب بھی جمع ہو کر فاتحہ پڑھتے ہیں اور دروازہ قبرستان پر فاتحہ پڑھنے کے بعد وہاں پر بھی دوسری فاتحہ پڑھی جاتی ہے یعنی اول تین موقعوں پر فاتحہ پڑھنے کا عام رواج ہے اور پچھلے موقعوں پر فاتحہ پڑھنے کا عام رواج نہیں ہے یعنی کہیں ہے اور کہیں نہیں ہے لیکن اب ایک عالم یہاں تشریف لائے ہیں ان سے دریافت کیا گیا تو وہ یہ فرماتے ہیں کہ ان مختلف وقتوں میں اس کے ساتھ فاتحہ پڑھنا بدعت خلاف سنت ہے بالخصوص جب کہ تارک کو قابل ملامت بھی سمجھتے ہیں اور وہ بتلاتے ہیں کہ حسب تصریح علامہ شامی وغیرہ صلوۃ جنازہ خود دعا ہے چنانچہ رد المحتار جلد اول ص ۶۴۱ ہے فقد صرحوا عن آخرهم بان صلوة الجنازة هي الدعاء للميت اذ هو المقصود منها (۳) اور فاضل اجل علامہ ملا علی قاری حنفی مرقاۃ شرح مشکوۃ کے باب الجنائز میں تحت قول ابن ہمام تحریر فرماتے ہیں ولا يدعى للميت بعد صلوة الجنازة لانه يشبه الزيادة في صلوة الجنازة (۴) اور بعض کتب میں محیط سے نقل کیا ہے لا يقوم الرجل بالدعاء بعد صلوة الجنازة (۵) اور بزازیہ میں منقول ہے في السراجية اذا فرغ من الصلوة لا يقوم

---

(۱) واختلف في تلقينه بعد الموت قبل الدفن وقيل لا يلقن وهو ظاهر الرواية اذ المراد بموتاكم في الحديث من قرب من الموت ، طحطاوي على الدر المختار باب صلاة الجنائز ۱/ ۳۶۳ ط دار المعرفة بيروت

(۲) واما لا ينهى عن التلقين بعد الدفن لانه لا ضرر فيه بل فيه نفع (حلبي كبير فصل في الجنائز ص ۵۷۶ ط سہیل اکیڈمی لاہور) [illegible] ضرر بعد [illegible] فيه و بركه اهل السنة فعلمه خوف ليهمه فلا يلقن ، اعلاء السنن ابواب الجنائز باب ما يلقن المحتضر ۸/ ۷۴ ادارة القرآن)

(۳) باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۱۰ ط سعيد)

(۴) باب المشي بالجنازة والصلاة عليها' الفصل الثالث ۴/ ۶۴ ط امدادیه ملتان

(۵) لم اطلع على هذه العبارة

بالدعاء۔ اور یوں کہتے ہیں کہ متصل قبر پر دعا مانگنا کتب احادیث میں جناب رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور مروجہ کا ثبوت کتب احادیث وفقہ واقوال علماء سے ثابت نہیں پس ارشاد ہو کہ ان عالم صاحب کا یہ فرمانا ٹھیک ہے یا نہیں؟ المستفتی حاجی داود ہاشم یوسف مرچنٹ اسٹریٹ نمبر ۳۸ شہر رنگون (برما)

(جواب ۶۶) میت کے لئے دعائے مغفرت جائز اور مستحسن ہے کیونکہ اموات کو دعائے مغفرت کی سخت حاجت ہے لیکن وہ دعا وہی مفید ہو سکتی ہے جس کے ساتھ کوئی امر مذموم شامل نہ ہو موقع مذکورہ فی السوال میں دعا کا اہتمام کرنا اور بہیئت اجتماعیہ دعا مانگنا آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام اور تابعین عظام وائمہ اعلام سے ثابت نہیں اور یہ عدم ثبوت کم از کم اتنا تو بتاتا ہے کہ ان موقع میں اس ہیئت واہتمام کے ساتھ اگر محبوب و مستحسن ہوتی تو حضرات موصوفین سے ضرور منقول ہوتی لکونهم احرص شیء علی الخیر پس حضرات سلف صالحین سے منقول نہ ہونا اس کے استحسان واستحباب کی نفی کے لئے کافی ہے۔

رہی اباحت تو اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ فقہائے کرام سے نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے میں دو قول منقول ہیں ایک تو یہ کہ کچھ مضائقہ نہیں۔ (۲) دوسرا یہ کہ نہ کرنی چاہئے (۳) ان دونوں قولوں میں تطبیق کی بہتر صورت یہ ہے کہ منع کرنے والوں کا مقصود یہ ہے کہ دعا کا کوئی خاص اہتمام کرنا بہیئت اجتماعیہ یا دعا میں مشغول ہو کر تجہیز و تدفین میں تاخیر کرنا مکروہ ہے نیز چونکہ شریعت میں میت کے لئے دعائے مغفرت کا ایک طریقہ مقرر اور معہود ہے یعنی صلوۃ جنازہ تو اس کے بعد کوئی نیا طریقہ ایجاد کرنا اور اسے مستحسن سمجھنا گویا حضرت شارع علیہ السلام یا صحابہ کرام یا ائمہ عظام کی جانب تقصیر کی نسبت کرنا ہے **وحاشاهم عن ذلك**۔ اور اجازت دینے والوں کا مطمح نظر صرف یہ ہے کہ نفس دعا اصل سے مباح ہے تو انہوں نے فی نفسہ دعا کا حکم بتایا ہے عوارض خارجیہ سے قطع نظر کی ہے محققین واقفین حدیث وفقہ پر مخفی نہیں کہ مباح تو مباح مستحب و مسنون چیزیں بھی عوارض غیر مشروعہ سے ناجائز ہو جاتی ہیں اور کسی مباح یا مستحب کا اتنا اہتمام کرنا کہ وہ فرض یا واجب کی طرح ہو جائے اور اس کے تارک کو لعن طعن کرنا ایسی بات ہے کہ امور مباحہ و مستحبہ کو مکروہ بنا دیتی ہے یہیں سے واضح ہو گیا کہ موقع مذکورہ فی السوال میں فاتحہ کو مستحب سمجھنا اس کے تارک کو لعن طعن کرنا بدعت اور ناجائز ہے اور ان دعاؤں کا بایں ہیئت آنحضرت ﷺ یا صحابہ کرام یا ائمہ اسلام سے کوئی ثبوت نہیں۔

ہاں دفن سے فارغ ہونے کے بعد متصل دعائے مغفرت کرنا ایک حدیث شریف میں مذکور ہے (۴)

---

(۱) ہمیں یہ عبارت نہیں ملی البتہ اس سے ملتی جلتی عبارت یہ ہے (السراجیہ علی ہامش قاضی خان کتاب الجنائز باب الصلاة على الجنازة ۱ / ۱۴۵ ط نول كشور لكهنو)

(۲) وعن الفضلي لا بأس به (البحر الرائق كتاب الجنائز فصل السلطان أحق بصلاته ۲ / ۱۹۷ ط بيروت)

(۳) لا يقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة لأنه دعا مرة (البزازية على هامش الهندية فصل في الجنائز ٤ / ٨٠ مكتبه ماجديه)

(٤) من أصر على أمر مندوب وجعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال فكيف من أصر على بدعة أو منكر (مرقاة المفاتيح باب الدعاء في التشهد ۳ / ۳۱ ط مكتبه الحبيبيه كوئٹه)

دفن ہو جانے میں مدد ملتی ہے۔ لہٰذا جلدی کرنا مستحب ہے۔ واللہ اعلم

کتبہ العبد الاواہ محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرس مدرسہ امینیہ عربیہ دہلی (جواب صواب ماجد علی عفی عنہ)

## دفن کے بعد تلقین نہ کرنا بہتر ہے

(سوال) مولانا مولوی حکیم ابو العلا امجد علی صاحب صدر مدرس دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر اپنی تصانیف بہار شریعت حصہ چہارم میں لکھتے ہیں۔ مسئلہ: دفن کے بعد مردے کو تلقین کرنا اہل سنت کے نزدیک مشروع ہے (جوہرہ) یہ جو اکثر کتابوں میں ہے کہ تلقین نہ کی جائے یہ معتزلہ کا مذہب ہے انہوں نے اپنی کتابوں میں یہ اضافہ کر دیا (رد المحتار) حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں "جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی مرے اور اس کی مٹی دے چکو تو تم میں سے ایک شخص قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر یا فلاں بن فلانہ کہے وہ کہے گا کہ ہمیں ارشاد کر اللہ تجھ پر رحم فرمائے مگر تمہیں اس کے کہنے کی خبر نہیں ہے اذکر ما خرجت من الدنیا شہادة ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ ﷺ وانک رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد ﷺ نبیا وبالقرآن اماما (۱) نکیرین ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو ہم اس کے پاس کیا بیٹھیں جسے لوگ اس کی حجت سکھا چکے ہیں۔ اس پر کسی نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ اگر اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو تو فرمایا حوا کی نسبت کرے۔ فی الکبیر والضیاء فی الاحکام وغیرہما بعض اجلہ ائمہ تابعین فرماتے ہیں کہ جب قبر پر مٹی ڈال دیں اور لوگ واپس جائیں تو مستحب سمجھا جاتا ہے کہ میت سے اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر یہ کہا جائے یافلان قل لا الہ الا اللہ تین بار پھر کہا جائے قل ربی اللہ ودینی الاسلام ونبیی محمد ﷺ لہٰذا عرض ہے کہ مضمون بالا صحیح حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۳ عبد العزیز صاحب ظروف ساز دہلی ۵ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ م ۲۹ جولائی

(جواب) (از مولوی حبیب المرسلین صاحب نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی) حدیث تلقین اموات حق ہے جس کو رد المحتار نے بھی نقل کیا ہے کیونکہ اہل سنت والجماعت لقنوا موتاکم سے حقیقی تلقین نقل کرتے ہیں اور شیخ کمال الدین بن الہمام بھی اپنی کتاب فتح القدیر میں تائید کرتے ہیں کہ یہ مراد حقیقی معنی ہے اور مختار یہی ہے۔ وفی الجوہرة انہ مشروع عند اہل السنة الخ اور رد المحتار میں ہے اما عند الحدیث ای لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ محمول علی الحقیقة لان اللہ یحییہ علی ما جاءت بہ الآثار وقد روی عنہ علیہ السلام انہ امر بالتلقین بعد الدفن یا فلان بن فلان اذکر دینک الذی

---

(۱) استغفروا لاخیکم واسئلوا لہ التثبیت فانہ الآن یسئل (ابوداؤد شریف کتاب الجنائز باب الاستغفار عند القبر للمیت ۲/ ۱۰۳ ط مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۲) رد المحتار: باب صلاة الجنائز مطلب فی التلقین بعد الدفن ۲/ ۱۹۱ ط سعید

(۳) مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی باب احکام الجنائز ص ۳۳۹ مصطفیٰ حلبی مصر

(۴) وما التلقین بعد الموت وہو فی القبر فقیل یفعل لحقیقة ما رویناہ ونسب الی اہل السنة والجماعة وخلافہ الی المعتزلة وقیل لا یؤمر بہ ولا ینہی عنہ (فتح القدیر باب الجنائز ۲/ ۱۰۴ ط مصطفیٰ حلبی مصر)

كتب عليه من شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله وان الجنة حق والنار حق وان البعث حق وان الساعة اتية لا ريب فيها وان الله يبعث من في القبور وانك رضيت بالله ربا و بالاسلام دينا وبمحمد ﷺ نبيا و بالقرآن اماما و بالكعبة قبلة و بالمومنين اخوانا اه

وقد اطال في الفتح في تائيد حمل موتاكم في الحديث على الحقيقة مع التوفيق بين الادلة على ان الميت يسمع اولا يسمع كما سيأتي في باب لبس الخ (۱) اگرچہ تلقین بعد تدفین غیر مروج ہے لیکن اہل سنت والجماعت کے نزدیک مشروع بلکہ مستحب ہے۔ فقط اجابہ و کتبہ حبیب المرسلین نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

(جواب) (از مولوی عبدالرحیم صاحب) اقول و بالله التوفیق ۔ جب ظاہر روایت میں ممانعت موجود ہے تو اس کو مشروع و مستحب قرار دینا ہرگز صحیح نہیں ہے اور ممانعت تلقین کی بنا استحالہ حیات بعد الموت قرار دینا اس کو معتزلہ کا مذہب اور تلقین کو اہل سنت کا مذہب کہنا بھی تعجب انگیز ہے کیونکہ وہ اس کے اور کوئی وجہ نہیں ہو سکتی ایک وجہ تو خود فتح القدیر نے کافی سے نقل کی ہے وہ یہ کہ اگر وہ ایمان کے ساتھ مرا ہے تو اس کی حاجت نہیں اور اگر (نعوذ باللہ) کفر پر خاتمہ ہوا تو تلقین مفید نہیں ہو اور کفایہ شرح ہدایہ میں بھی یہی وجہ لکھی ہے اس کی عبارت یہ ہے وقد روی انه علیه السلام امر بتلقين الميت بعد دفنه وزعموا انه مذهب اهل السنة والاول مذهب المعتزلة الا انا نقول لا فائدة في التلقين بعد الموت لانه ان مات مومنا فلا حاجة اليه وان مات كافرا فلا يفيده التلقين اه (۳) باقی رہی یہ بات کہ لقنوا موتاکم میں معنی حقیقی مراد کیوں نہیں لئے؟ سو اس کی وجہ احقر کے فہم ناقص میں یہ آتی ہے کہ لفظ موتی سے جس طرح حقیقی معنی مفہوم ہوتے ہیں اسی طرح مجازی بھی مفہوم ہوتے ہیں اور مجازی معنی لینے سے زیادہ نفع ہے کیونکہ اس وقت بوجہ تکالیف کے محتضر (قریب المرگ) کو از خود التفات ہونا دشوار ہے اور تلقین سے اس کو توجہ ہو جاتی ہے اور کلمہ شہادت پڑھ کر من كان اخر كلامه لا اله الا الله دخل الجنة (۴) کا مصداق بن جاتا ہے بخلاف تلقین بعد الدفن کے کہ اس میں بعض نے تو کوئی نفع تسلیم ہی نہیں کیا جیسا کہ کافی سے اور غایہ سے نقل کر چکا ہوں اور اگر وہ نفع بھی تسلیم کیا جائے جو صاحب فتح القدیر نے بیان کیا ہے یعنی اتیان کی بالذات ترغیب بھی وہ نفع بہت کم ہے اس نفع سے جو محتضر کو ہوتا ہے کیونکہ حالت احتضار میں تلقین کرنا عمل کی ترغیب دلانا ہے اور عمل جس درجہ مفید ہے ظاہر ہے اور محض استماع کا عمل کے مقابلے میں کچھ نہیں ہے۔

خلاصہ جواب اشکال کا یہ ہوا کہ موتی سے مجازی معنی لیے گئے ہیں لہذا حقیقی معنی مراد نہیں ہیں بلکہ

---

(۱) باب صلاة الجنائز مطلب في التلقين بعد الموت ۱۹۱/۲ ط سعید

(۲) وما في الكافي من انه ان كان مات مسلما لم يحتج اليه بعد الموت و لا فهم بعد يمكن جعله الصارف الخ فتح القدير باب الجنائز ۱۰۴/۲ ط مصطفى البابي مصر)

(۳) باب الجنائز ۶۸/۲ ط رشیدیہ کوئٹہ)

(۴) ابو داؤد، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند المیت من الکلام ۸۸/۲ ط امدادیہ ملتان

تأمل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ حقیقت مہجور ہے اور مجاز متعارف اور حقیقت مہجورہ سے مجاز متعارف مقدم ہوتا ہے کما علم من الاصول اور حقیقت کا مہجور اور مجاز کا متعارف ہونا ظاہر ہے کیونکہ تلقین محتضر پر امت کا تعامل ہے اور اس کی دلیل سوائے لقنوا موتاکم کے اور کوئی نہیں ہے اگر مجاز متعارف نہ مانا جائے تو تلقین محتضر کے لئے کوئی دلیل بھی نہ رہے حالانکہ شامی نے درایہ سے نقل کیا ہے انہ مستحب بالاجماع اھ اور اگر کوئی شخص حقیقت کا مہجور ہونا تسلیم نہ کرے بلکہ یوں کہے کہ مجاز متعارف ہے لیکن ساتھ ہی حقیقت بھی مستعمل ہو اور مجاز متعارف بھی تب بھی صاحبین کے نزدیک تو مجاز ہی مقدم ہوتا ہے البتہ امام اعظم کے نزدیک حقیقت اولی ہے سوال کی طرف سے وہی جواب ہو سکتا ہے کہ تلقین محتضر مفید ہے اور تلقین میت مفید نہیں اور محض استیناس کا فائدہ عمل کے مقابلے میں معتدبہ نہیں جیسا کہ پیشتر گزر چکا نیز استیناس تلقین پر موقوف نہیں بلکہ تلاوت قرآن اور ذکر اذکار سے بدون تلقین بھی استیناس ہوتا ہے بلکہ مع شئی زائد ای وصول الثواب فلا حاجة الى التلقين الذى هو ادون من ايصال الثواب بعدہ نہیں اور جو اہل علم سماع موتی کا انکار کرتے ہیں ان کے نزدیک تو تعذر ظاہر ہے اور جو اہل علم سماع موتی کے قائل ہیں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ حقیقت کو تلقین موتی میں متعذر نہ مانیں گے مگر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی متعذر ہے کیونکہ وہ مطلق سماع کے قائل ہیں سماع مفید کا کوئی قائل نہیں ہے اور مقصود سماع مفید ہے پس جب سماع مفید کا کوئی قائل نہیں تو تلقین موتی میں حقیقی میت مراد لینا بالاتفاق متعذر ہے فافهم حتى يستانس بكم الحديث وهو الموقوف في حكم المرفوع اور اگر اس روایت کو بطور استدلال پیش کیا جائے جس میں بعد الدفن کی تصریح ہے تو وہ اگر صحیح ہو تو اس میں یہ احتمال ہے کہ روایت بالمعنی ہو اور یہ سب درجہ توجیہ میں ہے ورنہ اصل مدار اس پر ہے کہ جب ظاہر روایت میں تلقین بعد الدفن کی نفی کی ہے جس کا مقتضی غیر مشروع یا کم از کم غیر مسنون ہونا معلوم ہوتا ہے اس کے بعد ہم مقلدین کو اس سے احتراز کی گنجائش نہیں خصوصاً جب کہ اس کے خلاف کوئی روایت نہیں اور جس کو خلاف سمجھا گیا اس کا جواب موجود ہے حاصل یہ کہ ہمارے اکابر کے نزدیک تلقین بعد الموت مشروع نہیں ہے ان کا ظاہر روایت پر عمل ہے اور وہی قوی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ تطبیق کے لئے دونوں وقتوں میں تلقین کو تجویز کیا جائے تو بہتر ہے کہ مزید نفع ہو تو اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ مجاز و حقیقت کا جمع کرنا جائز نہیں(۴) کما تقرر فی الاصول اور عموم مجاز کی یہاں کوئی صورت نہیں ہے چنانچہ علامہ ابن

---

(۱) ثم الحقيقة انواع ثلاثة متعذرة و مهجورة و مستعملة وفي القسمين الاولين يصار الى المجاز بالاتفاق (اصول الشاشي' بحث الحقيقة و المجاز ص ۱۳ ط امداديه' ملتان)

(۲) باب صلاة الجنائز' مطلب في تلقين المحتضر ۲ / ۱۹۰ ط سعيد)

(۳) لو كانت الحقيقة مستعملة وان كان لها مجاز متعارف فالحقيقة اولى عند ابي حنيفة و عندهما العمل بعموم المجاز اولى (اصول الشاشي' بحث الحقيقة والمجاز ص ۱۳'۱۴ ط امداديه' ملتان)

(۴) ثم الحقيقة مع المجاز لا يجتمعان ارادة من لفظ واحد في حالة واحدة (اصول الشاشي بحث الحقيقة والمجاز ص ۱۱ طبع مكتبه امداديه' ملتان)

ہمام تحریر فرماتے ہیں ولیس یظهر معنی یعم الحقیقی والمجازی الخ (۱) اب ایک امر قابل غور اور رہ وہ یہ ہے کہ اگر ظاہر الروایۃ کا محمل یہ قرار دیا جائے کہ تلقین بعد الموت مسنون نہیں اور طبرانی وغیرہ نے جو حدیث روایت کی ہے اس کو اباحت پر محمول کیا جائے اور عجب نہیں کہ زیلعی سے شامی نے جو تین قول نقل کئے ہیں ان میں سے قول ثالث یعنی لا یؤمر به ولا ینهی عنه (۲) کا یہی منشا ہو سو بظاہر اس سے کوئی مانع نہیں لیکن اس زمانے میں تلقین بعد الدفن روافض کا شعار ہے (۳) اس وجہ سے اس کی اجازت نہ دی جائے گی اور اس کی نظیر فقہ میں موجود ہے کہ باوجود وارد فی الشرع ہونے کے منع کی علت شعار فرق ضالہ قرار دی ہے چنانچہ در مختار کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے ویجعله (ای الخاتم) لبطن کفه فی یده الیسری وقیل الیمنی الا انه شعار الروافض فیجب التحرز عنه قهستانی وغیره (۴) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ از تھانہ بھون ضلع مظفر نگر مورخہ ۵ رجب المرجب ۱۳۵۰ھ

(جواب ۶۷) (از حضرت مفتی اعظمؒ) تلقین بعد الدفن حنفیہ کے نزدیک معمول و متوارث نہیں ہے اور حنفیہ کے اصول کے ساتھ یہی اوفق ہے لیکن چونکہ کوئی دلیل حرمت یا کراہت کی بھی نہیں ہے اس لئے اسے متاخرین حنفیہ نے منع نہیں کیا اور یہی مسلک کہ عمل نہ کیا جائے اور کرنے والے کو ملامت نہ کی جائے راجح ہے۔(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ مدرسہ امینیہ دہلی

## دفن کے بعد تلقین بہتر نہیں

(سوال) کیا تلقین میت کرنی جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۷۱۸ حاجی فیروز خاں صاحب (جہلم) یکم جمادی الاول ۱۳۶۱ھ ۱۸ مئی ۱۹۴۲ء

(جواب ۶۸) میت کو تلقین کرنا شافعیوں کا قول ہے حنفیہ تلقین بعد الدفن کے قائل نہیں ہیں در مختار میں ہے ولا یلقن بعد تلحیده (۶) لیکن بعض مشائخ نے تلقین بعد الدفن کو جائز فرمایا ہے تاہم اگر کوئی نہ کرے تو حنفی مذہب کی ظاہر روایت کے موافق اس کا یہ خیال صحیح اور درست ہے۔ اور اس پر کوئی الزام و اعتراض نہیں ہو سکتا۔(۸) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ، دہلی

---

(۱) باب الجنائز ۲, ۱۰۵ مطبع مصطفی البابی مصر)

(۲) باب صلاة الجنائز' مطلب فی التلقین بعد الموت ۲, ۱۹۱ ط سعید

(۳) ولکن الآن صار شعاراً للروافض وترکه اهل السنة (اعلاء السنن ابواب الجنائز باب ما یلقن المحتضر ۸/ ۱۷۴ ط ادارة دار القرآن

(٤) فصل فی اللبس ٦/٣٦١ طبع سعید

(٥) قیل لا یؤمر ولا ینهی عنه (فتح القدیر' باب الجنائز' ٢/١٠٤ مطبع مصطفی البابی مصر

(٦) باب الجنائز ٢/ ١٩١ طبع سعید (٧) قوله' ظاهر الروایة الخ نقل العلامة الشیخ قدسی مقالة سابقة ولا فقد نکر کتب ظاهر الروایة فلیراجع' ونص قول المحقق الشامی تحت قول الدر "ولا یلقن بعد تلحیده" ذکر فی المعراج انه ظاهر الروایة' فافهم (رد المحتار' باب صلاة الجنائز مطلب التلقین بعد الموت ٢/١٩١ ط سعید)

(٨) وقیل لا یؤمر' ولا ینهی عنه (فتح القدیر' باب الجنائز ٢/ ١٠٤ ط مصطفی البابی الحلبی' مصر)

### دفن کے بعد تلقین بہتر نہیں

(سوال) متعلقہ تلقین بعد دفن

(جواب ۶۹) یہ عبارت اذکر ما خرجت علیہ من الدنیا الخ پڑھنا جائز ہے (۱) اس سے میت کو فائدہ پہنچنا ممکن ہے (۲) اس کا نام ہے۔ پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## فصل بناء علی القبور

### بزرگوں کی قبروں پر بھی قبہ بنانا جائز نہیں

(سوال) اکثر کتب فقہ میں قبروں پر بناء قبہ وغیرہ کو مکروہ لکھا ہے لیکن شامی کی جلد اول ص ۶۲۲ میں مشائخ اور علماء و سادات کی قبروں پر بنانے کو مکروہ نہیں کہا نیز اسی صفحے پر جابر کی روایت حضرت جابرؓ مسلم شریف میں ہے قبہ وغیرہ بنانے کو مکروہ کہا ہے اور یہ اظہر من الشمس ہے کہ بڑے بڑے اولیاء کے مزار پختہ بنے ہوئے ہیں۔ المستفتی نمبر ۱۰۴۲ [illegible] پور شرقی مورخہ ۲۷ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۱۵ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۷۰) شامی میں مشائخ اور سادات کی قبور پر قبہ بنانے کا جواز صرف جامع الفتاویٰ سے نقل کیا ہے اور حرمت یا کراہت کا قول مسلم کی حدیث صحیح پر مبنی ہے اور شامی نے خود اقرار کیا ہے واما البناء علیہ فلم ار من اختار جوازہ۔ پس یہی قول بالمنع اقویٰ اور احوط اور واجب العمل ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## بناء القبب علی القبور

### اقوال حنفیہ

### قبر پر قبہ بنانا جائز نہیں

(جواب ۷۱) ویحرم البناء علیہ للزینۃ لما روینا و یکرہ للاحکام بعد الدفن لان البناء للبقاء

---

(۱) یا فلان بن فلان اذکر ما کنت علیہ الخ (الدر المختار باب صلاۃ الجنائز ۲ / ۱۹۱ ط سعید)
(۲) وانما لا ینہی عن التلقین بعد الدفن لانہ لا ضرر فیہ بل فیہ نفع (حلبی کبیر فصل فی الجنائز ص ۵۷۶ ط سہیل اکیڈمی لاہور)
(۳) قیل یا رسول اللہ ﷺ فمن لم یعرف اسمہ قال ینسب الی آدم و حواء (الدر المختار باب صلاۃ الجنائز ۲ / ۱۹۱ ط سعید) [illegible] لکن لان صار شعار الروافض و ترکہ اہل السنۃ فعند خوف الفتنۃ فلا یلقن (اعلاء السنن ابواب الجنائز باب ما یلقن المحتضر ۸ / ۱۷۴ ط ادارۃ القرآن کراچی) (۴) عن جابر قال نہی رسول اللہ ﷺ ان یجصص القبر و ان یقعد علیہ و ان یبنی علیہ (مسلم شریف کتاب الجنائز فصل فی النہی عن تجصیص القبور والقعود والبناء علیہ ۱ / ۳۱۲ ط قدیمی)
(۵) وفی الاحکام عن جامع الفتاوی و قیل لا یکرہ البناء اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات (رد المحتار باب صلاۃ الجنائز ۲ / ۲۳۷ ط سعید) (۶) باب صلاۃ الجنائز ۲ / ۲۳۷ ط سعید)

والقبر موضع الفناء (البرهان شرح مواهب الرحمن) ویکره الآجر والخشب لانهما للزینة والاحکام والقبر موضع البلی والفناء (البرهان) وانما بعث النبی ﷺ علیاً لایدع تمثالاً الا طمسه ولا قبراً مشرفاً الا سواه و نهی ان یجصص القبر وان یبنی علیه وان یقعد علیه وقال لا تصلوا الیها لان ذلک ذریعة ان یتخذها الناس معبوداً وان یفرطوا فی تعظیمها بما لیس بحق فیحرفوا دینهم کما فعل اهل الکتاب وهو قوله ﷺ لعن الله الیهود والنصاری اتخذوا قبور انبیائهم مساجد و معنی ان یقعد علیه قیل ان یلازمه المجاورون و قیل ان یطؤ القبور و علی هذا فالمعنی اکرام المیت فالحق التوسط بین التعظیم الذی یقرب الشرک و بین الاهانة و ترک الموالاة به (حجة الله البالغة ص ٢٨ ج ٢) ویکره بناؤه بالجص والآجر والخشب (ملتقی الابحر ص ٤٨) وعن ابی حنیفة لا یوطأ القبر الا لضرورة ویزار من بعید ولا یقعد وان فعل یکره (کذا فی حاشیة ملتقی الابحر نقلاً عن الخزانة) نهی ان یقعد علی القبر و ان یجصص او یبنی علیه (رواه احمد و مسلم و ابوداود و النسائی کذا فی الجامع الصغیر للسیوطی) نهی ان یقعد علی القبر او یجصص او یبنی علیه (رواه احمد کذا فی کنوز الحقائق للمناوی) فی الخزانة یکره ان یزید علی تراب القبر الخارج منه (برجندی شرح مختصر الوقایة) و یکره تطیین القبور و تجصیصها والبناء علیها والکتب علیها (جوهرة نیرة) وفی النتف کره ان یکتب علیه اسم صاحبه وان یبنی علیه بناء و ینقش و یصبغ و یرفع و یجصص و فی المضمرات عن النبی ﷺ انه قال صفق الریاح و قطر الامطار علی قبر المؤمن کفارة لذنوبه و نهی عن الاکسل والتجصیص (جامع الرموز)

---

(١) عن ابی الهیاج الاسدی قال قال لی علی الا ابعثک علی ما بعثنی علیه رسول الله ﷺ ان لا تدع تمثالاً الا طمسته ولا قبراً مشرفاً الا سویته (مسلم شریف کتاب الجنائز فصل فی النهی عن تجصیص القبور والقعود والبناء علیها ١/ ٣١٢ ط قدیمی)

(٢) بخاری شریف کتاب الجنائز باب ما یکره من اتخاذ المساجد علی القبور ١/ ١٧٧ قدیمی

(٣) الجنائز ٢/ ٤٩٤ قاهره بغداد

(٤) باب الجنائز فصل فی الصلاة علی المیت ١/ ١٨٦ ط بیروت

(٥) باب الجنائز فصل فی الصلاة علی المیت ١/ ١٨٧ ط بیروت

(٦) الجزء الثانی حرف النون باب المناهی ص ١٩٣ مکتبه اسلامیه لائل پور پاکستان و مسند احمد ٦/ ٢٩٩ ط المکتب الاسلامی دار صادر بیروت و مسلم شریف کتاب الجنائز فصل فی النهی عن تجصیص القبور والقعود والبناء علیها ١/ ٣١٢ ط قدیمی و ابوداود کتاب الجنائز باب فی البناء علی القبر ٢/ ١٠٤ امدادیه ملتان و النسائی شریف کتاب الجنائز الزیادة علی القبر ١/ ٢٢١ ط سعید)

(٧) مسند احمد ٦/ ٢٩٩ المکتب الاسلامی دار صادر بیروت و کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق الجزء الثانی حرف النون فصل فی المناهی ص ١٣٨ ط مکتبه اسلامیه لائل پور

(٨) ١/ ١٨٣ ط العالی لکشوری)

(٩) باب الحظر ١/ ١٤١ ط میر محمد کتب خانه کراچی

(١٠) فصل فی الجنائز ١/ ٢٨٩ ط المطبعة الکریمیة ببلدة قزان

## قبروں کو پختہ بنانا اونچی بنانا ان پر قبے تعمیر کرنا اور ان کا طواف کرنا جائز نہیں

(از اخبار الجمعیۃ سہ روزہ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) آج کل سلطان عبدالعزیز ابن سعود سلمہ اللہ نے مکہ معظمہ میں قبے وغیرہ منہدم کرادیے ہیں یہ درست ہے؟ اور حدیث میں جو آیا ہے کہ نجد میں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں قرن الشیطان ہوگا وہ کونسا نجد ہے؟

جواب ۷۲) هو الموفق اونچی اونچی قبریں بنانا قبروں کو پختہ بنانا قبروں پر گنبد اور قبے اور عمارتیں بنانا غلاف اور چادریں چڑھانا نذریں ماننا طواف کرنا سجدہ کرنا یہ تمام امور منکرات شرعیہ میں داخل ہیں شریعت مقدسہ اسلامیہ نے ان امور سے صراحۃً منع فرمایا ہے احادیث صحیحہ میں اس قسم کے امور کی ممانعت موجود ہے یہ شرک یا مفضی الی الشرک ہیں حضور ﷺ ارواحنا فداہ نے مرض وفات میں آخری وصیتیں فرمائیں ان میں یہ بھی ارشاد فرمایا لعن اللہ الیہود والنصاری اتخذوا قبور انبیائہم مساجد(۱) یعنی خدا کی لعنت ہے یہود و نصاری پر جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا اور کتب حدیث میں وہ حدیثیں جن میں حضور انور ﷺ نے قبروں پر عمارت (گنبد و قبہ) بنانے اور چراغ جلانے سے منع فرمایا ہے موجود ہیں فقہ حنفی میں صراحتاً یہ مسئلہ مذکور ہے کہ قبر کو پختہ نہ کیا جائے نہ اس پر کوئی عمارت بنائی جائے(۲) اور [illegible] مجتہدین سلف صالحین کا طریق عمل ان کے موافق تھا ان میں اس کی کوئی نظیر موجود نہیں کہ قبروں پر قبے بنائے جاتے تھے یا قبروں کی کوئی ایسی تعظیم کی جاتی تھی جو اب چند زمانے سے ہو رہی ہے نذر اور طواف اور سجدہ تو عبادات ہیں اور غیر اللہ کے لئے عبادت کی نیت سے ان افعال کو کرنا تو یقیناً شرک ہے اور نیت عبادت نہ بھی ہو تو حرام ہونے میں کوئی تردد نہیں۔

سلطان ابن سعود نے قبے منہدم کرائے [illegible] چونکہ قبے بنانا ناجائز اور منکر شرعی تھا اس لئے [illegible] موجب ارشاد نبوی ﷺ من رای منکم منکرا (الحدیث)(۳) اس کا ازالہ کیا معترضین [illegible] بعض متاخرین کے قول سے اس کی اباحت پیش کردیں تاہم حدیث صریح اور تصریحات [illegible] متقدمین کے مقابلہ میں [illegible] اقوال قابل تسلیم نہیں [illegible] سباب المسلم فسوق (الحدیث)(۴)

نجد [illegible] فتنے ہوں اور حضور ﷺ نے اس میں سے [illegible]

---

(۱) بخاری شریف، کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من اتخاذ المسجد علی القبور ۱/ ۱۷۷ ط قدیمی

(۲) ولا یجصص للنہی عنہ ولا یرفع علیہ بناء (رد المحتار، باب صلاۃ الجنازۃ ۲/ ۲۳۷ طبع محمد سعید)

(۳) من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان (مسلم شریف، کتاب الایمان، باب کون النہی عن المنکر من الایمان الخ ۱/ ۵۱ ط سعید)

(۴) سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر (بخاری، کتاب الادب، باب ما ینہی من السباب واللعن ۲/ ۸۹۳ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی)

سے نکلنے کی خبر بھی دی تھی تو ہم کو اس سے یہ استدلال کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا کہ تمام نجدی اس کے مصداق ہیں تو کیا نجد میں آج تک کوئی مسلمان پیدا نہیں ہوا اب کیا حدیث کے موافق قرن شیطان میں داخل ہیں؟ معاذ اللہ! اب کہ ایسا نہیں تو خیال اہل نجد کے اعمال واقوال ہی اس امر کے معیار ہوں گے کہ وہ اس حدیث کے اندر داخل ہیں یا نہیں بہرحال ہمیں یہ دیکھنا نہیں چاہیے کہ وہ نجدی ہیں یا شامی یا حجازی ہیں یا شامی بلکہ ان کے عمل واقوال وعقائد کو دیکھنا چاہیے اور ان کے موافق ان کے بارے میں رائے قائم کرنی چاہیے۔

ہمیں جہاں تک معلوم ہوا ہے ان لوگوں کے عقائد و اعمال میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو ان کو قابل مذمت قرار دے صرف نجدی ہونے سے ان پر ملامت کی بوچھار کرنا اہل دین کا کام نہیں۔ واللہ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی (جواب صحیح ہے بندہ احمد سعید واعظ دہلوی محمد میاں عفی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی شفقت اللہ عفی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی)

# تیسرا باب
## نماز جنازہ

### بے نمازی کی نماز جنازہ بھی ضروری ہے

(سوال) چہ فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ گزاردن نماز جنازہ بے نمازی جائز است یا نہ؟ بینوا توجروا

(ترجمہ) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بے نمازی آدمی کے جنازے کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

(جواب ۷۳) بر جنازہ بے نماز نماز گزاردن جائز بلکہ واجب است چہ جنازہ مسلم بغیر از گزاردن نماز دفن کردن روا نیست۔ اما علماء و بزرگ قوم اگر زجراً شریک نماز نہ شوند مضائقہ ندارد کتبہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

(ترجمہ) بے نمازی آدمی کے جنازے کی نماز پڑھنا جائز بلکہ واجب ہے کیونکہ مسلمان میت کو بغیر نماز جنازہ کے دفن کرنا جائز نہیں لیکن علماء اور سردار قوم اگر زجراً نماز جنازہ میں شریک نہ ہوں تو کوئی حرج نہیں۔

محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ

---

(۱) وهي فرض على كل مسلم مات خلا أربعة بغاة وقطاع طريق فلا يغسلوا ولا يصلى عليهم وكذا أهل عصبة ومكابر في مصر بالسلاح وخناق خنق غير مرة فحكمهم كالبغاة (الدر المختار باب الجنائز ۲ / ۲۱۰ ط سعید)

(۲) [illegible] الصلاة على الجنازة [illegible] فيظهر أنه منع زجراً لغيره عن مثل هذا الفعل كما منع عن الصلاة على المديون (رد المحتار باب صلاة الجنائز ۲ / ۲۱۱ ط سعید)

## کافر کے بچے کا جنازہ جو مسلمان کے زیر پرورش مر جائے

(سوال) ماقولكم ايها العلماء الكرام نفعنا الله بعلومكم في رجل كافر وهب ولده الصغير لمسلم فكان في يده ولبث اياما ثم مات فهل للمسلمين ان يصلوا على هذا الصبي ام لا؟ افتونا اجركم الله تعالى

(ترجمہ) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کافر شخص نے اپنا ایک چھوٹا بچہ ایک مسلمان کو دے دیا تھا وہ مسلمان کی پرورش اور نگرانی میں رہا تھا چند روز کے بعد بچہ مر گیا تو کیا مسلمانوں پر اس کی نماز جنازہ واجب ہے یا نہیں؟

(جواب ۷٤) اعلموا رحمكم الله تعالى ان من شروط صحة الصلوة على الميت ان يكون مسلما باسلام مستقل كالبالغ المسلم او غير مستقل بتبعية احد الابوين كصبي اسلم ابوه وامه او بتبعية احد الابوين كصبي اسلم ابوه اوامه او بتبعية السابي كصبي اخذه المسلم عنوة في دار الحرب فكان عنده هناك فمات او بتبعية الدار كصبي اسره مسلم او ذمي فاخرجه من دار الحرب الى دار الاسلام فمات يصلى عليه في جميع تلك الصور فهذه اربع صور نورد دلائلها اما الاول فظاهر (۱) واما الثاني ففي ردالمحتار (۲) او اسلم احد ابويه يجعل مسلما تبعا سواء كان الصغير عاقلا او لم يكن لان الولد يتبع خير الابوين دينا انتهى

وفيه ايضا واذا سبى المسلمون صبيان اهل الحرب وهم بعد في دار الحرب فدخل اباءهم دار الاسلام واسلموا فان هؤلاء صاروا مسلمين باسلام اباءهم وان لم يخرجوا الى دارالاسلام انتهى (۳)

واما الثالث ففي الفتاوى العالمگيرية (٤) والصبي اذا وقع في يد المسلم من الجند في دار الحرب وحده ومات هناك صلى عليه تبعا لصاحب اليد كذا في المحيط انتهى

وفي رد المحتار نقلا عن البحر لان فائدة تبعية السابي انما تظهر في دار الحرب بان وقع صبي في سهم رجل ومات الصبي يصلى عليه تبعا للسابي انتهى (۵)

قلت ولا يذهب عليك ان الحكم باسلام الصبي في هذه الصورة مقيد بما اذا ملكه السابي بقسمة او بيع من الامام ولم يتفق اخراجه الى دار الاسلام بعد كما ذكره العلامة الشامي (٦) عن شرح السير الكبير

---

(۱) وهي فرض على كل مسلم مات خلا اربعة (تنوير الابصار باب صلاة الجنائز ۲ / ۲۱۰ ط سعيد)

(۲-۳) باب صلاة الجنائز ۲ / ۲۲۹ طبع سعيد

(٤) باب الجنائز الفصل الخامس في الصلاة على الميت نمبر ۱٦۳ ط مكتبه ماجديه كوئٹه

(۵) باب صلاة الجنائز ۲ / ۲۲۹ طبع سعيد

(٦) قلت فلو سبي وحده لا يحكم باسلامه ما لم يخرج الى دار الاسلام فيصير مسلما تبعا للدار او بقسم الامام او بيع (رد المحتار باب صلاة الجنائز ۲ / ۲۲۹ ط سعيد)

واما الرابع فلما في الدر المختار ولو سبي بدونه (اى بدون احد ابويه) فهو مسلم تبعا للدار وللسابي (1) انتهى وفي كنز الدقائق و شرحه للعيني او لم يسب احدهما معه اى احد الابوين معه ففي هذه الصور يصلى عليه تبعا لاسلام احد ابويه او تبعا للدار (2) انتهى

بقي ان الصبي اذا تكلم بالشهادتين بنفسه فما حكمه؟ قلت ان كان الصبي مميزا بان يكون ابن سبع سنين يعتبر اسلامه ولو مات يصلى عليه –

قال في رد المحتار (3) بل هو تابع لاحد ابويه الى البلوغ مالم يحدث اسلاما وهو مميز كما صرح به في البحر انتهى وفي الدر المختار او اسلم الصبي وهو عاقل اى ابن سبع سنين صلى عليه لصيرورته مسلما انتهى –(4)

واذا تمهد هذا فاعلم ان الكافر الذي وهب ولده لمسلم او باعه منه في هذه الدار لا تصح بيعه ولا هبته ولا يملكه الموهوب له ولا المشتري منه ولا تكون يده عليه يد الملك بل يكون الصبي عنده حرا كما كان قبل البيع والهبة تابعا في دينه لابويه الكافرين –

نعم لو اسلم احد ابويه او اسلم الصبي بنفسه وهو مميز حكم باسلامه وصلى عليه ولم يقع التصريح في السوال بعدم اسلام احد ابويه او بعدم تكلمه بكلمة الاسلام فلذا لم نصرح في الجواب لكن لا يشكل على المتفقه تخريج الجواب –

وهذا الذي ذكرنا لا نعلم فيه خلافا بين الامام ابي حنيفة والامام الشافعي من الحكم بعدم الصلوة على صبي كافر ابواه كافران ولم يسلم هو بنفسه ولم يسب –

والله تعالى اعلم و علمه واتم واحكم كتبه الراجي رحمة مولاه محمد كفاية الله غفرله ربه وارضاه –

(ترجمہ) میت پر نماز جنازہ پڑھنے کی شرطیں یہ ہیں کہ میت بذات خود مستقل مسلمان ہو جیسے کہ بالغ مسلمان مرد و عورت یا بذات خود مکلف نہ ہو تو اس کے ماں باپ میں سے ایک مسلمان ہو جیسے وہ بچہ جس کا باپ یا ماں مسلمان ہو گئی ہو یا قید کرنے والے کی تبعیت سے جیسے وہ بچہ جس کو کسی مسلمان نے دارالحرب میں قوت کے ساتھ چھین لیا ہو اور وہیں وہ بچہ مر جائے یا دار کی تبعیت سے جیسے وہ بچہ جس کو کوئی مسلمان یا ذمی قید کر کے دار الاسلام میں لے آئے اور یہاں آکر وہ بچہ مر جائے ان تمام صورتوں میں نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ ان چاروں صورتوں کے دلائل ہم بیان کرتے ہیں۔ پہلی صورت تو ظاہر ہے اس کی دلیل کی ضرورت نہیں

---

(1) باب صلاة الجنائز ٢/ ٢٢٩ ط سعيد
(2) [illegible] ولم يسب احدهما اى احد الابوين (معه) اى مع الصبي ففي هذه الصور الخ باب الجنائز [illegible] ١/ ٦٦ ط [illegible]
(3) باب صلاة الجنائز ٢/ ٢٢٩ ط سعيد
(4) باب صلاة الجنائز ٢/ ٢٣٠ ط سعيد

دوسری صورت کی مثال جیسا کہ ردالمختار میں ہے کہ جس بچے کے ماں باپ میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے تو وہ بچہ مسلمان سمجھا جائے گا خواہ وہ بچہ عاقل ہو یا عاقل نہ ہو کیونکہ بچہ اپنے ماں باپ میں سے اس کے تابع ہوتا ہے جس کا دین بہتر ہو اور ردالمختار میں یہ بھی ہے کہ اگر مسلمانوں نے اہل حرب کے بچوں کو قید کر لیا اور بچے وہ دارالحرب میں ہی رہے اور ان بچوں کے ماں باپ دارالاسلام میں داخل ہو کر اسلام لے آئے تو وہ بچے اگرچہ دارالاسلام میں داخل نہ ہوئے ہوں مگر اپنے ماں باپ کے اسلام لانے کی وجہ سے مسلمان قرار دیے جائیں گے۔

تیسری صورت کی مثال جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ جو بچہ دارالحرب میں فوج کے ذریعہ سے قید ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ لگ جائے اور دارالحرب میں ہی مر جائے تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ وہ اس کے مالک یا قابض کے تابع ہونے کی وجہ سے مسلمان سمجھا جائے گا انتہی ملخصاً۔

اور ردالمختار میں بحر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ قید کرنے والے کی تبعیت کا فائدہ دارالحرب میں ظاہر ہوتا ہے کیونکہ اگر کوئی قیدی بچہ کسی شخص کے حصہ میں آگیا اور وہ بچہ مر گیا تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ وہ اپنے قابض کا تابع ہے انتہی۔ میں کہتا ہوں کہ تم کو یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ اس صورت میں بچہ کو مسلمان قرار دینے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ قابض غنیمت یا امام سے خرید کر اس کا مالک ہو [illegible] تک تخریج کی دارالاسلام [illegible]

چوتھی صورت کی مثال ردالمختار میں ہے کہ اگر کوئی بچہ اپنے ماں باپ کے بغیر قید ہوا ہو تو وہ مسلمان قرار دیا جائے گا کیونکہ وہ دارالاسلام میں قرار کرنے والے کا تابع سمجھا جائے گا اور [illegible] کی شرح منیہ میں ہے کہ اگر بچہ کا باپ یا ماں دونوں میں سے ایک بچہ کے ساتھ گرفتار نہ ہو تو ان صورتوں میں بچہ احد الوالدین کے اسلام لانے کی وجہ سے یا دارالاسلام کی تبعیت سے مسلمان قرار دیا جاتا ہے لیکن یہ بات کہ اگر بچہ خود کلمہ شہادت پڑھے تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو میں کہتا ہوں کہ اگر بچہ باعث شعور ہو مثلاً سات برس کا ہو تو اس کا اسلام معتبر ہوگا اور اگر مر جائے تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی در مختار میں ہے کہ بچہ ذی شعور ہو اور اسلام لائے تو بلوغ تک اپنے ماں باپ میں سے کسی کا تابع نہ سمجھا جائے گا جیسے کہ بحر میں اس کی تحقیق ہے اور در مختار میں ہے کہ خلاصہ یہ کہ [illegible] بچہ [illegible] اسلام لے آئے اور بچہ مر جائے تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

تمہید مذکورہ کے بعد جاننا چاہیے کہ (صورت مسئولہ) ہندوستان میں اگر کسی کافر نے اپنا بچہ کسی مسلمان کے ہاتھ [illegible] فروخت کیا تو اس کا یہ بیع اور فروخت صحیح نہ ہوگی اور وہ مسلمان خریدار اس صورت میں بچے کا مالک نہ ہوگا نہ خریدنے کی صورت میں اور اس کا قبضہ کافی نہیں ہوگا [illegible] کی حیثیت سے رہتا [illegible] تو وہ اپنے کافر والدین کے دین کا تابع ہوگا۔

ہاں اگر اس کے ماں باپ میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے یا خود وہ بچہ اسلام لے آئے بشرطیکہ باشعور ہو تو اس کو مسلمان قرار دیا جائے گا اور نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور سوال مذکورہ میں اس کے ماں باپ

میں سے کسی کے اسلام کا علم نہیں ہے تو اس بچے کے کلمہ نہ پڑھنے کا کوئی عذر نہیں ہے کیونکہ اس نے جواب میں بھی صاف حکم نہیں دیا جا سکتا لیکن تمہارے دوسرے سوال کے جواب کا معلوم کرنا مشکل نہیں ہم نے جو پوچھا ہے یہ ہے کہ اس میں امام اعظم اور امام شافعی کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ وہ بچہ جس کے ماں باپ کافر ہوں اور خود بھی اس نے کلمہ نہ پڑھا ہو اور نہ قید ہو کر آیا ہو تو اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم واحکم۔ کتبہ الراجی رحمۃ مولاہ محمد کفایت اللہ غفرلہ ربہ وارضاہ

## نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا

(سوال) نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۷۵) حنفیوں کے نزدیک سورہ فاتحہ قرأت کی نیت سے نماز جنازہ میں پڑھنا جائز نہیں ہاں اگر دعا کی نیت سے پڑھی جائے تو درست ہے۔ في العالمگیریة ص ۱۴۷ ج ۱ ولا يقرأ فيها القرآن ولو قرأ الفاتحة بنية الدعاء فلا بأس به وإن قرأها بنية القراءة لا يجوز لأنها محل الدعاء دون القراءة كذا في محيط السرخسي

## کئی میتوں کی ایک ساتھ نماز جائز ہے

(سوال) دو تین میت کی نماز ایک ساتھ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۷۶) دو تین میت کی نماز ایک ساتھ پڑھنا جائز ہے۔ ولو اجتمعت الجنائز يخير الإمام إن شاء صلى على كل واحد على حدة وإن شاء صلى على الكل دفعة بالنية على الجميع كذا في معراج الدراية (۲) (عالمگیری ص ۱۶۵ ج ۱)

## بت خانہ میں جا کر مذہبی رسوم ادا کرنا کفر ہے اس کی جنازہ نہ پڑھی جائے

(سوال) ایک مسلمان عورت کسی کافر کے ساتھ کفر کے رسم و رواج کے موافق نکاح کر کے رہتی اور اس کافر کے ساتھ ان کے بت خانے میں جا کر مذہبی رسوم پوجا پاٹ ادا کرتی رہتی ایسی عورت کے مرنے پر نماز جنازہ پڑھنا اور اسے مقابر مسلمین میں دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

(جواب ۷۷) بت خانے میں جانا اور بت پرستی کے رسوم ادا کرنا بتوں کو سجدہ کرنا کفر ہے اور چونکہ یہ کام اس نے اپنی خوشی اور رضامندی سے کئے ہیں اور رضا بالکفر بھی کفر ہے اس لئے وہ عورت کافرہ ہے لہذا اس کے جنازے پر نماز پڑھنا اور مقابر مسلمین میں دفن کرنا جائز نہیں۔ وكما لو سجد لصنم أو وضع مصحفا

---

(۱) الفصل الخامس في الصلوة على الميت ۱/ ۱۶۴ ط مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

(۲) فصل في الصلاة على الميت ۱/ ۱۶۵ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

في قاذورة فانه يكفر وان كان مصدقا لان ذلك في حكم التكذيب كما افاده في شرح العقائد (رد المحتار)[1] [illegible] ويغسل المسلم ويكفن ويدفن قريبه كخاله الكافر الاصلي اما المرتد فيلقى في حفرة كالكلب (درمختار)[2] ولا يغسل ولا يكفن ولا يدفع الى من انتقل الى دينهم بحر عن الفتح (رد المحتار)[3]

## (۱) چند میتیں جمع ہوں تو ہر ایک کی علیحدہ نماز اولیٰ ہے
## (۲) فاسق کی نماز جنازہ بھی ضروری ہے
## (۳) حالت نزع میں کلمہ کا انکار کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی

(سوال) (۱) [illegible] مردوں کا جنازہ ایک بار پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲) نیز یہ کہ ایک شخص نے [illegible] (۳) [illegible]

(جواب ۷۸) چند میتیں [illegible] صورت میں [illegible] ہے کہ ہر ایک کی نماز جنازہ علیحدہ [illegible] ان میں سے افضل کو امام کے قریب رکھا جائے واذا اجتمعت الجنائز فالافراد بالصلوة لكل منها اولى وهو ظاهر و يقدم الافضل فالافضل ان لم يكن سبق وان اجتمعن وهو مع السبق وصلى مرة واحدة صح (مراقي الفلاح)[4] روى الحسن عن ابي حنيفة يوضع افضلهم واسنهم مما يلي الامام وهو قول ابي يوسف (مراقي الفلاح)[5] (۲) [illegible]

وشرطها ستة اسلام الميت وطهارته (درمختار)[6] ويصلى على كل ميت مات بعد الولادة صغيرا كان او كبيرا ذكرا كان او انثى حرا كان او عبدا الخ (هنديه)[7] واما بيان من يصلى عليه فكل مسلم مات بعد الولادة يصلى عليه صغيرا كان او كبيرا ذكرا كان او انثى حرا كان

---

(۱) [illegible] ۴/ ۲۲۲ ط محمد سعيد
(۲) باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۳۰ طبع محمد سعيد
(۳) باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۳۰ ط محمد سعيد
(۴) و (۵) باب احكام الجنائز ص ۳۵۸ ط مصطفى البابي الحلبي مصر
(۶) باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۰۷ ط محمد سعيد
(۷) كتاب الجنائز الفصل الخامس في الصلاة على الميت ۱/ ۱۶۳ ط مكتبه ماجديه كوئٹه

او عمداً الا البغاة وقطاع الطريق ومن بمثل حالهم لقول النبي ﷺ صلوا على كل بر وفاجر وقوله عليه السلام للمسلم على المسلم ست حقوق وذكر من جملتها ان يصلي على جنازته من غير فصل الا ما خص بدليل والبغاة ومن بمثل حالهم مخصوصون لما ذكرنا (بدائع) (۳) ایسے شخص کے ساتھ تمام معاملات مسلمانوں جیسے کئے جائیں گے اور اس کے لئے استغفار کیا جائے گا اور حالت نزع کا انکار معتبر نہیں کیونکہ وہ وقت نہایت تنگی و شدت کا وقت ہے اور اس وقت ہوش و حواس کا قائم نہ رہنا ممکن ہے وما ظهر منه من كلمات كفرية يغتفر في حقه ويعامل معاملة موتى المسلمين حملا على انه في حال زوال عقله ولذا اختار بعضهم زوال عقله قبل موته ذكره الكمال (در مختار) (۲) واللہ اعلم

## (۱) غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں

## (۲) نماز پڑھنے کے لئے عورت کے جنازے پر پردہ ثابت نہیں

(سوال) (۱) مردہ غائب پر نماز جنازہ ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو جس مردے پر نماز جنازہ پڑھی نہیں گئی ہے اس کے بارے میں شریعت کا حکم ہے کہ قبر پر نماز جنازہ پڑھو تو کیا قبر میں مردہ غائب نہیں ہے؟

(۲) اگر عورت کا جنازہ ہو تو دونوں طرف لکڑی گاڑ کر پردہ کر کے جنازہ پڑھا جائے یہ درست ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۷۲۶ ۲۷ جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ م ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۷۹) جنازہ غائب پر حنفیہ کے نزدیک نماز جنازہ نہیں ہے اور جس میت کو جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا ہو اس کی قبر پر حنفیہ کے نزدیک بھی نماز جنازہ جائز ہے یہاں قبر قائم مقام جنازہ کے ہے کیونکہ نعش قبر کے اندر موجود ہے اور آنحضرت ﷺ نے قبر پر نماز جنازہ پڑھی ہے۔(۵)

(۲) عورت کے جنازے پر نماز پڑھنے کے لئے سرہانے اور پائنتی لکڑیاں کھڑی کر کے چادر تان دینا نہ ضروری ہے نہ ثابت اس کے جنازے پر جو نعش کو ڈھانپ دیا جاتا ہے پردے کے لئے وہی کافی ہے یہ پردے کی جدید صورت خلاف متوارث ہے۔(۶)

---

(۱) فصل في الجنازة ۱/ ۳۱۱ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

(۲) باب صلاة الجنازة ۲/ ۱۹۲ ط محمد سعید

(۳) فلا تصح على غائب ... وصلاة النبي ﷺ على النجاشي لغوية او خصوصية الخ (الدر المختار باب صلاة الجنازة ۲/ ۲۰۹ ط سعید)

(۴) وان دفن الميت قبل الصلاة او قبل الغسل فانه يصلى على قبره الى ثلاثة ايام (هندية باب الجنائز فصل في الصلاة على الميت ۱/ ۱۶۵ ط ماجدیہ کوئٹہ)

(۵) عن ابي هريرة ان اسود رجلا او امرأة كان يكون في المسجد ... فقال دلوني على قبره فاتى قبره فصلى عليه (بخاری کتاب الجنائز باب الصلاة على القبر بعد ما يدفن ۱/ ۱۷۸ ط قدیمی)

(۶) ويقوم الامام بحذاء الصدر للرجل والمرأة الخ (هندية باب الجنائز فصل في الصلاة على الجنازة ۱/ ۱۶۴ ط کوئٹہ) [illegible]

### (۱) جنازہ کی دعا میں فلاں ابن فلاں کی جگہ میت کا نام لینا
### (۲) نماز جنازہ میں جہر نہیں
### (۳) جہر سے پڑھنے والے کے پیچھے حنفیوں کی نماز درست ہے

(سوال) (۱) جنازے کی نماز میں میت کے لئے دعا **اللّٰھم ان فلان بن فلان فی ذمتک وحبل جوارک الخ** میں فلاں بن فلاں کی جگہ میت اور اس کے والد کا نام لے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۲) جنازے کی نماز جہر سے پڑھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۳) کسی نے جہر سے جنازہ پڑھا اور اس کے پیچھے متبعین امام صاحب حنفی شریک ہوں تو ان حنفیوں کی نماز جنازہ ہوئی یا نہیں؟ **المستفتی** نمبر ۱۲ محمد عبدالجلیل سامرودی ۱۰ رجب ۱۳۵۲ھ م ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۸۰) (۱) جب دعائے مذکور پڑھی جائے تو فلاں بن فلاں کی جگہ میت اور اس کے والد کا نام لیا جائے (۲) حنفیہ کے نزدیک نماز جنازہ میں جہر نہیں ہے (۲) تاہم اگر امام نے جہر کیا تو حنفیوں کی نماز ہو گئی (۳) حنفی بھی اس امام کے پیچھے نماز میں شریک ہو سکتے ہیں اور ان کی نماز جائز ہے (۳) **محمد کفایت اللہ کان** اللہ لہ،

### جنازہ کی دعا میں میت کا نام لینے پر اشکال

(سوال) آپ کے نام سے یہ استفتاء شائع ہوا ہے اور آپ کی خدمت سے یہی جواب آپ نے دیا ہے یا اس میں کچھ تبدیلی ہے؟ **المستفتی** نمبر ۱۹۲ عبدالقادر رانڈیر ضلع سورت ۱۰ شوال ۱۳۵۲ھ م ۲۶ جنوری ۱۹۳۴ء

(جواب ۸۱) میرے یہاں اس سوال و جواب کی نقل موجود ہے یہ سوال مولوی محمد عبدالجلیل صاحب سامرودی نے بھیجا تھا مجھے معلوم تھا کہ وہ فرقہ اہل حدیث سے ہیں اور وہ نماز جنازہ میں دعا **اللّٰھم ان فلان بن فلان الخ** پڑھنے کو جائز سمجھتے ہیں اس لئے میں نے ان کو یہ جواب دے دیا کہ جب یہ دعا پڑھی جائے تو فلاں بن فلاں کی جگہ میت اور اس کے والد کا نام لیا جائے میرا مطلب یہ تھا کہ حنفیہ کے نزدیک تو نماز جنازہ میں یہ دعا پڑھی ہی نہیں جاتی تو میت کے نام لینے یا نہ لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا دوسرے اور تیسرے سوال کے جواب میں میں نے جو لکھا ہے کہ اگر امام اہل حدیث ہو اور وہ جہر سے نماز پڑھائے تو حنفی مقتدیوں کا اس میں کوئی حرج نہیں اور خود حنفیوں کے نزدیک نماز جنازہ میں جہر نہیں ہے (۴) یہ جواب صحیح ہے یہ تمام تحریر ان سوالات و جوابات سے متعلق ہے جو رسالہ مطبوعہ کے صفحہ ۸ پر درج ہیں اور شروع رسالہ میں جو

---

(۱) [illegible]

(۲) (ویخافت فی الکل الا فی التکبیر (الهندیة، باب الجنائز، فصل فی الصلاة علی المیت ۱ / ۱۶۴ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

(۳) وفی حاشیة [illegible] الحنفی [illegible] الشافعی [illegible] فی الرفع (رد المحتار، باب صلاة الجنائز ۲ / ۲۱۲ ط سعید)

(۴) (ویخافت فی الکل الا فی التکبیر (الهندیة، باب الجنائز، فصل فی الصلاة علی المیت ۱ / ۱۶۴ ط ماجدیہ کوئٹہ)

(۱) جواب ہیں ان سے میری اس تحریر کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## نماز جنازہ عید کی نماز اور خطبہ کے بعد پڑھنا جائز ہے

(سوال) اگر جامع مسجد میں عید کے روز نماز عید سے قبل جنازہ داخل ہو تو نماز جنازہ خطبے کے بعد پڑھنی چاہئے یا قبل؟ ہمارے یہاں کے علماء کا یہ فتویٰ ہے کہ پہلے خطبہ عید پڑھ کر بعد میں نماز جنازہ پڑھنی چاہئے؟
المستفتی نمبر ۹۲ سیٹھ محمد جمال عبد[illegible] من ہمت نگر ۱۲ شوال ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۸ جنوری ۱۹۳۴ء

(جواب) (از مولوی حبیب المرسلین نائب مفتی) نماز جنازہ عید کی نماز کے بعد اور خطبہ عید سے پہلے پڑھنی چاہئے تنویر الابصار میں ہے وتقدم صلوٰتها علی صلوٰة الجنازة اذا اجتمعا و تقدم صلوٰة الجنازة علی الخطبة فتاوی شامی میں اس کے متعلق لکھا ہے قوله علی الخطبة ای خطبة العيد وذلك لفرضيتها و سنية الخطبة وكذا يقال في سنة المغرب (۱) (جلد اول ص ۶۱۰) حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

(جواب ۸۲) (از حضرت مفتی اعظم) تقدیم نماز عید اس وجہ سے مستحسن ہے کہ عید کی نماز میں تشویش اور گڑبڑ نہ ہو ورنہ نماز جنازہ پہلے ہونی بہتر تھی تو یہی وجہ نماز عید کے بعد خطبہ سے پہلے نماز جنازہ ادا کرنے میں بھی پائی جاتی ہے لیکن اگر نماز عید اور خطبہ دونوں سے فارغ ہو کر نماز جنازہ پڑھی جائے تو مضائقہ نہیں ہے اور اگر آدمی معمولی اور کسی گڑبڑ کا اندیشہ نہ ہو تو خطبہ سے پہلے نماز جنازہ پڑھ لینے میں مضائقہ نہیں۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## نماز جنازہ کی وصیت باطل ہے' اگر دوسرے نے نماز پڑھادی تو مذکورہ شخص دوبارہ جنازہ نہیں پڑھا سکتا

(سوال) اگر کوئی آدمی اپنی زندگی میں یہ وصیت کرے کہ میرے مرنے کے بعد فلاں آدمی میرا جنازہ پڑھائے اب جس وقت وہ مر گیا تو موصی لہ کے سوا کسی دوسرے آدمی نے نماز جنازہ پڑھا دی بعدہ موصی لہ آیا اور اس نے اس کی نماز جنازہ کو دوبارہ پڑھا اب جس نے اول نماز پڑھائی اس نے موصی لہ اور اس کے مقتدیوں کو جو کہ اس نماز جنازہ میں موجود تھے حکم غیر مصدق شرعی کا دیا یہ [illegible] حکم دینا اس کا [illegible] ہے یا [illegible]؟ المستفتی نمبر ۱۹۳ محمد یمین کشمیری ۵ شوال ۱۳۵۲ھ م ۳۱ جنوری ۱۹۳۴ء

(جواب ۸۳) اگرچہ موصی لہ کو دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا نہیں چاہیے تھا لیکن اگر اس نے بخیال وصیت نماز

---

(۱) رد المحتار باب العیدین ۲/ ۱۶۷ ط سعید
(۲) [illegible]

پڑھادی تو اگر امام نے کوئی گناہ کا کام نہیں کیا صرف حنفیہ کے نزدیک اس نے بلا عذر کراہت تکرار نماز جنازہ کا ارتکاب کیا [illegible] اس سے زیادہ نہیں تھی جس نے اس پر اور اس کے مقتدیوں پر کفر کا [illegible] کا حکم دیا اس نے غلط حکم لگایا اور جہالت کا کام کیا اسے چاہئے کہ توبہ کرے ورنہ زوال ایمان کا اس حکم لگانے والے کے لئے خطرہ ہے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## ایک مسئلے پر تنقیح

(سوال) ایک امام صاحب جنازے کی نماز میں شریک نہیں ہوتے اگر ہوں بھی تو موتی کے حق میں دعا نہیں کرتے

(جواب ۸۴) موتی کے حق میں دعا نہ کرنے کا کیا مطلب ہے نماز جنازہ میں تو موتی کے لئے اللھم اغفر لحینا و میتنا الخ موجود ہے کیا یہ دعا نہیں پڑھتے؟

## ولد الزنا کی نماز جنازہ بھی ضروری ہے

(سوال) ولد الزنا یعنی کسی عورت کا [illegible] کسی عورت کا بچہ اس کے حق میں نماز جنازہ پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ جو علماء کسی کے ولد الزنا کی نماز جنازہ سے منع فرماتے ہیں ان کا قول ٹھیک ہے؟ المستفتی نمبر ۱۰۲۰ مولوی محمد [illegible] امام جامع مسجد جام نگر ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ م ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۸۵) ولد الزنا جس کے ماں باپ دونوں یا دونوں میں سے کوئی ایک مسلمان ہو وہ مسلمان بچہ ہے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہئے کیونکہ ولد الزنا ہونے میں اس کا کوئی قصور نہیں قصور والدین کا ہے اور بچہ ان کا مواخذہ دار نہیں [illegible] مستحب [illegible] تنبیہ اور زجر کا [illegible] ہے کیونکہ [illegible] حق ہے کیونکہ ولد الزنا ہونا اس کا اختیاری فعل نہیں ہے۔ تنبیہ و زجر زانی اور زانیہ کو [illegible] مناسب نہیں ہے وہ بھی اس صورت سے کہ زانی اور زانیہ کے جنازے کی نماز سب لوگ اور اچھے لوگ نہ پڑھیں ایک دو آدمی پڑھ کر دفن کر دیں۔ محمد کفایت اللہ

---

(۱) [illegible] تکرار الصلوۃ علی میت واحد وذالک مکروہ عندنا (بدائع الصنائع، فصل فی شرائط وجوبہ ۱ / ۳۱۰ ط سعید)

(۲) [illegible] لاخیه کافر فقد باء بها احدهما [illegible] کما قال و الا رجعت له [illegible] باب بیان حال ایمان من قال لاخیه یا کافر ۱ / ۵۷ ط قدیمی)

(۳) ویدعو بعد الثالثة بامور الآخرة والمأثور اولی [illegible] (رد المحتار، باب صلاۃ الجنائز ۲ / ۲۱۲ ط سعید)

[illegible] ۹۵ [illegible]

(۴) [illegible] لا یکلف الله نفسا الا وسعها البقرة ۲۸۶ [illegible]

(۵) [illegible] الا تزر وازرة وزر اخری النجم ۳۸

(۶) عن جابر بن سمرة قال اتی النبی ﷺ برجل قتل نفسه بمشاقص فلم یصل علیه (مسلم شریف، کتاب الجنائز، فصل [illegible] ۱ / ۳۱۴ ط قدیمی) [illegible] فلم یصل لا دلالة فی الحدیث علی ذالک [illegible] لیس فیه سوی انه علیه السلام لم یصل علیه فالظاهر انه امتنع زجرا لغیره عن مثل هذا الفعل كما امتنع عن الصلاة على المديون ولا يلزم من ذلك عدم صلاة احد عليه من الصحابة (رد المحتار، باب صلاۃ الجنازہ ۲ / ۲۱۱ ط سعید)

## مسلمان و کافر کے تعلقات سے پیدا ہونے والے بچے کا حکم

(سوال) حنفیہ کے نزدیک ولد الزنا کا نسب تو زانی سے ثابت نہیں ہوتا اور وہ ماں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے لیکن شامی جلد ثانی باب نکاح الکافر میں الولد یتبع خیر الابوین دینا کے تحت میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر مسلم اور نصرانیہ سے ولد الزنا پیدا ہو تو مذہب کے قواعد کی رو سے تو اس پر اسلام کا حکم نہ کیا جانا چاہئے لیکن جد میں اس بات پر زور دیا ہے کہ حقیقتاً اس کو مسلمان کہنا چاہئے بناءً علیہ اگر اس قسم کا ولد الزنا مسلم زانی کی پرورش میں چند سال رہ کر قبل بلوغ کے مر جاوے تو اس کی تجہیز و تکفین اسلامی طریقے پر کر کے اس پر نماز جنازہ پڑھی جاوے یا نہیں؟ اگر مسلم اور کافرہ سے ولد الزنا پیدا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ اگر مسلم زانی کی پرورش میں نہ رہے بلکہ نصرانیہ یا کافرہ ماں کی پرورش میں رہ کر قبل البلوغ مر جائے تو کیا حکم ہے؟ المستفتی نمبر ۳۰۴ ابراہیم سنجاوی جوہانسبرگ (افریقہ) ۲۷ جمادی الثانیہ ۱۳۵۳ھ م ۷ اکتوبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۸۶) ہاں یہی اولیٰ و احوط ہے کہ اس کو مسلمان قرار دیا جائے اور اگر اس قسم کا بچہ زانی مسلم کی تربیت میں ہونے کی صورت میں مر جائے تو مسلمانوں کی طرح اس کی تجہیز و تکفین کی جائے اور جنازے کی نماز پڑھی جائے اور یہی حکم مسلم اور کافرہ سے ولد الزنا کا بھی ہے اگر باپ موجود ہو تو نصرانیہ یا کافرہ کے قبضے میں ہونا اس حکم کو نہ بدلے گا۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

## مسلمان کے زیر پرورش کافر کے بچے کی جنازہ جائز نہیں

(سوال) شخصے مسلم کودکے مشرک پنج یومیہ را پرورش نمودہ بعمر یکماہ و ہفدہ روز آں بچہ وفات یافت امام مسجد فرمود نماز جنازہ اش و تدفین وے جائز نیست بلکہ اورا بحوالہ کفار کردہ شود تا بدستور شاں تدفین وے کنند المستفتی نمبر ۴۷۸ [illegible] میاں (ضلع مومین برما) ۱۱ صفر ۱۳۵۴ھ ۱۵ مئی ۱۹۳۵ء

(ترجمہ) ایک مسلمان نے مشرکین کے ایک پانچ دن کے بچے کو لے کر پالا وہ ایک ماہ سترہ روز کا ہو کر مر گیا امام مسجد نے فرمایا کہ اس کی نماز جنازہ اور تدفین جائز نہیں ہے بلکہ اس کو کفار کے حوالے کر دیا جائے تاکہ وہ اپنے دستور کے مطابق اس کی رسوم ادا کریں؟

(جواب ۸۷) اولاد کفار تابع والدین خود باشد تاوقتیکہ بسن تمیز رسیدہ اسلام را قبول نہ کند سن تمیز از سال پنجم تا سال ہفتم گفتہ شدہ پس اقل مدت برائے او سال پنجم است پس در صورت مذکورہ این بچہ حکماً مسلمان شد اما اگر والدین بچہ تعرض نکنند مسلمانان را جائز است کہ تکفین و تدفین بچہ مثل مسلمانان کنند اما نماز جنازہ بایں جہت کہ اسلام بچہ ثابت نشد نخوانند۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(ترجمہ) کفار کی اولاد اپنے والدین کے تابع ہوتی ہے جب تک کہ سن شعور کو پہنچ کر اسلام قبول نہ کرے

---

(۱) اس مسئلے کی تفصیل صفحہ ۶۹ پر دیکھئے

(۲) کتابی سبی مع احد ابویہ لا یصلی علیہ لانہ تبع لہ ای فی حکم الدنیا لا العقبی او یسلم الصبی وهو عاقل ای ابن سبع سنین صلی علیہ لصیرورتہ مسلما (درمختار' باب صلاۃ الجنائز ۲ / ۲۳۰ ط سعید)

[illegible] شعور یعنی [illegible] تو [illegible] تک تابع ہے جب اس کی عمر [illegible] مدت پانچ [illegible] کی عمر سے صورت مذکورہ میں یہ بچہ مسلمان کے حکم میں نہیں ہے ، لیکن اگر اس کے ماں باپ کو اعتراض نہ ہو تو مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ اس بچے کو مسلمان کی طرح کفن دے کر دفن کریں لیکن چونکہ اس کا اسلام ثابت نہیں ہوا اس لئے نماز جنازہ نہ پڑھیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## ولی اگر عالم ہو تو امام محلہ سے مقدم ہے

(سوال) ولی میت اگر امام محلہ سے علم و تقویٰ میں زیادہ ہو تو بعد عدم موجودگی بادشاہ یا قاضی وغیرہ نماز جنازہ کی امامت کا حق ہوتا ہے؟ نماز جنازہ میں قرأت مشروع ہے یا نہیں؟ **المستفتی نمبر ۵۷۱** عبدالرشید (ضلع [illegible]) جمادی الاول ۱۳۵۴ھ م ۱۲ اگست ۱۹۳۵ء

(جواب ۸۸) امام محلہ کو ولی سے تقدم کا حق اس وقت ہے کہ وہ ولی سے افضل ہو لیکن اگر ولی امام محلہ سے علم و تقویٰ میں زیادہ ہو تو ولی کا حق تقدم مقدم ہے۔ وتقدیم امام الحی مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الولی والا فالولی اولی (درمختار) نماز جنازہ میت کے لئے دعاء شفاعت ہے اس میں قرآن مجید کی قرأت نہیں ہے۔

## (۱) اگر جنازہ پڑھے بغیر دفن کیا ہو تو میت کے پھٹنے سے پہلے قبر پر جنازہ پڑھ سکتے ہیں
## (۲) میت سامنے رکھ کر فرض نماز پڑھنا

سوال (۱) اگر کوئی میت بغیر نماز جنازہ دفن کی جائے تو کیا نماز جنازہ قبر پر پڑھ سکتے ہیں؟
(۲) میت سامنے رکھی ہو تو فرض نماز ہونے تو وہاں با جماعت پڑھ سکتے ہیں یا نہیں اگر پڑھ سکتے ہیں تو نماز درست ہو گی یا کراہت؟ المستفتی نمبر ۲۳۴ مولوی [illegible] (ضلع [illegible] پور) ۲ رجب ۱۳۵۴ھ م [illegible] ۱۹۳۵ء

(جواب ۸۹) (۱) ہاں اگر بغیر نماز پڑھے دفن کر دیا گیا ہو تو قبر پر نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے جب تک میت کے پھٹ جانے کا خیال نہ ہو اس وقت تک پڑھ سکتے ہیں مختلف موسموں اور مختلف مقامات میں [illegible]

---

(۱) [illegible] رد المحتار كتاب [illegible] باب [illegible] ۸۵ ط سعید

(۲) [illegible]

(۳) [illegible] فی حفرة و دفن ولم یصل عنه (تنوير الابصار باب صلاة الجنائز ۲/۲۲۸ ط سعيد)

(٤) باب صلاة الجنائز ۲/۲۲۰ ط سعيد

(٥) ولا قراءة ولا تشهد فيها (تنوير الابصار باب صلوة الجنائز ۲/۲۱۳ ط سعيد)

رہنے کی مدت مختلف ہوگی۔(۱)

(۲) نماز میں کوئی کراہت نہ ہوگی ہاں بہتر یہ ہے کہ جنازہ کو متعدد رکھ کر دونوں کی مجموعی نماز پڑھی جائے۔

(۲) محمد کفایت اللہ

## مسلم و کافرہ سے پیدا شدہ بچے کے اسلام کے بارے میں تحقیق

(سوال) زید کہتا ہے کہ ولد الزنا جو کہ مسلم و کافرہ نصرانیہ (جس کی ماں کافرہ اور باپ مسلمان، دونوں کی پرورش میں ہو یا صرف باپ مسلمان کی پرورش میں ہو) اگر بچپن میں مر جائے تو اس کی تجہیز و تکفین وغیرہ مسلمانوں کی طرح کی جائے گی بالخصوص جب کہ اس بچے کا نام بھی مسلمانوں کا سا ہو، نیز تمیز سے پہلے کی اس کی مدت میں ختنہ کر دیا گیا ہو اور وہ بچپن میں فوت ہو جائے تو بھی اس کی تجہیز و تکفین وغیرہ مسلمانوں کی طرح کی جائے گی اور اس پر صرف [illegible] تجہیز و تکفین تعمیم [illegible] کیا جائے گا اور اس پر علامہ ابن عابدین کی تحریر شامی جلد ثانی باب نکاح الکافر ص ۱۲۵(۳) پر جب بچے کی جہت میں پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ان سے قول و معتقد قرار دیتے ہوئے صحت کی خواہش ہے، نا ہے وہ مسلمان قرار دیا جائے گا اس کی تجہیز و تکفین وغیرہ مسلمانوں کی طرح کی جائے گی۔

عمرو کہتا ہے کہ جو کچھ علامہ شامی نے لکھا ہے وہ ان کی ذاتی رائے اور اجتہاد ہے اور تمام کتب فقہ جبکہ حدیث قطعی کے معارض ہیں تب تو وہ کسی طرح ہمارے لئے حجت نہیں بن سکتی اور ہم ان کے مقلد نہیں ان کی شخصی رائے پر حدیث قطعی کے مقابلہ میں فتویٰ دینے کی اصلاً گنجائش نہیں اور حسب ذیل دلائل پیش کرتا ہے۔

(۱) حدیث الولد للفراش وللعاهر الحجر(۴) دلالت میں قطعی ہے۔ نص کے ہوتے ہوئے قیاس کوئی چیز نہیں نہ کہ رائے محض۔ اگر کسی کو شبہ ہو کہ حدیث مذکور کے مقابلہ میں دوسری حدیث ہے کل مولود یولد علی الفطرة (کما قاله العلامه) اس کا جواب ظاہر ہے کہ لفظ فطرۃ کے معنی میں دو احتمال ہیں یا متعدد احتمالات(۵) والذی اقرب لحدیث ابی داود کل مولود یولد علی الفطرة وفیہ قالوا یا رسول اللہ ﷺ افرأیت من یموت وهو صغیر قال اللہ اعلم بما کانوا عاملین ج ۲ باب فی ذراری المشرکین من کتاب السنة فلو کان معنی الفطرة الاسلام لما توقف صلی اللہ

---

(۱) ولو دفن قبل الصلوة وقبل الغسل فانه یصلی علی قبره الی ثلاثة ایام والصحیح ان هذا لیس بتقدیر لازم بل یصلی علیه ما لم یعلم انه قد تمزق (هندیه، باب الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت ۱/ ۱۶۵ مکتبه ماجدیه کوئٹہ)

(۲) تاکہ شرک کا شبہ نہ کیا جائے

(۳) ۳/ ۱۹۷ ط سعید

(۴) ابوداؤد شریف، کتاب الطلاق، باب الولد للفراش ۱/ ۳۱۷ ط مکتبہ امدادیہ ملتان

(۵) ابوداؤد شریف، کتاب الدیات، باب ذراری المشرکین ۲/ ۳۰۰ مکتبہ امدادیہ ملتان

عليه وسلم في حكمهم لان الشيء اذا ثبت ثبت بلوازمه ومن لوازم الاسلام الحكم بالجنة وفي مجمع البحار (١) يريد انه يولد على نوع من الجبلة والطبع المتهيئ بقبول الدين الحق اھ اور اگر اقرب بھی نہ ہو تب بھی اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال تو محتمل مورد نص نہیں ہو سکتا قطعی کا اور نہ مصرح حکم بالاسلام کے لکھے (٢) ہیں علامہ شامی نے اول تو وہ رائے محض ہے دوسرے اس حکم بالاسلام میں مفاسد بھی ہیں اس لئے کہ ایک مدعی اسلام غیر مسلمہ کے ساتھ مباشرت کرے پھر بلا نکاح کے زنا کرتا رہے اور ان کے بچوں پر اسلام کا حکم کیا جائے مسلمانوں کا سا معاملہ ہوتا رہے تو اس سے نہ تو زانی کو عبرت ہو اور نہ مزنیہ کو مسلمان بنا کر نکاح کرنے کی توفیق ہو اور زانی اپنے فعل شنیع کا خیال تک نہ کرے یہ تو اتفاق ہے کہ نفس خوش ہے اس میں تو اور بھی مزید احتیاط کی ضرورت ہے فاذا تعارضا ای المصالح والمفاسد تساقطا اب مدار حکم نص رہ گئی وقد مر تقریرها۔

(٢) علامہ فقہاء رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ولد الزنا کی نسبت اس کی ماں کی طرف کی جائے گی اور حکم اسلام و کفر میں اپنی ماں کے تابع ہوگا۔

(٣) حضرت مولانا عبدالحی کا یہ فتوی مجموعۃ الفتاوی کتاب التجہیز والتکفین ص ٢٦٨ ج ٢ پر حسب ذیل ہے سوال: مسلمان مرد اور کافرہ عورت سے یا کافر مرد اور مسلمان عورت سے بذریعہ زنا کے بچہ پیدا ہو اور قبل بلوغ یا بعد بلوغ مر جائے تو اس کی تجہیز و تکفین کا کیا حکم ہے؟ جواب: بلوغ کے بعد اگر وہ ایمان لایا تو مسلمانوں کی طرح اس کی تجہیز و تکفین کی جائے ورنہ کفار کی طرح اور بلوغ کے پہلے وہ ماں کے تابع ہیں کیونکہ ولد الزنا کا نسب زانی سے ثابت نہیں ہوتا ہے بلکہ زانیہ سے اور بحر وغیرہ میں ہے هو تابع لاحد ابويه الى البلوغ مالم يحدث اسلاما وهو مميز (٣) اور جیسے ماں باپ میں سے کسی کے بلوغ تک تابع رہتا ہے یہاں تک کہ وہ سن تمیز کو پہنچ کر اسلام ظاہر کرے پس جب تک وہ ایام تمیز میں اسلام نہ لائے گا ماں کے تابع رہے گا۔ حررہ عبدالحی

اب سوال یہ ہے کہ زید حق پر ہے یا عمرو۔ نیز اگر زید نے گنجائش ترشی کر کے حکم بالاسلام کا فتوی دیا اور اس کی تجہیز و تکفین و تدفین کو مسلمانوں کی طرح مسلمانوں کے قبرستان میں کرا دیا تو اس کا کیا حکم ہے اگر زید غلطی پر ہے تو آئندہ اسے کیا کرنا چاہئے نیز اگر عمرو نے مذکورہ بالا دلائل کی رو سے کفر کا فتوی دیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا المستفتی نمبر ٢٤٠٧ مولانا محمد برکت صاحب مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ٢٤ ذیقعدہ ١٣٥٤ھ ١٨ فروری ١٩٣٦ء

---

(١) باب الفاء مع الطاء ٤/ ١٥٤ ط مجلس دائرة المعارف العثمانية حيدر آباد دكن هند

(٢) ٣٤٤ ط سعيد

(٣) رد المحتار باب صلاة الجنائز ٢/ ٢٢٩ ط سعيد وفي البحر: كالصبي يسبى مع احد ابويه اي لا يصلى عليه لانه تبع لهما (البحر الرائق كتاب الجنائز ٢/ ٢٠٣ ط دار المعرفة بيروت)

(جواب ۹۰) عمرو کا قول راجح اور باعتبار دلیل اقوی ہے زید کا قول اور علماء شافعی کی رائے صرف اس قدر قابل لحاظ ہو سکتی ہے کہ اگر کسی نے ایسے بچے کی نماز پڑھ لی ہو اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیا ہو تو اس سے تعرض نہ کیا جائے نہ یہ کہ یہ طرز عمل جاری رکھا جائے ۔ لان فیه من المفاسد العظیمة مالا یخفی و به یفتح باب الفواحش اعاذنا الله منها ۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## علی الاعلان گناہ کرنے والے کی جنازہ اہل علم حضرات نہ پڑھیں

(سوال) ایک شخص منکوحہ غیر کو بھگاکے پھرتا رہا علماء دین نے اس سے قطع تعلق کا حکم دیا اب وہ اسی حالت میں مر گیا اس نے توبہ بھی نہ کی تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھنی جائز ہے یا نہیں ؟ اگر بعضوں نے نماز جنازہ پڑھ لی تو ان پر شرعاً زجر و توبیخ ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۸۵۵ محبت حسین شاہ (ضلع راولپنڈی) ۲۰ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۳ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۹۱) ہاں امام صاحب اور علماء اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھیں عام مسلمان نماز پڑھ کر دفن کر دیں کیونکہ بغیر نماز کے دفن کر دینا منع ہے جو لوگ نماز میں شریک نہ ہوئے وہ گناہ گار نہیں ہوئے اور جنہوں نے پڑھی وہ بھی گناہ گار نہیں ہوئے ۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## جنازہ کے بعد اجتماعی دعا بدعت ہے

(سوال) نماز جنازہ کے سلام کے بعد متصل ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا شریعت میں کوئی اصل رکھتا ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۸۸۱ محمد یوسف گوجرانوالہ ۲۶ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۹ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۹۲) نماز جنازہ کے بعد متصل ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ہے اور نماز جنازہ خود ہی دعا ہے ہاں لوگ اپنے اپنے دل میں بغیر ہاتھ اٹھائے دعائے مغفرت کرتے رہیں تو یہ جائز ہے اجتماعی دعا ہاتھ اٹھا کر بدعت ہے ۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(۱) قلت : يظهر لي الحكم بالاسلام للحديث الصحيح" كل مولود يولد على الفطرة" حتى يكون ابواه هما اللذان فاذا لم يتفقا بقي على اصل الفطرة او على ما هو اقرب ابيه (رد المحتار باب نكاح الكافر ۳ / ۱۹۷ ط سعيد)

(۲) عن جابر بن سمرة قال : اتي النبي ﷺ برجل قتل نفسه بمشاقص فلم يصل عليه (مسلم شريف باب الجنائز فصل في جواز زيارة قبور المشركين ۱ / ۳۱۴ قديمي كتب خانه) وفي الشامية فيظهر انه امتنع زجراً لغيره عن مثل هذا الفعل ولا يلزم من ذالك عدم صلاة احد عليه من الصحابة (رد المحتار باب صلاة الجنائز ۲ / ۲۱۱ ط سعيد)

(۳) والصلاة على كل مسلم مات فرض اي مفروض على المتكلمين (رد المحتار باب صلاة الجنائز ۲ / ۲۱۰ ط محمد سعيد)

(۴) لا يقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة (خلاصة الفتاوى كتاب الصلاة الجنس الاخر في صلاة الجنائز ۱ / ۲۲۵ امجد اكيڈمي ' لاهور)

## بائیس درجے قبلہ سے انحراف ہو تو نماز درست ہے مگر بغیر عذر کے ایسا کرنا مکروہ ہے

(سوال) ہمارے یہاں قبرستان میں قدیمی جنازہ گاہیں بنی ہوئی ہیں اور ہمیشہ سے جنازے کی نماز لوگ ان میں پڑھتے چلے آئے ہیں اب بعنایت ایزدی ایک شخص کو توفیق ہوئی کہ ایک بڑی جنازہ گاہ تعمیر کرائی وہاں تمام سب لوگ اب اس میں نماز پڑھنے لگے چنانچہ بذریعہ میپ کی پیمائش سے ناپ تول کر تعمیر شروع کرائی اب جدید بنی ہیں قدرے بعد میں تو دونوں کو محسوس ہوا کہ پرانی جنازہ گاہیں جہت قبلہ سے پھری ہوئی ہیں چنانچہ بذریعہ میپ کے دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ ۲۷ ڈگری شمال کی جانب مائل ہیں علی ہذا القیاس تمام پرانی جنازہ گاہیں کوئی بائیس ڈگری کوئی تیس ڈگری وغیرہ یعنی ان دونوں کے سب کی سب پھری ہوئی ہیں اب جدید والوں نے ان سے کہا کہ قدیم جنازہ گاہوں کو ترک کر دیا جائے مگر وہ کہتے ہیں کہ جہت نہ چھوڑنے کی وجہ سے اس میں بھی نماز درست ہے۔ المستفتی نمبر ۹۳ شمس الدین مرادآبادی ۲۶ صفر ۱۳۵۵ھ ۱۸ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۹۳) اگرچہ جہت قبلہ کے اندر رہنے کی وجہ سے نماز قدیم جنازہ گاہوں میں بھی ہو جاتی ہے لیکن باوجود ان کی غلطی معلوم ہونے کے ان کے اندر نماز پڑھنا مکروہ ہے لہذا یا تو ان جنازہ گاہوں میں سیدھی جہت پر کھڑے ہو کر نماز پڑھیں یا ان کو بالکل ترک کر دیں اور سب جدید جنازہ گاہ میں جو صحیح بنائی گئی ہے نماز ادا کریں ایک جگہ مختلف جہتوں میں نماز پڑھنا اور آپس میں اختلاف پیدا کرنا اور غلطی معلوم ہونے پر بھی اس پر اصرار کرنا درست نہیں ہے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## جنازے میں لوگ زیادہ ہوں تو مغفرت کی امید زیادہ کی جا سکتی ہے یقین نہیں

(سوال) یہ سنا جاتا ہے کہ جنازے کی نماز میں کثیر جماعت کی وجہ سے مردے پر عذاب نہیں ہوتا اور رحمت نصیب ہونے کی بات کی کوئی اصل ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۷۰۰ عبدالقادر (بہار) ۲۹ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ م ۲۰ جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۹۴) کثرت جماعت میت کے لئے مفید تو ہوتی ہے مگر لازمی طور پر دفع عذاب ہونے میں تامل ہے۔ محمد کفایت اللہ

---

(۱) [illegible] نحور لان وجه الانسان مقوس [illegible] ولا يخفى ان اقوى الادلة النجوم [illegible] فينبغي وجوب اعتبار النجوم ونحوها في [illegible] (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مبحث في استقبال القبلة ۲ / ۴۲۸، ۴۳۱ ط سعيد) [illegible]

(۲) [illegible] فيه كثرة كره فيه بلا ضرورة [illegible] مطلب [illegible] ۱ / ۶۲۸ ط محمد سعيد [illegible]

(۳) عن عائشة عن النبي ﷺ قال ما من ميت تصلي عليه امة من المسلمين يبلغون مائة كلهم يشفعون له الا شفعوا فيه (رواه مسلم، كتاب الجنائز، فصل في فضل شفاعة الاربعين لموحدين فيمن صلوا عليه ۱ / ۳۰۸ ط قديمي) [illegible]

## شوہر بیوی کا ولی نہیں

(سوال) میت کی نماز جنازہ پڑھانے کی اجازت کس سے لی جائے کیا شوہر کی اجازت معتبر ہے یا نہیں؟
المستفتی نمبر ۱۰۸۰ اشرف کریم صاحب (ہوڑہ) ۱۰ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ م ۳۰ جولائی ۱۹۳۶ء

(جواب ۹۵) میت کے جنازے کی نماز پڑھانے کا حق ولی کو ہے تو جب ولی موجود ہو تو ولی ہی سے اس کی اجازت لینی چاہئے زوج کی اجازت معتبر نہیں (ثم الولی) بترتیب عصوبة الانکاح (درمختار)(۱) فلا ولایة للنساء ولا للزوج (ردالمحتار ص ۶۱۲)(۲)

## ولی کی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا جنازہ پڑھائے تو ولی اعادہ کر سکتا ہے

(سوال) جنازے کی نماز میت کے ولی اور شہر کے قاضی کی موجودگی میں ایک دوسرا شخص قاضی و ولی وغیرہ کی بلااجازت اپنی مرضی سے پڑھانے کا مستحق ہو سکتا ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۱۶۵ عبدالرحمن و محمد حسین صاحبان (ساورہ) ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م یکم ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۹۶) قاضی سے مراد اگر حقیقی قاضی ہے تو وہ اور ولی مستحق امامت ہیں اور یہ قاضی جو نکاح پڑھانے کے قاضی کہلاتے ہیں نماز جنازہ میں امامت کے مستحق نہیں سمجھے جاتے ہاں ولی مستحق ہے اس کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر دوسرے آدمی نے پڑھادی تو ولی کو اعادہ کا حق حاصل ہوگا۔(۴) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## نماز روزہ اور دین سے بے خبر آدمی کی بھی نماز جنازہ پڑھی جائے گی

(سوال) ایک شخص جو مویشی مال چرایا کرتا تھا اور شام کو گھر آتا تھا اور ہر وقت گایوں کے ساتھ رہتا تھا بالکل مجنون حالت تھی اور کوئی نماز روزہ کی خبر اس کو نہیں تھی حتی کہ کلمہ طیبہ تک سے ناواقف تھا تو اگر وہ مر جائے تو نماز جنازہ اس پر پڑھی جائے گی یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۲۲۰ پشتہ مہدی خان صاحب (ضلع کاملپور) ۲۲ رجب ۱۳۵۵ھ ۷ اکتوبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۹۷) اس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہئے۔(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۲۰ ط محمد سعید

(۲) باب صلاة الجنائز، مطلب تعظیم اولی الامر واجب ۲/ ۲۲۰ ط سعید

(۳) ويقدم في الصلاة عليه السلطان ان حضر او نائبه وهو امير المصر ثم القاضي ثم امام الحي ثم الولي بترتيب عصوبة الانكاح الا الاب (درمختار، باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۱۹ ط سعید)

(۴) فان صلى غيره اي غير الولي ممن ليس له حق التقدم على الولي ولم يتابعه الولي اعاد الولي ولو على قبره (الدرالمختار، باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۲۲ ط سعید) (۵) کیونکہ یہ شخص مسلمان ہے اور مسلمان چاہے متقی نہ ہو [illegible] شرعی حق ہے و اما بيان من يصلى عليه فكل مسلم مات بعد الولادة يصلى عليه لقول النبي ﷺ صلوا على كل بر وفاجر وقوله ﷺ للمسلم على المسلم ست حقوق وذكر من جملتها ان يصلي على جنازته من غير فصل الخ (بدائع الصنائع، فصل في صلاة الجنازة ۱/ ۳۱۱ مكتبه رشيديه كوئٹه)

## عذر کی وجہ سے مسجد میں بھی جنازہ پڑھ سکتے ہیں

(سوال) مسجد میں میت کو رکھنا اور جماعت خانے میں امام کے پاس میت کو رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا اس خیال سے کہ آدمی زیادہ ہیں مسجد کے باہر اتنے آدمی شامل نہیں ہو سکتے کیونکہ باہر اتنی جگہ نہیں ہے مگر جگہ مسجد کے سامنے تھی کہ آدمی باہر کھڑے ہو کر نماز جنازہ آسانی سے پڑھ سکتے تھے تو ایسا نماز جنازہ پڑھنا بلا کراہت جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۲۰۳ عبدالحفیظ خاں (سندھ) ۱۴ شوال ۱۳۵۵ھ م ۲۹ دسمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۹۸) مسجد میں جنازے کو رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے(۱) مگر بارش وغیرہ کے عذر سے ہو تو مکروہ نہیں۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## نماز جنازہ میں رفع یدین سے نماز جنازہ فاسد نہیں ہوتی

(سوال) اگر کوئی شخص یا امام نماز جنازہ میں بھولے سے تکبیر اولیٰ کے وقت رفع یدین کر کے زیر ناف ہاتھ باندھے تو نماز جنازہ ادا ہوگی یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۲۸۳ محمد شفیع خاں صاحب ضلع مردان ۱۹ شوال ۱۳۵۵ھ م ۳ جنوری ۱۹۳۷ء

(جواب ۹۹) نماز جنازہ میں کسی تکبیر پر بھولے سے رفع یدین کرے تو نماز جنازہ فاسد نہیں ہوتی نماز ہو جائے گی(۳) اور اگر بغیر نماز جنازہ کے میت کو دفن کر دیا گیا ہو تو اس کی قبر پر اس وقت تک نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے جب تک گمان غالب ہو کہ میت کا جسم پھٹنے گلنے سے محفوظ ہوگا۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) وكرهت تحريماً وقيل تنزيهاً في مسجد جماعة هو أي الميت فيه وحده أو مع القوم (الدر المختار، باب صلاة الجنازة ۲/۲۲۴ ط محمد سعيد)

(۲) قوله: إنما تكره في المسجد بلا عذر فإن كان فلا، ومن الأعذار المطر كما في الخانية والاعتكاف كما في المبسوط (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب مهم ۲/۲۲۶ ط محمد سعيد)
[illegible] وتقييد الصلاة عليها في المسجد بعذر [illegible] المدارس لموضع لم يكن يصلى عليها فيه [illegible] وإذا ضاق الأمر [illegible] وإذا كان ما ذكر عذراً فلا كراهة [illegible] (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب مهم إذا قال إن شتمت الخ ۲/۲۲۷ ط محمد سعيد)

(۳) [illegible] رفع یدین [illegible] وهي أربع تكبيرات كل تكبيرة قائمة مقام ركعة ولا يرفع يديه إلا في الأولى فقط وقال أئمة بلخ في كلها (الدر المختار، باب صلاة الجنازة ۲/۲۱۲ ط محمد سعيد) وقد يستفاد منه أن الحنفي إذا اقتدى بالشافعي فلا يوالي متابعته في الرفع (رد المحتار، باب صلاة الجنازة ۲/۲۱۲ ط سعيد)

(۴) وإن دفن وأهيل عليه التراب بغير صلاة أو بها بلا غسل أو ممن لا ولاية له صلي على قبره استحساناً ما لم يغلب على الظن تفسخه من غير تقدير هو الأصح (الدر المختار، باب صلاة الجنازة ۲/۲۲۴ ط محمد سعيد)

## ہر مسلمان کی نماز جنازہ ضروری ہے چاہے وہ قاتل ہو

(سوال) مولوی سے سوال ہوتا ہے کہ ایک آدمی نہ نماز پڑھتا ہے نہ روزہ رکھتا ہے نہ دین کی کچھ پروا کرتا ہے دوسرا نمازی زکوۃ روزہ ہر دینی کام کا پابند ہے اور حتی الوسع خیر خواہ خلق ہے دونوں مر جائیں تو پہلے کس کا جنازہ پڑھیں گے مولانا فرماتے ہیں پہلے کا یعنی بے نمازی کا وجہ دریافت کرنے پر فرماتے ہیں ہمارے مذہب میں یہاں تک ہے اور یہی ہمارا فتوی ہے کیا یہ درست ہے اور قاتل کے لئے کیا حکم ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۲۸۱ محمد اسمٰعیل صاحب (امرتسر) ۲۳ شوال ۱۳۵۵ھ م ۷ جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۰۰) ہر مسلمان کی میت کی نماز جنازہ پڑھنا لازم ہے پہلے پیچھے کا سوال کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ، دہلی

## دو جڑواں بچوں میں ایک زندہ پیدا ہوا اور ایک مردہ تو
## جنازہ صرف زندہ پیدا ہونے والے کی پڑھی جائے گی

(سوال) بچوں دو توأمین بایکدیگر ہم پیدا شوند یکے زندہ دیگر مردہ آیا جنازہ مردہ ہم لازم است و اگر بالفرض جنازہ مردہ کردہ شود چہ گناہ لازم آید دیگر اینکہ ہر دو تصویر کامل دارند۔ المستفتی نمبر ۱۳۴۵ مولوی حبیب الرحمن صاحب (غازی آباد) ۲۷ ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ م ۱۰ فروری ۱۹۳۷ء

(ترجمہ) دو جڑواں بچوں میں سے اگر ایک زندہ پیدا ہوا اور دوسرا مردہ تو کیا نماز جنازہ مردہ بچے پر بھی پڑھی جائے گی ؟ اگر بالفرض مردہ بچے پر نماز جنازہ پڑھ لی گئی تو کیا گناہ ہوگا ؟ دونوں بچوں کی صورتیں اور جسم مکمل ہیں ؟

(جواب ۱۰۱) ایں توأمین اگر یک دیگر منفصل و جداگانہ ہستند و یکے از ایشاں زندہ پیدا شدہ و دیگرے مردہ دریں صورت بر آنکہ زندہ پیدا شدہ بود نماز جنازہ گزاردہ شود بر آنکہ مردہ پیدا شدہ بود نماز جنازہ گزاردہ نہ شود ، و اگر جسم ہر دو باہم دگر چسپیدہ است کہ انفصال و علیحدگی ممکن نیست یا متعذر است دریں صورت نعش ہر دو پیش نہادہ بہ نیت نماز بر آنکہ زندہ پیدا شدہ بود نماز گزاردہ شود و نیت نماز بر وکہ مردہ پیدا شدہ بود نہ کردہ شود۔ (۲) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ، دہلی (الجواب صحیح فقیر محمد یوسف دہلوی مدرسہ امینیہ دہلی)

(ترجمہ) یہ جڑواں بچے اگر ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں تو جو بچہ زندہ پیدا ہوا تھا اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور جو مردہ پیدا ہوا اس پر نہیں پڑھی جائے گی ، اور اگر دونوں کے جسم اس طرح جڑے ہوئے ہیں کہ علیحدہ کرنا غیر ممکن یا دشوار ہے تو دونوں کی نعشوں کو سامنے رکھ کر زندہ پیدا ہونے والے بچے کی نماز کی نیت

---

(۱) والصلوۃ علی کل مسلم مات فرض ای مفروض علی المکلفین ، (رد المحتار ، باب الجنائز ۲/ ۲۱۰ ط سعید)
قاتل پر بھی نماز پڑھی جائے گی کیونکہ وہ بھی مسلمان ہے

(۲) ومن ولد فمات یغسل و یصلی علیہ ان استہل والا غسل و سمی و ادرج فی خرقۃ و دفن ولم یصل علیہ ، (تنویر الابصار ، باب صلاۃ الجنائز ۲/ ۲۲۷ ط سعید)

کی جاتی ہے اور جو مردہ پیدا ہو تو اس کی نیت نہ کی جائے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## (۱) ہیجڑے کی نماز جنازہ میں مقتدا لوگ شریک نہ ہوں
## (۲) پیدائشی ہیجڑے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی

(سوال) (۱) ہیجڑے مسلم کے جنازے کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زنخا (ہیجڑا) ماں کے پیٹ کا قدرتی ہو تو اس کے جنازے کی نماز جائز ہے یا نہیں اور اس کو دفن کس طرح کیا جائے؟ المستفتی نمبر ۱۳۷۸ شیخ معظم شیخ معظم [illegible] صاحب ۲ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ م [illegible] ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۰۲) (۱) مسلمان ہیجڑے کے جنازے کی نماز پڑھنا چاہئے مگر عالم اور مقتدا لوگ شریک نہ ہوں عام مسلمان نماز پڑھ کر دفن کر دیں۔

(۲) اس کے جنازے کی نماز بھی پڑھی جائے گی اور مسلمانوں کی طرح اس کی تجہیز و تکفین کی جائے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## مسجد میں جنازے سے متعلق چند سوالات

(سوال) مندرجہ ذیل [illegible] (۱) کیا مسجد میں نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں بالخصوص اس صورت میں جب کہ قبرستان میں [illegible] مقام نماز جنازہ کے لئے نہیں بنایا گیا۔ نمبر ۲ حدیث کے لفظ فلا صلوٰۃ له اور فلا اجر له کے کیا معنی ہیں؟ نمبر ۳ حدیث کے لفظ لانه یحتمل تلویث المسجد کا کیا مطلب ہے؟ (۴) نبی کریم ﷺ کا سہیل کے دو لڑکوں کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا کسی عذر پر تھا یا بغیر عذر (۵) اگر عذر پر تھا تو حدیث میں کہیں اس کی تصریح ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۴۱ [illegible] ۱۱ صفر ۱۳۵۶ھ

(جواب ۱۰۳) ([illegible]) مسجد کے اس حصے میں جو نماز پنجگانہ پڑھنے کے لئے بنایا جاتا ہے نماز جنازہ مکروہ

---

[illegible] جنازے کی نیت نہیں کی جاتی ہے بلکہ [illegible] نیت کی جاتی ہے۔

(۲) وهی فرض علی کل مسلم مات خلا اربعة [illegible] ومن قتل نفسه ولو عمدا یغسل ویصلی علیه به یفتی وان کان اعظم وزرا من قاتل غیره ورجح الکمال قول الثانی بما فی مسلم انه علیه السلام اتی برجل قتل نفسه فلم یصل علیه وفی الشامیة قوله (قد نقل) لا دلالة فی الحدیث علی ذلك لانه لیس فیه سوی انه علیه السلام لم یصل علیه فالظاهر انه امتنع زجرا لغیره عن مثل هذا الفعل کما امتنع عن الصلاة علی المدیون ولا یلزم من ذلك عدم صلاة احد علیه من الصحابة (رد المحتار، باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۱۱ ط سعید)

(۳) [illegible] کی نماز پڑھنے کی کوئی وجہ نہیں اور نہ اس میں اس کا کچھ قصور ہے وهی فرض علی کل مسلم مات (تنویر الابصار، باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۱۰ ط سعید) واذا اجتمعت الجنائز [illegible] ثم الصبیان ثم الخناثی (نور الایضاح مع مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی، احکام الجنائز ص ۳۵۸ ط مصطفی مصر)

ہے باقی دوسری صورتوں میں نماز جنازہ ادا کرنا جائز ہے فلا صلوۃ لہ کے معنی ہیں کہ اس کی نماز معتبر نہیں اور فلا اجر لہ کے معنی ہیں کہ اس کے لئے ثواب نہیں ہدایہ کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جنازہ کو مسجد میں لانے سے مسجد کی تلویث کا اندیشہ ہے یعنی میت کے بدن سے نجاست نکل کر مسجد میں گر جانے کا خطرہ ہے نہیں اور ان کے بھائی کے جنازوں کی نماز مسجد میں پڑھنا ثابت ہے مگر لا صلوۃ لہ اور لا اجر لہ کی روایتوں کی بنا پر اس کو کسی عذر کی حالت پر محمول کرنا چاہئے تاکہ احادیث میں تعارض نہ رہے یہ واضح رہے کہ کراہت تنزیہی ہے تحریمی نہیں۔ دستخط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ نشان مہر دار الافتاء مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی

(نوٹ) فتوے شائع کرنے کا مقصد صرف آپس کا اختلاف دور کرنا تھا اس میں کسی کی طرفداری یا [illegible] کو کوئی دخل نہیں اور جو صاحب فتوی دیکھنا چاہیں وہ [illegible] دیکھ سکتے ہیں۔ [illegible] میمنی انجمن تبلیغ [illegible] ۲۷ صفر ۱۳۵۲ھ ۹ مئی ۱۹۳۳ء

ہم نے اس شرعی مسئلہ کو مد نظر رکھ کر امام صاحب موصوف سے تحریری جواب طلب کیا تھا لیکن وہ اب تک خاموش ہیں کیا اس خاموشی کا مطلب یہ سمجھا جائے کہ وہ صحن مسجد میں نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کرنے پر شرمندہ اور نادم ہیں۔ (اڈیٹر)

## مسجد کے اندر نماز جنازہ

(سوال) جامع مسجد [illegible] میں نماز جنازہ کے متعلق آپ کے دار الافتاء سے ایک فتوی اخبار خلافت بمبئی مورخہ [illegible] میں شائع ہوا ہے جس میں سائل نے دریافت بھی کیا ہے کہ سہیل کے دو بیٹوں کی نماز مسجد میں پڑھی گئی اور ہدایہ کی عبارت تلویث مسجد کا مطلب دریافت کیا ہے اور آپ نے کراہت تنزیہی تحریر فرمائی ہے یہ فتوی آپ کا ہے یا جعلی ہے اگر آپ کا ہے تو آپ نے اس پر غور نہ فرمایا کہ سہیل کے دو بیٹوں کی نماز کہاں پڑھی گئی تھی یہ تو سائل کی فحش غلطی ہے وہ بیضاء کے دو بیٹے تھے جیسے صحیح مسلم میں مذکور ہے پھر درمختار وغیرہ میں مصنف مکروہ تحریمی لکھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے حدیث لا اجر لہ میں کاتب ہدایہ نے [illegible] لا

---

(۱) وکرهت تحریما وقیل تنزیها فی مسجد جماعة (الدر المختار، باب صلاة الجنائز ۲ / ۲۲۴ ط سعید)

(۲) عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ من صلی علی جنازة فی المسجد فلا شئ له (ابو داود شریف، باب الصلاة علی الجنازة فی المسجد ۲ / ۹۸ مکتبه امدادیه)

(۳) فیمکن ان یکون ذلك بعذر (اعلاء السنن، ابواب الجنائز ۸ / ۲۲۹ ط ادارة القرآن)

(۴) ثم هی کراهة تحریم او تنزیه روایتان ویظهر لی ان الاولی کونها تنزیهیة (فتح القدیر، باب الجنائز، فصل فی الصلاة علی المیت ۲ / ۱۲۸ مصطفی الحلبی مصر)

(۵) عن ابی سلمة بن عبد الرحمن ان عائشة لما توفی سعد بن ابی وقاص قالت ادخلوا به المسجد حتی اصلی علیه فانکر ذلك علیها فقالت والله لقد صلی رسول الله ﷺ علی ابنی بیضاء فی المسجد (مسلم شریف، کتاب الجنائز، فصل فی جواز الصلاة علی المیت فی المسجد ۱ / ۳۱۳ قدیمی)

اجر لہ حدیث کے الفاظ نہیں لاشی لہ کے لفظ طحاوی (۱) اور نصب الرایہ (۲) ملاحظہ ہوں۔

یہاں غیر مقلد مقابلہ پر اختلاف و تحریر میں الجھتے رہتے ہیں لہٰذا مہربانی کر کے تحقیق فرما کر جواب باصواب سے مطلع فرمائیے اخبار کا وہ حصہ آپ کی خدمت میں ارسال ہے ملاحظہ ہو اور فتویٰ اگر جلدی سے تو بہتر جلد مطلع فرمائیے تاکہ تسکین خاطر ہو۔ المستفتی نمبر ۱۲۲۸ راقم حاجی علیم الدین سورتی محلہ (ممبئی ۱)

(جواب ۱۰۴) یہ جواب تو میں نے لکھا تھا لیکن جواب کی نقل میرے پاس محفوظ نہیں ممکن ہے کہ الفاظ میں تغیر و تبدل ہوا ہو اصل جواب جن صاحب کے نام گیا تھا ان کے پاس ہو گا ان سے منگا کر جواب دیکھ لیجئے۔ مگر یہ جواب کہ آپ لکھتے ہیں کہ آپ نے اتنا غور نہ فرمایا کہ سہیل کے دونوں بیٹوں کی نماز مسجد میں پڑھی گئی یہ قول کی نسبت غلطی ہے وہ بیضاء کے بیٹے تھے۔ الخ

میرا جواب یہ ہے کہ آپ نے میرے جواب کے الفاظ پر غور نہ فرمایا جو اخبار خلافت کے کسی کالم میں چھپے ہوئے ہیں جو آپ نے بھیج دیئے ہیں میرے الفاظ یہ ہیں سہیل اور ان کے بھائی کے جنازوں کی نماز (آخر تک) میں نے سہیل کے دونوں بیٹوں کی نماز پڑھے جانے کو غلط قرار دیتے ہوئے سہیل اور ان کے بھائی کی نماز پڑھا جانا لکھا ہے سہیل اور ان کے بھائی کا نام سہیل اور ابو نعیم کے قول پر صفوان تھا یہ دونوں بیضاء کے بیٹے تھے آپ لکھتے ہیں کہ در مختار وغیرہ میں مکروہ تحریمی لکھا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ در مختار میں بھی کراہت تنزیہی کے قول کو نقل کیا ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ کون سا قول راجح ہے شامی میں موجود ہے علامہ ابن ہمام نے تنزیہی کو ترجیح دی اور شامی نے آخر میں تتمہ کے ذیل میں فینبغی الافتاء بالقول بکراهة التنزیه الذی هو خلاف الاولی کما اختاره (۳) المحقق ابن الهمام الخ

لا اجر لہ کی روایت کو بہت شدت سے حافظ ابن عبدالبر نے خطاء فحش بتایا ہے اور فلا شی لہ کو صحیح بتایا ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## میت کا اکثر حصہ غائب ہو یا میت ہی نہ ہو تو جنازہ جائز نہیں

(سوال) ایک شخص کو شیر کھا گیا بہت تلاش و تجسس سے بھی اس کا کوئی عضو مثلاً دست و پا نہیں ملا ایسی صورت میں اس کے جنازے کی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں اور ایک شخص مثلاً مقام ممبئی میں وفات پا گیا اس کی وفات کی خبر ان کے رشتہ داروں کو سورت میں ملی تو ان کی غائبانہ نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۳۵ حاجی محمد بہاء الدین صاحب (سورت) ۱۶ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ م ۱۰ جولائی ۱۹۳۳ء

---

(۱) قوله فلا صلاة له بمعنى متوجه الى الكمال وفي رواية فلا اجر له وفي رواية فلا شي له (طحطاوي على الدر المختار باب صلاة الجنازة ۱/ ۳۷۷ ط دار المعرفة بيروت)

(۲) قال ابن عبد البر: رواية فلا اجر له خطأ فاحش والصحيح فلا شي له (نصب الراية كتاب الصلاة باب الجنائز حكم صلاة الجنازة في المسجد ۲/ ۲۷۵ المجلس العلمي سورت هند)

(۳) باب صلاة الجنائز مطلب مهم اذا قال ان شتمت فلانا ۲/ ۲۲۷ ط سعيد

(جواب ۱۰۵) جس میت کا جسم یا جسم کا کوئی حصہ موجود نہ ہو اور جو میت کسی دوسرے مقام پر ہو یعنی جنازہ نمازیوں کے روبرو نہ ہو، ان دونوں صورتوں میں نماز جنازہ ساقط ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## مسجد میں نماز جنازہ کی تحقیق

(سوال) آیا یہ فتویٰ عند الاحناف صحیح ہے یا غلط اور اس فتوے میں علماء کرام نے جو عبارتیں فقہ کی کتابوں کی وغیرہ دیگر تحریر فرمائی ہیں کیا ان کتابوں میں جن کا حوالہ دیا گیا ہے موجود ہیں یا یونہی غلط حوالے پیش کر دیئے گئے ہیں اگر موجود ہیں تو ازراہ عنایت تصدیق فرمادیں۔

ذیل کے دو قولوں میں سے کس کا قول صحیح ہے مولوی محمد اسماعیل صاحب کا یا مولوی محمد عبدالسلام صاحب کا؟

قول مولوی محمد اسماعیل صاحب: "مسجد جماعت میں نماز جنازہ مذہب حنفی میں بلاعذر بلا کراہت درست ہے"

قول مولوی محمد عبدالسلام صاحب: مسجد جماعت میں نماز جنازہ حنفی کے نزدیک خواہ میت و مصلی دونوں مسجد میں ہوں بلاعذر مکروہ ہے۔

جواب اول: قول مولوی محمد عبدالسلام صاحب نزدیک احناف کے صحیح ہے۔ **ولا یصلی علی میت فی مسجد جماعة** (۳) (قدوری) محمد عبدالحق از دہلی بلیماران

جواب ثانی: حسب مذہب حنفیہ قول دوم صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

جواب ثالث: قول مولوی محمد عبدالسلام صاحب کا صحیح و درست ہے مذہب احناف میں نماز جنازہ مسجد جماعت میں بلاعذر بالاتفاق مکروہ ہے ہاں در صورت کہ میت خارج مسجد ہو اور مصلی مسجد میں ہوں اس حالت میں بعض کے نزدیک مکروہ ہے دلیل کراہت مسجد جماعت کتب فقہ میں مذکور ہے چنانچہ ہدایہ میں ہے **ولا یصلی علی میت فی مسجد جماعة لقول النبی ﷺ من صلی علی جنازة فی المسجد فلا اجر له لانه بنی لاداء المکتوبات ولانه یحتمل تلویث المسجد وفیما اذا کان المیت خارج المسجد اختلف المشائخ** (۵) حررہ محمد یعقوب عفی عنہ مدرس مدرسہ نظامیہ حیدرآباد

---

(۱) [illegible] كما في البدائع وما يوجد على الصف لا يصلى عليه فلا يغسل بعد (بدائع فصل في صلاة الجنازة، فصل في شرائط وجوبه ۱/۳۰۲ مكتبه رشيديه، كوئٹه)

(۲) وشرطها ايضا حضوره ووضعه وكونه هو او اكثره امام المصلي فلا تصح على غائب وصلاة النبي ﷺ على النجاشي لغوية او خصوصية (درمختار، باب صلاة الجنائز ۲/۲۰۹ ط سعيد)

(۳) باب الجنائز ص ۳۷ ط سعيد

(۴، ۵) ولا يصلى على ميت في مسجد جماعة لقول النبي ﷺ من صلى على جنازة في المسجد فلا اجر له لانه بني لاداء المكتوبات ولانه يحتمل تلويث المسجد، وفيما اذا كان الميت خارج المسجد اختلف المشائخ (هداية، كتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل في الصلاة على الميت ۱/۱۸۱ مكتبه شركة علميه)

جواب دیگر ([illegible]) قول مولوی محمد عبدالسلام صاحب کا صحیح اور موافق مذہب مفتی بہ کے ہے واللہ اعلم
الجواب صحیح حررہ الراجی رحمۃ ربہ [illegible] فقیر احمد حسین عفی عنہ مدرس مدرسہ مظہر العلوم شہر بنارس

جواب دیگر ([illegible]) ھوالمصوب۔ قول مولوی محمد عبدالسلام صاحب کا صحیح ہے عامہ کتب متون و شروح و فتاویٰ میں تصریح موجود ہے کہ مسجد میں جنازہ رکھ کر نماز پڑھنے کی ممانعت اتفاقی ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور کراہت بھی علی اصح الاقوال تحریمی ہے۔ قدوری میں ہے۔ ولا یصلی علی المیت فی مسجد جماعۃ اھ برجندی میں ہے ولا یصلی علی المیت فی مسجد جماعۃ اتفاقا اذا وضعت الجنازۃ فیہ اھ درمختار میں ہے۔ وکرھت تحریما وقیل تنزیھا فی مسجد جماعۃ ھو ای المیت فیہ وحدہ او مع القوم واختلف فی الخارج عن المسجد وحدہ او مع بعض القوم والمختار الکراھۃ مطلقا لاطلاق حدیث ابی داؤد من صلی علی المیت فی المسجد فلا صلوۃ لہ اھ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ وصلوۃ الجنازۃ فی المسجد الذی تقام فیہ الجماعۃ مکروھۃ سواء کان المیت والقوم فی المسجد او کان المیت خارج المسجد والقوم فی المسجد او کان الامام مع بعض القوم خارج المسجد والقوم الباقی فی المسجد او المیت فی المسجد والامام والقوم خارج المسجد ھو المختار اھ شرح معانی الآثار میں ہے۔ عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال من صلی علی جنازۃ فی مسجد فلا شیء لہ اھ [illegible] روایات تحریر فرمائی ہیں وھذا الذی ذکرنا من النھی عن الصلوۃ علی الجنازۃ فی المسجد وکراھتھا قول ابی حنیفۃ ومحمد وھو قول ابی یوسف ایضا اھ ان کے علاوہ اور کتب معتبرہ میں ہے بوجہ طوالت اور عبارات نقل نہیں کی گئیں واللہ اعلم۔ کتبہ ابوالمجد محمد عبدالعظیم اصلح اللہ حالہ وانجح آمالہ (از غازیپور)

جواب دیگر ([illegible]) مولوی محمد عبدالسلام کا قول کہ مسجد جماعت میں حنفی کے نزدیک میت کو [illegible] مسجد میں ہوں نماز جنازہ بلا عذر مکروہ ہے کتب فقہ کی تصریح کے موافق ہے درمختار میں ہے۔ وکرھت تحریما وقیل تنزیھا فی مسجد جماعۃ ھو ای المیت فیہ وحدہ او مع القوم اھ وکذا فی حاشیۃ رد المحتار۔ لیکن مولوی [illegible] صاحب کے قول میں چونکہ جنازہ یعنی میت کے مسجد میں ہونے کی قید نہیں ہے اس لئے علی الاطلاق بالعموم تو مخالف مذہب حنفی ہوگا اور [illegible]

---

١ [illegible]
٢ [illegible]
٣ باب صلاة الجنائز ٢ /٢٢٤
٤ باب الجنائز الفصل الخامس في الصلاة على الميت ١ /١٦٥ ط مكتبه ماجديه كوئته
٥ (٦) كتاب الجنائز باب الصلاة على الجنائز هل ينبغى ان تكون في المساجد ام لا ١ /٣٣١ ط سعيد
٧ باب صلاة الجنائز ٢ /٢٢٤ ط محمد سعيد
٨ [illegible] والتقرير الظاهر ان الحديث مؤيد للقول المختار من اطلاق الكراهة الذي هو ظاهر الرواية كما قدمناه (رد المحتار باب صلاة الجنائز ٢ /٢٢٦ ط سعيد)

میت کے خارج مسجد ہونے کی صورت ہو تو ایک روایت مذہب کے موافق ہوگا کذا فی الشامی۔ وفی روایۃ لا یکرہ اذا کان المیت خارج المسجد (۱) واللہ اعلم کتبہ [illegible]

الجواب صحیح: مولوی عبدالسلام صاحب کا قول بھی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اگر جنازہ مع بعض مصلی کے خارج اور بعض مصلی مسجد کے اندر ہوں تو یہ بھی علی قول مختار مکروہ ہے فی الدر المختار: والمختار الکراھۃ مطلقا (خلاصہ) (۲) بناء علی ان المسجد انما بنی للمکتوبۃ و توابعھا الی قولہ وھو الموافق لاطلاق حدیث ابی داود (۳) الخ واللہ اعلم محمد اسحاق عفی عنہ مدرس مدرسہ جامع العلوم کانپور

استفتاء دیگر :

(۱) نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے تو کون سا مکروہ ہے تحریمی یا تنزیہی مکروہ ہونے کی علت کیا ہے کس وجہ سے مکروہ ہے سوال دوم۔ زید جانتا ہے کہ نماز جنازہ مسجد میں مکروہ ہے اس نے پڑھی زید کی نماز ہوئی یا نہیں اگر نہ ہوا تو کس درجے کا؟ سوال سوم نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا حدیث سے ثابت ہو تو کتاب بیان کیجئے

جواب سوال اول: مکروہ تحریمی اور کئی بار لکھا گیا ہے علت پوچھنا آپ کا مناسب نہیں حکم شریعت ہے بس۔ (۴)

جواب سوال دوم: مرتکب گناہ کا ہوا بوجہ کراہت تحریمی کے مرتکب ترک واجب ہوتا ہے۔ (۵)

جواب سوال سوم: ثابت نہیں ہو سکتا ہے اور جو منقول ہے اس کا جواب بھی ہے۔ حررہ محمد اسحاق عفی عنہ مدرس مدرسہ جامع العلوم کانپور (منقول از اشتہار واجب الاظہار مشتہرہ حکیم محمد عبداللہ [illegible] مقیم [illegible] دکان نمبر ۱۹۸ (مطبوعہ حمیدی پریس [illegible]) المستفتی نمبر [illegible] ۵۲ عبدالمجید صاحب امام جامع مسجد [illegible] ۲۶ ربیع الاول ۱۳۵٦ھ م ۲۷ مئی ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۰٦) استفتاء اول کے جوابات صحیح ہیں کہ جب جنازہ بھی مسجد میں ہو اور نمازی بھی مسجد میں ہوں تو حنفیہ کے نزدیک یہ نماز بلا عذر مکروہ ہے (٦) اور جنازہ خارج مسجد ہو اور نمازی بھی بعض مسجد میں ہوں تو یہ صورت مختلف فیہ ہے راجح یہ ہے کہ جو لوگ مسجد میں ہیں ان کی نماز مکروہ ہے (۷) اور اگر عذر ہو تو [illegible]

---

(۱) (باب صلاۃ الجنائز، مطلب فی کراھۃ صلاۃ الجنازۃ فی المسجد ۲ / ۲۲۵ ط سعید) [illegible] لانه بنی لاداء المکتوبات ولانه یحتمل تلویث المسجد (هدایة، کتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل فی الصلاة علی المیت ۱ / ۱۸۱ ط شرکت علمیه ملتان)

(۲) (باب صلاة الجنائز ۲ / ۲۲٦ ط سعید)

(۳) عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ من صلی علی جنازة فی المسجد فلا شیء له (ابوداود، کتاب الجنائز، باب الصلاة علی الجنائز فی المسجد ۲ / ۹۸ ط سعید)

(٤) (وکذا کتب تحریما) وقیل تنزیها فی مسجد جماعة (الدر المختار، باب صلاة الجنازة ۲ / ۲۲٤ ط سعید)

(۵) [illegible]

(٦) اذا کان یکره فی المسجد یکره بالاتفاق [illegible] (الهندیة، فصل فی الجنائز [illegible] لاعظم اولی ٤ / ۷۹ ط کوئٹہ)

(۷) وحیث فی شرح [illegible] الاتفاق علی عدم الکراهة فی حق من کان خارج المسجد [illegible] فی حق من کان داخله (رد المحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب فی کراهة صلاة الجنازة فی المسجد ۲ / ۲۲۵ ط سعید)

صورت بھی مکروہ نہیں۔ استفتائے دوم میں کراہت تحریمی کا حکم ہے۔ اسی طرح استفتائے اول کے جواب خلاصہ میں کراہت تحریمی کو حق بتایا ہے اس میں مجھے تامل ہے میں حافظ ابن ہمام کے قول کے موافق کراہت تنزیہی کو راجح سمجھتا ہوں (۱) اور جنازہ کا مسجد میں پڑھا جانا حدیث سے ثابت ہے (۲) یہ دوسری بات ہے کہ ممانعت بھی حدیث میں موجود ہے (۳) اور ثبوت کی روایت کو عذر کی حالت پر محمول کیا گیا ہے۔ (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## پوری بستی میں اگر کوئی جنازہ نہ جانتا ہو تو نماز جنازہ کس طرح ادا کی جائے گی؟

(سوال) اگر ایسے قصبے میں جہاں کہ کوئی پڑھا لکھا مسلمان موجود نہ ہو اور کوئی شخص نماز جنازہ بھی ادا کرنا نہ جانتا ہو اور کوئی بھی اسلامی مسائل کی کتاب بھی موجود نہ ہو اس حالت میں نماز جنازہ کس طرح ادا کی جائے۔

المستفتی نمبر ۲۸۶ محمد مظہر الدین صاحب (انبالہ) ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ م ۲۳ اگست ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۰۷) جہاں نماز جنازہ صحیح طور پر ادا کرنا کوئی نہ جانتا ہو وہاں موجودہ مسلمان جماعت کی شکل میں کھڑے ہو کر چار تکبیریں کہہ دیں۔ بعد کچھ پڑھیں نہیں اور ہر تکبیر کے بعد دعائے مغفرت کرلیں یا پہلی تکبیر کے بعد ثنا پڑھ لیں اور دوسری تکبیر کے بعد درود اور تیسری تکبیر کے بعد جو دعا یاد ہو پڑھ لیں چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دیں۔ (۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## صرف اخبار میں یہ بات "میں آغا خانی ہوں" شائع ہونے سے
## کسی کو کافر نہیں کہہ سکتے ایسے شخص کی جنازہ پڑھی جائے

(سوال) مروڑ میں غلام حسین نامی ایک خوجہ سوداگر رہتا تھا اور اس کو خدائے پاک نے نرینہ اولاد سے سرفراز فرمایا تھا نرینہ اولاد و خصوصاً ان کے بیٹے اور پوتے بالغ اور زندہ ہیں مگر ان لڑکوں کے اور اس کے درمیان تفرقہ ہو گیا تھا وہ خود تخمیناً دس سال کا عرصہ ہوا حج بیت اللہ شریف ہو کر آیا تھا اور عیدین کی نماز اور قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہوئے اس کو ہم لوگوں نے دیکھا تھا وہ خوجہ جنجیرہ گورنمنٹ میں بچوں کی حق تلفی کرنے کے لئے جنجیرہ دربار گیا اور شائع کیا میرا مذہب آغا خانی خوجہ اسماعیلی ہوں اور ہندو لا پر قائم ہوں کی پابندی چاہتا ہوں اس لئے میرے بعد میرے بچوں کو میری وراثت میں سے حق نہیں پہنچتا یہ اس نے لکھ

---

(۱) ثم هي كرهة تحريمية او تنزيهية روايتان ويظهر لي ان الاولى كونها تنزيهية (فتح القدير، باب الجنائز، فصل في الصلاة على الميت ۲/ ۱۲۸ ط مصطفى حلبي مصر)

(۲) مشکوٰۃ ص ۱۰۳ [illegible]

(۳) مشکوٰۃ ص ۱۰۳ [illegible] ۲

(۴) فالحاصل عنه [illegible] اولا فيه وفعلت حال لا عموم لها فيمكن ان يكون ذلك لعذر [illegible] كما قال الشامي [illegible] انما تكره في المسجد بلا عذر فان كان فلا (اعلاء السنن، ابواب صلاة الجنازة ۸/ ۲۲۹ ط ادارة القرآن)

(۵) وركنها شيئان التكبيرات الاربع والقيام فلم تجز قاعدا بلا عذر (الدر المختار، باب صلاة الجنازة ۲/ ۲۰۹ ط محمد سعيد) لہٰذا نماز جنازہ کی ادائیگی کے لئے جماعت کے ساتھ چار تکبیروں کا کہنا بھی ضروری ہے۔

شائع کرائے پبلک میں ارسال کیا اور بعد ایک مہینہ اچھا تندرست اس کے بعد مدہ ہو کر مر گیا اب آپ سے سوال یہ ہے کہ کیا اسماعیلی خوجہ مرنے کے بعد سنت والجماعۃ میں شامل ہو سکتا ہے براہ کرم ارشاد فرمائیں آغا خان اسماعیلی خوجہ کی میت کے جنازے کی نماز مسلمانوں کے یعنی سنت جماعت والوں کے نماز جنازہ کی طرح پڑھی جائے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۶۸۹ احمد علی عرب صاحب ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ م ۲۳ اگست ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۰۸) اگر یہ مضمون صرف گزٹ میں اس کے نام سے شائع ہوا مگر کسی شخص کے سامنے اس نے زبان سے نہیں کہا تو صرف اخبار کے مضمون سے اس کے اوپر یہ حکم نہیں لگایا جا سکتا کہ وہ خوجہ اسماعیلی مذہب کا پابند تھا اگر اخبار کے سوا اور کوئی ثبوت نہ ہو تو اس کو سنی قرار دیا جائے گا اور اس کے جنازے کی نماز سنیوں کی طرح ادا کرنا جائز ہوگا جب کہ وہ اپنی زندگی میں سنیوں کی طرح برتاؤ رکھتا ہو۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیرے

(سوال) نماز جنازہ کی چوتھی تکبیر کہہ کر اس کے متصل ہی سلام پھیر دینا چاہئے یا کہ چوتھی تکبیر کہہ کر پہلے ہاتھ چھوڑ کر پھر سلام پھیریں۔ المستفتی نمبر ۱۷۴۵ قاضی عظیم الدین صاحب و قاضی صالح محمد صاحب (کاٹھیاواڑ) ۶ رجب ۱۳۵۶ھ م ۱۲ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۰۹) دونوں طرح جائز ہے اچھا ہے ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیرے (وھذا اوجہ) اور چاہے سلام پھیر کر ہاتھ چھوڑے (ولا محذور فیہ) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## جنازہ کے بعد دعا نہیں

(سوال) بعد نماز جنازہ دعا کرنی چاہئے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۹۰۱ محمد موسیٰ صاحب (بہاولپور) ۱۷ شعبان ۱۳۵۶ھ م ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۱۰) نماز جنازہ کے بعد دعا کرنی ثابت نہیں نماز جنازہ خود دعا ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## جنازہ میں شریک نہ ہونے والے شخص کے گھر کا کھانا کھانا جائز ہے

(سوال) چھاؤنی نیمچ میں اکثر و زیادہ تر رواج ہے کہ میت کے ہمراہ دس بیس شخص جاتے ہیں اور نماز جنازہ

---

(۱) صرف اخبار میں نام چھپ جانے سے کسی پر اسلام و کفر کا حکم نہیں لگایا جا سکتا جب تک اس کا قول یا عمل ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک مسلمان کی تصدیق کی جائے گی۔ فقط
(۲) ومن ههنا يخرج الجواب عما سئلت في سنة ست وثمانين ايضا من انه هل يضع مصلي الجنازة بعد التكبير الاخير من تكبيراته ثم يسلم ام يرسل ثم يسلم، وهو انه ليس بعد التكبير الاخير ذكر مسنون فيسن فيه الارسال (السعاية، باب صفة الصلاة، بيان ارسال اليدين ۲ / ۱۵۹ سہیل اکیڈمی لاہور)
(۳) لا يقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة لانه دعا مرة لان اكثرها دعاء (البزازية على هامش الهندية، فصل في الجنائز ۴ / ۸۰ ط ماجديه، كوئٹه)

کے وقت ثلث یا نصف شخص شامل نماز ہوتے ہیں بقیہ علیحدہ دور ہٹ جاتے ہیں نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوتے چنانچہ تاریخ ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو ایک میت کے ساتھ بہت سے آدمی ہمراہ جنازہ میت کے تھے انہیں میں سے نصف آدمی نماز کے واسطے تیار ہوئے اور نصف علیحدہ ہو کر دور جا بیٹھے شرکت نماز کے لئے کہنے پر چند اشخاص اور شریک ہوئے بقیہ میں سے کچھ روپوش ہو گئے اور کچھ علیحدہ ہی بیٹھے رہے ان میں سے دو آدمی ایک قصاب مسمیٰ معصوم اور دوسرا عبد القیوم نمازی اس طرح سے ہم کلام ہوئے کہ ہم نماز جنازہ بھی نہیں پڑھتے اور نماز میں بھی شریک نہیں ہوتے عبد القیوم نے گھر سے میت کے ورثاء کے لئے کھانا لایا اور ان کو کھانا کھلایا اس وقت تائید شرکت نماز جنازہ بعض بعض نمازی بھی کہنے لگے کہ زور مت دو یہاں کی رسم یہی ہے ہمیں تائید کرنے سے آئندہ وہ لوگ جنازہ میت میں شریک نہیں ہوں گے چونکہ نمازی ہو کر ان کا یہ کلمات ان بے نمازیوں کی جرأت کو بڑھاتے ہیں اور ان کی ہمدردی کرتے ہیں اور ہدایت کرنے والوں کو روکتے ہیں کیا ایسے شخص کے پیچھے کہ منکر نماز جنازہ ہے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟ المستفتی نمبر ۱۹۴۷ عبد الحمید صاحب (چھاؤنی نیپ) ۲۷ شعبان ۱۳۵۶ھ م ۲ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۱۱) جنازے کے ساتھ جانے والے مسلمانوں کو نماز جنازہ میں شریک ہونا چاہئے جو لوگ نماز میں شریک نہیں ہوتے ان کا یہ فعل اچھا نہیں ہے نمازی کو نماز جنازہ میں شریک ہونے کی ترغیب دینی چاہئے جو شخص نماز جنازہ میں شریک نہ ہوا اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے اور جس شخص نے سختی کرنے سے منع کیا ہے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہوا کیونکہ نصیحت بھی حکمت اور موعظۂ حسنہ کے ساتھ ہونی چاہئے۔(۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ، دہلی

## ولد الزنا کی نماز جنازہ بھی ضروری ہے

(سوال) ایک مسلمان شخص ایک مسلمان عورت کو بھگا کر لے گیا تھا اس کے گھر میں اس عورت سے ایک بچہ پیدا ہوا اور ڈھائی سال کا ہو کر مر گیا مرنے کے بعد اس شہر کی مسجد کے امام نے کہہ دیا کہ اس کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ المستفتی نمبر ۲۰۵۰ غلام قادر صاحب [illegible] ۱۵ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۲۰ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۱۲) لڑکا جو پیدا ہوا اور ڈھائی سال کا ہو کر مر گیا اس کا جنازہ پڑھنا چاہئے تھا کیونکہ وہ بچہ قصور وار نہیں تھا اور مسلمان بچہ تھا امام نے نماز جنازہ نہ پڑھنے میں غلطی کی۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ، دہلی

---

(۱) اس سے معلوم ہوا کہ [illegible] فرض کفایہ ہے [illegible] باقی لوگ [illegible] نہ پڑھنے والے گناہگار نہ ہوں گے
الصلاة على الجنازة فرض كفاية إذا قام به البعض واحد كان أو جماعة ذكرا كان أو أنثى سقط عن الباقين (هندية كتاب الجنائز فصل في الصلاة على الميت ۱/ ۱۶۲ كوئٹه)
(۲) قال الله تعالى: ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي أحسن (سورة النحل رقم الآية ۱۲۵)
(۳) وما تقدم من يصلى عليه فكل مسلم مات بعد الولادة يصلى عليه صغيرا كان أو كبيرا ذكرا كان أو أنثى حرا كان أو عبدا إلا البغاة وقطاع الطريق ومن بمثل حالهم (البدائع فصل في الجنازة ۱/ ۳۱۱ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه)
چونکہ [illegible] نہیں وہ تو بے قصور ہے قصور تو اس کے والدین نے کیا ہے بچے پر نماز جنازہ پڑھنا چاہئے۔

## مسجد میں نماز جنازہ کی تفصیل

(سوال) نماز جنازہ بلا عذر بارش وغیرہ مسجد جماعت پنجگانہ میں پڑھنا کیسا ہے جائز بلا کراہت ہے یا مکروہ ہے اگر مکروہ ہے تو مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی ہے میت مسجد میں ہو تو کیا حکم ہے اور اگر میت مسجد سے خارج ہو اور نمازی اندر ہوں تو کیا حکم ہے؟ المستفتی نمبر ۲۰۵۳ چودھری علی بخش و مراد بخش صاحب (جالندھر) ۱۵ رمضان ۱۳۵۶ھ ۲۰ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۱۳) اگر کوئی عذر مثلاً بارش یا پاک زمین میسر نہ ہونے کی وجہ سے نماز جنازہ مسجد میں پڑھی جائے تو حنفیہ کے نزدیک بھی بلا کراہت جائز ہے(۱) اور بلا عذر ہو تو حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے کراہت تحریمی کے بھی بعض فقہا قائل ہیں(۲) مگر راجح کراہت تنزیہی ہے(۳) جنازہ باہر ہو اور نمازی مسجد میں یہ صورت خفیف ترین ہے(۴) اس کے بعد یہ کہ جنازہ مسجد میں ہو اور نمازی باہر ہوں(۵) اور جنازہ و نمازی دونوں مسجد میں ہوں یہ پوری کراہت والی صورت ہے۔(۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## اگر کافر کا بچہ مسلمان کی تحویل میں ہو تو بچے کی نماز جنازہ کا حکم

(سوال) ایک لاوارث معصوم بچہ جس کے والدین کے مشرک ہونے کا علم ہو وہ بچہ قانوناً و رسماً و حکماً کسی مسلمان کی تحویل میں آگیا ہو اور آتے ہی فوراً فوت ہو گیا ہو تو کیا بہ تبعیت شرع شریف اس کی نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے؟ المستفتی نمبر ۲۰۸۵ شیخ عبداللہ مولا بخش چیچی ملا (بمبئی ۸) ۱۶ رمضان ۱۳۵۶ھ ۲۱ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۱۴) اگر مسلمان کا قبضہ نابالغ بچے پر صحیح شرعی اصول کے موافق ہوا ہو تو بچہ مسلمان کا قرار دیا جائے گا اور اس کے جنازے کی نماز پڑھی جائے گی۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(١) إنما تكره في المسجد بلا عذر فإن كان فلا، ومن الأعذار المطر كما في الخانية (رد المحتار، باب صلاة الجنائز ٢/ ٢٢٦ ط محمد سعيد)

(٢) وكرهت تحريما وقيل تنزيها في مسجد جماعة هو أي الميت فيه وحده أو مع القوم (الدر المختار، باب صلاة الجنائز ٢/ ٢٢٤ ط سعيد)

(٣) ثم هي كراهة تحريم أو تنزيه روايتان، ويظهر لي أن الأولى كونها تنزيهية (فتح القدير، باب الجنائز، فصل في الصلاة على الميت ٢/ ١٢٨ مصطفى حلبي مصر)

(٤) اس لئے کہ اس صورت میں مکروہ ہونے میں اختلاف ہے اور اتفاقی کراہت کی صورت نہیں پائی جاتی ہے وإن كانت الجنازة وحدها في الخارج فمختلف (بزازیہ علی الہندیہ فصل فی الجنائز ٤/ ٧٩ کوئٹہ)

(٥) اس لئے کہ جو علماء مسجد میں جنازے کی کراہت کی وجہ احتمال تلویث مسجد قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک یہ صورت مکروہ نہیں (قوله وإن كان شغل المسجد بما لم يبن له تنزيهة) فلو كان الميت موضوعا في المسجد والناس خارجه لا يكره (طحطاوي على المراقي، أحكام الجنائز ص ٣٦٠ بيروت)

(٦) اس لئے کہ یہ صورت بالاتفاق مکروہ ہے: وإن كان الكل في المسجد يكره بالاتفاق (بزازیہ علی الہندیہ، النوع الخامس والعشرون في الجنازة ٤/ ٧٩ ط کوئٹہ)

(١) والصبي إذا وقع في يد المسلمين من الحربيين في دار الحرب وحده ومات هناك يصلى عليه لأنه صار تبعا لليد كذا في المحيط (هندية، باب صلاة الجنائز ١/ ١٦٣ ط ماجدية كوئٹہ)

## جنازے کے بعد اجتماعی دعا سلف سے ثابت نہیں

(سوال) (الف) بعد نماز جنازہ مجتمعاً دعا مانگنا جیسا کہ آج کل کلکتہ میں مروج ہے رسول اللہ ﷺ سے یا سلف رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے یا نہیں (ب) اور اس باب میں علماء حنفیہ کی کیا تحقیق ہے امام ابو حنیفہ سے کچھ منقول ہے یا نہیں؟ (ج) اردو رسالوں میں جہاں نماز جنازہ کی ترکیب لکھی ہوئی ہے وہاں دعا کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا کیا اس وجہ سے کہ ثابت نہیں یا سہو ہو گیا؟ جواب؟ المستفتی نمبر ۲۱۰۲ حاجی عبدالجبار (کلکتہ) ۷ شوال ۱۳۵۶ھ م ۱۱ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۱۵) نماز جنازہ کے بعد کوئی اجتماعی دعا منقول آنحضرت ﷺ یا صحابہ کرام یا سلف صالحین سے ثابت نہیں نماز جنازہ خود دعا ہے فقہ حنفی میں بھی نماز کے بعد کسی دعائے اجتماعی کی ترغیب یا ہدایت مذکور نہیں بلکہ بعض کتب میں منع کیا گیا ہے۔(۱) [illegible] کے رسم بصورت اجتماع و اہتمام ختم فرمایا ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## نماز جنازہ میں سلام پھیرنا حدیث سے ثابت ہے

(سوال) نماز جنازہ میں سلام پھیرنا رسول خدا ﷺ سے ثابت ہے یا نہیں بصورت ثبوت حدیث کا حوالہ ضروری ہے اور بصورت عدم ثبوت حدیث یہ سلام کا پھیرنا کس اصول شریعت کے ماتحت ہے۔ المستفتی نمبر ۲۲۳۲ محمد زکریا مسلم ہائی اسکول (انبالہ سٹی) ۲۵ صفر ۱۳۵۷ھ م ۲۶ اپریل ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۱۶) نماز جنازہ میں سلام پھیرنا مسنون و معمول بہا ہے اس کے ثبوت کے لئے یہ روایات ہیں (۱) صلت الملائكة على آدم فكبرت عليه اربعا و سلموا تسليمتين (كنز العمال)(۲) (۲) الصلوة على الجنازة بالليل والنهار سواء يكبر اربعا و يسلم تسليمتين (كنز العمال)(۳) (۳) عن ابي امامة بن سهل بن حنيف قال السنة في الصلوة على الجنائز يقرأ في التكبيرة الاولى بام القرآن مخافتة ثم يكبر ثلاثا و يسلم عند الآخرة (كنز العمال)(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## مسجد کے بجائے سڑک پر جنازہ پڑھنا بہتر ہے

(سوال) نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور صحن مسجد جس میں نماز پڑھی جاتی ہے وہ داخل مسجد ہے یا نہیں پس اس حالت میں جب کہ بیرون مسجد سڑک نہایت فراخ اور کشادہ موجود ہے جس میں نماز جنازہ

---

(۱) لا يقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة لانه دعا مرة لان اكثرها دعاء (البزازية على هامش الهندية فصل في الجنائز ۴/ ۷۹، ط كوئٹه)

(۲) الكتاب الرابع من حرف الميم، الباب الاول في ذكر الموت الخ، الفصل الرابع في الصلاة على الميت ۱۵/ ۵۸۵ حديث نمبر ۴۲۲۹۳ مكتبه تراث حلب)

(۳) (۱۵/ ۵۸۴ حديث نمبر ۴۲۲۹۰ مكتبه تراث حلب)

(۴) كتاب الموت من قسم الافعال صلاة الجنازة ۱۵/ ۷۱۸ حديث نمبر ۴۲۸۶۱ مكتبه تراث حلب)

نہایت فراغت اور اطمینان کے ساتھ جماعت کثیرہ کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں اور قبرستان کا فاصلہ وہاں سے میل ڈیڑھ میل ہے جس کی وجہ سے وہاں نماز جنازہ میں مجمع نہیں ہوتا اور سڑک پر پڑھنے سے کافی مجمع ہو جاتا ہے تو ان صورتوں کے ہوتے ہوئے نماز جنازہ سڑک مذکورہ پر پڑھنا اولیٰ ہے یا قبرستان میں ؟ المستفتی نمبر ۲۲۴۲ قاری محمد انوار الحق صاحب (کراچی) ۷ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ م ۸ مئی ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۱۷) بہت سے مقامات میں صحن مسجد کو خارج از مسجد قرار دیتے ہیں اور وہاں عرف یہی ہوتا ہے کہ بنا پر بانیان مسجد بھی صحن کو مسجد میں داخل کرنے کی نیت نہیں کرتے ایسی صورت میں تو نماز جنازہ صحن میں پڑھ لینی جائز ہے اور اگر صحن کو مسجد قرار دیا گیا ہو تو باہر سڑک پر نماز جنازہ پڑھنا اولیٰ ہے کہ قبرستان سے جانے اور وہاں نماز پڑھنے میں نمازی کم ہو جاتے ہیں فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

## عصر کے بعد غروب سے پہلے جنازہ جائز ہے

(سوال) عصر مغرب کے درمیان نماز جنازہ جائز ہے کہ نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۳۶۰ نبی خاں (آگرہ) ۷ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ ۶ جولائی ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۱۷) جائز ہے عین غروب کے وقت سے پہلے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

## کسی حدیث میں حضور ﷺ نے جنازے میں فاتحہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا

(سوال) غیر مقلد کہتا ہے کہ حنفی کی میت کا نماز جنازہ بھی درست نہیں ہوتا کیونکہ حنفی لوگ سورہ فاتحہ نماز جنازہ میں نہیں پڑھتے حالانکہ حدیث ترمذی میں آئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنی چاہیے آپ برائے خدا جلد از جلد جواب دیکر مشکور فرمائیں۔ المستفتی نمبر ۲۴۷۰ محمد عبدالغنی صاحب ہوشیارپور (پنجاب) ۶ صفر ۱۳۵۸ھ م ۲۸ مارچ ۱۹۳۹ء

(جواب ۱۱۹) کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ آنحضرت ﷺ نے جنازے کی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم فرمایا ہو یا یہ فرمایا ہو کہ جنازے کی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنی چاہیے(۳) ترمذی میں یہ روایت نہیں ہے

---

(۱) یہاں سڑک پر نماز جنازہ پڑھنے کو اولیٰ لکھا ہے یا تو سوال میں مذکور وجوہ کی بناء پر یا مسجد کے صحن کے مقابلے میں ورنہ سڑک پر نماز جنازہ کو فقہائے احناف نے مکروہ لکھا ہے جو ناپسندیدہ ہے اور کراہت کی وجوہ بھی ذکر کئے ہیں مثلاً سڑکوں پر نجاسات کا ہونا اور ناپاک جوتوں اور چپل میت نماز پڑھنا وغیرہ وتکره فی الشارع واراضی الناس کذا فی المضمرات (هندية جنائز باب الجنائز ۱/۱۶۵ ط کوئٹه)

(۲) ولا تکره الصلاة علی الجنازة بعد صلاة الفجر وبعد صلاة العصر قبل تغير الشمس (بدائع فصل فی باب الجنائز ۱/۳۱۷ مکتبه رشیدیه کوئٹه)

(۳) آپ علیہ السلام سے تو کسی مرفوع صحیح حدیث میں یہ ثابت نہیں، ہاں بخاری شریف میں ابن عباسؓ سے جو مروی ہے کہ ابن عباسؓ نے فاتحۃ الکتاب پڑھی اور فرمایا "لتعلموا انها سنة" اور اس جیسی دیگر روایات بھی موجود ہیں جس سے صرف جواز ثابت ہو سکتا ہے جس کے احناف بھی بنیت دعا قائل ہیں اور صحابہ کا پڑھنا بھی دعا پر محمول ہو سکتا ہے کیونکہ سورہ فاتحہ افضل دعا ہے جیسا کہ مروی ہے افضل الذکر لا اله الا الله وافضل الدعاء الحمد لله اور "انها سنة" کے متعلق فتح الباری میں لکھا ہے "یحتمل ان یرید ان الدعاء سنة (فتح الباری شرح بخاری باب قراءة فاتحة الکتاب علی الجنازة ۳/۱۶۴ ط مطبعة کبری بولاق مصر)

آپ نے اس میں لکھی ہے۔ نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہئے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت نہیں

(سوال) بعد نماز جنازہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بروئے مذہب حنفی و اہل حدیث کیا حکم ہے؟ المستفتی نمبر ۲۲۳۰ میاں محمد صدیق صاحب (فیروز پور) ۳ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ م ۱۰ جولائی ۱۹۴۰ء

(جواب ۱۲۰) نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے اس مسئلے میں حنفی و اہل حدیث کے مذہب میں کوئی فرق نہیں ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## امام مسجد پر چالیس قدم تک میت کی چارپائی اٹھانا ضروری نہیں

(سوال) کیا میت کی چارپائی اٹھاتے وقت امام مسجد پر چالیس قدم لینا لازمی ہے یا ہاتھ لگا کر چارپائی چھوڑ دینا بھی جائز ہے، پورا کرنا ضروری نہیں ہے؟ المستفتی نمبر [illegible] فیروز دین صاحب

(جواب ۱۲۱) جنازے کو چالیس قدم لینے کا یہ طریقہ جو سوال میں مذکور ہے غلط اور خلاف سنت ہے کسی امام کی یہ ڈیوٹی مقرر کرنا کہ وہ جنازہ اٹھاتے وقت ایسا ضرور کرے یہ بے جا پابندی اور بدعت ہے ہاں ہر مسلمان کو میت کا یہ حق ہے کہ جنازہ کو کندھا دے اور کندھا دینے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ پہلے جنازہ کا اگلا دایاں پایہ اپنے دائیں کندھے پر رکھ کر دس یا اس سے زائد قدم چلے پھر اس کا پچھلا دایاں پایہ دائیں کندھے پر رکھے اور دس قدم چلے پھر اگلا بایاں پایہ بائیں کندھے پر پھر پچھلا بایاں پایہ بائیں کندھے پر رکھ کر دس دس قدم چلے یہ مستحب ہے(۲) اور یہ حق ہر شخص کے لئے ہے نہ کہ صرف امام کے لئے اور جنازے کو قبرستان تک جانے میں جس وقت اور جس مقام پر چاہے ہر شخص یہ حق ادا کرنے کا اختیار رکھتا ہے یہ ضروری نہیں کہ امام جنازے کو اٹھاتے وقت ہی چالیس قدم لے کر ضرور پورے کرے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## نماز جنازہ میں بھی جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے

(سوال) ہمارے یہاں جنازے کی نماز کی جگہ پر تین درخت ہیں ان پر ہمیشہ پرندے بیٹھے رہتے ہیں اور بیٹ کرتے رہتے ہیں اس وجہ سے فرش نجس رہتا ہے اب نجس زمین پر جس وقت آدمی نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں تو کیا ان کی نماز ہو جاتی ہے؟ المستفتی نمبر ۲۸۱۶ سلیمان موسیٰ حافظ جی (ضلع سورت) ۱۸ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ

---

(۱) ولا يقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة لأنه دعا مرة لأن أكثرها دعاء (البزازية، فصل في الجنائز ٤/ ٨٠ ط كوئٹہ)

(۲) ومن أراد كمال السنة في حمل الجنازة ينبغي له أن يحملها من الجوانب الأربع روي عن ابن عمر أنه كان يحمل الجنازة على جوانبها الأربع فيضع مقدم الجنازة على يمينه ثم مؤخرها على يمينه ثم مقدمها على يساره ثم مؤخرها على يساره ... وينبغي أن يحملها من كل جانب عشر خطوات (بدائع الصنائع، فصل في حمل الجنازة ١/ ٣٠٩ ط سعيد كمپني كراچی)

(جواب ۱۲۲) اس ناپاک جگہ پر کھڑے ہونے والوں کی نماز نہیں ہوئی ان کو یہ جگہ چھوڑ دینی چاہیے یا پاک کپڑا بچھا کر نماز پڑھیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## عیدگاہ میں نماز جنازہ جائز ہے

(سوال) عیدگاہ کے اندر جنازے کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۱۲۳) عیدگاہ میں جنازے کی نماز پڑھنی جائز ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## نماز جنازہ خود دعا ہے اس کے بعد اجتماعی دعا ثابت نہیں

(سوال) نماز جنازہ میں سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۱۲۴) نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کا ثبوت نہیں نماز جنازہ خود دعا ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

**(جواب دیگر ۱۲۵)** نماز جنازہ بتصریح فقہاء خود دعا ہے اور اگرچہ اس پر لفظ صلوۃ بمعنی نماز کا اطلاق بھی کیا گیا ہے اور حقیقت بھی ہے تاہم اس میں دعا ہونے کی جہت راجح اور غالب ہے۔ اور بعد فراغ من صلوۃ آنحضرت ﷺ و صحابہ کرام و ائمہ مجتہدین سے ثابت نہیں کہ وہ کوئی دعا اور کرتے تھے یعنی نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے متصل بعد۔ البتہ بعد دفن قبر پر تھوڑی دیر توقف کرنا اور میت کے لئے دعا کرنا حدیث سے ثابت ہے جو سنن ابی داؤد میں مروی ہے۔

تاہم نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد فرداً فرداً اگر کوئی دعا مانگ لے تو فی حد ذاتہ کچھ مضائقہ بھی نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ نہ کرنے والوں کو کسی قسم کی طعن و تشنیع اور ملامت نہ کی جائے اور دعا کا کوئی خاص اہتمام و تداعی اور جماعت جنازہ کی پابندی نہ ہو اس طرح اگر کوئی شخص ایسا بغیر اہتمام و التزام و پابندی بہیئت جماعت کے دعا مانگے تو کسی کو اسے روکنے اور منع کرنے کا بھی حق نہیں ہے کیونکہ اس خاص صورت میں ایک امر مباح کا مرتکب ہے یا زیادہ سے زیادہ مستحسن کا اور ان دونوں حالتوں میں منع کرنے کے کوئی معنی نہیں بعض عبارات فقہیہ سے جو دعا کا جواز معلوم ہوتا ہے ان سے مراد یہی ہے کہ ہر ایک فرداً فرداً بغیر اہتمام و التزام و بغیر پابندی

---

(۱) یعنی جنازہ میں بھی نماز کی طرح طہارت شرط ہے، شرائط جواز نماز (وهي) الطهارة من النجاسة في ثوب و بدن و مكان و ستر العورة شرط في حق الميت والامام جميعا (رد المحتار باب صلاة الجنازة ۲ / ۲۰۸ ط سعيد)

(۲) فناء المسجد لجماعة لانها لا يكره في مسجد اعد لها و كذا في مدرسة و مصلى عيد لانه ليس لها حكم المسجد في الاصح (الطحطاوي على مراقي الفلاح باب احكام الجنائز ص ۳۶۰ ط بيروت)، (۴۹۱ طبع المصنع کارخانه تجارت کتب خانه کراچی)

(۳ و ۴) لانها ليست بصلاة حقيقة انما هي دعاء واستغفار للميت (بدائع فصل في بيان كيفية الصلاة على الجنازة ۱ / ۳۱۴ ط كوئته) ولا يقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة لانه دعا مرة لان اكثرها دعاء (البزازية على هامش الهندية النوع الخامس و العشرون في الجنازة ۴ / ۸۰ ط ماجديه کوئٹه)

(۵) عن عثمان بن عفان قال كان النبي ﷺ اذا فرغ من دفن الميت وقف عليه فقال استغفروا لاخيكم و سلوا له بالتثبيت فانه الآن يسأل (ابو داؤد باب الاستغفار عند القبر للميت في وقت الانصراف ۲ / ۱۰۳ ط سعيد)

بیت جماعت دعا مانگیں تو جائز ہے۔ واللہ اعلم کتبہ محمد کفایت اللہ غفر لہ مدرس مدرسہ امینیہ سنہری مسجد دہلی

## میت اور کچھ نمازی مسجد کے اندر ہوں اور کچھ باہر تو جنازے کا حکم

(سوال) جنازہ خارج مسجد ہو اور نمازیان اکثر داخل مسجد ہوں اور قلیل خارج مسجد ہوں تو نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۱۲۶) جنازہ مسجد سے باہر ہو اور کچھ نمازی باہر ہوں اور کچھ مسجد میں تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## ظاہری علامات نہ ہوں تو لڑکا و لڑکی دونوں کو پندرہ سال کی عمر میں بالغ قرار دیا جائے گا

(سوال) (۱) دس سال کی لڑکی کا جنازہ بالغ یا نابالغ پڑھا جائے؟ (۲) شریعت میں کتنے سال کی لڑکی بالغ ہوتی ہے (۳) بعض مولوی صاحبان دس سال کی لڑکی کا جنازہ بالغ پڑھاتے ہیں ان کا استدلال یہ ہے کہ چونکہ ام المومنین حضرت عائشہؓ کی خلوت نو سال میں ہوئی تھی اس لئے دس سال کا جنازہ بالغ پڑھنا جائز ہے۔

المستفتی نمبر ۲۲۹۱ حاجی عبدالکریم (پشاور) مورخہ ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ م ۶ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۲۷) دس سال کی لڑکی اگر بالغہ ہو گئی ہو یعنی اس کو حیض آنا شروع ہو گیا ہو تو اس کا جنازہ پوری عورت کے لئے پڑھایا جائے اور اگر حیض آنا شروع نہ ہوا ہو تو اس کا جنازہ نابالغہ کی طرح پڑھا جائے دس سال کی عمر میں لڑکی بالغہ ہو سکتی ہے مگر یہ لازم نہیں کہ ہر دس سالہ لڑکی بالغہ ہو جائے۔

حضرت عائشہؓ صدیقہ سے نو سال کی عمر میں مقاربت ہوئی تو نو سال کی لڑکی کے بلوغ کا امکان ثابت ہوا نہ یہ کہ ہر نو سال کی لڑکی بالغہ قرار دی جائے بالغہ قرار دینے کے لئے پندرہ سال کی عمر ہونی چاہیے جب کہ اور کوئی علامت بلوغ ظاہر نہ ہو۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

## ولد الزنا کا جنازہ بھی ضروری ہے، البتہ اس کی والدہ کے جنازے میں نیک و صالح لوگ شریک نہ ہوں

(الجمعیۃ مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۲۶ء)

(سوال) ایک مرد مسلمان کی دو عورتیں ہیں ایک منکوحہ ایک غیر منکوحہ یہ بات سب گاؤں والے جانتے

---

(۱) لعله من مستحبات الشيخ، وإلا فقد صرح بالكراهة في حق من كان داخل المسجد فليراجع ص ۸۱.

(۲) بلوغ الغلام والجارية بالاحتلام والحيض والحبل، فإن لم يوجد فيهما فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتى، وأدنى مدة له اثنا عشرة سنة ولها تسع سنين (تنوير الأبصار، كتاب الحجر، فصل في بلوغ الغلام بالاحتلام ۶/۱۵۳، ۱۵۴ ط سعيد)

تین بار یہ کہا گیا کہ تم نکاح پڑھالو مگر وہ آج کل آج کل کہہ کر ٹالتا رہا اور اولاد بھی پیدا ہوتی جاتی ہے مگر نکاح پڑھانے پر راضی نہیں ہوتا اگر اس غیر منکوحہ کا بچہ یا خود غیر منکوحہ فوت ہو جائے تو اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا اور نماز جنازہ پڑھانا کیسا ہے ؟

(جواب ۱۲۸) ہاں اس عورت اور اس کے بے نکاحی بچوں کا جنازہ پڑھ کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا چاہیے کیونکہ وہ عورت اور اس کے سب بچے مسلمان ہیں (۱) اور بچوں کی کوئی خطا نہیں ہے قصور ان کے والدین کا ہے (۲) ہاں والدین کے جنازے میں مقتدا اور پیشوا شریک نہ ہوں تو بہتر ہے (۳) جب کہ اسی حالت میں ان کا انتقال ہو جائے۔ محمد کفایت اللہ غفر لہ'

## شوہر اور باپ میں سے جنازے کا حق باپ کا ہے

(اخبار الجمعیۃ مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۲۶ء)

(سوال) ایک عورت فوت ہوئی اس کا شوہر اور باپ دونوں موجود ہوں تو ان میں سے کس کو خود نماز جنازہ پڑھانے یا پڑھنے کی اجازت دینے کا حق ہے۔

(جواب ۱۲۹) میت کا باپ اور شوہر موجود ہوں تو نماز جنازہ پڑھانے یا اجازت دینے کا حق باپ کو ہے۔ ولا ولایة عندنا للزوج لانقطاع الوصلة بالموت كذافی الجامع الصغیر لقاضی خان' فان لم یکن للمیت ولی فالزوج اولی ثم الجیران اولی من الاجنبی' كذافی التبیین (هندیه) (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

## نماز جنازہ چھوٹنے کا خطرہ ہو تو تیمم جائز ہے' اگرچہ پانی موجود ہو

(الجمعیۃ مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۲۶ء)

(سوال) اگر جنازے کی نماز تیار ہے بعض لوگوں کو وضو کرنا ہے جنازے سے دس قدم پر پانی بھی موجود ہے اور وقت بھی زوال میں باقی ہے تو ایسی حالت میں وضو کے بجائے تیمم جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۱۳۰) جنازے کی نماز کے لئے ایسے وقت تیمم جائز ہے کہ جنازے کی نماز ہونے لگے اور لوگ انتظار نہ کریں تو جو لوگ باوضو نہیں ہیں اگر وہ وضو کرنے جائیں تو نماز سے رہ جائیں ایسی حالت میں وہ تیمم کر کے نماز میں شریک ہو سکتے ہیں لیکن اگر نمازی انتظار کرنے کے لئے آمادہ ہوں یا خود ولی وضو کرنے جائے

---

(۱) ہر جنازے کی نماز کی صحت کے لئے مسلمان ہونا کافی ہے' واما بیان من یصلی علیه' فکل مسلم مات بعد الولادة یصلی علیه' صغیرا کان او کبیرا' ذکرا کان او انثی حرا کان' او عبدا الا البغاة الخ (بدائع الصنائع فصل فی صلاة الجنازة ۱/ ۳۱۱ ط رشیدیہ کوئٹہ)

(۲) والدین کی وجہ سے اولاد کو قصور وار نہیں ٹھہرایا جائے گا الا تزر وازرة وزر اخری' النجم: ۳۸

(۳) دیکھئے نمبر ۹۲ حاشیہ نمبر ۲ [illegible]

(۴) باب الجنائز' الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت ۱/ ۱۶۳ ماجدیه' کوئٹه

تو ایسی حالت میں وضو ہی کرنا ضروری ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ غفرلہٗ

## غروب آفتاب کے بعد پہلے مغرب کی نماز پڑھی جائے پھر جنازے کی

(الجمعیۃ مورخہ ۲ مئی ۱۹۲۷ء)

(سوال) مغرب کا وقت قریب ہے آفتاب غروب ہونے کی زردی پھیلی ہوئی ہے جنازہ تیار ہے پہلے مغرب کی نماز پڑھیں یا جنازہ کی نماز؟

(جواب ۱۳۱) غروب آفتاب کے بعد پہلے مغرب کی نماز پڑھنی چاہئے پھر جنازے کی۔(۲) محمد کفایت اللہ غفرلہٗ

## غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۲۷ء)

(سوال) زید کا انتقال اپنے وطن میں ۷ صفر کو مشہور ہوا اور جنازہ زید کا ۱۲ صفر کو کلکتہ میں پڑھا گیا یہ غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۱۳۲) حنفیہ کے مذہب میں غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں کیونکہ وہ شریعت سے ثابت نہیں [illegible] اور تاریخ انتقال اور تاریخ نماز کے قرب و بعد کا کوئی فرق نہیں محمد کفایت اللہ غفرلہٗ

## فاحشہ کے مال سے جنازہ گاہ تعمیر کرنا

(الجمعیۃ مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۹۳۳ء)

(سوال) قصبہ [illegible] میں ایک [illegible] فاحشہ عورت کے دو مستقل مکان تھے فوتگی سے چند روز پہلے اس نے ایک مکان کی سپردگی [illegible] کے نام وصیت کی چنانچہ [illegible] صاحب نے قبضہ کر لیا [illegible] ثبوت میت [illegible] کی فروخت کر کے اس کی قیمت سے قبرستان میں جنازہ گاہ [illegible] بنائی [illegible] متوفی [illegible] کی نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسی جنازہ گاہ میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۱۳۳) اگر فاحشہ [illegible] مکان کی [illegible] (شرعی طور پر [illegible] کی ملک [illegible]

---

(۱) [illegible] بخلاف [illegible] صلاة الجنازة [illegible] ثم اعلم انه اختلف فيمن له حق التقدم فيها' فروى [illegible] عن ابي حنيفة انه لا يجوز [illegible] الاعادة و صححه في الهداية' والحجة' وكافي [illegible] (رد المحتار' [illegible] ۱/۲۴۱ ط سعيد)

(۲) [illegible] على الجنازة [illegible] الشمس فلا [illegible] بصلاة المغرب ثم يصلون على الجنازة [illegible] (الهندية' [illegible] صلاة الجنازة [illegible] الفصل في صلاة الجنازة فصل في بيان ما يكره فيها ۱/ ۳۱۷ ط سعيد)

(۳) وشرطها [illegible] حضوره ووضعه [illegible] وكونه هو او اكثره امام المصلي و كونه للقبلة' فلا تصح على غائب [illegible] وصلاة [illegible] على النجاشي [illegible] (الدر المختار' باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۰۷'۲۰۸ سعيد)

قبضہ سے کسی جائز ذریعہ اور حلال مالی سے حاصل کیا ہو تو اس مکان کی قیمت سے جنازہ گاہ بنانا اور اس میں نماز پڑھنا جائز ہے لیکن اگر یہ مکان حرام مالی سے حاصل کیا ہے تو اس میں خبث قائم ہے اور اس کو کسی نیک کام میں بامید ثواب لگانا ناجائز ہے اس کو انجمن [illegible] فروخت کرکے یتیموں اور بیواؤں اور [illegible] محتاجوں کے کھانے کپڑے میں اس نیت سے خرچ کرے کہ ایک مال حرام اس کے قبضے میں آگیا ہے جس کو وہ اس کے جائز مالک تک نہیں پہنچا سکتی اس لئے بہ نیت رفع وبال بہ نیت ایصال ثواب اصل مالک کے محتاجوں اور مسکینوں پر خرچ کر رہی ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## میت کو چارپائی پر رکھ کر جنازہ پڑھنا جائز ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۳۴ء)

سوال) نماز جنازہ چارپائی یا پلنگ پر جب کہ بان سوتلی نواڑ سے بنے گئے ہوں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب ۱۳۴) میت چارپائی یا پلنگ پر ہو تو نماز جنازہ جائز ہے(۴) خواہ وہ بان یا نواڑ یا سُتلی سے بنے ہوئے ہوں اور نماز پڑھنے والے چارپائی یا پلنگ پر ہوں جب بھی نماز جنازہ جائز ہے۔(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## (۱) زانیہ کا جنازہ بھی ضروری ہے مگر نیک اور شریف لوگ شریک نہ ہوں
## (۲) فرائض اسلام کا اعتقاد نہ رکھنا کفر ہے ایسے شخص کی جنازہ نہ پڑھی جائے۔

(الجمعیۃ مورخہ ۵ اگست ۱۹۳۵ء)

سوال) (۱) یہاں پر ایک عورت نے ایک کافر مرد خفیہ طور سے یارانہ ہے جس پر چند مسلمان اس فعل قبیح کا ثبوت بھی دے سکتے ہیں مگر عورت یوں کہتی ہے کہ ہم نے بھائی بنا رکھا ہوا ہے تو ایسی حالت میں اگر عورت مر گئی تو اس کا نماز جنازہ پڑھانا جائز ہو گیا نہیں؟

(۲) یہاں پر اکثر مسلمانوں نے برمی بدھ مذہب کی عورتوں سے شادی کی ہوئی ہے بوقت خواندن نکاح عورت بمشکل کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھ کر بعد میں نکاح ہو جانے پر دائرہ اسلام میں شمار کیا جاتا ہے لیکن زن مذا بھی بعد از نکاح تا وفات ضروریات دین اسلام سے بھی ناواقف ہوتی ہے اور کبھی نماز روزہ وغیرہ نہیں رکھتی تو ایسے حالات میں بعد از وفات ان کا جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟ بعد از وفات شوہر چند دن بعد پھر مذہب غیر یہ میں

---

۱۔ [illegible] اس صورت میں اس مال کو استعمال کرتے ہیں [illegible]

۲۔ [illegible]

۳۔ [illegible] لکسب الخبیث التصدق [illegible] رد المحتار فصل فی البیع ۶ / ۳۸۵ ط سعید

۴۔ [illegible] علی الجنازۃ [illegible] رد المحتار باب صلاۃ الجنازۃ ۲ / ۲۰۸ ط سعید

۵۔ [illegible] چارپائی [illegible]

شامل ہوتی ہے تو آیا ایسی حالت میں مسلمانوں کے واسطے شرعی حکم کیا ہے۔
یہاں پر چند ایک عورت فوت ہوئی ہے مگر مسلمانوں نے نماز جنازہ نہیں پڑھا ہے اور قبرستان علیحدہ میں دفن کیا ہے روبرو شوہر۔

(جواب ۱۳۵) (۱) اگر عورت کی بدکاری کا ثبوت نہیں ہے تو اس کو متہم کرنے میں احتیاط کرنی چاہئے(۱) اور اس کی موت کے بعد اس کا جنازہ بھی پڑھنا چاہیے۔(۲) ہاں اگر بدکاری کا ثبوت ہو تو اس کے ساتھ زانیہ عورتوں کی طرح معاملہ کرنا لازم ہے مگر جنازہ زانیہ کا بھی پڑھنا چاہیے(۳) ہاں علماء اور صلحا اور مقتدا جنازے میں شریک نہ ہوں مسلمان عوام جنازہ پڑھ کر دفن کر دیں۔(۴)

(۲) اگر یہ عورتیں صرف زبانی کلمہ طیبہ پڑھ لیتی ہیں اور ضروریات ایمان سے واقف نہیں ہوتیں فرائض اسلامیہ کا اعتقاد نہیں رکھتیں تو یہ کافر قرار دی جائیں گی۔(۵) نہ ان کے ساتھ نکاح جائز ہوگا نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

## شیعہ کی اقتداء میں سنی کی نماز جنازہ جائز نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۵ء)

(سوال) کیا کوئی حنفی مسلمان شیعہ کی اقتدا میں نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے؟

(جواب ۱۳۶) شیعہ غالی تبرائی نہ ہو تو نماز جنازہ میں حنفی اس کی اقتدا کر سکتا ہے۔(۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## نماز جنازہ کے لئے بنائی گئی مسجد میں جنازہ بلا کراہت درست ہے

(سوال) یہاں بیرون شہر ایک قبرستان میں مسجد بنی ہوئی ہے جب وہاں جنازے جاتے ہیں تو گرمی اور برسات کے موسم میں اسی مسجد میں نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے اگر فرض وقتیہ کا وقت ہوتا ہے تو بعد نماز جنازہ اسی مسجد کے جماعت خانے میں نماز با جماعت ادا کی جاتی ہے اس لئے کہ فرض نماز کا وقت شہر میں واپس آنے تک یا تو آخر ہو جاتا ہے یا بالکل نہیں رہتا مسجد مذکور کا جماعت خانہ وسیع ہے اور صحن بہت چھوٹا ہے اس سے جماعت

---

(۱) یا ایہا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم (الحجرات: ۱۲)

(۲، ۳) وامام بیان من یصلی علیہ فکل مسلم مات بعد الولادۃ یصلی علیہ صغیرا کان او کبیرا ذکرا کان او انثی حرا کان او عبدا لقول النبی ﷺ صلوا علی کل بر وفاجر (بدائع، فصل فی صلاۃ الجنازۃ ۱/۳۱۱ ط سعید)

(۴) ص ۹۲ حاشیہ ۲ دیکھیں

(۵) لان الحق عدم التکفیر بخلاف من خالف القواطع المعلومۃ من الدین بالضرورۃ (رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ۳/۴۶ ط سعید)

(۶) یعنی وہ شیعہ جو ضروریات دین کا انکار نہ کریں اور صرف حضرت علیؓ کی افضلیت کے قائل ہوں [illegible] جو شیعہ ضروریات دین کا انکار کرتے ہیں اور حضرت علیؓ کی الوہیت کے قائل ہیں کسی لحاظ سے بوجوہ کافر ہیں ان کے پیچھے نماز جنازہ نہیں ہوگی [illegible] کان ممن یعتقد الالوہیۃ فی علی او ان جبریل غلط فی الوحی فہو کافر لمخالفتہ القواطع المعلومۃ من الدین بالضرورۃ (رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ۳/۴۶ ط سعید)

خانہ میں ہی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے اس صورت میں مسجد مذکور میں نماز بجماعت یا فرداً فرداً ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسجد میں پنجوقتہ نماز نہیں ہوتی نہ اذان کہی جاتی ہے جب جنازہ لے کر جانے کا اتفاق ہوتا ہے تب ہی بہ ضرورت نماز پڑھی جاتی ہے۔ **المستفتی** نورالدین مدرسہ بابیہ رانی تالاب سورت

**(جواب ۱۳۷)** یہ مسجد اگر نماز جنازہ کے لئے بنائی گئی ہے تو اس میں نماز جنازہ جائز ہے(۱) اور فرض وقتی بھی ادا کرنا بلا کراہت جائز ہے کیونکہ مسجد جنازہ میں وقتی فرض مکروہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہاں اگر یہ مسجد پنج وقتی نماز کے لئے بنائی گئی ہو تو اس میں نماز جنازہ مکروہ ہوگی مگر عذر بارش وغیرہ کی وجہ سے یہ کراہت مرتفع ہو جائے گی(۲) الغرض مسجد نماز جنازہ میں فرض وقت مکروہ نہیں اور مسجد پنج وقتی میں بلا عذر نماز جنازہ مکروہ ہے اور بعذر ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ **محمد کفایت اللہ** غفر لہ مدرسہ امینیہ دہلی

# چوتھا باب

# رسوم مروجہ بخانہ میت

## فصل اول۔ غمی کی دعوتیں دسواں، چالیسواں وغیرہ

### اہل میت کی طرف سے تیسرے دن کھانا دینا بدعت ہے

**(سوال)** اگر شخصے بمیرد دوران خانہ اندرون سہ روز اتخاذ ضیافت خواہ دفن کنندگان باشند یا غیر ایشاں جائز است یا حرام؟

**(جواب ۱۳۸)** ضیافت از جانب میت اگر از مال میت باشد و ورثہ راضی نباشند یا در ورثہ کے نابالغ یا **مجنون** یا غائب باشد ایں ضیافت کردن و خوردن حرام است(۳) چہ مال غیر است و مال غیر خوردن و خورانیدن ہر دو حرام است و اگر ضیافت کنندہ از مال خود کند تاہم بدعت و مکروہ است(۴)۔ کتبہ محمد کفایت اللہ عفی عنہ مولاہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

### اہل میت کی طرف سے دفن کرنے والوں کو اسی دن کھانا کھلانا بدعت ہے

**(سوال)** میت کے دفن کرنے والے اسی روز اس کے گھر کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

---

(۱) أما المسجد الذي بني لأجل صلاة الجنازة فلا يكره فيه (الهندية، باب الجنائز، الفصل الخامس في الصلاة على الميت ۱/ ۱٦٥ ط كوئٹه)

(۲) إنما يكره في المسجد بلا عذر فإن كان فلا ومن الأعذار المطر كما في الخانية (رد المحتار، باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۲٦ ط سعيد) (۳) لا يحل مال رجل مسلم لأخيه إلا ما أعطاه بطيب نفسه (رواه البيهقي ۸/ ۱۸۲ ط دار الكتب العلمية بيروت) (٤) ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع في السرور لا في الشرور وهي بدعة مستقبحة (رد المحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت ۲/ ۲٤٠ ط سعيد)

(جواب ۱۳۹) میت کے دفن کرنے والوں کو اولیائے میت سے دعوت لینا جائز نہیں ولا یباح اتخاذ الضیافۃ عند ثلثة ایام (عالمگیری ص ۱۷۸ ج ۱)[1] و تکره الضیافة من اهل المیت لانها شرعت فی السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة (مراقی الفلاح ص ۳۳۹)[2] وفی حاشیه الطحطاوی علی مراقی الفلاح قال فی البزازیه یکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث و بعد الاسبوع و نقل الطعام الی المقبرة فی المواسم (الخ ص ۳۳۹)[3]

## ورثہ میں اگر کوئی نابالغ ہو تو ترکہ سے خیرات کرنا جائز نہیں

(سوال) عام دستور ہے کہ متوفی کے ورثہ جن میں بعض نابالغ بھی شامل ہیں متوفی کے مال میں سے فاتحہ خوانی کی رسومات پر صرف کرتے ہیں تیجہ چہلم وغیرہ پر اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کی دعوت کی جاتی ہے ایسے فاتحہ کا کھانا مستحقوں کو دینا جائز ہے یا نہیں ؟ (المستفتی نمبر ۵۱۲ محمد مقدس احمد (ضلع [illegible]) [illegible] ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ م [illegible] ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۴۰) نابالغوں کے مال میں سے خیرات کرنا ناجائز ہے اور اس مال سے فاتحہ کا کھانا بھی جائز نہیں۔ محمد کفایت اللہ

## میت کے گھر میں ہوتے ہوئے کھانا کھانا جائز ہے

(سوال) میت کو دفن کرنے سے پہلے اس کے گھر کوئی چیز کھانا جائز ہے یا نہیں ؟ (المستفتی نمبر [illegible] [illegible] خاں (مکوے) ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ م ۱۸ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۴۱) میت کی موجودگی میں کھانا کھانا جائز ہے۔ اہل میت کے ہاں تین دن تک چولہا نہیں [illegible] یہ تین دن کے بعد [illegible] [illegible] نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## ایصال ثواب کا کھانا غنی لوگ کھا سکتے ہیں

(سوال) ایصال ثواب کے لئے جو کھانا کھلاتے ہیں اور ہمارے یہاں عام دستور ہے یہ کھانا غنی کو کھلانا

---

[1] ۱ - کتاب الجنائز الفصل السادس فی [illegible] ۱ / ۱٦۱ ط ماجدیه کوئته
[2] ۲ - احکام الجنائز ص ۳۷٤ ط مصطفی البابی الحلبی مصر
[3] ۳ - حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح احکام الجنائز ص ۳۷٤ ط مصطفی البابی الحلبی مصر
[illegible] ویکره اتخاذ الضیافة من اهل المیت [illegible] ولا سیما اذا کان فی الورثة صغار [illegible] (رد المحتار باب صلاة الجنائز مطلب فی کراهة الضیافة من اهل المیت ۲ / ۲٤۰ ط سعید)
[illegible]
٤ - [illegible] ویکره اتخاذ الضیافة ثلاثة ایام [illegible] (الفتاوی الهندیة [illegible] ٤ / ۸۱ ماجدیه کوئته

بہ نسبت [illegible] نہیں، بلکہ صرف محتاج والا ہے دونوں فریق و با تمیز کھانا کھا سکتے ہیں۔ (۱) المستفتی نمبر ۱۹۶ محمد انعام الدین صاحب (آسام) ۲۵ شعبان ۱۳۵۲ھ م ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۱۴۲) یعنی ثواب کا کھانا صدقہ ہے اور صدقہ فقراء کا حق ہے اغنیاء کو صدقہ دینے سے صدقہ کا ثواب نہیں ہوتا۔ (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## (۱) تعزیت کے بعد لوگ اپنے گھر چلے جائیں میت کے گھر کھانا درست نہیں
## (۲) میت کے گھر صرف ایک وقت کا کھانا بھیجنا مستحب ہے
## (۳) اہل میت کو صبر کی تلقین کرنا درست ہے

(سوال) (۱) کیا اہل میت کے گھر کا کھانا بطور ضیافت ماتم پرسی کرنے والوں کو مباح ہے؟

(۲) اہل میت خود اپنے گھر سے پکا کر کھا سکیں یا نہیں یا میت کے قریبی یا دوسرے رشتہ دار اپنے اپنے گھر سے کھانا تیار کر کے کھلائیں اگر کھا سکتے ہیں تو کتنے دن تک کھلائیں؟

(۳) صبر کی تلقین کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱) المستفتی نمبر ۲۷۶۶ محمد ثناء اللہ بانی مسجد [illegible] ضلع فیروزپور، ۲ جمادی الثانی ۱۳۶۲ھ م ۶ جون ۱۹۴۳ء

(جواب ۱۴۳) (۱) اہل میت کے گھر ضیافت کھانے کی رسم بری ہے یعنی جب تعزیت کے لئے صرف اہل میت سے وہ عزیز و اقارب جو دور دراز سے آئے ہوں اور ان کی مجبوری واپس نہ ہو سکے یا اہل میت کی طرف سے ان کا قیام ضروری ہو وہ میت کے گھر کھانا کھا سکتے ہیں (۲) باقی تمام تعزیت کرنے والوں کو اپنے گھروں کو واپس چلا جانا چاہئے۔ میت کے گھر قیام کریں نہ ضیافت کھائیں۔

(۲) میت کے قریبی رشتہ دار اور ہمسایوں کی طرف سے کھانا بھیج دیں تو یہ جائز اور مستحب ہے اور یہ صرف ایک دن تک ہے۔

---

۱- قال الله تعالى: إنما الصدقات للفقراء والمساكين (التوبة: ٦٠) [illegible]

[illegible]

۲- [illegible] ليكون الفقير صدقة [illegible] (رد المحتار [illegible] ۳/ ۷۳۸ ط سعيد)

۳- عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم أنها كانت إذا مات الميت من أهلها فاجتمع لذلك النساء ثم تفرقن إلا أهلها وخاصتها أمرت ببرمة من تلبينة فطبخت ثم صنع ثريد فصبت التلبينة عليها ثم قالت كلن منها (صحيح البخاري، كتاب الأطعمة [illegible] ۲/ ۸۱۵ ط قديمي)

۴- [illegible] ويكره الاجتماع عند صاحب البيت ويكره له الجلوس في بيته حتى يأتي إليه من يعزي، بل إذا فرغ ورجع الناس من الدفن فليتفرقوا ويشتغل الناس بأمورهم وصاحب البيت بأمره (رد المحتار، باب صلاة الجنازة ۲/ ۲۴۱ ط سعيد)

۵- [illegible] وفي الفتح: ويستحب لجيران أهل الميت والأقرباء الأباعد تهيئة طعام لهم يشبعهم يومهم وليلتهم (رد المحتار، باب صلاة الجنازة ۲/ ۲۴۰ ط سعيد)

(۳) تعزیت میں دعا اور صبر کی تلقین کرنا جائز اور مسنون ہے تعزیت مسنونہ میں لفظ احسن اللہ عزائکم بھی موجود ہے جو صبر کی دعا ہے اور حضور اکرم ﷺ سے اتقی اللہ واصبری (۲) بھی ثابت ہے جو صبر کی تلقین ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

# فصل دوم۔ ایصال ثواب

## میت کو اٹھاتے وقت اور جنازے کے بعد انفرادی دعا کر سکتے ہیں اجتماعی دعا بدعت ہے

(سوال) بخدمت شریف مولانا محمد کفایت اللہ صاحب، السلام علیکم آپ اپنے رسالہ دلیل الخیرات فی ترک المنکرات میں تحریر فرماتے ہیں کہ میت کے لئے ایصال ثواب کرنا نہایت مستحسن ہے کیونکہ اموات خیرات و مبرات کی بہت محتاج و منتظر رہتی ہیں اور انکو ثواب پہنچانا اپنے عزیز دینی بھائی کی امداد کرنا ہے پس ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنی اموات اعزا و اقارب و احباب و اخوان مسلمین کو ان کے اس آڑے وقت میں نفع پہنچانے اور ان کی مدد کرنے میں غفلت نہ کرے اور جہاں تک اس کے امکان میں ہو ان کو ثواب پہنچائے۔

مولانا صاحب! ہمارے یہاں بھی اسی طرح رواج ہے کہ سب لوگ مکان پر میت اٹھانے کے لئے جمع ہوتے ہیں اس وقت دو ایک چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ کر ثواب پہنچا دیتے ہیں اس کے بعد نماز جنازہ کے بعد انتشار صفوف کے بعد سورۂ فاتحہ و سورۂ اخلاص پڑھ کر ایصال ثواب کرتے ہیں اس ایصال میں سب لوگ بلا کر جمع نہیں کئے جاتے اور نہ دو تین منٹ سے زیادہ وقت صرف ہوتا ہے اور نہ اس کو فرض و واجب سمجھا جاتا ہے صرف مستحب سمجھ کر ہمیشہ اسی طرح اپنے اموات کو نفع اور امداد پہنچاتے ہیں میت کے لئے ان دو موقعوں کے سوا کبھی ایسی جمعیت نہیں ہوتی اور یہ جمعیت بھی میت اٹھانے کے لئے ہے نہ کہ ایصال ثواب کے لئے اس لئے جو کچھ ہو سکتا ہے انہیں دو وقتوں میں کر دیتے ہیں لیکن پھر بھی علمائے کرام اس ایصال ثواب کو مٹانا چاہتے ہیں اور اموات بے زبانوں کی حق تلفی کراتے ہیں لہذا جناب سے سوال ہے کہ آیا مذکورہ بالا صورت ایصال ثواب کا مٹا دینا اچھا ہے یا جاری رکھنا؟ بینوا توجروا

(جواب ۱۴۴) میت کے مکان پر اہتمام غسل و تکفین کی غرض سے جمع ہونا جائز ہے اور اس وقت حاضرین اگر انفرادی طور پر میت کے لئے دعا کرتے رہیں اور کچھ پڑھ کر ایصال ثواب کرتے رہیں تو یہ بھی جائز ہے لیکن اگر اس حالت میں اجتماعی دعا کا اہتمام کیا جائے تو یہ ناجائز اور بدعت ہے اور مانعین کی غرض یہی ہے کہ دعا کا اس وقت اہتمام اور صورت اجتماعیہ بنانے کا قصد کرنا مکروہ ہے ورنہ نفس دعائے انفرادی کو کوئی ناجائز نہیں کہتا اسی طرح نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد اگر حاضرین اپنے طور پر انفرادی

---

(۱) رد المحتار، باب صلاۃ الجنائز ۲ / ۲۴۱ ط سعید

(۲) مسلم شریف، کتاب الجنائز، فصل الصبر عند الصدمة الاولی ۱ / ۳۰۲ ط قدیمی

فرادیٰ دعا کریں تو اسے کوئی منع نہیں کرتا منع کرنے والے اس اہتمام واجتماع کو منع کرتے ہیں جو نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے کیا جاتا ہے کہ صفیں توڑنے سے پہلے اسی طرح کھڑے رہ کر نماز کے بعد دعا کرتے ہیں یا صفیں توڑنے کے بعد نماز دعا کے لئے جمع ہو جاتے ہیں خواہ دو آدمی جمع ہوں یا دس یا پچاس یہ اجتماع دعا کی غرض سے کرنا اور اس کا اہتمام اور قصد کرنا مکروہ اور بدعت ہے۔ (۱)

رہا یہ کہنا کہ اس دعا کو کوئی فرض وواجب بھی نہیں سمجھتا یہ صرف زبانی دعویٰ ہے ورنہ اگر کوئی شخص دعا نہ کرے تو اسے وہابی لامذہب کیوں کہتے ہو اسے بدنام کیوں کرتے ہو اس پر لعن طعن کس بناء پر کی جاتی ہے (۲) بہر حال نفس دعا انفرادی طور پر جائز ہے (۳) اور اجتماعی صورت بنانے کا قصد اور اہتمام کرنا بدعت اور ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## میت کو بدنی اور مالی عبادات دونوں کا ثواب ملتا ہے

(سوال) میت کو قرآن مجید پڑھ کر ثواب بخشنا جائز ہے یا نہیں؟ اور میت کو ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟

(جواب ۱٤۵) عبادات مالیہ کا میت کو ثواب پہنچنا اور میت کا اس سے نفع اٹھانا تو اہل سنت والجماعت کے نزدیک متفق علیہ ہے ہاں عبادات بدنیہ جیسے نماز روزہ قراۃ قرآن کا ثواب پہنچنے میں اختلاف ہے امام مالکؒ سے اور امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ عبادات بدنیہ کا ثواب نہیں پہنچتا ہے اور امام احمد اور حنفیہ و شوافع کی ایک جماعت اور اکثر اہل سنت کے نزدیک پہنچتا ہے۔ قال الامام النووی فی الاذکار (۴) اختلف العلماء فی وصول ثواب قراءۃ القرآن فالمشہور من مذہب الشافعی و جماعۃ انہ لا یصل و ذہب احمد بن حنبل و جماعۃ من العلماء و جماعۃ من اصحاب الشافعی الی انہ یصل فالاختیار ان یقول القاری بعد فراغہ اللّٰہم اوصل ثواب ما قراتہ الی فلان واللّٰہ اعلم انتہی وفی رد المحتار سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ لاہل المقبرۃ الفاتحۃ ہل تقسم الثواب بینہم او یصل لکل منہم ثواب ذلک کاملاً فاجاب بانہ افتی جمع بالثانی وھو اللائق بسعۃ الفضل (۵) انتہی

---

(۱) لا یقوم بالدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ لانہ دعا مرۃ لان اکثرھا دعاء (بزازیہ علی ہامش الہندیۃ، النوع الخامس والعشرون فی الجنائز ٤ : ۸۰ ط ماجدیہ کوئٹہ) وفی المرقات: ولا یدعو للمیت بعد صلاۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلاۃ الجنازۃ (مرقات شرح مشکوۃ باب المشی بالجنازۃ والصلاۃ علیہا ٤ : ٦٤ ط مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۲) یہ تو مستحب کو ترک کرنے سے بھی ملامت نہیں کیا جا سکتا قال فی الامداد و حکمہ الثواب علی الفعل و عدم اللوم علی الترک (رد المحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب لا فرق بین المندوب و المستحب والنفل والتطوع ۱ : ۱۲۳ ط سعید)

(۳) لقولہ تعالیٰ : اجیب دعوۃ الداع اذا دعان، فلیستجیبوا لی ' البقرۃ ۱۸٦

(٤) باب ما ینفع المیت من قول غیرہ ص ۱۵۰ ط مصطفی حلبی، مصر

(۵) رد المحتار، باب صلاۃ الجنائز، مطلب فی القراءۃ للمیت، واہداء ثوابہا لہ ۲ : ۲٤٤ ط سعید

## جنازہ کے بعد سورہ اخلاص پڑھ کر اجتماعی دعا کرنا بدعت ہے

(سوال) بعد نماز جنازہ کے میت کے ایصال ثواب کے لئے سورہ اخلاص تین بار یا سات بار پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۱۴۶) نماز جنازہ بھی میت کے لئے دعا ہے اور نماز جنازہ کی مشروعیت کی راجح جہت یہی ہے (۱) تو نماز کے بعد میت کی مغفرت کے لئے دعا کرنا ضروری نہیں ہے (۲) ہر شخص تنہا تنہا اپنے اوقات [illegible] اور [illegible] ایصال ثواب کرنے کی کوئی ممانعت نہیں ہے لیکن نماز جنازہ کے بعد [illegible] سب میت کے [illegible] تین یا سات بار سورہ اخلاص پڑھنے کا طریقہ مقرر کریں تو یہ ہیئت کذائیہ اور التزام بدعت ہے [illegible] ثبوت نہیں [illegible] تو یہ التزام بدعت ہے [illegible] ثابت [illegible] بدعت ہے [illegible] شخص [illegible] سورہ اخلاص پڑھ کر [illegible] شخص کے تو کچھ مضائقہ نہیں [illegible] کوئی ثبوت نہیں۔

## ایصال ثواب مستحب ہے لیکن اس کی مروجہ صورتیں اکثر بدعت ہیں

(سوال) بعد فوت ہونے مسلمان کے اس کے ورثاء [illegible] ایصال ثواب کرانا ہو اس شخص متوفی کے بعد دفن قبرستان پہنچ جانے [illegible] تقسیم [illegible] مسجد میں تقسیم کئے جاتے ہیں اور قبرستان میں بھی تقسیم کرتے ہیں اور فاتحہ تیسرے روز کرتے ہیں اور دسواں اور چالیسواں میت کے ثواب کے لئے [illegible] فاتحہ [illegible] قدیمہ جیسے [illegible] مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں اور اس کا ثواب متوفی کو بخشتے ہیں آیا اس صورت میں ثواب میت کو پہنچتا ہے یا نہیں [illegible] کھانا جائز ہے یا نہیں اور [illegible] متوفی کے [illegible] قیامت میں [illegible] پہنچتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

(جواب ۱۴۷) اموات کو ثواب پہنچانا مستحسن ہے عبادات مالیہ و عبادات بدنیہ کا ثواب پہنچتا ہے لیکن ایصال ثواب کے لئے شریعت مقدسہ نے جو صورتیں مقرر نہیں کیں ان کو مقرر کرنا اور ایصال ثواب کی شرط

---

(۱) لانها شرعت للدعاء (بدائع باب الجنائز ۱/ ۳۱۴ ط رشیدیہ کوئٹہ)

(۲) وفي البحر من صام او صلى او تصدق وجعل ثوابه لغيره من الاموات والاحياء جاز ويصل ثوابها اليهم عند اهل السنة والجماعة (رد المحتار' باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۴۳ ط سعيد)

(۳) [illegible] شریعت میں ثابت [illegible] کا حصہ سمجھا جائے تو وہ بدعت بن جاتی ہے (البدعة) ما احدث خلاف الحق المتلقى عن رسول الله [illegible] من علم او عمل او حال بنوع شبهة واستحسان و جعل دينا قويما و صراطا مستقيما (رد المحتار' كتاب الصلاة' باب الامامة' مطلب البدعة خمسة اقسام ۱/ ۵۶۰ ط سعيد)

(۴) [illegible]

(۵) [illegible] صرح علماؤنا في باب الحج عن الغير بان للانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره صلاة او صوما او صدقة او [illegible] وفي البحر من صام او صلى او تصدق وجعل ثوابه لغيره من الاموات والاحياء جاز ويصل ثوابها اليهم عند اهل السنة والجماعة (رد المحتار' باب صلاة الجنائز' مطلب في القراءة للميت واهداء ثوابها له ۲/ ۲۴۳ ط سعيد)

سمجھنا یا مفید جاننا بدعت ہے شرعی صورت اس قدر ہے کہ اگر کسی میت کو ثواب پہنچانا ہے تو کوئی بدنی عبادت کرو مثلاً نماز پڑھو، روزہ رکھو، قرآن مجید کی تلاوت کرو، درود شریف پڑھو وغیرہ۔ اور اس عبادت کا ثواب جس کو پہنچانا ہو اس کو اس طرح پہنچاؤ کہ یا اللہ! میں نے جو نماز پڑھی ہے یا روزہ رکھا ہے یا تلاوت کی ہے یا درود شریف پڑھا ہے اس کا ثواب اپنے فضل و رحمت سے فلاں میت کو پہنچا دے۔ اسی طرح اگر عبادت مالیہ کا ثواب پہنچانا ہے تو جو میسر ہو اس کو خدا تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کردیں، مسجد، کنواں، مسافر خانہ تعمیر کرادیں، مدرسے قائم کردیں وغیرہ اور مذکورہ طریقے پر خدا تعالیٰ سے دعا کریں کہ ان چیزوں کا ثواب فلاں میت کو پہنچا دے جن کو تم پہنچانا چاہتے ہو۔ یہ تو ایصال ثواب کا شرعی طریقہ ہے اب اس کے لئے کوئی خاص تاریخ یا دن معین کرنا اور اس تعیین کو حصول ثواب کی شرط یا زیادت ثواب کے لئے بغیر شرعی دلیل کے مفید سمجھنا یا خاص چیزیں مقرر کرنا یا خاص مقام مثلاً خاص قبر پر صدقہ کرنے کی تعیین یا مردے کے جنازے کے ساتھ لے جانے کو ضروری یا مفید سمجھنا وغیرہ امور جو آج کل رواج کے طور پر قائم ہو گئے ہیں یہ سب خلاف شریعت اور بدعت ہیں۔ کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا بھی بے اصل ہے۔ اگر کھانے کا صدقہ کرنا مقصود ہے تو صدقہ کردو کسی مستحق کو دے دو اور تلاوت قرآن مجید یا درود شریف کا ثواب پہنچانا ہو تو بھی دو دونوں کا ثواب پہنچنے کی یہ شرط نہیں ہے کہ کھانا سامنے رکھ کر ہی پڑھا جائے یہ شرط نہ شریعت سے ثابت ہے نہ عقل معقول کیونکہ کھانے پر فاتحہ پڑھنے والے بھی پڑھے ہوئے کا ثواب پہنچاتے ہیں قرآن پڑھ کر فاتحہ نہیں پڑھتے الغرض ایصال ثواب فی حد ذاتہ جائز اور مستحسن ہے لیکن اس کی اکثر مروجہ صورتیں ناجائز اور بدعت ہیں۔ (۲) فقط

## کھانا سامنے رکھ کر درود شریف و سورہ اخلاص وغیرہ پڑھ کر ایصال ثواب کرنا بدعت ہے

(سوال) کھانے پر ہاتھ اٹھا کر درود شریف الحمد شریف سورہ اخلاص وغیرہ پڑھ کر مسلمین موتیٰ کو کھانے اور اس تلاوت کا ثواب پہنچانا جائز ہے یا نہیں اگر جائز نہیں تو یہ کھانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

(جواب) (از مولوی عبداللہ صاحب) کھانے پر ہاتھ اٹھا کر درود شریف الحمد شریف سورہ اخلاص وغیرہ پڑھنا جائز ہے کیونکہ مشکوٰۃ شریف میں حدیث موجود ہے اذا دعا فرفع یدیہ (۳) یعنی جس وقت حضور ﷺ دعا کرتے تھے تو ہاتھ اٹھاتے تھے نیز ابوداؤد شریف میں ارشاد عالی ہے کہ جب تم دعا مانگو اللہ سے تو ہاتھوں سے مانگو

---

(۱) [illegible] (رد المحتار، باب صلاۃ الجنائز ۲: ۲۴۳ ط سعید)

(۲) ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع في السرور لا في الشرور وهي بدعة مستقبحة ... ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلى القبر في المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الأنعام أو الإخلاص والحاصل أن اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لأجل الأكل يكره وفيها من كتاب الاستحسان وإن اتخذ طعاما للفقراء كان حسنا اهـ وأطال في ذلك في المعراج وقال وهذه الأفعال كلها للسمعة والرياء فيحترز عنها لأنهم لا يريدون بها وجه الله تعالى (رد المحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت ۲: ۲۴۰ ط سعيد)

(۳) مشکوٰۃ، کتاب الدعوات ص ۱۹۶ ط سعید - ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب الدعاء ۱: ۲۰۹ ط سعید

لئے ہاتھوں سے نہ مانگو (۱) یعنی آپ کے فعل و قول سے ثابت ہو گیا کہ حضور اکرم ﷺ دعا کے وقت خود بھی ہاتھ اٹھاتے تھے اور ہم کو بھی اٹھانے کا حکم فرمایا کہ تم بھی ایسا کیا کرو مسلم شریف کی حدیث جب ام سلیم نے کھانا رکھا تو نبی کریم ﷺ نے اس کو چھوا اور **دعا فیه بالبرکة** (۲) اس میں برکت کی دعا کی حدیث بالا سے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ دعا کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے رفع یدین کی قید اس میں بھی مانیں گے حدیث شریف میں یہ بھی وارد ہے کہ دعا جب منظور ہوتی ہے جب درود شریف پڑھیں (۳) لہذا ہم درود شریف بھی پڑھیں گے رہی صرف الحمد قل اور اس کا مردے کو ثواب پہنچانا رئیس المحدثین استاد کل حضرت شاہ ولی اللہ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں فرماتے ہیں "پس دہ مرتبہ درود خوانند و ختم تمام کنند و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدا تعالیٰ سوال نمایند" فتاوی عزیزیہ (۴) میں حضرت شاہ عبدالعزیز نے اس کو مستحسن بیان کیا ہے اور اپنے رسالہ ما اہل بہ لغیر اللہ میں تحریر کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے۔

عبداللہ کمالی بقلم خود

(جواب ۱۴۸) (از مفتی اعظمؒ) میت کو ثواب پہنچانا جائز اور مستحسن ہے ثواب عبادت مالیہ کا صدقات، خیرات کے ذریعہ سے پہنچایا جا سکتا ہے (۵) اور عبادات بدنیہ کا بھی عبادت کو ادا کر کے مثلاً قرآن مجید کی تلاوت کر کے یا نفل نماز پڑھ کر یا نفلی روزہ رکھ کر میت کو ثواب بخشا جا سکتا ہے اس ایصال ثواب کی حقیقت یہ ہے کہ جو نیک کام کیا جائے خواہ وہ مال کا صدقہ ہو یا بدنی عبادت اس کے ثواب کا مستحق یہ شخص ہوتا ہے جس نے وہ نیک کام کیا ہے پھر حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے یہ حق بھی دیا ہے کہ یہ شخص جو ثواب کا مستحق ہوا ہے اپنا ثواب کسی میت کو بخش دے اور حق تعالیٰ سے دعا مانگے کہ وہ ثواب اس میت کو پہنچا دے صدقات مالیہ کا ثواب پہنچنے کے لئے صرف یہ ضروری ہے کہ مال حلال سے صدقہ کیا جائے (۶) اور نیت بھی خالص صدقہ کی ہو اور خدا تعالیٰ کی رضامندی (۷) حاصل کرنے کی ہو رسم و رواج کی پابندی یا برادری کا خوف یا نام نمود کی خواہش نہ ہو (۸) مال کا صدقہ کرنے کے لئے اس کے ساتھ کچھ پڑھنا یا فاتحہ دینا ضروری نہیں اور

---

(۱) عن مالك بن يسار السكوني ثم العوفي ان رسول الله ﷺ قال: اذا سألتم الله فسلوه ببطون اكفكم ولا تسألوه بظهورها ( ابو داؤد ' كتاب الصلاة' باب الدعاء ۱/۲٦ امداديه ' ملتان )

(۲) مسلم شريف ، كتاب الاشربة ۲/ ۱۷۹ ط قديمي

(۳) اذا صلى احدكم فليبدأ بتحميد ربه والثناء عليه ثم يصلي على النبي ﷺ ثم يدعو بعد بما شاء ' ( ابو داؤد ' كتاب الصلاة' باب الدعاء ۱/ ۲۱۵ ط امداديه' ملتان )

(۴) فتاوى عزيزى ص ۱٦۷ ط سعيد

(۵) صفحه نمبر ۱۲٦ حاشیه نمبر ۵ دیکھیں

(٦) عن ابي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ من تصدق بعدل تمرة من كسب طيب ولا يقبل الله الا الطيب' فان الله يتقبلها بيمينه ثم يربيها لصاحبها كما يربي احدكم فلوه حتى تكون مثل الجبل ( بخارى شريف' كتاب الزكوة' باب الصدقة من كسب طيب ۱/ ۱۸۹ ط قديمي )

(۷) وما امروا الا ليعبدوا الله مخلصين له الدين ' البينة : ۵

(۸) ومالاحد عنده من نعمة تجزى' الا ابتغاء وجه ربه الاعلى' الليل ۱۹ ۲۰

اس طرح کہ روپیہ پیسہ یا غلہ جوتا وغیرہ اشیاء اگر بہ نیت صدقہ فقیر کو دی جائیں اور ان کا ثواب کسی میت کو بخشا جائے تو اس صدقہ کی تکمیل اور اس کا ثواب پہنچنے کے لئے ان چیزوں پر فاتحہ دینے کی ضرورت نہیں کبھی بلکہ اگر کوئی شخص ان چیزوں پر فاتحہ دیا کرتا ہے تو اس طرح کھانے اور مٹھائی وغیرہ کو صدقہ کرنے اور ثواب پہنچانے کے لئے شرط فاتحہ کی ضرورت نہیں ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ کھانے اور مٹھائی کا صدقہ کیا جائے تو وہ بغیر فاتحہ کے درست نہ ہو اور روپیہ پیسہ کا جو تصدق کیا جائے وہ بغیر فاتحہ کے درست ہو جائے پس جیسے کہ صدقہ ادا ہونے کے لئے ضروری نہیں کہ ان پر فاتحہ پڑھی جائے جب بھی وہ قابل قبول اور ایصال ثواب کے لئے مفید ہوں اسی طرح عبادات بدنیہ مثلاً تلاوت قرآن مجید نماز روزہ کا ثواب پہنچنے کے لئے ضروری نہیں کہ ان کے ساتھ ہی صدقہ کیا جائے مثلاً کھانا مٹھائی رکھ کر نماز پڑھی جائے یا یہ چیزیں رکھ کر روزہ رکھا جائے یا ان چیزوں کے سامنے تلاوت کی جائے تب نماز روزے اور تلاوت کا ثواب پہنچے ورنہ نہ پہنچے۔

کھانا مٹھائی سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا جیسا کہ رواج ہے کوئی شرعی طریقہ نہیں اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا ائمہ دین میں سے کسی نے اس طریقے کی تعلیم نہیں دی نہ اس پر کسی نے عمل کیا مروجہ طریقہ میں تین چیزیں ہیں ایک کھانے یا مٹھائی کا صدقہ کرنا دوسرے فاتحہ قل ہو اللہ درود وغیرہ پڑھنا تیسرے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا کہ یا اللہ اس عبادت بدنیہ اور مالیہ کا ثواب فلاں میت کو پہنچا دے پس بیشک اس طرح دونوں قسم کی عبادتوں کا ثواب پہنچتا ہے مگر اس کی صورت یہ ہے کہ عبادت کر کے ثواب کا تحقق پیدا کرو پھر خدا تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ اس ثواب کو جس کا تحقق تم نے پیدا کیا ہے میت کو پہنچا دے اس مروجہ طریقے میں فاتحہ قل ہو اللہ وغیرہ جو کچھ تم نے پڑھا ہے یہ بدنی عبادت تو ہو گئی اور اس سے ثواب کا تحقق بھی ہو گیا لیکن کھانا مٹھائی وغیرہ جو چیز سامنے رکھی ہوئی ہے ابھی تک صدقہ نہیں کی گئی اس عبادت مالیہ کا تو ابھی تک تحقق ہی نہیں ہوا اگرچہ صدقہ کا ارادہ کر چکے ہو مگر صرف ارادہ سے بات کا تحقق تو نہیں ہو جاتا پس یہ عذر کہ ہم دونوں قسم کی عبادتوں کا یکجائی ثواب پہنچاتے ہیں یہ غلط ہے یکجائی ثواب پہنچنے اور پہنچانے کی صورت یوں بھی ہو سکتی ہے کہ کھانا یا شیرینی صدقہ کر دو اور پھر تلاوت وغیرہ کر لو دونوں کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو کہ ان دونوں قسموں کی عبادتوں کا ثواب فلاں میت کو پہنچا دے۔

کھانا سامنے رکھ کر قرآن شریف کی سورتیں اور آیتیں جو پڑھی جاتی ہیں اس وقت ہاتھ اٹھانے کی کوئی وجہ نہیں ہے (۲) کیونکہ تلاوت قرآن کے وقت ہاتھ اٹھانا شریعت میں معہود نہیں اور دعا میں ہاتھ اٹھانے کی روایتوں سے اس پر استدلال کرنا ایک قسم کا دھوکا دینا ہے کیونکہ تلاوت اور چیز ہے دعا اور چیز ہے ہاں جس وقت ان سورتوں اور آیتوں کی تلاوت ختم ہو جائے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے اس وقت

---

[illegible] ۲۶ [illegible] ۵ [illegible]

[illegible] ۱۲۷ [illegible]

(۱) بدعت قراءة الفاتحة والاخلاص والكافرون على الطعام بدعة فتاوى سمرقندية [illegible] ص ۱۵۵ بحوالہ رد [illegible] ص ۲۷۵

کا ثواب میت کو پہنچائے تو یہ درخواست ضرور ہے اس دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا ہے تو حمد قل ہو اللہ اور آیت الکرسی وغیرہ ہاتھ اٹھائے ہوئے پڑھو اور کھانا مٹھائی جو صدقہ کرو پھر ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کرو کہ یا اللہ اس قرأت و تلاوت اور اس صدقے کا ثواب فلاں میت کو پہنچا دے اور صرف اتنی دیر کے لئے ہاتھ اٹھانا مضائقہ نہیں مگر اس وقت نہ کھانا سامنے ہو نہ مٹھائی کیونکہ یہ چیزیں صدقہ ہو چکی ہوں گی۔

اس مسئلہ کی شرعی تحقیق تو یہ ہے کہ جو بیان کی گئی کہ اس ہیئت کذائی کی کوئی شرعی اصل نہیں ہے پس کسی شخص کا فعل جو اس کے خلاف ہو تو وہ حجت شرعیہ نہیں ہے اور علمائے سلف کسی مباح کو اگر بحیثیت اباحت کر لیتے تھے تو ان کے فعل کو آج کل کے عوام کے لئے حجت بنانا نقصیت پر مبنی ہے ہوا یہ کہ ان مباحات کو فرائض وواجبات سے بھی زیادہ مرتبہ دے دیتے ہیں اگر آج کوئی اس رسمی طریقے کا انکار کرے تو اس کو کیسے کیسے سخت الفاظ و القاب سے یاد کیا جاتا ہے ایسی حالت میں ارشاد و ہدایت کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ جو بات سنت سے زیادہ قریب اور نصوص شرعیہ سے زیادہ موافق اور سلف صالحین صحابہ کرامؓ و ائمہ مجتہدینؒ کے عمل سے زیادہ ملتی جلتی ہے وہی بتائی جائے اور ہر چیز کو اس کی حد شرعی پر رکھا جائے۔ واللہ هو الهادی يهدی من يشاء الی صراط مستقيم۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

## ایصال ثواب کا کھانا مالداروں کو کھلانا مکروہ ہے

(سوال) جب کسی کے ہاں میت ہوتی ہے تو تیسرے یا چوتھے روز اپنی طاقت کے موافق کھانا پکاتے ہیں اور مؤذن اور پیش امام و غرباء کو کھلاتے ہیں ان کے ساتھ کچھ خویش و اقارب اور قوم کے آدمی بھی کھاتے ہیں ان میں کچھ مالدار بھی موجود ہوتے ہیں یہ کھانا جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۳۲۶ محمد حسین بھنڈا (انکلیسور) ۵ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ م ۱۸ جون ۱۹۳۴ء

(جواب ۱۴۹) یہ کھانا اگر اتفاقی طور پر رسم کے موجب کیا جاتا ہے اور اگر اس سے مقصد میت کو ثواب پہنچانا ہوتا ہے تو اس کھانے کے مستحق نادار اور غریب لوگ ہیں خویش اقربا اور مالدار آدمی اس کے مستحق نہیں ہیں اس میں غیر مستحقین کو شریک ہونا مکروہ ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

## نیاز کا مروجہ طریقہ بدعت ہے

(سوال) میری والدہ فوت ہو گئیں سادھوری والے پیر جی کی نیاز کرتی تھیں مرتے وقت بھی [illegible] ہیں میں موجود تھا والد صاحب ہی ذکر کیا کرتے ہیں میں نے اپنے پیر صاحب سے جن کا وصال ہو چکا ہے مشورہ کیا تھا فرماتے تھے کہ ماں باپ کا حکم ماننا چاہیے مجھے ابھی تک ادائیگی کا موقع نہیں ملا اب جس طرح حضور

---

(۱) [illegible] ۲۸ [illegible]

(۲) اس لئے کہ یہ کھانا حقیقت میں میت کے [illegible] جو فرائض رہ جاتے ہیں ان کے بدلے دیا جاتا ہے [illegible] صدقہ [illegible] مستحق غریب ہیں نہ کہ مالدار

نہ میں لگے کروں گا؟ المستفتی نمبر ۷۴۲ نور محمد صاحب ہیڈ ماسٹر جونڈے ضلع کرنال ۷ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ م ۱۱ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۵۰) والدہ کی وصیت کے موافق کوئی چیز صدقہ کر کے ان کے پیر صاحب کو ثواب بخش دیا جائے(۱) نیاز کا مروجہ طریقہ بدعت ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

## اجرت اور دن کی تخصیص کے بغیر میت کے لئے قرآن خوانی جائز ہے

(سوال) اگر کوئی شخص انتقال کرے اور بغرض ایصال ثواب ایک روز واسطے قرآن خوانی کے مقرر کریں اور بستی کے مسلمانوں کو جمع کریں تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۸۲۴ حبیب اللہ (ضلع غازی پور) ۸ محرم ۱۳۵۵ھ م یکم اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۵۱) قرآن خوانی کے لئے بستی کے مسلمانوں کو بلا تخصیص یوم کے احیاناً جمع کرنا مباح ہے بشرطیکہ ان کو اجرت نہ دی جائے بلکہ پڑھنے والے لوجہ اللہ پڑھ کر ایصال ثواب کریں۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## ایصال ثواب کا کھانا برادری کے مالدار لوگوں کے لئے مکروہ ہے

(سوال) ایصال ثواب کے لئے برادری میں کھانا یا برادری کو کھانا کھلانا جائز ہے یا ناجائز؟ جس کو کہ چالیسواں کہتے ہیں لیکن چالیسواں نہیں ہوتا اس کا کوئی دن تاریخ سال یا مہینہ مقرر نہیں کوئی دو سال میں کوئی چھ ماہ میں کوئی تین سال میں کھانا کرتا ہے یہ نیت فاسد ہوتی ہے محض برادری کو کھانا کھلانے کی نیت ہوتی ہے۔ المستفتی نمبر ۸۳۹ چودھری حاجی اللہ بخش (گوالیار) ۱۵ محرم ۱۳۵۵ھ ۸ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۵۲) ایصال ثواب کے لئے فقراء و مساکین کو صدقہ و خیرات دینا جائز ہے برادری کو کھانا کھلانا اور تیجہ' دسواں' چالیسواں ان رسوم کو ادا کرنا بدعت ہے۔(۴) برادری غنی ہے کھانے کی مستحق نہیں ہے۔ (۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

## تیجہ' دسواں' چالیسواں' سب غیر شرعی رسمیں ہیں

(سوال) میت کے لئے تین دن بعد فاتحہ خوانی کرنا جو یہاں (ریاست میسور میں) زیارت کے نام سے

---

(۱) پیر صاحب کو ثواب بخشنا اگر شرعی طریقے کے موافق ہو تب تو ٹھیک ہے ورنہ درست نہیں۔

(۲) ولا سیما اذا کان فی الورثة صغار او غائب مع قطع النظر عما یحصل عند ذلک غالبا من المنکرات الکثیرة کایقاد الشموع والقنادیل التی توجد فی الافراح' وکدق الطبول' والغناء بالاصوات الحسان' واجتماع النساء والمردان' واخذ الاجرة علی الذکر' وقراءة القرآن ... فلا شک فی حرمته' و بطلان الوصیة به' ولا حول ولا قوة الا بالله (رد المحتار باب صلاة الجنائز' مطلب فی کراهة الضیافة من اهل المیت ۲/ ۲۴۱ ط سعید)

(۳) ویقرأ من القرآن ما تیسر له من الفاتحة واول البقرة الی المفلحون' وآیة الکرسی ... ثم یقول: اللهم اوصل ثواب ما قرأناه الی فلان او الیهم (رد المحتار باب صلاة الجنائز مطلب فی زیارة القبور ۲/ ۲۴۳ ط سعید)

(۴) دیکھئے صفحہ نمبر ۳۷ حاشیہ نمبر ۲، تیسیں

(۵) دیکھئے صفحہ نمبر ۳۰ حاشیہ نمبر ۲، تیسیں

مروج ہے تیجہ دسویں دن قرآن خوانی اور چالیسویں دن کھانا وغیرہ پکا کر تقسیم کرتے ہیں حتی کہ وہ ان کاموں کو ترک کرنے والوں کو حنفی مذہب سے علیحدہ سمجھتے ہیں۔ المستفتی نمبر ۸۵۶ حکیم قاضی محمد نور حق (چمراں نگر) ۲۱ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۴ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۵۳) یہ زیارت (تیجہ) دسواں چالیسواں سب غیر شرعی رسوم ہیں قرون اولیٰ میں ان کا پتہ نہیں ایصال ثواب جائز ہے مگر اس کا طریقہ یہ ہے کہ کوئی بدنی عبادت کرے مثلاً نماز نفل پڑھے روزہ نفل رکھے یا تلاوت قرآن کرے یا درود شریف پڑھے اور اس کا ثواب بخش دیا کرے یا مالی صدقہ کھانا کپڑا نقد وغیرہ کسی مسکین کو خفیہ طور پر دے دے اور اس کا ثواب بخش دے اور اس مالی یا بدنی نیک کاموں میں کسی خاص وقت یا خاص تاریخ یا کسی خاص چیز یا خاص ہیئت کی شریعت مقدسہ نے کوئی شرط اور کوئی قید نہیں لگائی تم بھی اپنی طرف سے کوئی شرط یا قید نہ لگاؤ اور ریا و نمود کی نیت نہ ہو نہ شہرت مقصود نہ ہو پابندی رسم کا ارادہ ہو۔ خالص خدا کے لئے نیک کام ہو اور قرض ادھار نہ لیا جائے اپنی وسعت کے موافق کیا جائے ترکہ مشترکہ میں سے خرچ نہ کیا جائے کسی نابالغ یا غائب وارث کے حصے میں سے کھانا وغیرہ نہ دیا جائے تو ان صورتوں میں ایصال ثواب جائز اور مستحسن ہے۔ (۲) حنفی مذہب کی صحیح تعلیم یہ ہے اور جو لوگ کہ ان بدعات کو کرتے ہیں وہ حنفی مذہب کو بدنام کرتے ہیں اور صحیح حنفی مذہب کے اوپر عمل کرنے والوں کو وہابی کہہ کر اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## مروجہ فاتحہ بدعت ہے

(سوال) میت کے تیجہ دسویں یا چالیسویں دن خاص اہتمام سے کھانا پکا کر (فاتحہ مروجہ) مختلف قسم کے پھل وغیرہ خاص اہتمام سے رکھ کر حالانکہ وہ بعموم متوفی کے نابالغ ورثا کا حق ہوتا ہے بعض اوقات سودی قرضہ اٹھا کر اس کو ضروری سمجھ کر سرانجام دیا جاتا ہے برادری و امام وغیرہ کو بلا کر بطور تشریف سامنے رکھ کر ختم پڑھنا ضروری خیال کیا جاتا ہے کیا ان باتوں کی شریعت میں کوئی اصل ہے۔ المستفتی نمبر ۸۸۱ محمد یوسف صاحب گوجرانوالہ ۲۶ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۹ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۵۴) مروجہ فاتحہ یعنی مخصوص تاریخوں میں کھانا پکانا اور اسے ضروری سمجھنا اور نہ کرنے والوں پر طعن و تشنیع کرنا برادری کو کھلانا کھانا شیرینی پھل وغیرہ سامنے رکھ کر ختم پڑھنا یہ تمام باتیں بے اصل اور بدعت ہیں اور ترکہ مشترکہ میں سے یہ مصارف کرنا اور نابالغوں یا غائب وارثوں کے حصوں میں سے خرچ کرنا صریح ظلم و حرام ہے اور سودی قرض لے کر یہ رسوم ادا کرنا خسر الدنیا

---

(۱) [illegible] ص ۲۸ حاشیہ نمبر ۲ میں
(۲) [illegible] ص ۲۶ حاشیہ نمبر ۵ میں
(۳) [illegible] ص ۲۸ حاشیہ نمبر ۲ میں
(۴) [illegible] ص ۲۹ حاشیہ نمبر ۳ میں (۵) [illegible] ص ۲۷ حاشیہ نمبر ۲ میں

والاجرہ کا مصداق بن جانے کی طرح جماعت کو مجلس میں حاضر کرنے وقت مقرر کی تخصیص بدعت ہے ان رسوم کا صحابہ کرام تابعین تبع تابعین اور مجتہدین امت کے زمانوں میں نہ تعامل تھا نہ ان سے ان کا جواز منقول ہے اس لئے یہ چیزیں واجب الترک ہیں ایصال ثواب جائز ہے مگر اس کا مطلب اسی قدر ہے کہ کسی دن اور تاریخ اور کسی چیز کی تخصیص کے بغیر اپنی مقدرت اور استطاعت کے موافق کوئی بدنی عبادت کی جائے یا صدقہ دیا جائے اور اس کا ثواب میت کو بخش دیا جائے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## حیلہ اسقاط کا مروجہ طریقہ خرافات و مکروہات کا مجموعہ ہے

(سوال) علمائے اہل سنت والجماعت نے واسطے بخشائش میت کوئی ایک حیلہ کی اجازت دی ہے بذریعہ قرآن شریف جس کا طریقہ فتاوی سمرقندی میں مرقوم ہے اور اس حیلے کو آج کل کے علمائے غیر مقلد و بعض علمائے دیوبند ممنوع کرتے ہیں کیونکہ اس حیلے کی نسبت کوئی حدیث نہیں اور نہ کسی کتاب فقہ میں ذکر ہے [illegible] میت کے لئے فتاوی سمرقندی کا حوالہ دیا جاتا ہے [illegible] میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے پہلے بہت سے علماء یہ کام کرتے چلے آئے ہیں اگر ناجائز ہوتا تو وہ کیوں کرتے؟ المستفتی نمبر ۹۸۷ سید ابو ظفر (ضلع جہلم) ۲۲ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ م ۱۲ جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۵۵) حیلہ اسقاط کا طریقہ مروجہ بہت سی خرافات اور مکروہات پر مشتمل ہے اس لئے اس کو علمائے محققین منع کرتے ہیں اور یہ بدعت ہے جو فتاوی سمرقندی سے نقل کی ہے قابل اعتماد و معتمد نہیں اور روایت کی کتب میں مذکور ہیں وہ قابل تحقیق ہیں بعض تو موضوع ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## فاتحہ کا صحیح طریقہ

(سوال) فاتحہ کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ کھانا و شیرینی کو زمین پر اپنے سامنے رکھ کر ہاتھ باندھ کر قبلہ رو [illegible] صحیح ہے؟ المستفتی نمبر ۱۰۱۹ ایم محمد صاحب (ضلع سورت) ۳ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ م ۲۳ جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۵۶) ایصال ثواب کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ مالی عبادت یا بدنی عبادت محض خوشنودی اللہ تعالیٰ کی نیت سے ادا کرے اس کا ثواب کسی کو بخش دے اور اس میں خاص چیز (مثلاً حلوا شیرینی فیرینی وغیرہ) یا خاص تاریخ یا خاص ہیئت کی تخصیص نہ کرے بلکہ جو میسر ہو اس کو صدقہ کرے رسم و رواج نام و نمود مقصد نہ ہو۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

۱۔ دیکھئے ص ۱۳۰ کا حاشیہ نمبر ۱

۲۔ تفصیل کے لئے دیکھئے [illegible] "مروجہ حیلہ اسقاط اور دعا بعد نماز جنازہ" مؤلفہ مفتی محمد [illegible] صاحب

۳۔ [illegible] ۱۲۶ [illegible] ۱۵ [illegible] ۱۲۷ [illegible]

## حیلہ اسقاط کی ایک غیر شرعی صورت

(سوال) ضلع گجرات میں بعد مرنے کے حیلہ کرنے کا رواج ہے میت کو مسجد کے اندر لے جاتے ہیں سات شخص مل کر بیٹھتے ہیں بیچ میں سوا من گیہوں سوا روپیہ قرآن شریف کا ہدیہ قرآن کے اوپر رکھ کر پیش امام صاحب کہتے ہیں کہ یہ گیہوں سوا روپیہ نقد قرآن شریف کا ہدیہ بدلے اس میت کے گناہ کبیرہ و صغیرہ و روزہ نماز شرک و بدعت جو بارہ برس سے بعد کے ہیں عاقل بالغ ہونے سے اس کے بدلے میں سوا من گیہوں سوا روپیہ قرآن کا ہدیہ واسطے اللہ دیا کیا ایسا کرنے سے میت کو ثواب ہوتا ہے یا نہیں اور یہ عمل کرنا فرض ہے یا سنت یا نفل اور کیا حدیث سے ثابت ہے؟ المستفتی نمبر ۱۱۷۷ عبدالرحیم صاحب پیش امام (ضلع گجرات) ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ ۹ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۵۷) اس طرح حیلہ کرنا ناجائز ہے شریعت کے قاعدے کے خلاف ہے اس حیلے سے حیلہ کرنے والوں کو اور میت کو کچھ ثواب نہیں ہوتا جس قدر مقدور ہو صدقہ کر دینا چاہئے یعنی غریبوں محتاجوں کو اللہ واسطے دے کر اس کا ثواب میت کو بخش دیں (۱) محمد کفایت اللہ

## رسم قل، دسواں، چالیسواں اور شیرینی پر فاتحہ پڑھنا سب بدعت ہے

(سوال) ( ) میت کے تیسرے دن قل و ساتواں و چالیسواں کرنا اور اسقاط میت کا کرانا؟ جیسا کہ آج کل مروج ہے ایسا کرنا قرآن و حدیث صحیحہ سے ثابت ہے یا نہیں؟ (۲) فاتحہ بر طعام قبل از کھانے کے پڑھنا قرآن و حدیث صحیحہ سے ثابت ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۱۸۸ عبدالعزیز مشین والا (ضلع سیالکوٹ) ۲۸ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ ۱۲ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۵۸) (۱) ایصال ثواب جائز ہے مگر قل اور ساتواں دسواں چہلم یہ سب بدعت ہیں اپنی حیثیت اور مقدار کے موافق جو کچھ میسر ہو اور جب میسر ہو صدقہ کر کے ثواب بخش دینا چاہیے اسقاط کا مروجہ طریقہ بھی ناجائز ہے (۲) ایصال ثواب کے لئے کھانا شیرینی سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا بے اصل ہے جیسے نقدی وغیرہ بغیر فاتحہ صدقہ کر دیتے ہیں اسی طرح کھانے شیرینی کے ساتھ بھی معاملہ کرنا چاہئے۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## فاتحہ دینے کی حدیث موضوع ہے

(سوال) ایک حدیث کتاب ملا علی قاری صاحب اور کتاب شرح برزخ جس کے ص ۳۴۹ پر درج ہے جس کے راوی حضرت ابوذر تحریر ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ابن ابی دنیا نے اس سے روایت کی

---

(۱) اس لئے کہ شریعت میں مروجہ حیلے کا کوئی ثبوت نہیں
(۲-۳) صفحہ نمبر ۱۲۶ کا حاشیہ نمبر ۵ دیکھیں
(۴) صفحہ نمبر ۲۷ کا حاشیہ نمبر ۲ دیکھیں

تھے کہ جناب رسول کریم ﷺ کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دیتے اور اس کا ثواب میت کو پہنچاتے۔ حدیث مندرجہ ذیل ہے

وكان يوم الثالث من وفات ابراهيم ابن محمد ﷺ جاء ابوذر عند النبي بتمرة يابسة ولبن فيه خبز من الشعير فوضعه عند النبي فقرأ رسول الله ﷺ الفاتحة وسورة الاخلاص ثلاث مرات الى ان قال رفع يديه فدعا ومسح بوجهه فامر رسول الله ﷺ ابا ذران يقسمها بين الناس ويصا فيه قال النبي ﷺ وهبت ثواب هذه لابني ابراهيم۔ (نقل کتاب ظہور صداقت مصنفہ مولانا پیر ظہور شاہ جلال پوری) المستفتی نمبر ۱۲۶۳ حاجی مولا بخش دہلی ۹ شوال ۱۳۵۵ھ م ۲۳ دسمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۵۹) یہ حدیث گھڑی ہوئی ہے کسی معتبر حدیث کی کتاب میں نہیں ہے ملا علی قاری کی کتاب کی طرف نسبت بھی جھوٹی ہے نسبت کرنے والے بھی برجندی بھی اوزجندی بھی شرح برزخ بھی اور جو نام لکھتے ہیں حالانکہ ان میں سے کسی نام کی تصنیف ملا علی قاری کی نہیں ہے جو دعوی کرے وہ کتاب لا کر دکھائے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## پوری امت کے نام ایصال ثواب کرنے سے ثواب کیسے ملتا ہے تقسیم ہو کر یا پورا پورا؟

(سوال) بکر نے ایک قرآن مجید ختم کیا اور ایصال ثواب تمام امت محمدی ﷺ کو بخش دیا اور امت محمدیہ سے ہر ایک فرد کو پورے قرآن شریف کا ثواب ملے گا یا صرف ایک قرآن شریف کو امت محمدی میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ المستفتی نمبر ۱۵۱۴ محمد عبدالسلام صاحب (الہ آباد) ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ ۲۱ جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۶۰) تقسیم ہو کر ملنے کا قول باعتبار دلیل راجح ہے اور وسعت رحمت اس کی مقتضی ہے کہ پورے قرآن مجید کا ثواب ملے۔ (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

## ایصال ثواب کے لئے معاوضہ دیکر قرآن پڑھانا جائز نہیں

(سوال) ایصال ثواب کے لئے قرآن پڑھوانا اور اس کا معاوضہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۵۲۸ قاری عبداللطیف صاحب (بنگال) ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ ۲۳ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۶۱) ایصال ثواب کے لئے قرآن مجید پڑھوانا اور اس کے معاوضے میں پڑھنے والوں کو کچھ دینا

---

(۱) فقد سئل ابن حجر المكي عما لو قرأ لاهل المقبرة الفاتحة هل يقسم الثواب بينهم او يصل لكل منهم مثل ثواب ذلك كاملا فاجاب بانه افتى جمع بالثاني وهو اللائق بسعة الفضل (رد المحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب في القراءة للميت واهداء ثوابها له، ۲ / ۲۴۴ ط سعيد)

پر [illegible] جائز [illegible] ہے [illegible] وہ مباح [illegible]

[illegible] اور [illegible] ہے [illegible] محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

## تیجہ دسواں چہلم بدعت ہیں

(سوال) کیا تیجہ دسواں اور چہلم کرنا بدعت اور ناجائز ہے؟ المستفتی نمبر ۱۵۲۲ [illegible]
صاحب (ضلع بدایوں) ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ [illegible] ۱۹۳۳ء

(جواب ۱۶۲) ایصال ثواب جائز بلکہ مستحسن ہے [illegible] کو ثواب پہنچانے کی غرض سے [illegible] صدقہ [illegible] بدنی عبادت مثلاً نماز نفل، روزہ، تلاوت قرآن مجید [illegible] اس کا ثواب [illegible] پہنچایا [illegible] دن اور تاریخ کی تعیین [illegible] تخصیص اور تعیین [illegible] لازم [illegible] قرار دے [illegible] تیجہ [illegible] اور چہلم ان تخصیصات کی وجہ سے اور ان کو مستقل رسم قرار دے لینے کی وجہ سے بدعت ہیں۔ [illegible] موجب ثواب بھی نہیں جو ایصال ثواب [illegible]
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا، خوشبو سلگانا اور روشنی کرنا بدعت ہے

(سوال) کھانا آگے رکھ کر اس پر فاتحہ پڑھنا (ہاتھ پھیلا کر) [illegible] خوشبو [illegible] روشنی کرنا جائز ہے یا نہ؟
المستفتی عزیز احمد مدرس مکتب عبداللہ پور (ضلع میرٹھ)

(جواب ۱۶۳) کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دینے کا طریقہ اور اس پر خوشبو سلگانا [illegible] ثابت نہیں [illegible] اور بدعت ہے۔ (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

**جواب دیگر ۱۶۴)** کسی چیز (کھانا یا مٹھائی) کو سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا ثابت نہیں [illegible] فاتحہ [illegible] وقت کوئی چیز سامنے رکھ [illegible] فاتحہ [illegible] پہنچانا [illegible] اور کھانا [illegible] چیز صدقہ کرنا [illegible] صدقہ [illegible] اس کا ثواب بخش [illegible] محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

---

(۱) [illegible] الاجرة لا تستحق [illegible] ولا المعقود [illegible] في شرح [illegible] الاجرة لا تجوز [illegible] في عدم جواز الاستئجار [illegible]
[illegible] ۵ [illegible] سعيد

(۲) [illegible] خوشبو [illegible] روشنی [illegible] بدعت [illegible] من غير شرط فهو لها؟ قال الامام الاستاذ [illegible] والمعروف كالمشروط [illegible] لا يحضرون [illegible] الاجارة الفاسدة مطلب في الاستئجار على المعاصي ۶/ ۵۵ ط سعيد)

(۳) [illegible] ۳۶ [illegible]

(۴) [illegible] ۳۶ [illegible]

(۵) [illegible] ۳۶ [illegible]

## ایصال ثواب کے متعلق چند سوالات

(سوال) (۱) تلاوت قرآن پاک وکل عبادات بدنیہ وخیرات مالیہ کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے یا نہیں ایصال ثواب کا مستحسن ومسنون طریقہ کیا ہے؟

(۲) یہ عام رواج کہ سب لوگ مل کر ایک ساتھ قرآن مجید باواز بلند پڑھتے ہیں اور خاص طریقہ مخصوص سورتیں وآیتیں پڑھ کر (جس کو عرف میں قل کہتے ہیں) ایصال ثواب کرتے ہیں اس کا ثبوت حدیث شریف وائمہ مجتہدین سے اقوال بالخصوص احناف کے نزدیک ہے یا نہیں؟

(۳) قرآن شریف پڑھنے والوں کو قیمتاً روپیہ دے کر کسی یا کسی خاص جماعت سے پڑھوا کر اس کا ثواب میت کو پہنچایا جائے تو مردے کو ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟

(۴) ایصال ثواب کے واسطے خاص مہینے یا خاص تاریخ یا مخصوص وقت یا خاص جگہ مقرر کرنا قرآن یا حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

(۵) اگر کوئی شخص علماء وامراء وحفاظ کے کھانے کی دعوت قرآن خوانی کے بعد اس وقت سے صرف ایصال ثواب کرنے کے لئے کرے تو اس دعوت کا قبول کرنا اور کھانا کیسا ہے اور کیا اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور اگر کوئی بجائے اس کے میت کو ثواب پہنچانے یا دعوت کی نیت سے اسی کھانے سے جو محتاجوں کے لئے پکایا گیا ہو امراء وعلماء وحفاظ کو دعوت دے تو اس کا قبول کرنا کیسا ہے؟ اور ان سب کے کھانے سے مردے کو ثواب ملتا ہے یا نہیں؟ ممکن ہو تو امراء وعلماء کی تعریف کی وضاحت کرتے ہوئے ان سب کی تشریح کریں کہ کس کو کھانا دینا میت کو ثواب کا باعث ہوتا ہے۔

(۶) میت کو ثواب پہنچانے کے لئے نقد یا جنس کسی مسلم محتاج کو یا ہندو کو دیا جائے تو مردے کو ثواب ملتا ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۲۱۴ حافظ محمد رفیق الدین صاحب (بہار شریف پٹنہ) ۲۵ صفر ۱۳۵۸ھ م ۱۶ اپریل ۱۹۳۹ء

(جواب ۱۶۴) (۱) عبادات بدنیہ ومالیہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے حنفیہ کا راجح مذہب یہی ہے (۱) اور ایصال ثواب کا مستحب طریقہ یہی ہے کہ اپنی خوشی سے جس قدر نفل پڑھ سکے پڑھے یا نفلی روزے رکھ سکے رکھے یا جس قدر میسر ہو بطیب خاطر صدقہ کرے اور اس کا ثواب میت کو بخش دے اس میں کسی وقت اور کسی خاص شئے اور کسی خاص چیز کی قید اور شرط نہیں ہے۔

(۲) قل پڑھنے کا یہ مروجہ طریقہ غیر شرعی ہے اور اس کا قرون ثلثہ میں وجود نہیں تھا۔ (۲)

(۳،۴) جب کسی قسم کی اجرت لی جاوے تو کام تجارت ہو جاتا ہے اس کے کرنے والے کو کوئی ثواب اور فائدہ نہیں پہنچتا تو میت کو بھی کوئی ثواب پہنچنے کی امید نہیں۔

---

(۱) دیکھئے صفحہ ۳۶ حاشیہ نمبر ۱

(۲) قراءة الكافرون الى الآخر مع الجمع مكروهة لانها بدعة لم تنقل عن الصحابة ولا عن التابعين (هندية، كتاب الكراهية، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن والذكر ۵ / ۳۱۷ ط كوئته)

(۵) مال وقف سے دعوت کرنے کی کیا صورت ہے؟ کیا وہ وقف اسی کام کے لئے ہے یا اور کسی کام کے لئے ہے اور قرآن مجید کی تلاوت کے عوض کے طور پر دعوت کرنی اور دعوت قبول کرنی جائز نہیں۔

(۶) مسلم محتاج کو تاوان و صدقہ دیا جا سکتا ہے اور ہندو کو بھی جب کہ وہ سخت حاجت مند ہو دیا جا سکتا ہے مگر صدقات واجبہ غیر مسلم کو دینا درست نہیں صدقات نافلہ غرض ایصال ثواب دے سکتے ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

## ایصال ثواب جائز ہے مگر اس کے لئے تاریخ یا دن مقرر کرنا درست نہیں

(سوال) ایک شخص ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو حضور پر نور مصطفی ﷺ کی ارواح پاک اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی روح پاک کو ثواب پہنچانے کی غرض سے مسکینوں یتیموں کو کھانا کھلاتا ہے اور قرآن شریف بھی ختم کرتا ہے لیکن اس کو فرض یا واجب نہیں سمجھتا کیونکہ کبھی کبھی ناغہ بھی کر دیتا ہے اور کبھی تاریخ معینہ کو آگے پیچھے بھی کر دیتا ہے تو کیا شرع شریف میں اس طریقے پر ایصال ثواب جائز ہے؟ المستفتی نمبر ۲۵۵۲ شوکت میر منشی ایڈیٹر الفرقان ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۵۸ھ م یکم جنوری ۱۹۴۰ء

(جواب ۱۶۶) ایصال ثواب تو جائز بلکہ مستحسن ہے مگر اس کے لئے تاریخ و دن کی نصوص سے تعیین ثابت نہیں ہے پس اعتقاداً تعیین اور التزام تو درست نہیں ہے اور بلا تعیین مطلق صدقہ خیرات کر کے ایصال ثواب کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

## ایصال ثواب صدقہ و قرآن خوانی کے ساتھ خاص نہیں

### دعا و استغفار کے ساتھ بھی ایصال ثواب ہو سکتا ہے

(سوال) زید نے اپنی تمام عمر میں کبھی کسی میت کو اپنے عمل خیر کا ثواب نہیں بخشا یعنی تلاوت قرآن پاک، صدقہ وغیرہ کا ایصال ثواب نہیں کیا اور ہمیشہ تدفین میت کے وقت اور دیگر اوقات میں میتوں کے لئے دعائے رحمت و استغفار پر مقتصر رہا تو کیا زید بوجہ ایصال ثواب نہ کرنے کے گناہ گار و قابل مواخذہ ہوگا؟
المستفتی نمبر ۲۷۶۵ حکیم محمد ایوب محلہ دیپا سرائے سنبھل ضلع مراد آباد ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ م ۲۵ اپریل ۱۹۴۱ء

(جواب ۱۶۷) کسی شخص پر ایصال ثواب کرنا فرض یا واجب نہیں ہے تو اگر کسی نے عمر بھر میں کسی میت کے لئے ایصال ثواب نہیں کیا تو قیامت کے دن اس سے مواخذہ نہیں ہوگا اور جب کہ وہ ہمیشہ اموات

---

(۱) جواب نمبر ۲۸ کا حاشیہ نمبر ۲ دیکھیں

(۲) ولا تدفع الی ذمی لحدیث معاذ وجاز دفع غیرها وغیر العشر والخراج الیه ای الذمی ولو واجبا کنذر وکفارة وفطرة (الدر المختار، کتاب الزکاة، باب المصرف ۲/۳۵۱ ط سعید)

(۳) جواب نمبر ۱۲۶ کا حاشیہ نمبر ۵ دیکھیں

کے لئے استغفار اور دعائے رحمت کرتا رہتا ہے تو وہ مستحق مذمت بھی نہیں۔(۱)

## کسی عمل کا ثواب دوسرے کو بخشنے سے اس شخص کو ثواب پہنچتا ہے

(سوال) کسی عمل خیر کا ثواب اگر عامل کسی غیر کو بخش دے تو وہ غیر عامل اس عمل خیر کے ثواب پانے کا مستحق ہو جاتا ہے یا نہیں اگر ہو جاتا ہے تو کیا یہ مسئلہ امام اعظم ابو حنیفہ یا امام ابو یوسف یا امام محمد یا امام زفر میں سے کسی ایک نے اپنی کسی کتاب میں صراحۃً تحریر فرمایا ہے؟

(جواب ۱۶۸) اگر کوئی شخص اپنے کسی عمل خیر کا ثواب دوسرے شخص کو بخش دے تو وہ دوسرا شخص اس کا مستحق ہو جاتا ہے یہ مسئلہ ائمہ کے نزدیک متفق علیہ ہے کیونکہ حج عن الغیر یعنی حج بدل بالاتفاق جائز ہے (۲) اور وہ اسی اصول پر مبنی ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## ایصال ثواب کے لئے قرآن پڑھنا جائز ہے مگر اجرت دیکر پڑھوانا جائز نہیں

(سوال) زید قبرستان پر کسی کی طرف سے متعین ہو کر جاتا ہے کہ فلاں شخص کی قبر پر یک پارہ یا کل قرآن مجید ایک دن یا چند روز میں پڑھے اور اس کی اجرت بھی متعین کر دی جاتی ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور بغیر اجرت کے قبر پر قرآن مجید پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب) (از مولوی مظفر احمد صاحب) ہو الموفق۔ دونوں صورتوں میں قرآن پاک کا پڑھنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔ محمد مظفر احمد غفرلہ نائب امام مسجد فتح پوری دہلی

(جواب) (از مولانا مظہر اللہ صاحب) بلا اجرت قبر پر جا کر قرآن پڑھنے کے جواز میں تو کلام نہیں لیکن باجرت قبر پر قرآن پڑھنا خلاف احتیاط ہے۔ فقط محمد مظہر اللہ غفرلہ امام مسجد فتح پوری دہلی

(جواب ۱۶۹) (از حضرت مفتی اعظم) ہو الموفق۔ بلا اجرت بہ نیت ایصال ثواب قرآن مجید پڑھنا خواہ قبر پر ہو یا کہیں اور جائز ہے اور ایصال ثواب کے لئے اجرت دیکر پڑھوانا اور اجرت لے کر پڑھنا ناجائز ہے۔ فالقاری للدنیا والآخذ والمعطی آثمان فالحاصل ان ما شاع فی زماننا من قراءۃ الاجزاء

---

(۱) فی البحر: من صام او صلی او تصدق وجعل ثوابه لغیره من الاموات والاحیاء جاز (رد المحتار، باب صلاۃ الجنائز، مطلب فی القراءۃ للمیت واهداء ثوابها له ۲/ ۲۴۳ ط سعید) [illegible]

(۲) الاصل فی هذا الباب ان للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره صلاۃ او صوما او صدقة او غیرها عند اهل السنة والجماعة (هدایة، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر ۱/ ۲۹۶ امدادیه ملتان)

(۳) صفحہ نمبر ۱۳۶ پر شرح نمبر ۵ دیکھیں

(۴) [illegible] اجرت مراد لی ہو [illegible]

بالاجرة لا يجوز (ردالمحتار) (۱) وفي موضع آخر ولا ضرورة في الاستئجار على القراءة على القبر (ردالمحتار) (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

(جواب دیگر ۱۷۰) ایصال ثواب کی غرض سے قرآن مجید کی تلاوت یا کلمہ شریف کے ختم پڑھوانا اور قراءت پر اجرت لینا اور دینا ناجائز ہے فقہاء نے اس کی تصریح فرمائی ہے چنانچہ شامی نے باب الاجارۃ الفاسدہ میں مفصل بحث موجود ہے۔ (۳) محمد کفایت اللہ غفرلہ

## ایصال ثواب مردوں اور زندوں دونوں کو جائز ہے

(سوال) زندہ آدمی کو کلام اللہ یا صدقہ وغیرہ کا ثواب خود بخشے یا اس کے بیٹے سے بخشوا دیں ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟

(جواب ۱۷۱) ثواب پہنچانے کے مردوں کی تخصیص نہیں زندوں کو بھی پہنچتا ہے مردوں کو بھی۔ (۴) محمد کفایت اللہ

## ایصال ثواب میں تمام مسلمانوں کو شامل کرنا افضل ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۲۷ء)

(سوال) مردے کا کھانا فقیروں کو یا غریبوں کو کھلانا یا خود کھا لینا اور اس کا ثواب مردے کی روح کو بخش دینا چاہئے یا نہیں ایک شخص پانچوں وقت کی عبادت اور جو کچھ اس کو وظیفہ یاد ہے اس کو جمیع امت محمدیہ کی ارواح کو بخش دے یا نہیں پہنچتا ہے؟

(جواب ۱۷۲) ایصال ثواب کے لئے جو کھانا پکایا جائے وہ فقراء و مساکین پر صدقہ کرنا چاہئے [illegible] تو ثواب کی چیز کا پہنچانا عبادات بدنیہ میں سے نفل نماز روزے تلاوت قرآن مجید درود شریف پڑھنے کا ثواب پہنچتے ہیں ثواب کی مخصوص شخص کو بخشنے کی بجائے تمام مسلمانوں کو بخشنا افضل ہے۔ (۵) محمد کفایت اللہ غفرلہ

---

(۱و۲) باب الاجارة الفاسدة مطلب في عدم جواز الاستئجار على التلاوة ۶/ ۵۶ ط سعيد

(۳) وقد قال العلماء ان القاري اذا قرأ لاجل المال فلا ثواب له فاي شيء يهديه الى الميت [illegible] ومنها الوصية من الميت باتخاذ الطعام والضيافة يوم موته او بعده وباعطاء دراهم لمن يتلو القرآن لروحه او يسبح او يهلل له وكلها بدع منكرات باطلة الخ (رد المحتار، باب الاجارة الفاسدة ۶/ ۵۷ ط سعيد)

(۴) صرح علماؤنا بانه لا فرق بين ان يكون المجعول له ميتا او حيا (رد المحتار، باب صلاة الجنازة مطلب في القراءة للميت واهداء ثوابها له ۲/ ۲۴۳ ط سعيد)

(۵) صرح علماؤنا في باب الحج عن الغير بان للانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره صلاة او صوما او صدقة او غيرها كذا في الهداية بل في زكاة التاترخانية عن المحيط الافضل لمن يتصدق نفلا ان ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات لانها تصل اليهم ولا ينقص من اجره شيء (رد المحتار، باب صلاة الجنازة مطلب في القراءة للميت واهداء ثوابها له ۲/ ۲۴۳ ط سعيد)

## میت کے گھر صرف تعزیت کے لئے جانا چاہئے

(الجمعیۃ مورخہ ۵ جولائی ۱۹۳۴ء)

(سوال) میت کے گھر جا کر فاتحہ پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کیا کرنا چاہئے؟

(جواب ۱۷۳) میت کی تعزیت کے لئے جانا جائز ہے۔ تعزیت تین دن کے اندر ہو جانی چاہئے۔ تین دن کے بعد مکروہ ہے اور مروجہ طریقہ پر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا بے ثبوت ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## ایصال ثواب کا طریقہ

(الجمعیۃ مورخہ ۲۸ جنوری ۱۹۳۵ء)

(سوال) میت کو ایصال ثواب کرنے کا کیا طریقہ ہونا چاہئے؟

(جواب ۱۷۴) اموات کو ایصال ثواب کرنا جائز ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی چیز صدقہ یا خیرات کرے یا کوئی نفل نماز پڑھے روزہ وغیرہ ادا کرے اس کا ثواب کسی میت کو بخش دیا جائے اس کے لئے کسی دن اور تاریخ اور کسی خاص چیز کی تخصیص نہیں اپنی وسعت کے موافق اخلاص کے ساتھ وہ کام کرنا چاہئے جس کا ثواب پہنچتا ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## تیجہ و تکفین ایصال ثواب اور حیلہ اسقاط کے متعلق چند رسموں کی تحقیق

## (۱۷۵) استفتاء

(ماخوذ از مجموعہ دلیل الخیرات فی ترک المنکرات مطبوعہ ۱۳۳۶ھ مرتبہ حضرت مفتی اعظم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین

امابعد! خاکسار سے بعض مخلصین نے رنگون (برما) سے بعض رسموں کا حکم شرعی دریافت کیا ہے مفصل جواب دینے سے پہلے مناسب ہے کہ بطور تمہید کے چند امور عرض کر کے پھر ان رسوم کے شرعی احکام عرض کئے جاتے ہیں۔

قال اللہ عزوجل لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

---

(۱) ولا باس بتعزية اهله ... وبالجلوس لها في غير مسجد ثلاثة ايام واولها افضل وتكره بعدها الا لغائب (تنوير الابصار مع الدر المختار، باب صلاة الجنازة ۲/ ۲۳۹، ۲۴۱ ط سعيد) [illegible]

(۲) صفحہ نمبر ۱۲۶ حاشیہ نمبر ۵ دیکھیں

(۳) الاحزاب: ۲۱

وقال النبی ﷺ من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد متفق علیه (مشکوٰۃ)

وقال علیه السلام من یعش منکم فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ و ایاکم و محدثات الامور فان کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة (مشکوة)(۲)

وقال علیه السلام ما احدث قوم بدعة الا رفع مثلها من السنة رواه احمد (مشکوه)(۳)

وقال علیه السلام من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام رواه البیهقی (مشکوة)(۴)

حق جل شانہ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے (مسلمانو!) تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارک میں اچھی اقتداء ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات تمہارے لئے نہایت بہترین نمونہ ہے۔

اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی نئی بات نکالی جو دین میں داخل نہیں تو وہ بات اس شخص پر مردود ہے (بخاری و مسلم)

اور فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ جو شخص تم میں سے زندہ رہے گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا تو تم میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑ لینا سنت کو مضبوطی سے اختیار کرنا اور کچلیوں سے پکڑنا اور نئی باتوں سے بچنا کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے (امام احمد ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ)

اور فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ جو قوم کوئی بدعت ایجاد کرتی ہے تو ان میں سے اسی بدعت کے برابر سنت پر عمل کی توفیق اٹھ جاتی ہے (امام احمد)

اور فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ جس شخص نے کسی بدعتی کی تعظیم و توقیر کی اس نے اسلام کے ڈھانے میں مدد کی (بیہقی فی شعب الایمان)

خدائے عزوجل کے کلام بلاغت نظام اور احادیث خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اچھی طرح واضح ہے کہ اہل اسلام کا اولین فرض یہی ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو اپنے تمام اعمال و افعال میں پیش نظر رکھیں اور انہیں کو اپنا حقیقی راہبر اور رہنما سمجھیں اور اپنی نجات اخروی اور حیات ابدی کو انہیں

---

(۱) مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب و السنة ص ۲۷ ط سعید و بخاری شریف کتاب الصلح باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فهو مردود ۱/ ۳۷۱ ط قدیمی و مسلم شریف کتاب الاقضیة باب نقض الاحکام الباطلة ورد محدثات الامور ۲/ ۷۷ ط قدیمی)

(۲) مشکوٰۃ شریف باب الاعتصام بالکتاب و السنة ص ۳۱ ط سعید و ابوداؤد کتاب السنة باب لزوم السنة ۲/ ۲۸۷ ط امدادیہ ملتان)

(۳) مشکوۃ حوالہ بالا و مسند احمد کتاب العروات باب فی غزواته ﷺ و بعوثه الخ ٤/ ١٠٥ ط المکتب الاسلامی بیروت)

(٤) مشکوۃ حوالہ بالا والبیهقی فصل فی مجانبة الفسقة والمبتدعة ومن لا یعینك علی طاعة الله عزوجل ۷/ ٦١ حدیث نمبر ٩٤٦٣

کے اتباع میں منحصر جانیں۔

انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے ہی خدا کی رضا مندی اور ناراضی کا علم حاصل ہوتا ہے بغیر ان کے بتائے اور سکھائے ہوئے عقل انسانی ہرگز معلوم نہیں کر سکتی کہ کن چیزوں سے خدا تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور کن کاموں سے ناراض۔

رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات ہمارے لئے نمونہ کاملہ ہے(۱) اور ہمارا اولین فرض ہے کہ ہم آپ کی تابعداری اور پیروی کریں اور ذرہ برابر آپ کے نشان قدم سے نہ ہٹیں۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے آیت کریمہ مرقومہ بالا میں ہمیں یہی ہدایت فرمائی ہے کہ ہم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات مظہر آیات کو اپنے لئے نمونہ کاملہ سمجھیں اور آپ کی سنت پر نہایت پختگی و استقامت سے قائم رہیں یہی ہماری منزل مقصود ہے اور یہی معراج کمال۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے دین و شریعت کے متعلق ہمیں ایسی کامل و مکمل تعلیم دی جس کی نظیر صفحات تاریخ میں نہیں مل سکتی معاش و معاد، شادی و غمی، تجارت، حرفت، تمدن و خلوت غرض انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس کے متعلق ہمیں اصول یا مسائل جزئیہ تعلیم نہ فرمائے ہوں۔

ایسے شفیق معلم اور مہربان مبلغ کے قربان جس نے ہماری تہذیب و تعلیم میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا اور کوئی ضروری بات سکھانے سے اٹھا نہیں رکھی بتایا سکھایا کر کے دکھا دیا اور اس وقت تک ہم سے جدا نہیں ہوئے جب تک کہ شریعت کو ہمارے لئے آفتاب کی طرح روشن اور صاف نہ کر دیا۔

فصلى الله على من مبلغ ادى حق الرسالة والتبليغ و بلغ اقصى مداه ولم يفارقنا حتى جعل لنا الشريعة بصريعة بيضآء التي ليلها و نهارها سواء۔(۲)

یعنی اللہ تعالیٰ باران رحمت نازل فرمائے اس مبلغ پر جس نے رسالت اور تبلیغ کا حق ادا فرمایا اور اس وقت تک ہم سے مفارقت نہ فرمائی جب تک کہ شریعت کو ہمارے لئے آفتاب کی طرح روشن اور منور نہ کر دیا ایسا روشن جس کی رات بھی دن کی طرح نورانی ہے۔

بایں ہمہ اختلاف رائے انسانی فطرت کا مقتضیٰ تھا اور نفس و شیطان انسان کے پکے دشمن جن کا ہر وقت یہی قصد و ارادہ کہ انسان کو گمراہ بنائیں مسلمان بھی ان دونوں فتنوں سے بے خوف اور مطمئن نہ تھے اور معلم شفیق کامل (پیغمبر اسلام روحی فداہ) بھی اس پیش آنے والے فتنہ سے پورے واقف اور خبردار تھے آپ کو معلوم تھا کہ فصل نبوت مسلمانوں سے بڑھتا جائے گا ان میں طرح طرح کے

---

(۱) لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (الاحزاب: ۲۱)

(۲) قد جئتکم بہا بیضاء نقیۃ ولو کان موسیٰ حیا ما وسعہ الا اتباعی (مسند احمد لکتب الربیع ۳ /۳۸۷ ط المکتب الاسلامی بیروت)

اختلاف پیدا ہوں گے اور ایسے وقت میں نفس و شیطان کو موقع ملے گا کہ وہ میری امت کو گمراہی کے غار میں گرا دیں اور ہوائے نفسانی کا تتبع کرا کر جہنم میں پہنچا دیں اس لئے آپ نے امت کو صاف صاف الفاظ اور کھلے کھلے بیان سے اس فتنہ سے محفوظ رہنے کا طریقہ اور اس روحانی مرض کا علاج بتا دیا اور سمجھا دیا فرماتے ہیں کہ جو شخص زندہ رہے گا وہ اختلاف کثیر دیکھے گا لیکن اس کا علاج یہ ہے کہ اس وقت تم میری سنت کو نہایت مضبوطی اور استحکام سے پکڑ لینا اور خبردار کسی نئی بات (بدعت) کو اختیار نہ کرنا کیونکہ ہر نئی بات (بدعت) گمراہی ہے اور گمراہی کا مآل اور نتیجہ دوزخ ہے[1] اور فرمایا کہ جو شخص ہمارے دین میں کوئی نئی بات نکالے وہ اس پر مردود ہے یعنی خدا اور رسول کے یہاں وہ مقبول نہیں۔[2]

اور فرمایا کہ جب کوئی قوم کوئی بدعت پیدا کرتی ہے تو ان میں سے اسی کے مثل ایک سنت کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔[3]

اور فرمایا کہ جو شخص بدعتی کی توقیر اور تعظیم کرتا ہے وہ گویا اسلام کے ڈھانے پر مدد کرتا ہے یہ بات اس لئے کہ بدعتی خدا اور رسول ﷺ کی توہین کرتا ہے کہ اس کامل و مکمل شریعت میں اپنی طرف سے ایجاد کرکے گویا خدا اور رسول کی جانب کوتاہی اور نقصان کی نسبت کرتا ہے یا خود احکام تجویز کرکے اپنے لئے (تشریع احکام کا) خدائی منصب تجویز کرتا ہے اس لئے وہ تو در حقیقت اسلام کا محارب ہے اور جو اس کی تعظیم و تکریم کرے وہ اسلام کے ڈھانے میں اس کا مددگار ہے۔ نعوذ باللہ منہا

مسلمانو! یاد رکھو اور خوب سمجھ لو کہ شرعی احکام میں بغیر خدا اور رسول ﷺ کی تبیین کے ثبوت ناممکن ہے اور بدعت نہایت سخت اندیشہ ناک چیز ہے کیونکہ اور گناہ تو ایسے ہیں کہ ان سے ہر انسان کبھی توبہ کر لیتا ہے لیکن بدعتی کو توبہ نصیب نہیں ہوتی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بدعت کا ارتکاب دینداری سمجھ کر کرتا ہے اور اپنے خیال میں اسے نیک کام سمجھتا ہے اس لئے توبہ کی طرف اس کا دھیان اور خیال بھی نہیں جاتا۔[4]

بدعت اگرچہ بظاہر دیکھنے میں ہلکی اور نیک معلوم ہو لیکن بڑے گناہ کی چیز ہے اس کی مذمت میں صاف و روشن حدیثوں میں یہ روایت ہے

اخبر عبدالله بن مسعود بالجماعة الذین کانوا یجلسون بعد المغرب و فیهم رجل یقول کبروا الله کذا و کذا وسبحوا الله کذا و کذا واحمدوا الله کذا و کذا فیفعلون فحضرهم فلما سمع ما یقولون قام فقال انا عبدالله بن مسعود فوالذی لا اله غیره لقد جئتم ببدعة ظلماء او لقد فقتم علی اصحاب محمد علیه الصلوة والسلام علما

---

(۱) الاربعین صفحہ ۱۴۲ حاشیہ نمبر ۲

(۲) الاربعین صفحہ نمبر ۱۴۲ حاشیہ نمبر ۱

(۳) الاربعین صفحہ نمبر ۱۴۲ حاشیہ نمبر ۳

(۴) الاربعین صفحہ نمبر ۱۴۲ حاشیہ نمبر ۴

(۱)(مجالس الابرار)

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو خبر دی گئی کہ ایک جماعت بعد مغرب بیٹھی ہے اور ان میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ اتنی مرتبہ اللہ اکبر کہو اور اتنی مرتبہ سبحان اللہ کہو اور اتنی مرتبہ الحمد للہ کہو۔ اور سب لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس جماعت میں گئے اور جب ان کی یہ باتیں سنیں تو کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں عبداللہ بن مسعودؓ ہوں اور اس خدا کی قسم جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں کہ تم لوگوں نے نہایت تاریک بدعت اختیار کی ہے یا تم آنحضرت ﷺ کے اصحاب سے علم میں بڑھ گئے ہو۔

اس روایت سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ان لوگوں کا یہ فعل باوجودیکہ ذکر الٰہی اور تکبیر و تسبیح و تہلیل ہی تھا مگر چونکہ اس کی وضع اور ہیئت ایک مقرر کی گئی تھی جس کا ثبوت شریعت مطہرہ سے نہیں تھا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے نزدیک ناجائز اور بدعت تھا۔

اس پر بدعت کا حکم لگانے کی وجہ یہ تھی صرف یہی کہ ذکر اللہ اگرچہ ہر وقت مطلوب اور محبوب ہے مگر اس کے لئے یہ التزام و اجتماع کرنا حدود شریعت سے تجاوز کرنا تھا ہر شخص کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ بطور خود جس قدر چاہے ذکر اللہ کرے لیکن یہ اختیار نہیں کہ ایک جدید اور نئی صورت اور ہیئت ایجاد کرے اور پھر اسے طریق شرعی اور موجب ثواب اعتقاد کرے۔

صحابہ کرامؓ جن کے علوم مشکوۃ نبوت سے ماخوذ اور جن کے سینے نور یقین سے بوجہ فیض صحبت منور تھے جنہوں نے خدا اور رسول کی محبت میں اپنے گھر بار آل و اولاد اعزا و اقارب کو چھوڑ دیا اور آستانہ نبوت کی جاروب کشی کو سرمایہ سعادت سمجھ کر دل و جان سے نبی امی روحی فداہ کے خادم جاں نثار بن گئے ان سے زیادہ اتباع سنت کا دعویٰ کون کر سکتا ہے اور ان سے بڑھ کر فنا فی اللہ و فنا فی الرسول ہونے کا کون دم مار سکتا ہے۔

وہ اتباع سنت سنیہ و اقتفائے آثار نبویہ کے برکات کو خوب سمجھتے تھے وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ حضور انور ﷺ نے جو کام کہ خود کیا یا نہیں کرنے کا حکم دیا اس کے خلاف کسی کام میں خیریت اور برکت نہیں ہو سکتی انہیں اس بات کا یقین تھا کہ بدعت میں نجات کی اسی قدر امید ہے جس قدر کہ حنظل ( اندرائن ) سے شہد حاصل کرنے کی آرزو وہ یقین واثق کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے حرکات و سکنات کا اتباع کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہی اتباع نجات کی کفیل اور مغفرت کی ضامن ہے۔

وہ آنحضرت ﷺ کو قصر نبوۃ کا حقیقی مکمل اور حسب ارشاد الیوم اکملت لکم دینکم الخ (۲) اسلام کے عالیشان قصر کو ہر طرح کامل و مکمل اعتقاد کرتے تھے۔ (۳)

---

(۱) نمبر ۱۵۶ مجلس نمبر ۱۸ طبع مکتبہ دار الاشاعت ' کراچی پاکستان

(۲) الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا - المائدہ ۳

(۳) یعنی آپ ﷺ آخری پیغمبر ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور قیامت تک کے لئے اللہ پاک نے ایک مکمل دین عطا فرمایا اور دین متین کی عالیشان قصر کہ دیگر انبیاء مانند اینٹ کے ہیں جس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی جس کو آپ ﷺ نے پر فرمایا اب مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں یعنی دین میں اب کوئی بدعت کرنے کی ضرورت نہیں۔ فقط

انہیں وجوہ سے ان کو بدعات مخترعہ سے سخت نفرت تھی اور جس کام کو سنت نبویہ کے صراط مستقیم سے ایک بال کے برابر بھی ہٹا ہوا دیکھتے اس سے دور بھاگتے تھے اسی خیال سے حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس جماعت کے حلقہ ذکر کو چونکہ اس خاص ہیئت و اہتمام کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی سیرت اور آپ کی پاک تعلیم میں نہیں پایا بدعت فرما دیا اور سچ فرمایا کیونکہ آنحضرت ﷺ جیسے اعلم الخلق اور صحابہ کرام جیسے خیرات و مبرات کے حریص ترین جماعت سے جب یہ اہتمام خاص منقول نہیں تو اب کس نے ایجاد کرنے والوں کو کہاں سے اس کی خیریت اور بھلائی کا علم ہو گیا کیونکہ خدا کے نزدیک کسی کام کی بھلائی معلوم ہونے کا ذریعہ صرف مشکوۃ نبوت ہے۔

کتب احادیث و سیر میں صحابہ کرام سے بکثرت ایسے واقعات منقول ہیں کہ انہوں نے سنت نبویہ کے ذرا سے خلاف کو برا سمجھا اور نفرت ظاہر کی اور اس مجلس سے اٹھ کر چلے گئے حالانکہ بظاہر وہ افعال اچھے معلوم ہوتے تھے بخلاف اس کے آج کل کے اہل بدعت اس قسم کے کاموں کو اصل دین بنانے کی کوشش کرتے ہیں یہی حضرت عبداللہ بن مسعود کا واقعہ ہے اگر آج کل کے ان معتقدوں سے سوال کیا جائے کہ ایک جماعت مغرب کے بعد اس ہیئت و صنعت سے تکبیر و تحمید و تہلیل کرتی ہے اس کا کیا حکم ہے تو وہ بجائے اس کے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ فتوی جواب میں پیش کریں بڑے زور سے کہیں گے کہ یہ ذکر اللہ ہے اور ذکر اللہ ہر حال میں باعث خیر و برکت ہے مگر اس ہیئت وضع کا یہ تو بالکل ذکر نہ کریں گے یا اگر کیا تو اس کو بھی بحد مستحب بنانے میں اپنی تمام کوشش صرف کر دیں گے۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

لیکن ایک عاشق سنت اور قدرشناس امت اگر اپنے سینہ میں حق شناس دل اور دماغ میں سنت نبویہ سے محبت رکھنے والی عقل رکھتا ہے تو وہ صاف کہہ دے گا کہ ان آج کل کے نام کے علماء سے حضرت عبداللہ بن مسعود بدرجہا اعلم اور ذکر اللہ کے دلدادہ تھے نیز وہ سنت و بدعت دونوں کی حقیقت کو ان سے زیادہ بہتر سمجھتے تھے اور فیض صحبت آنحضرت ﷺ سے مشرف اور صحابہ میں ممتاز درجہ رکھتے تھے اس لئے ان کا فتوی یقیناً حق اور ان نیم ملاؤں کے فتوے سے احق بالقبول ہے۔

الغرض مسلمانوں کو اگر خدا اور رسول سے محبت ہے اگر رسول خدا ﷺ کی شفاعت کے امیدوار ہیں تو ان کا دینی فرض یہ ہے کہ سنت نبویہ کی محبت اپنے دلوں میں پیدا کریں اور اپنی ایجاد کردہ بدعات کو یک لخت چھوڑ دیں دینی امور میں اپنی رائے کو کافی نہ سمجھیں بلکہ کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ ﷺ اور ان سے ماخوذ فقہ کو اپنا مطمح نظر بنائیں اور اپنے تمام کام عبادات ہوں یا معاملات شادی کے متعلق ہوں یا غمی کے شریعت مطہرہ مقدسہ کے موافق کر لیں ورنہ یاد رکھیں کہ ان کے ایجاد کردہ بدعات چاہے کتنی ہی بظاہر خوشنما اور نیک ہوں لیکن خدا کی خوشنودی اور رسول کریم ﷺ کی رضامندی کے باعث نہیں ہو سکتے اور ان کے لئے بجائے موجب نجات ہونے کے ذریعہ عذاب ہو جائیں گے۔

اب میں ان رسموں کا ذکر کرتا ہوں جن کا حکم بعض احباب رکنوں نے دریافت کیا ہے اور جو ہمارے دیار میں علی العموم یا بعض خاص خاص شہروں میں مروج ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ان کا حکم شرعی بھی بتاتا ہوں تاکہ جن پاک روحوں کو سنت نبویہ سے محبت ہے وہ اس پر عمل کرکے نجات اخروی حاصل کریں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

رسم نمبر ۱۔ میت کی تجہیز و تکفین میں دیر کرتے اور بعض جگہ ایک دو روز تک میت کو پڑا رکھتے ہیں۔

حکم شرعی۔ یہ رسم خلاف شریعت اور میت کی تجہیز و تکفین میں تاخیر خلاف سنت ہے اگرچہ یہ تاخیر کسی عزیز کے انتظار میں یا دعوت کی جانچ پڑتال یا تقسیم ترکہ کے اہتمام یا کسی اور غرض سے کی جائے بہر حال خلاف شریعت ہے۔

عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ ﷺ اسرعوا بالجنازة فان تک صالحة فخیر تقدمونها الیه وان تک سوی ذلک فشر تضعونه عن رقابکم متفق علیه (مشکوة) (۱)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنازے کو جلدی لے جاؤ کیونکہ اگر میت نیک ہے تو اس کو خیر کی جانب جلدی پہنچادوگے اور اگر بد ہے تو اپنی گردنوں سے بدی کو جلدی اتار پھینکو گے۔

یعنی جنازے کو بہر حال جلدی دفن کرنا چاہئے، اور میت خواہ نیک ہو یا بد بہر حال جلدی دفن کرنے میں فائدہ ہے جیسے حدیث مذکور میں صاف بیان فرمادیا گیا ہے۔

ولما عاد النبی ﷺ طلحة بن البراء وانصرف قال ما اری طلحة الا وقد حدث فیه الموت فاذا مات فآذنونی حتی اصلی علیه وعجلوا به فانه لا ینبغی لجیفة مسلم ان تحبس بین ظهرانی اهله (رواه ابوداؤد' رد المحتار) (۲)

جب رسول اللہ ﷺ طلحہ بن براء کی عیادت کرکے واپس ہونے لگے تو فرمایا کہ میں نہیں خیال کرتا مگر یہ کہ طلحہ میں آثار موت پیدا ہوتے ہیں تو جب ان کا انتقال ہو جائے تو مجھے خبر کردینا تاکہ میں ان پر نماز پڑھوں اور ان کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا کیونکہ یہ بات مناسب نہیں ہے کہ مسلمان کا مردہ اپنے گھر والوں میں زیادہ دیر رکھا جائے۔

ویسرع فی جهازه (درمختار) (۳) وکره تاخیر صلوته ودفنه لیصلی علیه جمع عظیم بعد صلوة الجمعة (درمختار) (۴)

مردے کی تجہیز و تکفین میں جلدی کی جائے اور جب تیاری جنازہ کی ہو تو نماز پڑھ کے دفن کرنے میں

---

(۱) مشکوة باب المشی بالجنازة ص ۱۴۴ ط سعید بخاری شریف کتاب الجنائز باب السرعة بالجنازة ۱/ ۱۷۶ ط قدیمی و مسلم شریف' کتاب الجنائز' فصل فی الاسراع بالجنازة ۱/ ۳۰۶ ط قدیمی)

(۲) ابوداود کتاب الجنائز' باب تعجیل الجنازة ۲/ ۹۴ امدادیہ ملتان (رد المحتار باب صلاة الجنائز ۲/ ۱۹۳ ط سعید)

(۳) باب صلاة الجنائز ۲/ ۱۹۳ ط سعید

(۴) باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۳۲ ط سعید

اس غرض سے دیر کرنا کہ بعد نماز جمعہ بڑی جماعت سے جنازہ پڑھیں گے مکروہ ہے۔

**رسم نمبر ۲۔** جب جنازہ لے کر چلتے ہیں تو جنازے کے آگے کچھ لوگ باآواز بلند کلمہ شریف پکار کر پڑھتے جاتے ہیں قبرستان تک ایسا کرتے ہیں؟

**حکم شرعی۔** جنازے کے ساتھ کلمہ یا اور کچھ بلند آواز سے پڑھنا مکروہ اور بدعت ہے۔

و علی متبعی الجنازة الصمت و یکره لهم رفع الصوت بالذکر والقراءة (جوهرة نیرة) (۱) و یکره رفع الصوت بالذکر والقرآن و علیهم الصمت و قولهم کل حی سیموت و نحو ذلک خلف الجنازة بدعة (مراقی الفلاح) (۲)

جنازے کے پیچھے چلنے والوں کو خاموش رہنا چاہیے اور بلند آواز سے ذکر کرنا یا قرأت کرنا ان کے لئے مکروہ ہے بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور جنازے کے ہمراہیوں کو خاموشی لازم ہے۔ ان کا یہ قول کہ "کل حی الخ" یا اس جیسے اور کلمات کہنا جنازے کے پیچھے بدعت ہیں۔

ویکره رفع الصوت فیها بالذکر وقراءة القرآن ذکر فی فتاوی العصر انها کراهة تحریم واختاره مجد الائمة الترجمانی وقال علاء الدین التاجری ترک الاولی ومن اراد الذکر والقراءة فیذکر ولیقرأ فی نفسه وقال قیس بن عبادة کان اصحاب رسول الله ﷺ یکرهون رفع الصوت عند ثلث عند القتال وفی الجنازة وفی الذکر، ذکره ابن المنذر فی الاشراف (۳)

جنازے میں بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن پڑھنا مکروہ ہے فتاوے العصر میں مذکور ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے اس کو مجد الائمہ ترجمانی نے اختیار کیا ہے اور علاء الدین تاجری نے کہا کہ خلاف اولیٰ ہے اور جو ذکر اور قرأت کرنا چاہے اسے چاہیے کہ دل میں کرے اور قیس بن عبادہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کرام نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کرام تین جگہ آواز بلند کرنا مکروہ سمجھتے تھے قتال کے وقت اور جنازے میں اور ذکر میں۔ (غنیۃ المستملی)

و علی متبعی الجنازة الصمت و یکره لهم رفع الصوت بالذکر وقراءة القرآن کذا فی شرح الطحاوی (عالمگیری) (۴)

جنازے کے ساتھ جانے والوں کو خاموشی لازم ہے اور ان کو ذکر یا قرأت قرآن بلند آواز سے کرنا مکروہ ہے۔

---

(۱) باب الجنائز ۱۳۹/۱ ط میر محمد کتب خانہ، کراچی

(۲) باب احکام الجنائز، فصل فی حملها و دفنها ص ۳۶۷ ط مصطفی البابی الحلبی مصر

(۳) غنیة المستملی (الحلبی الکبیر) فصل فی الجنائز، البحث الخامس فی الحمل ص ۵۹۴ طبع سہیل اکیڈمی، لاہور

(۴) باب الجنائز، الفصل الرابع فی حمل الجنازة ۱۶۲/۱ طبع مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

اعلم ان الصواب والمختار وما كان عليه السلف السكوت في حال السير مع الجنازة فلا يرفع صوت بقراءة ولا ذكر ولا غير ذلك والحكمة فيه ظاهرة وهي انه اسكن لخاطره واجمع لفكره فيما يتعلق بالجنازة وهو المطلوب في هذا الحال فهذا هو الحق ولا تغترن بكثرة من يخالفه فقد قال ابو علي الفضيل بن عياض ما معناه الزم طريق الهدى ولا يضرك قلة السالكين واياك وطرق الضلالة ولا تغتر بكثرة الهالكين وقد روينا في سنن البيهقي ما يقتضي ما قلته ا ه[1]
(كتاب الاذكار للنووی)

جاننا چاہئے کہ راہ حق اور پسندیدہ طریقہ جس پر سلف صالحین کاربند تھے وہ یہی ہے کہ جنازے کے ساتھ چلنے کی حالت میں خاموش رہے اور قرأت یا ذکر بلند آواز سے نہ کیا جائے اور اس کی حکمت ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ اس خاموشی میں دل کو اطمینان اور یکسوئی زیادہ ہوگی جس سے جنازے کے حالات میں اچھی طرح غور و فکر کر سکے گا اور اس حالت میں یہی مطلوب ہے پس یہی حق ہے اور اس سے دھوکا نہ کھانا کہ اس کے خلاف عمل کرنے والے بکثرت ہیں کیونکہ عارف باللہ فضیل بن عیاض نے یہی بات فرمائی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ راہ حق کو لازم پکڑو اور اس کا خیال نہ کرو کہ اس راہ کے چلنے والے کم ہیں اور گمراہی کے راستوں سے بچاؤ اور اس سے دھوکا نہ کھاؤ کہ ان راستوں میں چلنے والے (درحقیقت ہلاک ہونے والے) بہت ہیں اور سنن بیہقی میں ایسی روایتیں ہمیں ملی ہیں جن سے ہمارے کلام کی تائید ہوتی ہے۔

قوله ويكره رفع الصوت قيل يكره تحريما كما في القهستاني عن القنية وفي السراج عن الظهيرية فان اراد ان يذكر الله تعالى ففي نفسه اي سرا بحيث يسمع نفسه وفي السراج ويستحب لمن تبع الجنازة ان يكون مشغولا بذكر الله تعالى والتفكر فيما يلقاه الميت وان هذا عاقبة اهل الدنيا وليحذر عما لا فائدة فيه من الكلام فان هذا وقت ذكر وموعظة فيقبح فيه الغفلة فان لم يذكر الله تعالى فليلزم الصمت ولا يرفع صوته بالقراءة ولا بالذكر ولا يغتر بكثرة من يفعل ذلك واما ما يفعله الجهال في القراءة على الجنازة من رفع الصوت والتمطيط فيه فلا يجوز بالاجماع ولا يسع احدا يقدر على انكاره ان يسكت عنه ولا ينكر عليه انتهى[2]

قولہ بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہ ہے کہا گیا ہے کہ مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ قہستانی میں قنیہ سے منقول ہے اور سراج میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ اگر کوئی خدا کا ذکر کرنا چاہے تو اپنے دل میں یعنی چپکے چپکے اس طرح کرے کہ اپنی آواز خود ہی سنے اور سراج میں ہے کہ مستحب ہے کہ جنازے کے پیچھے چلنے والے

---

[1] [illegible] الاذكار [illegible] باب ما يقول الماشي مع الجنازة الجزء الرابع ٢ ١٨٣ ط المكتبة الاسلامية رياض

[2] الطحطاوي على مراقي الفلاح احكام الجنائز فصل في حملها ودفنها ص ٣٦٧ ط مصطفى البابي الحلبي واولاده

---

مستحب ہے کہ خدا کے ذکر میں (آہستہ آہستہ) مشغول رہے اور یہ سوچے کہ میت کو کیا کیا حالات پیش آئیں گے اور یہ کہ اہل دنیا کا انجام یہی ہے اور سب فضول باتوں سے بچے کیونکہ یہ وقت ذکر اور نصیحت کا ہے تو یہ وقت غفلت بری ہے اور اگر ذکر اللہ نہ کرے تو خاموشی لازم سمجھے اور ذکر اور قرأت بلند آواز سے نہ کرے اور اس بات سے دھوکہ نہ کھائے کہ ایسا کرنے والے بہت ہیں اور جاہلوں کا یہ فعل کہ جنازے پر قرأت کرتے ہیں بالاتفاق ناجائز ہے اور جو شخص ان لوگوں کو روک سکے اسے خاموش رہنا اور منع نہ کرنا جائز نہیں۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح)

خلاصہ کلام یہ کہ نصوص فقہیہ مذکورہ سے صاف ظاہر ہے کہ جنازے کے ساتھ ذکر الٰہی اور احوال موت اور عالم دنیا میں غور و تدبر کے ساتھ چلنا چاہئے اور بلند آواز سے ذکر یا قرآن پڑھنا مکروہ ہے ایک روایت سے مکروہ بکراہت تحریمی ہے اور دوسری سے مکروہ تنزیہی اور دونوں صورتوں میں انکار کرنا چاہئے۔

---

**رسم نمبر ۳۳۔** جنازے کے ساتھ کھانے کے خوانچے اٹھا کر لے جاتے ہیں جس میں مختلف قسم کے کھانے اور میوے ہوتے ہیں پھر یہ کھانے اور میوے قبرستان میں تقسیم کرتے ہیں۔

**حکم شرعی۔** واضح ہو کہ میت کے لئے ایصال ثواب کرنا نہایت مستحسن ہے۔ کیونکہ میت خیرات و مبرات کی بہت محتاج اور منتظر رہتی ہیں اور اس کو ثواب پہنچانا اپنے عزیز دینی بھائی کی امداد و اعانت کرنا ہے اور یہ عقیدہ اہل حق یعنی اہل سنت والجماعت کے نزدیک تمام عبادات مالیہ و بدنیہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے پس ہر مسلمان کو مناسب ہے کہ وہ اپنے متوفی عزیز و اقارب و احباب و اخوان مسلمین کو ان کے اس آڑے وقت میں نفع پہنچانے اور ان کی امداد و اعانت کرنے میں غفلت نہ کرے اور جہاں تک ممکن ہو ان کو ثواب پہنچائیں لیکن واضح رہے کہ ثواب پہنچانے کا مطلب صرف یہ ہے کہ انسان جو نیک کام کرتا ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کا ثواب اس کے لئے لکھا جاتا ہے پھر خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ اختیار بھی عطا فرمایا ہے کہ اپنا ثواب جس کو پہنچانا چاہے پہنچا دے اور صرف اس کہنے سے کہ یا اللہ میرے اس کام یا اس صدقہ کا ثواب فلاں شخص کو پہنچا دے (۱) یا میں نے اس کام یا اس صدقہ کا ثواب فلاں شخص کو بخش دیا اس میت کو ثواب پہنچ جاتا ہے یعنی شریعت مقدسہ نے ثواب پہنچانے کے اسی طریقہ کے علاوہ کوئی خاص صورت یا خاص قید مقرر نہیں فرمائی اور نہ آنحضرت ﷺ یا صحابہ کرام یا تابعین یا ائمہ مجتہدین و سلف صالحین سے کسی ایصال ثواب کے لئے کوئی خاص قید یا خاص صورتیں منقول نہیں لیکن لوگوں نے ایصال ثواب کے

---

(۱) صرح علماؤنا في باب الحج عن الغير بأن للانسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة او صوما او صدقة او غيرها كذا في الهداية وفي البحر من صام او صلى او تصدق وجعل ثوابه لغيره من الاموات والاحياء جاز ويصل ثوابها اليهم عند اهل السنة والجماعة (رد المحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب في القراءة للميت واهداء ثوابها له ۲ / ۲۴۳ طبع محمد سعيد)

(۲) ويقرأ من القرآن ما تيسر له من الفاتحة وأول البقرة الى المفلحون وآية الكرسي ثم يقول اللهم اوصل ثواب ما قرأناه الى فلان او اليهم (رد المحتار، باب صلاة الجنائز ۲ / ۲۴۳ طبع محمد سعيد)

نے کر رکھے تھے اور اس کے لئے خاص خاص صورتیں ایجاد کر کے انہیں لازم کر لیا اور سمجھ بیٹھے کہ بس اسی طرح ثواب پہنچتا ہے یا اس طرح پہنچانے سے زیادہ ثواب پہنچتا ہے کسی نے ایصال ثواب کے لئے خاص دن مقرر کئے کسی نے صدقے کے لئے خاص خاص چیزیں اور ان کی مقدار معین کر لی کسی نے مقامات کی تعیین کر لی کہ مثلاً قبر پر ہونا چاہیئے کسی نے کچھ کسی نے کچھ ان قیودات اور تعینات مخترعہ کی وجہ سے ایصال ثواب جیسے نیک کام بدعات کا مجموعہ بن گیا اور سبب ثواب فقہاء کے نزدیک وہ بجائے مفید ہونے کے نقصان کا سبب ہو گیا ایصال ثواب کے متعلق جس قدر قیودات و تعینات غیر مشروعہ ایجاد کی ہیں یہ چونکہ اختراعیہ ہیں وہ غیر مشروع اور بدعت ہوتی ہیں ان کی [illegible] تفصیل کے لئے ایک دفتر درکار ہے بہت سی ایسی صورتیں ہیں کہ فقہاء کرام کے زمانے میں وہ پیدا ہو گئی تھیں ان کے احکام تو فقہاء کے کلام میں مذکور ہیں لیکن بہت سی ایسی ہیں کہ ان کا وجود تھوڑے زمانے سے ہوا ہے اس لئے خاص ان کا ذکر کتب فقہ میں نہیں ملتا یہاں پر افسوس اور سخت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان بدعات کی ترویج و اشاعت میں عوام اس قدر زیادہ قابل الزام نہیں بلکہ وہ نام کے علماء ہیں جنہوں نے لوگوں سے ایصال ثواب کے اپنے علم کا خراج وصول کرنا اپنا انتہائی مقصود ٹھہرا رکھا ہے ان بدعات سے زیادہ ذمہ دار یہی حضرات ہیں جنہوں نے عوام کو سمجھایا کہ تمہاری یہ تمام رسمیں جائز ہیں بلکہ مستحب و سنت ہیں اور بجائے اس کے کہ بدعات سے ان کو نفرت دلاتے اور سنت نبویہ کی تعلیم کرتے اور ان کے اتباع کا شوق اور محبت ان کے دلوں میں پیدا کرتے صحابہ کرام کے حالات ان پر پیش کرتے ائمہ دین و سلف صالحین کی پاک سیرت انہیں سکھاتے۔ ایک طوفان بدعات میں انہیں غرق کر دیا اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان خدا ترس اور اہل حق علماء کے خلاف زہر اگلنا شروع کیا جنہوں نے ان کو بدعات بتایا اور بدعت کے برے نتائج اور نتیجہ بد سے آگاہ کیا۔ چونکہ اہل حق فقہ حنفیہ کی صریح عبارتیں پیش کرتے ہیں رسول اکرم ﷺ کے صاف ارشادات بیان کرتے ہیں مگر ان کو وہابی غیر مقلد بتا کر عوام کے قلوب کو ان سے برگشتہ کرتے رہتے ہیں حالانکہ در حقیقت خود اپنے مذہب اور فقہ حنفیہ کی صریح مخالفت کر کے عملی طور پر خود غیر مقلد بنتے ہیں مگر ان بدعات کی اشاعت سے جو آمدنی ان کو ہوتی ہے اس کے مقابلے میں ترک تقلید و ترک سنت کو بھی کچھ خفیف کر لیتے ہیں۔ افسوس صد افسوس۔

منجملہ دیگر رسوم ایصال ثواب کی ایک رسم یہ بھی ہے جو نمبر ۳ میں بیان کی گئی ہے یہ کام اگرچہ ایصال ثواب کی نیت سے کیا جاتا ہو مگر اس کی یہ صورت کہ جنازے کے ساتھ کھانا قبرستان کو لے جایا جائے بدعت ہے اور چونکہ فقہاء کے زمانے میں یہ رسم پیدا ہوئی تھی اس لئے اس کا صریح حکم کتب فقہ میں موجود ہے اور رد کیا ہے۔

قوله بدعة اى قبيحة كالمسمى بالكفارة ذكر ابن الحاج فى المدخل فى الجزء الثانى من البدع القبيحة ما يحمل امام الجنازة من الخبز والخرفان و يسمون ذلك عشاء القبر واذا وصلوا اليه ذبحوا ذلك بعد الدفن و فرقوه مع الخبز و ذكر مثله المناوى فى شرح الاربعين فى حديث من احدث فى امرنا هذا ما ليس منه فهو رد قال و يسمون ذلك بالكفارة فانه بدعة

مذمومة قال ابن امير حاج ولو تصدق بذلك في البيت سرا لكان عملا صالحا لو سلم من البدعة على ان يتخذ ذلك سنة او عادة لانه لم يكن من فعل من مضى يعني السلف والخير كله في اتباعهم اهـ (۱) (**طحطاوی علی مراقی الفلاح**)

یعنی لوگوں کا جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے **کل حی سیموت** یا اس جیسا ورد کرنا بدعت ہے یعنی بدعت قبیحہ ہے جیسے وہ رسم جسے کفارہ کہا جاتا ہے علامہ ابن الحاج نے اپنی کتاب مدخل کے جزو ثانی میں ذکر کیا ہے کہ بدعات قبیحہ میں سے ہے یہ رسم کہ جنازے کے آگے روٹیاں اور بکری لے کر چلتے ہیں اور اسے عشاء قبر (اور بعض جگہ توشہ کہتے ہیں) اور قبر پر پہنچ کر بکری کے بچوں کو دفن کے بعد ذبح کرتے ہیں اور ان کا گوشت روٹیوں کے ساتھ تقسیم کرتے ہیں اور ایسا ہی علامہ مناوی نے شرح اربعین میں حدیث من احدث الخ کے تحت میں لکھا ہے اور کہا کہ اسے لوگ کفارہ کہتے ہیں اور یہ بدعت مذمومہ ہے علامہ ابن امیر حاج نے فرمایا کہ اگر وہ یہ روٹیاں وغیرہ گھر پر ہی تقسیم کر دیتے تو نیک عمل ہوتا بشرطیکہ وہ بھی بدعت سے سالم رہتا یعنی اسے سنت نہ سمجھا جاتا یا اس کی عادت نہ کر لی جاتی کیونکہ یہ کام سلف میں پایا نہیں جاتا اور خیریت تمام کی تمام اتباع سلف میں ہے۔

اس عبارت میں جو علامہ سید احمد طحطاوی نے شرح مراقی الفلاح میں نقل کی ہے صاف طور پر اس رسم کی تردید کر رہی ہے جو لوگوں میں رواج پذیر ہو گئی ہے کہ قبرستان میں جنازے کے ساتھ کھانا وغیرہ لے جا کر تقسیم کرتے ہیں اور اسے بدعت قبیحہ مذمومہ قرار دیا ہے نیز علامہ ابن امیر حاج کے کلام سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر مکان پر بھی صدقہ کیا جائے تو اس سے جو زیادہ مستحسن ہے اس میں بھی یہ شرط ہے کہ اسے سنت نہ سمجھا جائے اور اس کا التزام اور عادت نہ کر لی جائے ورنہ وہ بھی ناجائز اور بدعت ہو جائے گا نیز یہ بھی صاف فرما دیا کہ خیریت اور بھلائی اتباع سلف میں منحصر ہے اس صریح عبارت اور صاف دلیل کے علاوہ یہ بھی سمجھ لیجئے کہ چونکہ اس رسم کے ادا کرنے میں ریاء و شہرت اور پابندی رسم و رواج خیرات کا ضروری طور پر شامل ہوتا ہے اس لئے اس کے ناجائز اور بدعت ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ جو کام بغرض ریاء و سمعہ کیا جائے اس میں ثواب کی امید رکھنا ایک خیال خبیث ہے اور کتب فقہ میں تصریح موجود ہے کہ ایسے افعال واجب الترک ہیں۔

لاشك في فرضية علم الفرائض الخمس و علم الاخلاص لان صحة العمل موقوفة عليه و علم الحلال و الحرام و علم الرياء لان العابد محروم من ثواب عمله بالرياء اهـ (**ردالمحتار شامی**) (۲)

اس میں شک نہیں کہ فرائض خمسہ کا علم حاصل کرنا فرض ہے اور اسی طرح علم اخلاص

---

(۱) باب احکام الجنائز فصل فی حملها و دفنها ص ۳۶۷ ط مصطفی البابی مصر

(۲) مقدمة - مطلب فی فرض الکفایة و فرض العین ۱/ ۴۲ ط سعید

کیونکہ عمل کی صحت اخلاص پر موقوف ہے اور علم حلال وحرام اور علم ریا بھی فرض ہے کیونکہ ریا کی وجہ سے وہ اپنی عبادت اور عمل کے ثواب سے محروم رہتا ہے۔

وفی البزازیة و یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثانی و الثالث و بعد الاسبوع و نقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن و جمع الصلحاء و القراء للختم اولقراءة سورة الانعام و الاخلاص والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قرأة القران لاجل الاکل یکرہ و فیھا من کتاب الاستحسان و ان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اھ واطال فی ذلک فی المعراج وقال وھذہ الافعال کلھا للسمعة والریاء فیحترز عنھا لانھم لا یریدون بھا وجہ اللہ تعالی اھ

بزازیہ میں ہے کہ موت کے پہلے اور دوسرے اور تیسرے دن اور ساتویں دن کھانا کرنا اور قبر پر کھانا لے جانا مواسم میں اور قرآن پڑھنے پڑھانے کے لئے دعوت کرنا اور صلحاء اور قراء کو ختم قرآن کے لئے یا سورہ انعام واخلاص پڑھنے کے لئے جمع کرنا یہ سب مکروہ ہے اور حاصل یہ ہے کہ قرأت قرآن کے وقت کھانا کرنا مکروہ ہے اور فتاویٰ بزازیہ کی کتاب الاستحسان میں ہے کہ اگر فقراء کے لئے کھانا پکایا جائے تو اچھا ہے اور معراج میں طویل بحث کرکے کہا کہ یہ تمام افعال شہرت وناموری کے لئے کئے جاتے ہیں پس ان سے احتراز کیا جائے کیونکہ وہ لوگ ان سے خدا کی خوشنودی کا قصد نہیں کرتے (رد المحتار شامی)

اس عبارت میں کئی باتیں نہایت صاف طور سے مذکور ہیں اول یہ کہ میت کے پہلے روز یعنی یوم انتقال ودفن میں کھانا پکوانا اور اجتماع کرنا اور ختم قرآن کا اہتمام کرنا اور اجتماع اور تیسرے روز اور ہفتہ عشرہ کے بعد کی اہتمام اور اجتماع کرنا یہ سب مکروہ ہے اور یہ افعال اکثر کی صورت میں غرض شہرت وریا ونمود سے ہوتے ہیں اس لئے بدعت وناجائز ہیں اگر فقراء کو کھانا کھلایا جائے یا تقسیم کیا جائے تو بشرطیکہ اسے سنت نہ سمجھا جائے اور اس کا التزام نہ کیا جائے تو جائز ہے لیکن بغیر کسی تعیین وقت یا تخصیص طعام کے جس وقت میسر ہو بغرض خوشنودی خدا تعالیٰ کھانا پکا کر فقراء کو تقسیم کردیا جائے اور اس کا ثواب میت کو بخشا جائے تو مضائقہ نہیں بلکہ بہتر ہے۔

رسم نمبر ۱۳ – دفن کے بعد قبرستان سے واپس ہوتے ہیں تو رستہ میں ایک شخص پان کا خوانچہ لئے ہوئے کھڑا رہتا ہے سب کو پان تقسیم کرتا ہے اور کچھ بیٹھ کر جیسے شادی میں کرتے ہیں۔

حکم شرعی۔ یہ پان اہل میت کی طرف سے تقسیم کئے جاتے ہیں اس وجہ سے ناجائز ہے کہ اہل میت سے کسی قسم کی دعوت لینا مکروہ ہے اور پان تقسیم کرنا بھی ایک قسم کی دعوت ہے جو اس سے ممنوع ہے [illegible]

---

(۱) کذا فی ہامش رد المحتار ۱۲ منہ

(۲) رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب فی کراھة الضیافة من اھل البیت ۱ : ۲۴۰ ط سعید

قال فی الفتح ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ الخ (رد المحتار)(۱)

فتح القدیر میں ہے کہ اہل میت کی جانب سے کھانے کی دعوت کا لینا مکروہ ہے کیونکہ دعوت خوشی کے موقع پر مشروع ہے نہ کہ غمی پر اور یہ بری بدعت ہے۔

اسی طرح کلام پاک پڑھوانا بھی مکروہ اور بدعت ہے کیونکہ اس موقع پر حاضرین پر کلام پاک پڑھنے کی کوئی معقول وجہ نہیں سوائے اس کے کہ اپنی ناموری اور ریاء مقصود ہو اس سے میت کو ثواب پہنچانا بھی تو مقصود نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ کوئی عبادت اور قربت کا کام نہیں ہے نہ صدقہ ہے لہذا یہ فعل بھی واجب الترک ہے۔

رسم نمبر ۵ جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو اس کے ذمہ جتنے روزے اور نمازیں وغیرہ ہوتی ہیں اس کے بدلے میں تھوڑے سے پیسے اور ایک قرآن شریف رکھتے ہیں اور ملاؤں کو یہ کہہ کر دیا کرتے ہیں کہ فلاں شخص کے ذمہ اس قدر روزے نمازیں باقی ہیں ان کے عوض میں تمہیں یہ پیسے اور قرآن مجید دیا جاتا ہے ملا قبول کر لیتا ہے اور پھر وہ پیسے اور قرآن شریف لے جاتا ہے اس طریقے سے فدیہ ادا نہیں ہوتا۔

حکم شرعی یہ رسم تھوڑے سے اختلاف کی صورتوں کے ساتھ ہندوستان کے اکثر شہروں میں جاری ہے اور اسے حیلہ اسقاط کہتے ہیں اس کی اصل یہ ہے کہ جب کسی شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے ذمہ فرض نمازیں یا فرض روزے باقی ہوں جن میں نماز روزے کفارہ قسم وغیرہ داخل ہیں تو ان کا شرعی فدیہ ان کی طرف سے ادا کرنے سے امید ہے کہ اس کا ذمہ بری ہو جائے گا اگر میت نے وصیت کی ہو کہ میری تمام نمازوں اور روزوں وغیرہ کا فدیہ دے دیا جائے تب تو ورثہ پر لازم ہے کہ جس قدر نمازیں روزے وغیرہ میت کے ذمہ ہیں یا وارث کو معلوم ہیں ان کا پورا فدیہ دیں اور ثلث مال تک اس میں لازم ہے اور بغیر وصیت کے فدیہ ثلث مال یا اس سے کم میں ادا ہو جاتا ہے تو پورے فدیہ دینے کے لئے ورثہ میں وارث خود مختار ہوگا۔

ولو مات وعلیہ صلوات فائتۃ واوصی بالکفارۃ یعطی لکل صلوۃ نصف صاع من بر کالفطرۃ وکذا حکم الوتر والصوم وانما یعطی من ثلث مالہ(۳) (درمختار)

اگر کوئی شخص مر گیا اور اس کی قضا نمازیں تھیں اور فدیہ دینے کی وصیت کر گیا تو ہر نماز کے بدلے نصف صاع گیہوں مثل صدقہ فطر کے دیئے جائیں اور صرف ثلث مال سے فدیہ دیا جائے

---

(۱) باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی کراھۃ الضیافۃ من اھل المیت ۲/ ۲۴۰ ط سعید

(۲) [illegible] فی [illegible] فی ترتیب [illegible] محسن [illegible] الاخلاص [illegible] وعمدۃ [illegible] فان [illegible] براءۃ عملہ بالریاء (رد المحتار، مقدمۃ، مطلب فی فرض الکفایۃ وفرض العین ۱/ ۴۲ ط سعید)

(۳) باب قضاء الفوائت ۲/ ۷۲ ط سعید

جائے گا۔

اور اگر میت نے باوجود مال ہونے کے وصیت نہیں کی یا وصیت کی مگر جتنی نمازیں اور روزے اس کے ذمہ تھے ان سب کے فدیہ کی پوری مقدار کی وصیت نہیں کی تو پہلی صورت میں ورثہ کے ذمہ فدیہ دینا اور دوسری صورت میں پورا فدیہ دینا (خواہ ثلث کے اندر ہو) ضروری نہیں اور مرنے والا ان دونوں صورتوں میں گنہگار ہوگا۔

قوله لو لم يترك مالاً اي اصلاً او كان ما اوصى به لا يفي زاد في الامداد او لم يوص بشيء واراد الولي التبرع الخ - واشار بالتبرع الى ان ذلك ليس بواجب على الولي ونص عليه في تبيين المحارم فقال لا يجب على الولي فعل الدور وان اوصى به الميت لانها وصية بالتبرع والواجب على الميت ان يوصي بما يفي ان لم يضق الثلث عنه فان اوصى باقل وامر بالدور وترك بقية الثلث للورثة او تبرع به لغيرهم فقد اثم بترك ما وجب عليه اه (رد المحتار)

یعنی میت نے بالکل مال نہیں چھوڑا یا جو وصیت کی ہے وہ فدیہ کی مقدار واجب سے کم ہے امداد میں یہ صورت اور بڑھائی کہ یا بالکل وصیت نہیں کی اور ولی نے تبرع کرنا چاہا اور لفظ تبرع سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ فعل ولی پر واجب نہیں اور تبیین المحارم میں اس پر تصریح کی اور کہا کہ ولی پر فعل دور واجب نہیں اگرچہ میت نے اس کی وصیت کی ہو کیونکہ یہ وصیت بالتبرع ہے اور میت پر واجب یہ ہے کہ وہ اتنی مقدار کی وصیت کرے جو فدیہ واجب کو کافی ہو اگر حصہ ثلث مال میں اتنی گنجائش ہو تو اگر میت نے مقدار واجب سے کم وصیت کی اور دور کا حکم کیا اور بقیہ ثلث ورثہ کے لئے چھوڑ دیا یا کسی اور کو دلوا دیا تو میت بوجہ ترک واجب گنہگار ہوگا۔

اور جب کہ میت نے بالکل وصیت نہیں کی یا مال نہیں چھوڑا یا ثلث سے زائد کی وصیت کی یا تھوڑے سے روزوں اور نمازوں کے فدیہ کی وصیت کی حالانکہ ثلث میں اس سے زیادہ کی گنجائش تھی یہ چار صورتیں ہیں پہلی دو صورتوں میں وارث کے ذمہ بالکل اور تیسری صورت میں زائد علی الثلث اور چوتھی صورت میں زائد عن الوصیۃ فدیہ دینا واجب نہیں لیکن اگر وارث تبرعاً دینا چاہے تو دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ وارث مالدار ہو اور میت کے ذمہ جس قدر نمازیں روزے وغیرہ فرائض و واجبات رہ گئے ہیں ان سب کا پورا حساب کرکے فدیہ دے تو اس کے جواز بلکہ استحسان میں کلام نہیں بلاشبہ یہ فعل جائز اور مستحسن ہے دوسری صورت یہ کہ وارث کے پاس بھی مال نہیں ہے یا وہ پورا فدیہ دینا نہیں چاہتا تو اس کے لئے فقہاء نے ایک صورت [illegible] جس پر عمل کرنا [illegible] ممکن ہے کہ میت کا ذمہ بھی بری ہو جائے اور وارث پر بھی زیادہ بار نہ ہو یعنی جس قدر نمازوں کا وہ فدیہ دے سکتا ہو (خواہ اپنے مال سے یا قرض لے کر) اتنی نمازوں کی طرف سے وہ فدیہ کی نیت کرے [illegible] مثلاً اس کے پاس [illegible] ہیں تو یہ سمجھے کہ یہ [illegible] نمازوں کا فدیہ ہے

---

(۲) باب قضاء الفوائت، مطلب في اسقاط الصلوٰة عن الميت ۲ / ۷۳ ط سعيد

اور فقیر دوسرے پر قبضہ کرادے پھر وہ فقیر یہ تینوں وارث کو ہبہ کردے اور وارث قبضہ بھی کرلے پھر یہ وارث دوبارہ ان فقیر یا کسی دوسرے فقیر کو اور آٹھ نمازوں کے بدلے میں دے اور پھر وہ فقیر وارث کو ہبہ کرے قبضہ کرادے اسی طرح اگر میت کے ذمہ اسّی نمازیں تھیں تو دس مرتبہ دور کرے یعنی وارث فقیر کو دے اور فقیر وارث کو ہبہ کرے ہر مرتبہ قبضہ کرلینا شرط ہے ورنہ صدقہ یا ہبہ صحیح نہ ہوگا پھر جب نمازیں پوری ہوجائیں تو روزوں کے بدلے اسی طرح کرے کہ یہ چار صاع آٹھ روزوں کے بدلے میں دے اور پھر فقیر سے ہبہ کرالے وہکذا یہاں تک کہ روزے پورے ہوجائیں پھر دوسرے واجبات کو اسی طرح پورا کیا جائے اور جب سب سے فارغ ہوجائیں تو اخیر میں خواہ فقیر وارث کو ہبہ نہ کرے یا کردے چاہے یہ کرے تو وارث اپنی رضامندی سے فقیر کو یہ کل چار صاع یا اس کا کوئی حصہ دیدے یہ ہے اسقاط کا طریقہ جیسا کہ فقہاء نے بیان فرمایا ہے لیکن اس ترتیب سے مقدار جہاں تک ہمیں علم ہے کوئی نہیں کرتا۔

ولو لم یترک مالا یستقرض وارثہ نصف صاع مثلا و یدفعہ لفقیر ثم یدفعہ الفقیر للوارث ثم و ثم حتی یتم (درمختار)[1] قولہ یستقرض الخ والاقرب ان یحسب ما علی المیت و یستقرض بقدرہ بان یقدر عن کل شہر او سنۃ فیستقرض قیمتہا و یدفعہا للفقیر ثم یستوہبہا منہ و یسلمہا منہ لتتم الہبۃ ثم یدفعہا کذلک للفقیر او لفقیر اخر وہکذا فیسقط فی کل مرۃ کفارۃ سنۃ و بعد ذلک یعید الدور لکفارۃ الصیام ثم للاضحیۃ ثم للایمان لکن لا بد فی کفارۃ الایمان من عشرۃ مساکین انتہی مختصرا[2]۔

یعنی اگر میت نے کچھ مال نہیں چھوڑا (یا چھوڑا مگر وصیت نہیں کی یا زندگی میں ثلث وصیت کی اور وصیت سے زائد فدیہ بنتا ہے) تو وارث نصف صاع مثلاً قرض لے کر (یا اپنے پاس سے) کسی فقیر کو دے پھر فقیر وارث کو ہبہ کرے پھر وارث فقیر کو یہاں تک کہ تمام فرائض وواجبات پورے ہوجائیں یعنی قریب ہے کہ میت کے ذمہ سے فرائض وواجبات کا حساب کیا جائے اور وارث ایک ایک مقدار فرائض کے فدیہ کی مقدار قرض لے (یا اپنے پاس سے دے) مثلاً ایک مہینے کی نمازوں کا فدیہ یا ایک سال کا تو ایک ماہ یا ایک مہینہ یا ایک سال کی نمازوں کے بدلے میں فقیر کو دے اور پھر فقیر سے اپنے لئے ہبہ کرالے قبضہ کے ساتھ ہبہ پورا ہوجائے پھر اسی فقیر یا کسی دوسرے فقیر کو دے اور اسی طرح کرتا رہے تو ہر مرتبہ میں ایک مہینہ یا ایک سال کی نمازیں ساقط ہوں اور جب نمازیں پوری ہوجائیں تو اسی طرح روزوں کا پھر قربانیوں کا پھر قسم کا پورا کیا جائے لیکن قسموں کے فدیہ میں ضروری ہے کہ ہر قسم کا فدیہ دس مسکینوں کو دیا جائے۔

لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ عبارات مذکورہ سے یہ معلوم ہوگیا کہ یہ نفل ہے (نقل ہوا)
وارث کے ذمہ واجب و فرض نہیں بلکہ محض تبرع ہے اور بوجہ ذمہ میت کے یہ حیلہ ہے

---

(۱) باب قضاء الفوائت ۲/ ۷۲ ط سعید

(۲) رد المحتار باب قضاء الفوائت مطلب فی بطلان الوصیۃ بالختمات والتہالیل ۲/ ۷۳ ط سعید

ضروری سمجھا جائے یا سنت سمجھی جائے تو ناجائز اور بدعت ہو جائے گا جیسا کہ رسم نمبر ۳ کے بیان میں عدم تحدید کی عبارت سے صراحۃً معلوم ہو چکا ہے۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ بصورت عدم وصیت میت کے ترکہ میں سے جب تک کہ تمام ورثہ بالغ اور حاضر نہ ہوں کوئی مقدار اسقاط میں نہ دی جائے اور ثلث تک کی وصیت میں زائد علی الثلث اور ثلث سے کم کی وصیت میں زائد علی الوصیۃ بدون رضا تمام ورثہ کے اسقاط میں کوئی مقدار نہ دی جائے اگر کوئی دے گا وہ خود ضامن ہوگا۔

الحاصل اس تمام بیان سے ثابت ہو گیا کہ اسقاط کا یہ طریقہ جو رسم نمبر ۵ میں بیان کیا گیا ہے کہ ساڑھے باون سیر گیہوں اور ایک قرآن مجید تمام فرائض وواجبات کے فدیہ میں دیتے ہیں بے اصل اور ناجائز ہے بے اصل ہونا تو اس لئے کہ اس خاص مقدار کے تمام فرائض وواجبات کی طرف سے کافی ہو جانے کی کوئی دلیل نہیں اور ناجائز ہونا اس لئے کہ اس میں ساڑھے باون سیر کی تعیین بدعت ہے نیز قرآن مجید کی کوئی قیمت متعین نہیں کی جاتی کہ اس کے لحاظ سے فدیہ کی مقدار معین ہو کہ کتنی نمازوں کا ہوا۔

تنبیہ:- یہ رسم بعض مقامات میں اس طرح ادا کی جاتی ہے کہ صرف ایک قرآن مجید فقیر کو یہ کہہ کر دے دیتے ہیں کہ قرآن مجید چونکہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے اس لئے اس کی کوئی قیمت نہیں اور وہ بے قیمت ہونے کے تمام نمازوں اور روزوں اور دیگر واجبات کا جس قدر کفارہ میت کے ذمہ ہو ان سب کے بدلے میں ہم یہ قرآن دیتے ہیں اور فقیر قبول کر لیتا ہے یہ طریقہ بھی ناجائز ہے کیونکہ یہی حضرات جو فدیہ میں قرآن شریف کو بے قیمت بتاتے ہیں جب فدیہ کے واسطے خریدنے جاتے ہیں تو بجائے روپیہ کے بارہ آنے اور بجائے بارہ آنے کے دس آنے کو جھگڑ جھگڑ کر خریدتے ہیں خریدتے وقت اس کا بے قیمت ہونا بھول جاتے ہیں اور یہ تو [illegible] خیال ہے کہ دکاندار اگر اس کی قیمت ایک روپیہ بتائے تو یہ بنظر قدرشناسی قرآن مجید اس کو دو روپے خود دیدیں بہر حال یہ قرآن مجید جو کاغذ پر لکھا یا چھپا ہوا ہوتا ہے شرعاً مال متقوم ہے اور کفارات و معاوضات میں اس کی اصل قیمت کا اعتبار ہوگا اور اس لئے وہ صرف اتنی نمازوں کا فدیہ ہو سکے گا جتنی نمازوں کے فدیہ تک اس کی قیمت پہنچے گی دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بعض مقامات میں لوگ کچھ نقد فقیر کو یہ کہہ کر دیتے ہیں کہ میت کے ذمہ جو کچھ گناہ تھے وہ تم نے اپنے اوپر لے لئے اور جاہل فقیر کہتا ہے کہ لئے اور وہ نقد اس کو دے دیا جاتا ہے۔

یہ صورت تمام صورتوں سے بدتر ہے اور اس میں ڈر ہے کہ دینے والوں اور لینے والوں کا ایمان بھی جاتا رہے دینے والوں کا اس لئے کہ انہوں نے صریح طور پر آیہ قرآنی ولا یؤخذ منہا عدل [2] اور ولا تزر وازرۃ وزر اخری [3] کے خلاف یہ عقیدہ جمایا کہ میت کے گناہوں کے بدلے میں یہ چند پیسوں یا روپوں کا نقد فدیہ دے دیا اور یہ کہ گناہوں کا مواخذہ اصل مجرم سے ہٹا کر کسی دوسرے کے ذمہ بھی ڈالا جا سکتا

---

(۱) ولو تصدق في بدله في السر لكان عملا صالحا لو سلم من البدعة اعني ان يتخذ ذلك سنة وعادة (طحطاوی على مراقي الفلاح باب احكام الجنائز فصل في حمله و دفنه ص ۳۶۷ طبع مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) واتقوا يوما لا تجزي نفس عن نفس شيئا ولا يقبل منها شفاعة ولا يؤخذ منها عدل ولا هم ينصرون (البقرة ۴۸)

(۳) الفاطر : ۱۸

ہے اور یہ دونوں باطل اور قطعاً باطل ہیں اور ایسے جاہل کا ایمان بھی ان ہی وجوہ سے معرض خطر میں آ گیا ہے اس لئے کہ اس نے خدا کے عذاب کو ہلکا سمجھا اور اس کو اپنے سر پر لینے کی جرأت کی نعوذ باللہ من ھذہ الجہالات۔

رسم نمبر ۱۔ میت کے مکان پر اس کے مرنے کے بعد چند دنوں تک ہمدردی جو لوگ رہتے ہیں وہ آتے رہتے ہیں کھاتے پیتے ہیں چرٹ (سگار بیڑا سگریٹ) چلتے پان کا شغل رہتا ہے سات آٹھ روز تو اس طرح گزرتے ہیں اس کے بعد ایک بڑا جلسہ ہوتا ہے جس کو ختم کا جلسہ کہتے ہیں اس میں [illegible] ختم پڑھتے ہیں مگر امیر غریب سب قسم کے لوگ شامل ہوتے ہیں مٹھائی تقسیم ہوتی ہے گویا ایک شادی کا مجمع ہے۔ اس وقت یہ تمام مصارف ترکہ میں سے دلائے جاتے ہیں حالانکہ بعض چھوٹے وارث بچے یا غیر حاضر بھی ہوتے ہیں نیز کھانے والے اور مٹھائی لینے والے امیر بھی ہوتے ہیں۔

حکم شرعی۔ اس رسم میں چند باتیں ہیں اول اہل میت کا اپنے مکان پر اس غرض سے بیٹھنا کہ لوگ تعزیت کے لئے آئیں دوسرے لوگوں کا اہل میت کے مکان پر جمع ہونا تیسرے اہل میت کا آنے والوں کو پان چرٹ پیش کرنا وغیرہ کھانا یا مٹھائی تقسیم کرنا چوتھے سات آٹھ روز کے بعد ختم کا جلسہ کرنا اور اس میں امیر و غریب سب کو کھانا یا مٹھائی تقسیم کرنا پانچویں ترکہ میں سے یہ سب مصارف ادا کرنا ان سب کا حکم جدا جدا بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) اہل میت کی تعزیت کرنا مستحسن ہے جس کا بہتر وقت دفن کے بعد وہی روز دفن یا اگر رات کو دفن کیا جائے تو اس کے بعد کا دن ہے اور اس کے بعد تین دن تک کی اجازت ہے اور اہل میت کا اپنے مکان پر اس غرض سے بیٹھنا کہ لوگ تعزیت کے لئے آئیں یہ بھی صرف تین دن تک جائز ہے مگر بہتر نہیں ہے کیونکہ بعض علمائے متاخرین اس سے بھی منع کرتے ہیں اور تین دن سے زیادہ بیٹھنا باتفاق فقہاء مکروہ ہے مگر جو شخص سفر سے آیا ہو وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے کہ اسے تین دن کے بعد بھی تعزیت کرنا جائز ہے اور گھر کے دروازے پر بیٹھنا بالاتفاق مکروہ ہے اور جو شخص ایک مرتبہ تعزیت کر آئے اس کو دوبارہ جانا مکروہ ہے۔

لا بأس بتعزیة اھلہ و ترغیبھم فی الصبر و باتخاذ طعام لھم و بالجلوس لھا فی غیر مسجد ثلاثة ایام واولھا افضل و تکرہ بعدھا الا لغائب و تکرہ التعزیة ثانیا و عند القبر و عند باب الدار و یقول اعظم اللہ اجرک و احسن عزاءک و غفر لمیتک اھ (درمختار)(۱)

یعنی اہل میت کی تعزیت کرنے میں مضائقہ نہیں اور ان کو صبر کی ترغیب دینے میں اور ان کے لئے کھانا تیار کرنے میں اور بغرض تعزیت مسجد کے علاوہ کسی مکان میں بیٹھنے میں تین دن تک مضائقہ نہیں تعزیت

---

(۱) باب صلاۃ الجنائز ۲/ ۲۴۰، ۲۴۱ ط سعید

ہے کہ پہلے دن افضل ہے اور تین دن کے بعد تعزیت مکروہ ہے مگر اس کے لئے جو سفر سے آیا ہو اور دوبارہ تعزیت کرنا مکروہ ہے اور گھر کے دروازے پر بیٹھنا بھی مکروہ ہے۔ تعزیت میں یہ الفاظ کہے "خدا تمہیں اجر عظیم عطا فرمائے اور صبر حسن کی توفیق عطا فرمائے اور تمہاری میت کو بخش دے۔

وفی خزانة الفتاوی و الجلوس للمصیبة ثلاثة ایام رخصة و ترکه احسن کذا فی معراج الدرایة (عالمگیری) (۱)

خزانۃ الفتاوی میں ہے کہ بوقت مصیبت تین دن تک بیٹھنے کی رخصت تو ہے مگر اس کا ترک بہت بہتر ہے۔

(۳،۲) یعنی لوگوں کا اہل میت کے مکان پر جمع ہونا اور اہل میت کا انہیں پان چھالیہ سگرٹ مٹھائی تقسیم کرنا یا کھانا کھلانا یہ باتیں بھی مکروہ ہیں اگرچہ تعزیت کے لئے تین دن تک لوگوں کو جانا جائز ہے۔ اتفاقی طور پر وہاں دو چار آدمی جمع ہو جائیں تو مضائقہ نہیں لیکن قصداً جمع ہونا اور اجتماع کی شکل قصداً پیدا کرنا مکروہ ہے اور میت کا لوگوں کو کھانا کھلانا یا پان تقسیم کرنا یہ سب مکروہ ہے۔

فی الامداد وقال کثیر من متاخری ائمتنا یکره الاجتماع عند صاحب المیت و یکره له الجلوس فی بیته حتی یاتی الیه من یعزی بل اذا فرغ و رجع الناس من الدفن فلیتفرقوا و یشتغل الناس بامورهم و صاحب المیت بامره انتهی (۲) (رد المحتار شامی)

امداد میں ہے کہ ہمارے ائمہ حنفیہ میں بہت سے متاخرین نے فرمایا ہے کہ اہل میت کے مکان پر لوگوں کا اجتماع مکروہ ہے اور اہل میت کو گھر میں اس غرض سے بیٹھنا کہ لوگ آئیں اور تعزیت کریں یہ بھی مکروہ ہے بلکہ جب دفن سے فارغ ہو کر واپس آئیں تو چاہیے کہ سب متفرق ہو جائیں لوگ اپنے اپنے کام میں لگ جائیں اور اہل میت اپنے کام میں۔

یکره اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل المیت لانه شرع فی السرور لا فی الشرور و هی بدعة مستقبحة روی الامام احمد و ابن ماجة باسناد صحیح عن جریر بن عبدالله قال کنا نعد الاجتماع الی اهل المیت وصنعهم الطعام من النیاحة (رد المحتار نقلا عن فتح القدیر) (۳)

یعنی اہل میت کا لوگوں کے لئے کھانے کی دعوت تیار کرنا (جس میں پان چھالیہ مٹھائی بھی داخل ہے) مکروہ ہے کیونکہ دعوت خوشی میں مشروع ہے نہ کہ غمی میں اور یہ قبیح بدعت ہے۔ امام احمد اور ابن ماجہ نے سند صحیح جریر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم (یعنی صحابہ کرامؓ) اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور اہل میت کے کھانا کرنے کو نیاحت میں داخل سمجھتے تھے۔

---

(۱) باب الجنائز الفصل السادس فی القبر والدفن والنقل من مکان الی مکان آخر ۱/ ۱۶۷ طبع مکتبہ ماجدیہ عیدگاہ طوغی روڈ کوئٹہ

(۲) باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۴۱ ط سعید

(۳) باب صلاة الجنائز، مطلب فی کراهة الضیافة من اهل المیت ۲/ ۲۴۰ ط سعید

نیاحت سے متعلق ہیں۔ جاہلیت میں میت کا ماتم کرنے کے لئے عورتیں جمع ہو کر روتی تھیں اور میت کے اوصاف بیان کرتی تھیں شریعت نے نیاحت سے منع فرمایا اور اسے حرام قرار دیا ہے۔ (۱)

حضرت جریر بن عبداللہ صحابی فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ اس اجتماع اور میت کی طرف سے کھانا پکانے کو بھی اس نیاحت ممنوعہ میں داخل سمجھتے تھے (۲) یعنی جیسے نیاحت ممنوع ہے یہ بھی ممنوع ہے۔

(۴،۵) تیجہ ساتے تیرہ روز کے بعد ختم کا جلسہ کرنا اور ترکہ میں سے یہ مصارف کرنا نمبر ۳ کے بیان میں ہم فتاویٰ بزازیہ کی عبارت نقل کر چکے ہیں جس میں تصریح ہے کہ قرآن مجید پڑھنے والوں کے لئے دعوت تیار کرنا اور قراء و صلحاء کو جمع کرنا اور ان سے ختم پڑھوا کر انہیں کھانا کھلانا مکروہ ہے وجہ کراہت یہ ہے کہ قرأت قرآن و ختم پر کھانا کھلانا گویا قرأت کی اجرت ہے۔ (۳)

دون ما ابتدع فی زماننا من مهللين و قراء و معين و طعام ثلثة ايام و نحو ذلك ومن فعل ذلك بدون رضا بقية الورثة البالغين يضمنه فی ماله (رد المحتار) (٤)

یعنی تجہیز و تکفین کے مصارف میں یہ داخل نہیں ہے کہ جو ہمارے زمانے میں بطور بدعت اختیار کیا گیا ہے کہ کلمہ طیبہ یا قرآن پڑھنے والے یا نعت خواں جمع کئے جاتے ہیں یا تین دن تک کھانا دیا جاتا ہے اور اسی جیسے اور افعال بھی۔ اور جو ان کاموں میں بغیر رضامندی باقی ورثاء بالغین کے خرچ کرے وہ خود ضامن ہوگا۔

وبه ظهر حال وصايا اهل زماننا فان الواحد منهم يكون فی ذمته صلوات كثيرة وغيرها من زكوة واضاح و ايمان ويوصی لذلك بدراهم يسيرة و يجعل معظم وصيته لقراءة الختمات والتهاليل التی نص علماؤنا على عدم صحة الوصية بها وان القراءة لشیء من الدنيا لا تجوز وان الآخذ والمعطی آثمان لان ذلك يشبه الاستئجار على القراءة و نفس الاستئجار عليها لا يجوز فكذا ما اشبهه كما صرح بذلك فی عدة كتب من مشاهير كتب المذهب اه (ردالمحتار) (۵)

اور اس سے ظاہر ہو گیا ہمارے زمانے کے لوگوں کی وصیتوں کا حال کہ بعض لوگ باوجودیکہ ان کے ذمے بہت سی نمازیں اور زکوۃ اور قربانیاں اور قسمیں ہوتی ہیں مگر وہ تھوڑے سے دراہم کی (فدیہ کے لئے) وصیت کرتے ہیں اور اپنی وصیت کا بڑا حصہ کلمہ طیبہ اور قرآن مجید کے ختموں کے لئے خاص کر دیتے ہیں

---

(۱) النوح: نحيب المرأة على الميت بندبته وذلك ان تبكی عليه و تعدد محاسنه' والحديث ما يدل على حرمة النوح ... من امر الجاهلية الطعن فی الانساب والنياحة و الانواء (المغرب فی ترتيب المعرب ۲/ ۳۳۱، ۳۳۲ ط دارة دعوة اسلام)

(۲) عن جرير كنا نعده من النياحة (مرقاة كتاب الجنائز' باب البكاء على الميت ٤/ ٩٦ ط امداديه' ملتان)

(۳) صفحہ نمبر ۱۴۲ حاشیہ نمبر ۲ دیکھیں

(٤) باب صلاة الجنائز' مطلب فی كفن الزوجة على الزوج ۲/ ۲۰۶ ط سعيد

(۵) كتاب الصلاة' باب قضاء الفوائت ' مطلب فی بطلان الوصية بالختمات' والتهاليل ' ۲/ ۷۳ ط سعيد

حالانکہ ہمارے علماء کی تصریح ہے کہ ان ختموں کی وصیت صحیح نہیں اور یہ کہ کسی دنیوی غرض سے قرأت جائز نہیں اور دینے والے اور لینے والے دونوں گناہ گار ہیں کیونکہ دینا اور کھانا کھلانا اجرت کے مشابہ ہے اور قرأت کی اجرت لینا دینا جائز نہیں اسی طرح وہ چیز جو اجرت سے مشابہت رکھتی ہو اور ہمارے مذہب کی مشہور کتابوں میں سے بہت سی کتابوں میں اس کی تصریح کی گئی ہے (ردالمحتار)

ان عبارتوں سے صاف معلوم ہو گیا کہ کلمہ طیبہ یا قرآن مجید کا ختم کرانے کے لئے اجتماع کرنا اور پڑھنے والوں کو کھانا کھلانا مکروہ اور بدعت ہے۔

نیز چونکہ اس قسم کے کھانے میں غریب امیر سب شامل ہوتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کھانے سے مقصود صدقہ و خیرات نہیں ہے ورنہ امراء کو صدقہ کھلانے کے کیا معنی اور جب صدقہ مقصود نہ ہو تو ظاہر ہے کہ یہ کھانا کھلانا اور جلسے کرنا محض ناموری اور شہرت و ریاء کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس کا مکروہ اور بدعت ہونا پہلے ثابت ہو چکا ہے اور یہ کہنا کہ امراء کی دعوت بطور ہدیہ کے ہوتی ہے اور فقراء کی بطور صدقہ کے صحیح نہیں کیونکہ کھانا کرنے والوں کو اس تفریق کا خیال نہیں ہوتا اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تاہم بقول علامہ ابن ہمام کے چونکہ یہ دعوت غمی کی ہے اس لئے غیر مشروع اور بدعت ہے(۱)

اور ردالمحتار شامی کی عبارت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ترکہ مشترکہ میں سے بغیر رضاء جمیع ورثہ یہ مصارف ادا کرنا بالخصوص جب کہ کوئی وارث نابالغ یا غائب ہو ناجائز ہے اور جو کرے گا وہ خود ضامن ہوگا۔

**رسم نمبر ۷۔** لوگ جنازے کے ساتھ تو جاتے ہیں مگر جب نماز ہوتی ہے تو بہت سے اشخاص نماز میں شریک نہیں ہوتے اور کہتے ہیں کہ جنازے کی نماز فرض کفایہ ہی تو ہے اور جب کچھ لوگوں نے پڑھ لی تو سب کا فرض ساقط ہو جاتا ہے۔

**حکم شرعی۔** بے شک جنازے کی نماز فرض کفایہ ہے اور کچھ لوگوں کے پڑھ لینے سے اور مسلمانوں کا فرض ساقط ہو جاتا ہے لیکن اس خیال سے نماز سے علیحدہ رہنا مناسب نہیں کیونکہ ان کے ذمہ اپنے مردہ بھائی کے حقوق میں سے اس کے جنازے کی نماز پڑھنے کا حق بھی تو ہے (۲) اور نماز جنازہ میں کثرت نمازیوں کی مستحسن ہے (۳) اگر محض فرض ساقط ہو جانے کا خیال ہو تو پھر اس کے ساتھ جانے اور دفن کرنے کا فرض بھی تو ان کے ذمہ سے اس وجہ سے ساقط ہو گیا کہ اوروں نے جنازہ لے جا کر دفن کر دیا۔

---

(۱) صفحہ نمبر ۱۲۷ حاشیہ نمبر ۲ دیکھیں

(۲) عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ خمس تجب للمسلم علی اخیہ رد السلام و تشمیت العاطس و اجابۃ الدعوۃ و عیادۃ المریض و اتباع الجنائز (مسلم شریف ' کتاب السلام' باب من حق المسلم للمسلم رد السلام ۲ ۲۱۳ ط قدیمی)

(۳) اس لئے کہ جتنے لوگ زیادہ ہوں گے مغفرت کی امید زیادہ ہوگی۔ عن عائشۃؓ عن النبی ﷺ قال: مامن مسلم تصلی علیہ امۃ من المسلمین یبلغون مائۃ کلہم یشفعون لہ الا شفعوا (مسلم شریف' کتاب الجنائز فصل فی قبول شفاعۃ الاربعین الموحدین فیمن صلوا علیہ ۱، ۳۰۸ ط قدیمی)

رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص جنازے کے ساتھ جائے اور اس کی نماز پڑھے اور پھر دفن تک اس کے ساتھ رہے اس کو دو قیراط ثواب ملے گا اور جو صرف نماز پڑھ کر لوٹ آئے اس کو ایک قیراط ثواب ملے گا(۱) پس جنازے کے ساتھ جا کر نماز میں شریک نہ ہونا اور جماعت سے علیحدہ رہنا ایک غیر مستحسن امر اور شان اسلام سے بعید ہے۔ واللہ اعلم کتبہ العاجز الاواہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ۔ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

## فاتحہ خوانی کے متعلق چند رسموں کی تحقیق

## (۱۷۶) استفتاء

(ماخوذ از مجموعہ دلیل الخیرات مطبوعہ ۱۳۳۶ھ مرتبہ حضرت مفتی اعظمؒ)

یہاں مدت سے یہ رسم و رواج ہے کہ کفنانے کے بعد میت کو جنازے میں رکھ کر جمع ہو کر اہتمام کے ساتھ فاتحہ پڑھتے ہیں پھر نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد جنازہ اٹھنے سے پہلے سب لوگوں کو روک کر امام کے ساتھ فاتحہ پڑھتے ہیں پھر بعد وہ اس دعا کے جو بعد دفن متصل پڑھی جاتی ہے اس وقت بھی لوگوں کو روک کر فاتحہ پڑھتے ہیں پھر بعد وہ اس دعا کے جو بعد دفن متصل پڑھی جاتی ہے اس وقت بھی لوگوں کو روک کر فاتحہ ہوتی ہے جب واپسی میں قبرستان کے دروازہ پر پہنچتے ہیں بعض جگہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب غسل کے لئے میت کو رکھتے ہیں تب بھی جمع ہو کر فاتحہ پڑھتے ہیں اور دروازہ قبرستان پر فاتحہ پڑھنے کے بعد مکان پر بھی رسم فاتحہ بجا لاتے ہیں یعنی اول تین موقعوں پر فاتحہ پڑھنے کا عام رواج ہے اور پچھلے دو موقعوں پر فاتحہ پڑھنے کا عام رواج نہیں ہے یعنی کہیں ہے اور کہیں نہیں ہے۔ لیکن اب ایک عالم صاحب یہاں تشریف لائے ان سے دریافت کیا گیا تو وہ فرماتے ہیں کہ ان مختلف اوقات میں اس کیفیت کے ساتھ فاتحہ پڑھنا بدعت خلاف سنت ہے بالخصوص جب کہ تارک کو قابل مذمت بھی سمجھتے ہوں اور دلیل یہ بتاتے ہیں کہ حسب تصریح علامہ شامی وغیرہ صلوۃ جنازہ خود دعا ہے چنانچہ رد المحتار جلد اول ص ۶۴۱ میں تحریر ہے فقد صرحوا عن آخرهم بان صلوة الجنازة هي الدعاء للميت اذ هو المقصود منها انتهى۔ اور فاضل اجل علامہ ملا علی قاری حنفی مرقات شرح مشکوۃ کے باب الجنائز میں تحت حدیث مالک بن ہبیرہ تحریر فرماتے ہیں۔ ولا يدعى للميت بعد صلوة الجنازة لانه يشبه الزيادة في صلوة الجنازة اور بعض کتب میں محیط سے نقل کیا ہے لا يقوم الرجل بالدعاء بعد صلوة الجنازة اور کبیری سے منقول ہے في السراجية اذا فرغ من الصلوة لا يقوم بالدعاء اور یوں کہتے ہیں کہ بعد دفن متصل قبر پر دعا مانگنا

---

(۱) عن ابي صالح عن ابي هريرة قال: من تبع جنازة فصلى عليها فله قيراط ومن تبعها حتى يفرغ منها فله قيراطان اصغرهما مثل احد او احدهما مثل احد (ابو داؤد شريف، كتاب الجنائز، باب فضل الصلوة على الجنائز وتشييعها ۲ / ۹۵ طبع الحاج محمد سعيد)

کتب احادیث میں جناب رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور باقی ادعیہ مروجہ کا ثبوت کتب احادیث وفقہ و اقوال محققین علماء سے ثابت نہیں پس ارشاد ہو کہ ان عالم صاحب کا فرمانا صحیح ہے یا نہیں اور خدا اور رسول ﷺ کے حکم کے موافق میت کے مرنے کے وقت سے بعد دفن مکان پر واپسی تک جمع ہو کر کن کن موقعوں پر شرع شریف میں دعا مانگنے کا ثبوت ہے یا یہ ہے کہ ہر شخص علاوہ نماز جنازہ کے بلا التزام ما لم یلزم اور بلا اہتمام وفکر اجتماع اپنی خوشی سے جب چاہے میت کے واسطے دعائے خیر کیا کرے۔ بینوا بالتفصیل توجروا بالاجر الجزیل – المستفتی حاجی داؤد ہاشم یوسف مرچنٹ سٹریٹ نمبر ۴۸ شہر رنگون

(الجواب) الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على رسوله سيدنا ومولانا محمد واله واصحابه اجمعين اما بعد! واضح ہو کہ اموات مسلمین کے لئے نفس دعائے مغفرت اور ایصال ثواب بالاتفاق مستحسن اور محبوب ہے ہر شخص کو شرعاً یہ اجازت ہے کہ جب چاہے اور جس قدر چاہے میت کے لئے دعائے مغفرت کرے یا کسی بدنی یا مالی عبادت کا ثواب پہنچائے۔(۱)

اموات مسلمین کو ان کے زندہ اقارب واحباب کی جانب سے دعا کا فائدہ اور عبادت بدنیہ ومالیہ کا ثواب پہنچتا ہے(۲) اور وہ دعا اور ایصال ثواب کے منتظر رہتے ہیں۔ اور جب کوئی شخص ان کے لئے دعا کرتا ہے یا کوئی ثواب انہیں پہنچتا ہے تو وہ بہت خوش ہوتے ہیں اور پھر دعا کرنے والا یا ثواب پہنچانے والا بھی اجر وثواب کا مستحق ہوتا ہے لیکن یہ اختیار کسی شخص کو حاصل نہیں کہ وہ دعا اور ایصال ثواب کے لئے اپنی جانب سے کوئی خاص وقت یا خاص خاص صورتیں معین کرے اور پھر انہیں ضروری بھی سمجھے شریعت مقدسہ نے جن خاص اوقات میں یا خاص صورتوں سے دعا کرنے یا ثواب پہنچانے کی تعلیم فرمائی ہے اس سے زیادہ کسی کو تعیین وتخصیص کا حق نہیں ہے اور یہ بات واقفین حدیث وفقہ پر روز روشن کی طرح روشن ہے سوال میں پانچ موقعے ذکر کرکے ان کے متعلق دریافت کیا گیا ہے میں ہر موقع کو جدا جدا ذکر کرکے اس کا جواب عرض کرتا ہوں۔

پہلا موقعہ۔ یہاں مدت سے رسم ورواج ہے کہ تکفین کے بعد میت کو جنازے میں رکھ کر اہتمام کے ساتھ فاتحہ پڑھتے ہیں انتہی۔ واضح ہو کہ شریعت مقدسہ نے میت کے لئے بصورت اجتماع واہتمام دعا کرنے کا طریقہ مقرر فرمایا ہوا ہے اور وہ نماز جنازہ ہے کہ اسکا مقصود اہم یہی ہے کہ میت کے لئے دعائے مغفرت کی جائے اور سب مسلمان جمع ہو کر خدا کی بارگاہ میں اپنے مردہ بھائی کی بخشش کی درخواست کریں جیسا کہ تصریحات فقہ سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے۔

---

(۱) صفحہ نمبر ۳۶ حاشیہ نمبر ۵ دیکھیں

(۲) وفي البحر من صام او صلى او تصدق وجعل ثوابه لغيره من الاموات والاحياء جاز ... وبهذا علم انه لا فرق بين ان يكون المجعول له ميتا او حيا (رد المحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب في القراءة للميت واهداء ثوابها له ۲ / ۲۴۳ ط سعيد)

حقیقتها الدعاء والمقصود منها (بحر عن الفتح) (۱)
نماز جنازہ کی حقیقت دعا ہے اور دعا ہی نماز جنازہ سے مقصود ہے۔

فقد صرحوا عن آخرهم بان صلوة الجنازة هي الدعاء للميت اذ هو المقصود منها انتهى (رد المحتار) (۲)
یعنی تمام فقہاء نے تصریح کی ہے کہ نماز جنازہ میت کے لئے دعا ہی ہے کیونکہ نماز جنازہ سے مقصود صرف دعا ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ نماز جنازہ من کل الوجوہ دعا ہے اور نماز ہونے کی اس میں کوئی جہت نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اس نماز میں بہت سی باتیں ایسی بھی ہیں جو نماز ہونے پر دلالت کرتی ہیں جیسے طہارت شرط ہونا استقبال قبلہ ضروری ہونا وغیرہ (۳) اور اسی وجہ سے اس پر نماز کا اطلاق کیا گیا ہے لیکن اس کا مقصود اصلی اور جہت راجحہ یہی ہے کہ میت کے لئے استغفار اور دعا کی جائے یوں ہو کہ شریعت مقدسہ نے میت کے لئے دعا اور استغفار کرنے کا یہ اہتمام فرمایا کہ اس کے لئے طہارت استقبال قبلہ وغیرہ وغیرہ نماز کے خواص تجویز کر دیے اور تمام مسلمانوں کو جمع ہو کر دعا کرنے کے لئے ارشاد فرمایا کیونکہ اس میں مقبولیت دعا کی امید زیادہ تھی پس نماز جنازہ اگرچہ من وجہ نماز بھی ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ اس کی راجح جہت دعا ہونے کی ہی ہے۔

مگر نماز جنازہ سے پہلے دعا یا ایصال ثواب کے لئے اجتماع و اہتمام کرنا شریعت سے ثابت نہیں رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کرام یا ائمہ عظام میں کسی سے منقول و ثابت نہیں کہ نماز جنازہ سے پہلے بہ ہیئت اجتماعیہ میت کے لئے دعا کی ہو یا کرنے کی ہدایت فرمائی ہو پس نماز جنازہ سے پہلے اگر لوگ فرداً فرداً دعا کریں یا ایصال ثواب کریں تو جائز ہے اس میں کوئی کلام نہیں مگر دعا یا ایصال ثواب کے لئے اجتماع و اہتمام کرنا اور پھر اسے ضروری سمجھنا اور نہ کرنے والے کو برا بھلا کہنا یہ مکروہ و بدعت ہے اگر کوئی اس کے جواز کا دعویٰ کرے اس کے ذمہ لازم ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ یا اصحاب کرام یا مجتہدین عظام سے یہ اجتماع و اہتمام ثابت کرے۔

اگر یہ شبہ ہو کہ جب فرداً فرداً دعا جائز ہے اور عمومات آیات و احادیث بکثرت موجود ہیں جو ہر شخص کو ہدایت کرتی ہیں کہ اموات کے لئے دعا کرتے رہیں اور خود آنحضرت ﷺ و صحابہ کرام سے ثابت ہے کہ ان حضرات نے نماز جنازہ سے پہلے میت کے لئے دعا فرمائی ہے تو پھر اس کے لئے اجتماع و اہتمام کرنے میں کیا خرابی ہے یوں سمجھو کہ ہر شخص کو جب دعا کرنے کا اختیار حاصل ہے تو اگر تمام لوگ اپنے اپنے اختیار کو ایک وقت میں استعمال کریں تو یہ ناجائز کیوں ہو جائے گا۔

---

(۱) كتاب الجنائز' فصل السلطان احق بصلاته ۱۹۳/۲ طبع بيروت

(۲) باب صلاة الجنائز ۲۱۰/۲ ط سعيد

(۳) و في البحر . و يفسدها ما افسد الصلاة الا المحاذاة' و تكره في اوقات المكروهة ... واما شروط وجوبها فهي شروط بقية الصلاة من القدرة و العقل و البلوغ و الاسلام (رد المحتار باب صلاة الجنائز مطلب في صلاة الجنازة ۲۰۷/۲ طبع محمد سعيد )

تو جواب یہ ہے کہ کسی چیز کا فرداً فرداً جائز ہونا اور چیز ہے اور اس کے لئے یہ لازم نہیں کہ اس کے لئے اجتماع واہتمام بھی جائز ہو نوافل ہر شخص کے لئے اوقات مکروہہ کے سوا ہر وقت جائز ہیں لیکن نوافل کے لئے اجتماع واہتمام کرنا اور تداعی کے ساتھ ادا کرنا مکروہ ہے اور یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ اگر تمام لوگ اپنے اس تخیر اور اجازت کو جو شریعت کی جانب سے انہیں دعا کرنے کے متعلق حاصل ہے اتفاقیہ طور پر ایک وقت میں استعمال کریں اور اجتماع واہتمام کا قصد نہ کریں تو اس میں مضائقہ نہیں لیکن سوال میں یہ صورت نہیں ہے بلکہ تمام لوگ قصداً دعا کے لئے جمع ہوتے ہیں اور جمع کرنے کا اہتمام کرتے ہیں اور جو شریک نہ ہوتے انہیں برا بھلا کہتے ہیں تو اس مجموعہ کے مکروہ اور بدعت ہونے میں کیا شبہ ہے کتب فقہ میں بکثرت اس کی مثالیں موجود ہیں کتب حدیث میں بھی اس کے نظائر بکثرت وارد ہیں ہم صرف مثال کے طور پر چند نصوص حدیثیہ فقہیہ پر اکتفا کرتے ہیں عیدین کی راتیں اور شعبان کی پندرھویں رات اور رمضان مبارک کے عشرہ اخیرہ کی راتیں اور عشرہ ذی الحجہ کی راتیں بہت افضل اور متبرک راتیں ہیں ان راتوں میں نماز پڑھنا اور ذکر میں مشغول رہنا بہت ثواب کا کام ہے مگر فقہاء نے یہ قید لگادی کہ نماز تنہا تنہا پڑھی جائے (مگر رمضان میں تراویح کی نماز مستثنیٰ ہے) اس پر علامہ شامی بدائع کی عبارت نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں -

اشار بقوله فرادی الی ما ذکره بعد فی متنه من قوله و یکره الاجتماع علی احیاء لیلة من هذه اللیالی فی المساجد و تمامه فی شرحه و صرح بکراهة ذلك فی الحاوی القدسی قال وما روی من الصلوات فی هذه الاوقات یصلی فرادی غیر التراویح قال فی البحر و من هنا یعلم کراهة الاجتماع علی صلوة الرغائب التی تفعل فی رجب فی اول جمعة منه وانها بدعة وما یحتاله اهل الروم من نذرها لتخرج عن النفل والکراهة فباطل اه قلت و صرح بذلك فی البزازية ( رد المحتار ) (۲)

ماتن نے اپنے اس قول سے کہ تنہا تنہا پڑھیں اس طرف اشارہ کیا جو خود آگے ذکر کیا ہے کہ ان متبرک راتوں میں سے کسی رات میں جاگنے کے لئے مسجدوں میں اجتماع کرنا مکروہ ہے اور پوری عبارت شرح میں ہے اور اجتماع کی کراہت کی تصریح حاوی قدسی میں بھی ہے اور کہا کہ جو نمازیں ان راتوں میں مروی ہیں وہ تنہا تنہا پڑھی جائیں سوائے تراویح کے بحر میں کہا کہ یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صلوۃ رغائب کے لئے اجتماع بھی مکروہ ہے یہ نماز رجب کے پہلے جمعہ کی رات میں پڑھی جاتی ہے اور یہ نماز بدعت ہے اور روم کے لوگ جو یہ حیلہ کرتے ہیں کہ اس کی نذر کر لیتے ہیں تاکہ نفل ہونے اور مکروہ ہونے سے نکل جائے تو یہ حیلہ باطل ہے اھ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ بزازیہ میں بھی اس کی کراہت کی تصریح ہے۔

دیکھو فقہاء نے خود پہلے یہ ذکر کیا کہ مذکورہ بالا راتوں میں نماز پڑھنا قرآن شریف کی تلاوت کرنا

---

(۱) ولا ینبغی للوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان ای یکره ذلك علی سبیل التداعی (الدر المختار باب الوتر والنوافل ۲/ ۴۸، ۴۹ سعید)

(۲) کتاب الصلاة (تتمه) مطلب فی صلاة الرغائب ۲/ ۲۶ ط سعید

ذکر الٰہی میں مشغول ہونا مستحب ہے اور اکیلے اکیلے ہر شخص کو شریعت کی جانب سے افعال مذکورہ ادا کرنے کی اجازت ہے پھر یہ تصریح کردی کہ ان راتوں میں مسجدوں میں اجتماعی صورت سے افعال مذکورہ ادا کرنا مکروہ بدعت ہے اور پھر صاحب بحر و فتاویٰ بزازیہ وغیرہ نے تصریح کردی کہ صلوٰۃ رغائب جو رجب کے پہلے جمعہ کی رات میں پڑھی جاتی ہے وہ بھی مکروہ و بدعت ہے کیونکہ اس میں دو باتیں ناجائز ہیں اول تو رجب کے پہلے جمعہ کی جو شریعت سے ثابت نہیں دوسرے اس کے لئے اہتمام و اجتماع کرنا جو نوافل کے لئے مکروہ ہے پس باوجود نماز کے افضل الاعمال ہونے کے ان دو باتوں نے اسے مکروہ و بدعت کر دیا۔

**عن مجاهد قال دخلت انا وعروة بن الزبير المسجد فاذا عبدالله بن عمر جالس الى حجرة عائشة واذا ناس يصلون في المسجد صلوة الضحى قال فسألناه عن صلاتهم فقال بدعة (۱) الحديث (بخاری ص ۲۳۸ جلد اول)**

مجاہد فرماتے ہیں کہ میں اور عروہ بن زبیر مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عائشہؓ کے حجرے کی طرف بیٹھے ہوئے ہیں اور لوگ مسجد میں چاشت کی نماز پڑھ رہے ہیں تو ہم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اس نماز کا حکم دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ بدعت ہے۔ چاشت کی نماز خود آنحضرت ﷺ نے پڑھی اور اس کی فضیلت بیان فرمائی، اور پڑھنے کی ترغیب دلائی ہے۔ جیسا کہ احادیث ذیل سے ثابت ہے۔

**عن معاذة قالت سألت عائشة كم كان رسول الله ﷺ يصلي صلوة الضحىٰ قالت اربع ركعات و يزيد ماشاء الله رواه مسلم (مشكوة) (۲)**

معاذہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ چاشت کی نماز کی کتنی رکعتیں پڑھتے تھے فرمایا کہ چار رکعتیں اور خدا کو منظور ہوتا تھا تو اس سے بھی زیادہ پڑھ لیتے تھے۔

**عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله ﷺ من حافظ على شفعة الضحىٰ غفرت له ذنوبه وان كانت مثل زبد البحر (رواه احمد والترمذی و ابن ماجه مشكوة) (۳)**

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے نماز چاشت پر محافظت کی اس کے گناہ (صغیرہ) معاف کر دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

اور اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ حضرت ابن عمرؓ کو آنحضرت ﷺ کا نماز چاشت پڑھنا یا اس کی فضیلت بیان فرمانا معلوم نہ تھا تاہم اتنی بات تو یقینی ہے کہ وہ ایک نماز تھی اور نماز افضل الاعمال اور خیر موضوع ہے اور وقت بھی کوئی مکروہ وقت نہ تھا پھر انہوں نے اسے بدعت کیوں فرمایا۔ اس کا صاف اور واضح جواب ان عبارتوں سے معلوم کیجئے:

---

(۱) بخاری، ابواب العمرة، باب کم اعتمر النبی ﷺ ۱/۲۳۸ ط قدیمی

(۲) مشکوة شریف، کتاب الصلاة، باب صلاة الضحی ص ۱۱۵ ط سعید و مسلم شریف، کتاب الصلوة باب استحباب صلوة الضحی ۱/۲۴۹ طبع قدیمی کتب خانه

(۳) مشکوة، کتاب الصلاة، باب صلاة الضحی ص ۱۱۶ ط سعید و ترمذی، ابواب الوتر، باب ما جاء فی صلاة الضحی ۱/۱۰۸ ط سعید

**قال عياض وغيره انما انكر ابن عمرؓ ملازمتها واظهارها في المساجد لا انها مخالفة لسنة ويؤيده ما رواه ابن ابي شيبة عن ابن مسعودؓ انه راى قوما يصلونها فانكر عليهم وقال ان كان ولا بد ففي بيوتكم** (فتح الباري مصري جلد ثالث ص ۴۳)(۱)

قاضی عیاض وغیرہ نے فرمایا کہ حضرت ابن عمرؓ نے صرف اس نماز کے التزام اور مساجد میں ظاہر طور سے پڑھنے کا انکار فرمایا اور اسے بدعت کہا ان کا یہ مطلب نہیں کہ نفس نماز سنت کے خلاف ہے اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ایک گروہ کو یہ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو منع کیا اور فرمایا کہ اگر تمہیں پڑھنی ہی ہے تو اپنے گھروں میں پڑھو۔

**وقيل اراد ان اظهارها في المسجد والاجتماع لها هو البدعة لا ان نفس تلك الصلوة بدعة وهو الاوجه (عيني كذافي هامش الصحيح)**(۲)

اور بعضوں نے کہا کہ حضرت ابن عمرؓ کا مطلب یہ تھا کہ اس نماز کو مسجد میں ظاہر کرکے پڑھنا اور اس کے لئے اجتماع کرنا بدعت ہے یہ مقصود نہ تھا کہ نفس یہ نماز بدعت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فتوے اور حافظ ابن حجر علامہ عینی قاضی عیاض کے اقوال سے یہ بات صاف طور پر واضح ہوگئی کہ نماز چاشت کے لئے بھی اجتماع واہتمام بدعت ومکروہ ہے کیونکہ صرف اس لئے کہ شریعت سے اس نماز کے واسطے اجتماع واہتمام ثابت نہیں اور نفس نماز کے ثبوت یا اس کی فضیلت وترغیب کی روایات سے یہ لازم نہیں کہ اس کے لئے اجتماع واہتمام بھی جائز ہوجائے۔

اسی طرح اموات مسلمین کے لئے نفس دعا کا ثابت ہونا یا مستحسن ہونا اس امر کو مستلزم نہیں کہ اس کے لئے اجتماع واہتمام بھی جائز ہوجاوے جو لوگ کہ عمومات استحباب دعا سے اجتماع واہتمام کے جواز پر استدلال کرتے ہیں ان کے جواب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ فتویٰ اور فقہائے حنفیہ کے ارشادات صریحہ ہمارے پاس موجود ہیں جو بکثرت کتب فقہیہ میں پائے جاتے ہیں۔

**قراءة الكافرون الى الآخر مع الجمع مكروهة لانها بدعة لم تنقل عن الصحابة ولا عن التابعين ( كذافي المحيط ) ( فتاویٰ عالمگیری )**(۳)

سورہ کافرون سے آخر قرآن تک کی سورتیں جمع ہوکر پڑھنا (جیسا کہ مروج ہے اور اسے ختم کہتے ہیں) مکروہ ہے کیونکہ یہ بدعت ہے صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ سے منقول نہیں۔

سورہ کافرون سے اخیر قرآن تک کی سورتیں پڑھنے کو ختم کہتے ہیں اگر نفس قرأت کے لحاظ سے

---

(۱) كتاب الصلوة باب صلاة الضحى في السفر ۳ ۴۳ مطبع كبرى ميريه بولاق مصر ۱۳۰۰ھ

(۲) ابواب العمرة باب كم اعتمر النبي ﷺ ۱/۲۳۸ هامش نمبر ۱۰ ط قديمي

(۳) كتاب الكراهية الباب الرابع في الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن والذكر ۵ ۳۱۷ ط ماجديه كوئته

نہیں ہوتے تو کون کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید کا پڑھنا مکروہ ہے یا بدعت ہے لیکن ایک خاص صورت اجتماعیہ سے التزام کر کے پڑھنے کو فقہاء نے مکروہ اور بدعت فرمایا ہے کیونکہ اس ہیئت اجتماعیہ اور التزام کا ثبوت نہیں۔

بلکہ اس سے زیادہ واضح نظیر صورت مسئولہ کی یہ روایت ہے جو درج ذیل ہے

کره ان يقوم رجل بعد ما اجتمع القوم للصلوة يدعو للميت و يرفع صوته ( كذافي الذخيرة عالمگیری )(۱)

یہ مکروہ ہے کہ جب لوگ نماز کے لئے جمع ہو جائیں تو ایک شخص کھڑا ہو اور بلند آواز سے میت کے لئے دعا کرے۔

نفس دعا ناجائز نہیں کھڑے ہو کر دعا کرنا ممنوع نہیں مگر یہ ہیئت خاصہ کہ لوگ نماز کے لئے جمع ہیں اور ایک شخص کھڑا ہو کر بلند آواز سے میت کے لئے دعا کرتا ہے شریعت سے ثابت نہیں اس لئے فقہاء نے اسے مکروہ فرمایا۔

ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھ کر اور سمجھ کر کسی صاحب عقل کو اس میں شبہ نہیں رہتا کہ کفنانے کے بعد تعین واہتمام سے دعا کرنا اور اسے مقید و لازم سمجھنا یا ضروری قرار دینا اور نہ کرنے والے کو ملامت کرنا یقیناً بدعت اور مکروہ ہے۔

دوسرا موقعہ یہ ہے کہ نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد جنازہ اٹھانے سے پہلے سب لوگ دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھتے ہیں۔

نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد دعا کرنے کے متعلق کتب فقہ میں حسب ذیل روایتیں ہیں۔

قيد بقوله بعد الثالثة لانه لا يدعو بعد التسليم كما في الخلاصة و عن الفضلي لا بأس به ( بحر الرائق ج ۲ ص ۱۸۳ )(۲)

یعنی مصنف نے دعا کو تیسری تکبیر کے بعد کے ساتھ مقید فرمایا کیونکہ سلام کے بعد دعا نہ کرے جیسا خلاصہ میں ہے اور محمد بن فضلؒ سے مروی ہے کہ مضائقہ نہیں

ولا يدعو للميت بعد صلوة الجنازة لانه يشبه الزيادة في صلوة الجنازة ( مرقاة لعلي القاري )(۳)

یعنی نماز جنازہ کے بعد میت کے لئے دعا نہ کرے کیونکہ یہ نماز جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہو جاتی ہے۔

---

(۱) کتاب الکراہیۃ، الباب الرابع فی الصلاۃ والتسبیح ورفع الصوت عند قراءۃ القرآن والذکر والدعاء ۵/ ۳۱۹ ط ماجدیہ کوئٹہ

(۲) کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاتہ ۲/ ۱۹۷ ط بیروت لبنان

(۳) کتاب الجنائز، باب المشی بالجنازۃ والصلوۃ علیہا ۴/ ۶۴ ط امدادیہ ملتان

**اذا فرغ من الصلوٰة لا يقوم داعيا له (سراجيه)** (۱)

جب نماز جنازہ سے فارغ ہو تو دعا کرتا ہوا کھڑا نہ رہے۔

**ولا يقوم داعيا له اه (جامع الرموز)** (۲)

یعنی نماز کے بعد کھڑا رہ کر دعا نہ کرے۔

**ولا يقوم بالدعاء بعد صلوٰة الجنازة لانه يشبه الزيادة فيها كذافي المحيط** (۳)

نماز جنازہ کے بعد کھڑا رہ کر دعا نہ کرے کیونکہ یہ دعا نماز میں زیادتی کر دینے کا شبہ پیدا کرتی ہے۔

**وعن ابي بكر بن حامد ان الدعاء بعد صلوٰة الجنازة مكروه وقال محمد بن فضل لا باس به كذافي القنية (برجندی شرح مختصر وقايه)** (۴)

اور امام ابو بکر بن حامد سے مروی ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے۔ اور امام محمد بن فضل نے فرمایا کہ اس میں مضائقہ نہیں۔

منقولہ بالا عبارتوں سے یہ تین باتیں صراحۃً ثابت ہوتی ہیں۔

(۱) نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرے یا کھڑا رہ کر دعا نہ کرے (خلاصہ بحر الرائق مرقاۃ سراجیہ جامع الرموز محیط)

(۲) نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے (قنیہ عن الامام ابی بکر بن حامدؒ)

(۳) نماز جنازہ کے بعد دعا میں مضائقہ نہیں (قنیہ و بحر عن الامام محمد بن فضل)

لیکن کسی معتبر کتاب میں یوں نہیں لکھا کہ نماز جنازہ کے سلام کے بعد دعا کرنا چاہئے یا فرض یا مستحب ہے صرف امام محمد بن الفضل سے یہ مروی ہے کہ دعا کرنے میں مضائقہ نہیں اور چونکہ لفظ لا باس خلاف اولیٰ میں مستعمل ہوتا ہے، لہٰذا اس سے ایک صاف اور واضح تطبیق تو امام محمد بن الفضل اور امام ابو بکر بن حامد کے کلام میں یہ ہوسکتی ہے کہ اول الذکر مکروہ تنزیہی اور موخر الذکر مکروہ تحریمی فرماتے ہیں۔

اور ظاہر یہی ہے کیونکہ اکثر کتب فقہ و فتاویٰ میں اول اصل مذہب یہی بیان کیا ہے کہ دعا نہ کرے یا دعا مکروہ ہے اور کراہت مطلقہ سے اکثر طور پر تحریمی ہی مراد ہوتی ہے اور محمد بن الفضل سے اس کے خلاف جو قول نقل کیا ہے اس کو لا باس سے تعبیر کیا جو اصل معنی کے لحاظ سے کراہت تنزیہی یا ملازم خلاف اولیٰ میں مستعمل ہوتا ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ نفس دعا اموات مسلمین کے لئے تو ہر وقت جائز ہے۔

---

(۱) كتاب الجنائز، باب الصلاة على الجنازة ۱ / ۱۴۵ ط نول كشور لكهنو

(۲) فصل في الجنائز ۲۸۳ ط المطبعة الكريمية بلدة قزان ۱۳۲۳ھ

(۳) لم اطلع على هذه العبارة

(۴) لم اجده

(۵) [illegible] كتاب الطهارة مطلب حكمة [illegible]
[illegible] في السدوس ۲ / ۱۱۸ ط سعيد)

تھا اس وقت تو اس میں دعا کے مکروہ ہونے کی کیا وجہ؟ تو جواب یہ ہے کہ فقہاء کرام کا نماز جنازہ کے بعد دعا کو مکروہ فرمانا مطلقاً نہیں ہے بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ اجتماع واہتمام کے ساتھ دعا کرنا مکروہ ہے۔ اور نفس دعا کا جائز ہونا جواز اجتماع واہتمام کو مستلزم نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میت کے وقت انتقال بلکہ اس سے بھی پہلے عیادت کے زمانہ سے اس کے لئے فرداً فرداً دعا کرنے کا ثبوت روایات حدیثیہ وفقہیہ میں موجود ہے ہر مسلمان کو اختیار ہے کہ اگر وہ کسی مریض کی عیادت کو جائے تو اس کے لئے دعا کرے پھر جب اس کا انتقال ہو جائے تو اس کے لئے مغفرت کی دعا کرے اس کے بعد جنازے کی نماز پڑھے اس کے بعد دفن تک اور پھر اپنی زندگی تک میت کے لئے دعا کرتا رہے اور قراۃ قرآن مجید ودیگر عبادات بدنیہ ومالیہ کا ثواب اسے پہنچاتا رہے ان تمام صورتوں میں فرداً فرداً دعا کرنے یا ایصال ثواب کرنے کی کوئی ممانعت نہیں بشرطیکہ کوئی **بدعت** یا قید غیر مشروع عارض نہ ہو جائے۔

اور شریعت مقدسہ نے اموات مسلمین کے لئے دفن سے پہلے اجتماع واہتمام کے ساتھ دعا کرنے کا صرف یہ طریقہ مقرر فرمایا ہے جسے صلوۃ جنازہ کہتے ہیں پس دفن سے پہلے دعائے اجتماعی اور اہتمام کا ثبوت صرف نماز جنازہ کے ضمن میں ہے کہ وہ بھی ۔۔۔ میت کے لئے دعائے مغفرت ہی کا نام ہے اس کے علاوہ اور جس موقع پر اجتماع واہتمام کے ساتھ دعا کی جائے اسے فقہاء مکروہ وبدعت فرماتے ہیں۔

نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہونے کا حکم بہت سی کتابوں میں مذکور ہے جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا اور سب کا مطلب یہی ہے کہ اجتماع واہتمام سے دعا کرنا مکروہ ہے مگر فقہاء کے کلام میں کراہت کی وجہ مختلف عنوانوں سے بیان کی گئی ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرے کیونکہ اس سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ پیدا ہوگا اس کلام میں غور کرنے سے اچھی طرح واضح ہوتا ہے کہ وہ دعائے اجتماعی اور اہتمام والی کو مکروہ فرماتے اور منع کرتے ہیں کیونکہ نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ اسی میں پیدا ہو سکتا ہے۔

اگر لوگ نماز جنازہ کے بعد جمع ہو کر اور اہتمام کر کے دعا نہ کریں بلکہ صفیں توڑ کر علیحدہ ہو جائیں اور اپنے اپنے طور پر ہر شخص تنہا تنہا دعا کرے تو اس میں کسی طرح سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ نہیں ہو سکتا۔

میت کے لئے دفن سے پہلے شریعت مقدسہ نے خاص صورت اجتماعیہ اور اہتمام کے ساتھ دعا کرنے کا صرف ایک مرتبہ حکم دیا ہے اور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے طریقوں اور پاک سیرتوں سے

---

۱ عن ام سلمة قالت: قال رسول الله ﷺ: إذا حضرتم المريض أو الميت فقولوا خيرا فإن الملائكة يؤمنون على ما تقولون، قالت: فلما مات أبو سلمة أتيت النبي ﷺ فقلت: يا رسول الله ﷺ إن أبا سلمة قد مات، قال: قولي: اللهم اغفر لي وله وأعقبني منه عقبى حسنة الحديث، مسلم شريف، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض ۱/ ۳۰۰ طبع قديمي كتب خانه

۲ ولا يدعو للميت بعد صلاة الجنازة لأنه يشبه الزيادة في صلاة الجنازة (مرقاة شرح مشكوة لملا علي القاري، كتاب الجنائز، باب المشي بالجنازة والصلوة عليها ۴/ ۶۴ طبع مكتبه امداديه ملتان)

صرف ایک مرتبہ اجتماع اور اہتمام سے دعا کرنا ثابت ہے (اور وہ نماز جنازہ ہے) اس سے اس (نماز جنازہ) سے زیادہ جس موقع پر اجتماع واہتمام سے دعا کی جائے گی وہ گویا اس اجتماع و اہتمام کے طریقہ شرعیہ (نماز جنازہ) پر زیادتی ہوگی یعنی نماز جنازہ کے علاوہ اور کسی موقع پر اجتماع واہتمام کے ساتھ دعا کرنے کا یہ مطلب ہوگا کہ شارع علیہ السلام نے میت کی خیر خواہی اور اس کے لئے دعائے اجتماعی میں کچھ نقصان چھوڑ دیا تھا جسے ہم پورا کرتے ہیں " نعوذ باللہ من ذلک " شارع علیہ السلام نے اپنی امت کے لئے جس قدر محبت اور رحمت کا مقتضا تھا اس قدر اہتمام واجتماع دعا کے لئے معین فرمایا اگر اس سے زیادہ اجتماع واہتمام مطلوب ہوتا تو بلاشبہ وہ مقرر فرما سکتے تھے پس کس قدر غضب ہوگا اگر ہم اپنے افعال سے اس بات کا وہم پیدا کریں کہ شارع علیہ السلام نے اس اجتماع واہتمام المدعو کی تعیین میں کوتاہی فرمائی۔

بعض فقہاء نے فرمایا کہ کھڑا رہ کر دعا نہ کرے چونکہ نماز جنازہ کے بعد اسی حالت پر کھڑا رہنا اور دعا کرنا خاص طور سے اجتماع واہتمام کو ثابت کرتا ہے اس لئے اس طرح تعبیر فرمادیا مطلب وہی ہے کہ اجتماع و اہتمام سے دعا نہ کرے۔

یعنی اگر کوئی ایک شخص نماز جنازہ کے بعد اتفاقی طور پر اپنی جگہ کھڑا رہا اور اس نے کوئی دعا اپنے دل میں میت کے لئے مانگ لی تو اگرچہ اس نے کھڑے رہ کر یہ دعا کی ہے مگر مکروہ نہیں ہوئی کیونکہ کراہت کی اصلی علت (اجتماع واہتمام) موجود نہیں اور نفس قیام علت کراہت نہیں۔

بعض فقہاء نے فرمایا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرے کیونکہ نماز جنازہ خود دعا ہے یا لانہ دعا مرۃ یعنی ایک مرتبہ تو دعا کرچکا اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ اہتمام واجتماع سے دعا نہ کرے کیونکہ اہتمام واجتماع کی دعا تو خود نماز جنازہ ہے اور وہ ایک مرتبہ کرچکا ہے اور دوسری مرتبہ اہتمام واجتماع کا ثبوت شریعت مقدسہ سے نہیں ورنہ اگر اجتماع واہتمام سے ممانعت مراد نہ ہو تو ایک مرتبہ دعا ہوچکنا تنہا تنہا دعا کرنے کی ممانعت کی علت نہیں بن سکتا کیونکہ وہ عمر بھر تک احادیث وفقہ سے ثابت ہے۔

بعض فقہاء نے نماز جنازہ سے پہلے بھی دعا کرنے کو مکروہ فرمایا اور وجہ بیان فرمائی کہ ایک کامل اور عمدہ دعا کرنے والا ہے (یعنی نماز جنازہ پڑھنے والا ہے) اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ نماز جنازہ سے پہلے دعا کے لئے اجتماع واہتمام نہ کیا جائے کیونکہ اجتماع واہتمام کے ساتھ ایک کامل دعا ہونے والی ہے کیونکہ وہ شریعت مقدسہ مطہرہ کی مقرر کی ہوئی ہے اور اس سے پہلے کوئی اجتماعی دعا ثابت نہیں اس لئے مکروہ ہے ورنہ دعا تنہا تنہا ہر وقت جائز ہے اور آگے کو دعا کرنے کا ارادہ تنہا تنہا پہلے دعا کرنے کو مکروہ نہیں بنا سکتا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ میت کے لئے فرادا فرادا دعا مانگنے کا ہر وقت ہر شخص کو اختیار حاصل ہے۔

---

(۱) دیکھیں صفحہ نمبر ۱۶۹ حاشیہ نمبر ۱

(۲) لا یقوم بالدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ لانہ دعا مرۃ لان اکثرها دعاء (البزازیہ علی هامش الهندیہ النوع الخامس والعشرون فی الجنائز ۴/ ۸۰ طبع مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

(۳) لقولہ تعالی اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی البقرۃ ۱۸۶

جب کہ التزام ما لا یلزم اور تخصیصات غیر مشروعہ سے خالی ہو۔ لیکن اجتماع و اہتمام کے ساتھ دفن سے پہلے دعا مانگنا صرف نماز جنازہ کے ضمن میں ثابت ہے۔ تاہم نماز جنازہ سے پہلے یا اس کے بعد دفن سے پہلے اجتماع واہتمام سے دعا کرنے کا حدیث، فقہ، سلف صالحین، ائمہ مجتہدین سے کوئی ثبوت نہیں لہذا مکروہ وبدعت ہے۔

یہاں پر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ فقہاء کے قول بالکراہت اور امام محمد بن الفضل کے قول جواز میں ایک وجہ تطبیق یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جو فقہاء مکروہ فرماتے ہیں وہ اہتمام واجتماع سے دعا کرنے کو مکروہ فرماتے ہیں اور امام محمد بن فضل نفس دعا کا حکم بتاتے ہیں انہوں نے اجتماع و اہتمام کا حکم نہیں بتایا لہذا دعا کو جائز فرمایا ہے اور اگر اس صورت میں جبکہ بہت سے متفرق ایک بھی ہو جائیں جو مندوب و شامل ہوتے ہیں تو حکم مختلف نہیں۔

شبہ نمبر (۱) اگر کسی کو شبہ ہو کہ صحیح بخاری میں حضرت عمر کی شہادت کے بیان میں مروی ہے کہ جب حضرت عمر کی وفات ہوئی اور غسل کے لئے لٹایا گیا تو لوگوں نے ان کی نعش مبارک کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور ان کے لئے دعا اور ان کی ثناء وصفت اور سوال نزول رحمت کرتے تھے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز جنازہ سے پہلے بھی میت کے لئے اجتماع و اہتمام کے ساتھ دعائے مغفرت کرنی جائز ہے اور فعل صحابہ سے ثابت ہے۔

جواب: تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت میں اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ لوگ دعا کرنے کے لئے اہتمام سے جمع ہوئے تھے بلکہ علامہ عینی نے تصریح کر دی ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ عمر کو غسل کے لئے لٹایا تھا اور اس سے صاف واضح ہے کہ اس وقت وہی لوگ تھے جو غسل کی ضروریات کو انجام دینے والے تھے اور غسل کی انجام دہی کے لئے ہی حاضر ہوتے تھے اور یہ وقت عموماً ہر شخص کے دل میں ایک خاص کیفیت اور رقت طاری ہونے کا ہوتا ہے اور وہ بے اختیار یا بتحیر میت کے لئے دعائے مغفرت کرتا جاتا ہے اور کوئی اہتمام واجتماع کا قصد نہیں کرتا۔

بہر حال اس واقعہ میں اور اس حدیث میں اس امر کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ لوگوں کا اجتماع اور اہتمام دعا کے لئے تھا اس کی نظیر یہ ہے کہ صاحب بحر نے مجتبیٰ سے نقل کیا ہے کہ اہل میت کو مسجد میں اس غرض سے بیٹھنا کہ لوگ تعزیت کے لئے آئیں مکروہ ہے اور اسی طرح شرح منیہ، در مختار، فتح القدیر میں

---

۱ قد تعرفه بعد السلام لانه لا يدعو بعد التسليم كما في الخلاصة وعن الفضلي لا باس به (البحر الرائق كتاب الجنائز فصل السلطان احق بصلاته ۲ / ۱۹۷ طبع بيروت لبنان)

۲ والجلوس للتعزية في المسجد [illegible] التعزية مكروه (كتاب الجنائز فصل السلطان احق بصلاته ۲ / ۲۰۷ دار المعرفة بيروت)

۳ ويجوز الجلوس للمصيبة ثلثة ايام وهو خلاف الاولى ويكره في المسجد (كبيري فصل في الجنائز ص ۶۰۱ سهيل اكيڈمي) ۴ ويجوز الجلوس للمصيبة ثلثة ايام وهو خلاف الاولى ويكره في المسجد (باب الجنائز فصل في الدفن ۲ / ۱۴۲ ط مصطفى حلبي مصر)

روایت کا ذکر کیا اور حد میں بیٹھنے کو بھی بلفظ لاباس ذکر کیا علامہ شامی نے فرمایا کہ حد میں بیٹھنا بھی خلاف اولیٰ ہے اور لفظ لاباس کے یہی حقیقی معنی ہیں اور وہی یہاں پر مراد ہیں مگر صاحب بحر نے تعزیت کے لئے بیٹھنے کے جواز پر اس حدیث سے استدلال کرنا زیلعی سے نقل کیا ہے۔

انه ﷺ جلس لما قتل جعفر و زيد بن حارثه والناس ياتونه و يعزونه اه (ردالمحتار)(٢)

یعنی آنحضرت ﷺ بیٹھے جب کہ جعفر و زید بن حارثہ کے قتل کی خبر آئی اور لوگ آتے تھے اور تعزیت کرتے تھے۔

پھر علامہ شامی جواب دیتے ہیں:

يجاب عنه بان جلوسه ﷺ لم يكن مقصودا للتعزية اه (رد المحتار)(٣)

یعنی اس استدلال کا یہ جواب دیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا بیٹھنا بغرض تعزیت نہ تھا۔

جیسے اس مسئلہ میں لوگوں نے محض آنحضرت ﷺ کے اتفاقیہ بیٹھنے اور لوگوں کی تعزیت کرنے سے یہ سمجھ کر استدلال کر لیا کہ تعزیت کے لئے بیٹھتے تھے اسی طرح ہمارے زیر بحث مسئلہ میں بخاری کی روایت میں بغرض غسل جمع ہونے اور دعا کرنے کا ذکر دیکھ کر یہ سمجھ لیا گیا کہ دعا کے لئے لوگوں نے اجتماع کیا تھا پس جو جواب علامہ شامی نے اس استدلال کا دیا ہے وہی جواب ہم نے اس استدلال کا دیا ہے۔ **فافهم**

شبہ ۲۔ اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ روایت مرقومہ ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز جنازہ کے بعد دعا کی ہے:

عن ابراهيم الهجرى قال رأيت ابن ابى اوفى وكان من اصحاب الشجرة وماتت ابنته (الى قوله) ثم كبر عليها اربعا ثم قام بعد ذلك قدر ما بين تكبيرتين يدعو وقال كان رسول الله ﷺ يصنع على الجنائز هكذا رواه ابن النجار (منتخب كنز العمال)(٥) وكذا رواه الامام احمد فى مسنده

ابراہیم ہجری سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کو دیکھا اور وہ اصحاب شجرہ میں سے تھے اور ان کی صاحبزادی کا انتقال ہو گیا تھا (الی قولہ) پھر حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ نے صاحبزادی کے جنازے پر چار تکبیریں کہیں پھر اتنی دیر کھڑے دعا کرتے رہے جس قدر دو تکبیروں میں فصل ہوتا ہے اور

---

(١) قال الزيلعي ولا باس بالجلوس ... وقد جلس رسول الله ﷺ لما قتل جعفر (كتاب الجنائز فصل السلطان احق بصلاته ٢٠٧/٢ ط بيروت)

(٢-٣) باب صلاة الجنائز، مطلب في كراهة الضيافة من اهل الميت ٢٤١/٢ ط سعيد

(٤) يجاب عنه بان جلوسه ﷺ لم يكن مقصودا للتعزية اه (ردالمحتار باب صلاة الجنائز، مطلب في كراهة الضيافة من اهل الميت ٢٤١/٢ ط سعيد)

(٥) كتاب الموت من قسم الافعال صلاة الجنائز ١٥/ ٧١٥ حديث نمبر ٤٢٨٥١ مكتبه تراث حلب

فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جنازوں پر ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

اس روایت سے ثابت ہو گیا کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ نے چاروں تکبیروں کے بعد اتنی دیر دعا مانگی جتنی ایک تکبیر سے دوسری تکبیر تک تاخیر ہوتی ہے اور پھر یہ بھی فرمایا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

جواب۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دعا نماز جنازہ کے سلام کے بعد نہیں تھی بلکہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام کے پہلے تھی یہ روایت مختصر ہے پورا واقعہ اس طرح ہے علامہ نووی کتاب الاذکار میں فرماتے ہیں

**ويحتج للدعاء في الرابعة بما روياه في السنن الكبير للبيهقي عن عبدالله بن ابي اوفى انه كبر على جنازة ابنة له اربع تكبيرات فقام بعد الرابعة كقدر ما بين التكبيرتين يستغفر لها و يدعو ثم قال كان رسول الله ﷺ يصنع هكذا**

کہ چوتھی تکبیر کے بعد دعا کرنے پر اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے جو ہمیں سنن کبری بیہقی میں روایت پہنچی ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ نے اپنی صاحبزادی کے جنازے پر چار تکبیریں کہیں اور چوتھی تکبیر کے بعد بقدر فاصلہ مابین تکبیرتین کھڑے ہوئے دعا استغفار کرتے رہے پھر کہا کہ رسول اللہ ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

**وفي رواية انه كبر اربعا فمكث ساعة حتى ظننا انه سيكبر خمسا ثم سلم عن يمينه و عن شماله فلما انصرف قلنا له ماهذا فقال اني لا اريدكم على ما رايت رسول الله ﷺ يصنع اوهكذا صنع رسول الله ﷺ قال الحاكم ابو عبدالله هذا حديث صحيح انتهى (كتاب الاذكار) (۱)**

اور ایک روایت میں ہے کہ چار تکبیریں کہہ کر اتنا ٹھیرے کہ ہم نے خیال کیا کہ پانچ تکبیریں کہیں گے پھر دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرا جب فارغ ہوئے تو ہم نے ان سے کہا کہ یہ کیا کیا تو فرمایا کہ میں تمہارے لئے اس بات سے زیادہ نہ کروں گا جو رسول اللہ ﷺ کو میں نے کرتے دیکھا ہے یا یوں فرمایا کہ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

اور چونکہ سلام سے پہلے نماز جنازہ ختم نہیں ہوئی تھی اس لئے یہ دعا نماز جنازہ میں ہی داخل ہے اور ہماری بحث سے خارج ہے باقی رہی یہ بات کہ چوتھی تکبیر کے بعد اور سلام سے پہلے دعا کرنے کا حنفیہ کے نزدیک کیا حکم ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حنفیہ کا ظاہر مذہب جو تمام متون میں منقول ہے وہ یہی ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد دعا نہیں بلکہ چوتھی تکبیر کہتے ہی سلام پھیر دے لیکن بعض شروح و فتاوی میں بعض مشائخ سے چوتھی تکبیر کے بعد بھی دعا منقول ہے۔

**واشار بقوله و تسليمتين بعد الرابعة الى انه لا شئ بعدها غيرهما وهو ظاهر**

---

(۱) الفتوحات الربانية على الاذكار النووية المجلد الثاني باب اذكار الصلاة على الميت جز ٤ ص ١٨٠ طبع المكتبة الاسلامية لصاحبها الحاج رياض الشيخ

**المذهب و قيل يقول ربنا آتنا في الدنيا حسنة الى اخره و قيل ربنا لا تزغ قلوبنا الى اخره و قيل يخير بين السكوت والدعاء (بحر الرائق)(۱)**

یعنی ماتن نے یہ کہہ کر کہ چوتھی تکبیر کے بعد دونوں طرف سلام پھیرے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد سوائے دو سلاموں کے اور کچھ ذکر و دعا نہیں ہے اور ظاہر مذہب یہی ہے اور کہا گیا کہ اللھم آتنا الخ پڑھ لے اور کہا گیا کہ ربنا لا تزغ الخ پڑھے اور کہا گیا کہ اختیار ہے چپ رہے یا دعا کرے۔

**شبہ نمبر ۳۔** اگر کوئی کہے کہ جن فقہاء نے نماز جنازہ کے بعد دعا کو مکروہ کہا ہے ممکن ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ دعائے طویل مکروہ ہے کیونکہ اس کی وجہ سے دفن میں تاخیر ہوگی جو تعجیل مسنون کے خلاف ہے۔

**جواب:** تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو فقہاء کے کلام میں دعائے طویل کی قید نہیں ہے دوسرے یہ کہ ممکن ہے یہ وجہ بھی ان کو ملحوظ ہو یعنی کراہت کی دونوں وجہیں جمع ہو سکتی ہیں اول اجتماع و اہتمام، دوسرے لزوم تاخیر اور اسباب میں تزاحم نہیں ہوتا۔ پس اجتماع و اہتمام کے ساتھ مختصر دعا بھی مکروہ ہے کیونکہ کراہت کی ایک وجہ (عدم ثبوت اجتماع و اہتمام) اس میں بھی موجود ہے۔

**تنبیہ۔** اگر اب بھی کوئی اصرار کرے کہ نماز جنازہ کے بعد دعائے اجتماعی میں کچھ نقصان نہیں اور استحباب مطلق دعا سے استدلال کرے تو اس سے سوال یہ ہے کہ جنازے کی ایک مرتبہ نماز ہو چکنے کے بعد دوسری مرتبہ نماز پڑھنا (غیر ولی کو) جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو حنفیہ کی معتبر کتب سے ثبوت درکار ہے اور اگر ناجائز ہے تو کیوں؟ آخر نماز جنازہ بھی بتصریح فقہائے کرام استغفار و دعا ہی ہے، پھر آپ کی مصنوعی صورت سے تو بار بار دعا جائز ہو اور ایک شرعی صورت سے دوبارہ سہ بارہ دعا ناجائز ہو یہ زبردستی نہیں تو کیا ہے۔

**تیسرا موقعہ۔** پھر میت کو دفن کرنے کے بعد سب لوگ فاتحہ پڑھتے ہیں جیسا کہ عام طور پر سب جگہ مروج ہے دفن کے بعد لوگوں کا میت کے لئے دعائے استغفار کرنا مستحسن ہے، شریعت مطہرہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے کتب فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

**وجلوس ساعة بعد دفنه لدعاء و قراءة بقدر ما ينحر الجزور ويفرق لحمه (درمختار)(۳)**

یعنی دفن کے بعد دعاء و قرأت کے لئے قبر کے پاس بیٹھنا مستحب ہے اتنی دیر کہ ایک اونٹ کو نحر کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جائے۔

**قوله وجلوس لما في سنن ابی داؤد كان النبی ﷺ اذا فرغ من دفن الميت وقف على قبره و قال استغفروا لاخيكم واسألوا الله له التثبيت فانه الان يسأل وكان ابن عمر**

---

(۱) كتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته ۲/۱۹۷ طبع بيروت لبنان

(۲) لقولهم ان حقيقتها و مقصودها الدعاء الخ رد المحتار باب صلاة الجنائز ۲/۲۰۹ طبع محمد سعيد

(۳) باب صلاة الجنائز ۲/۲۳۷ طبع الحاج محمد سعيد

يستحب ان يقرأ على القبر بعد الدفن اول سورة البقرة و خاتمتها وروى ان عمرو بن العاص قال وهو في سياق الموت اذا انا مت فلا تصحبني نائحة ولا نار فاذا دفنتموني فشنوا علي التراب شنا ثم اقيموا حول قبري قدر ما ينحر جزور و يقسم لحمها حتى استانس بكم وانظر ماذا اراجع رسل ربي ( جوهره ) ( رد المحتار )(١)

تیسرا اس لئے مستحب ہے کہ سنن ابی داؤد میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ دفن میت سے فارغ ہو کر اس کی قبر پر ٹھہرتے تھے اور لوگوں سے فرماتے تھے کہ اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور کلمہ توحید پر ثابت رہنے کی دعا کرو کیونکہ اس وقت اس سے سوال کیا جائے گا اور ابن عمرؓ اسے مستحب سمجھتے تھے کہ دفن کے بعد قبر پر سورہ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیتیں پڑھی جائیں اور روایت ہے کہ عمرو بن العاصؓ نے حالت نزع میں فرمایا کہ جب میں مر جاؤں تو میرے ساتھ کوئی نوحہ کرنے والی نہ جائے اور نہ آگ لے جانا اور جب مجھے دفن کرو تو مٹی ڈالنا پھر میری قبر پر اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں ایک اونٹ کو نحر کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جائے تاکہ تمہارے ساتھ مجھے دلبستگی اور انسیت رہے اور دیکھوں کہ میں اپنے پروردگار کے قاصدوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔

آنحضرت ﷺ کے ارشاد **استغفروا لاخیکم** سے دعائے اجتماعی کا ثبوت ہو گیا لہذا قبر پر دفن کرنے کے بعد تھوڑی دیر ٹھہرنا اور دعا میں مشغول رہنا مستحب ہے۔

**چوتھا اور پانچواں موقعہ۔** پھر قبرستان سے نکل کر دروازہ قبرستان پر یا راستہ میں دعا کے لئے اجتماع و اہتمام کرتے ہیں پھر میت کے مکان پر دعا کے لئے جمع ہوتے ہیں۔

ان دونوں موقعوں پر اور ان کے بعد تمام مواقع پر دعا کے لئے اجتماع و اہتمام کرنا اور پھر اسے لازم یا مستحب سمجھنا مکروہ و بدعت ہے کیونکہ شریعت مقدسہ سے اس کا ثبوت نہیں۔

ہاں ہر شخص کو خود اجازت ہے کہ وہ میت کے لئے جس قدر چاہے اور جس وقت چاہے بغیر التزام و بغیر موقف و داعی دعا کرے استغفار کرے قرأت قرآن وغیرہ کا ثواب پہنچائے۔(٢)

واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ کتبہ محمد کفایت اللہ غفرلہ مولاہ، مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

## نابالغ وارث کے مال سے خیرات کرنا جائز نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ١٣ جولائی ١٩٣٥ء)

(سوال) عام دستور ہے کہ متوفی کے ورثا متوفی کے مال سے فاتحہ خوانی کی رسومات پر صرف کرتے ہیں حتیٰ

---

(١) باب صلاة الجنائز ٢٣٧/٢ طبع شركة الحاج محمد سعيد

(٢) صرح علماؤنا في باب الحج عن الغير بان للانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره صلاة او صوما او صدقة او غيرها كذا في الهداية بل في زكاة التاتارخانية عن المحيط الافضل لمن يتصدق نفلا ان ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات لانها تصل اليهم ولا ينقص من اجره شيء الخ ( رد المحتار، باب صلاة الجنائز مطلب في القراءة للميت و اهداء ثوابها له ٢٤٣/٢ طبع الحاج محمد سعيد )

زردہ پلاؤ پکواکر دعوت کرتے ہیں اس طرح نابالغوں کا مال بھی فاتحہ خوانی میں صرف ہوتا ہے ایسا زردہ پلاؤ متمول لوگوں کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۱۷۷) نابالغوں کے مال میں سے خیرات کرنا ناجائز ہے اس کا کھانا کسی کو بھی جائز نہیں۔ (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## کافر کے لئے دعائے مغفرت مفید اور جائز نہیں

(الجمعیۃ مورخہ یکم اپریل ۱۹۳۶ء)

(سوال) جب کوئی ہندو یا عیسائی انتقال کر جاوے اور وہ غیر مسلم ہو تو اس کے واسطے کچھ کار خیر کر کے ثواب پہنچا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس کے گناہوں کی معافی کے لئے دعا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(جواب ۱۷۸) کافر کے لئے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت مفید اور جائز نہیں (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

# پانچواں باب

# فدیہ صوم وصلوٰۃ و حیلہ اسقاط

## نماز و روزہ کا فدیہ کس طرح ادا کیا جائے

(سوال) چہ می فرمایند علمائے دین کہ اگر شخصے بمیرد و برذمہ وے روزہ رمضان و نماز وقتیہ باقی است کفارہ چہ طور دادہ شود؟ بینوا توجروا

(ترجمہ) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ اگر کسی شخص کا انتقال ہو جائے اور اس پر رمضان کے کچھ روزے اور کچھ وقت کی نمازیں باقی ہوں تو ان کا کفارہ کس طرح دیا جائے گا؟

(جواب ۱۷۹) فدیہ نماز و روزہ از جانب میت از مال وے اگر وصیت کردہ بمیرد ادا کردن واجب است از ثلث مال ورنہ مستحب، عوض ہر نماز و ہر روزہ نصف صاع گندم مثل فطرہ است۔ واللہ اعلم بالصواب کتبہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

(ترجمہ) نماز اور روزے کا فدیہ میت کے ثلث مال میں سے ادا کرنا واجب ہے جب کہ وفات سے پہلے اس

---

(۱) لقوله تعالى: وآتوا اليتمى اموالهم ولا تتبدلوا الخبيث بالطيب ولا تأكلوا اموالهم الى اموالكم انه كان حوبا كبيرا النساء ٤ وليخش الذين لو تركوا من خلفهم ذرية ضعفا خافوا عليهم فليتقوا الله وليقولوا قولا سديدا ان الذين يأكلون اموال اليتمى ظلما انما يأكلون في بطونهم نارا النسآء ۹ ۱۰

(۲) ما كان للنبي والذين آمنوا ان يستغفروا للمشركين ولو كانوا اولي قربى من بعد ما تبين لهم انهم اصحب الجحيم التوبة ۱۱۳ سواء عليهم استغفرت لهم ام لم تستغفر لهم لن يغفر الله لهم المنافقون ٦ ولا تصل على احد منهم مات ابدا ولا تقم على قبره انهم كفروا بالله ورسوله وماتوا وهم فسقون التوبة ۸٤

نے وصیت کی ہو، اور اگر وصیت نہ کی ہو تو مستحب ہے کہ ہر نماز اور روزے کے بدلے میں فدیہ نصف صاع گندم مثل فطرہ دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ محمد کفایت اللہ غفرلہ مولاہ

## ہر نماز و روزہ کا فدیہ پونے دو سیر گندم ہے، اگر کل تعداد معلوم نہ ہو تو اندازے سے ادا کرے

(سوال) (۱) اگر کوئی میت وصیت کرے کہ میرے نماز روزے کا فدیہ ادا کرنا تو اس کے ترکہ سے یہ فدیہ کل نماز و روزوں کا ہو سکتا ہے اس حالت میں کہ وہ نماز پڑھتا رہا مگر جو نمازیں اس کی اوائل عمری میں قضا ہوئیں، و روزے جن کو وہ باوجود نیت کے ادا نہ کر سکا۔

(۲) ایک لڑکی جس کی عمر ۱۴ سال ۷ ماہ ہوئی وہ دس مہینے بیمار ہوئی، بیمار ہوتے ہوئے نماز پڑھتی رہی کبھی پڑھتی اور کبھی قضا کی کیونکہ پیشاب کا مرض تھا جس سے جسم نجس ہوا، نادانی کی سستی میں نمازیں قضا ہوئی تھیں اس کی دس ماہ کی نمازوں کا کیا فدیہ دیا جائے؟ المستفتی نمبر ۱۰۱ امیر عبدالغفور صاحب سائق (شملہ) ۲۲ رجب ۱۳۵۲ھ م ۱۲ نومبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۱۸۰) قضا شدہ نمازوں اور روزوں کا فدیہ ہر نماز کے بدلے پونے دو سیر گیہوں اور ہر روزے کے بدلے پونے دو سیر گیہوں ہوتے ہیں، اگر نمازوں اور روزوں کی صحیح تعداد یاد نہ ہو تو تخمینہ کر کے فدیہ دے دینا چاہئے۔

(۲) دس ماہ کی نمازوں کا فدیہ اس حساب سے کیا جائے کہ تخمینا جتنی نمازیں قضا ہوں ہر نماز کے بدلے پونے دو سیر گیہوں، رات دن میں مع وتروں کے چھ نمازیں ہوتی ہیں، تو چھ نمازوں یعنی ایک دن کی نماز کا فدیہ ساڑھے دس سیر گیہوں ہوئے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## مروجہ حیلہ اسقاط جائز نہیں

(سوال) بعض علاقوں کے علماء نے روزوں اور نمازوں اور دیگر فرائض اور واجبات جو کہ میت سے فوت شدہ ہوتے ہیں ان کے ادا کرنے کا جو حیلہ اسقاط اختیار کیا ہے اس میں ایک جدید اضافہ اپنی طرف سے کیا ہوا ہے کہ اس مال نقد وغیرہ کو اٹھوا کر مستحقین کے حلقے میں پھراتے ہیں اس طرح پر کہ اٹھانے والا ہر ایک شخص

---

(۱) قوله يعطى اى من له ولاية التصرف فى ماله بوصاية او وراثة فيلزمه ذلك من الثلث ان اوصى (رد المحتار، باب قضاء الفوائت، مطلب فى اسقاط الصلاة عن الميت ۲/ ۷۲ ط سعيد)

(۲) وفى الامداد: وان لم يوص بشى واراد الولى التبرع الخ واشار بالتبرع الى ان ذلك ليس بواجب على الولى (رد المحتار، باب قضاء الفوائت ۲/ ۷۳ ط سعيد)

(۳) ولو مات وعليه صلوات فائتة واوصى بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر كالفطرة (تنوير الابصار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت ۲/ ۷۲ ط سعيد)

(۴) وحينئذ من لا يدرى كمية الفوائت يعمل باكبر رأيه فان لم يكن له رأى يقضى حتى يتيقن انه لم يبق عليه شى (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت ص ۲۶۸ ط مصطفى البابى الحلبى مصر)

(۵) ولو مات وكذا حكم الوتر (تنوير الابصار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت ۲/ ۷۲، ۷۳ ط سعيد)

کے پاس لے جاتا ہے وہ شخص اس پر ہاتھ رکھ کر قبول کرلیتا ہے اس کے بعد دوسرے اپنے پاس والے کے ملک میں کردیتا ہے تو یہ اٹھا کر دوسرے کے پاس لے جاتا ہے اسی طرح تیسرے کے پاس اور چوتھے کے پاس یہاں تک کہ حلقے کے اشخاص میں سے ہر ایک شخص کے پاس سے جاتا ہے اور آخرش ملاں سے بخوف اس مال غلہ وغیرہ کو ایک جگہ پر حاضر کردیتے ہیں اور حلقے میں سے ہر ایک شخص دوسرے کے ہاتھ میں اس فدیہ کے مال کو کردیتا ہے بالتمکن والتخلیہ والاشارہ تو ان دو فریق میں سے کون فریق حق پر ہے۔ بینوا توجروا المستفتی نمبر ۳۱۸ مولوی محمد جمیل (ضلع راولپنڈی) ۵ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ م ۱۸ جون ۱۹۳۴ء

(جواب) (از مولوی حبیب المرسلین نائب مفتی) بعض علماء فریق ثانی فدیہ کے مال واشیاء پر جو کہ حلقہ میں موجود ہے یعنی کہ شے موجود و مشاہد پر قبضہ موہوب لہ کا بالتمکن والتخلیہ بھی ہوجاتا ہے تنویر الابصار اور درمختار میں ہے۔ (والتمكن من القبض كالقبض فلو وهب لرجل ثيابا في صندوق مقفل و دفع اليه الصندوق لم يكن قبضا) لعدم تمكنه من القبض (وان مفتوحا كان قبضا لتمكنه منه) فانه كالتخلية اختيار و في الدر المختار صحة بالتخلية الخ(۱) ردالمحتار معروف بہ فتاویٰ شامی نے اس کے متعلق لکھا ہے (قوله صحته) اى القبض بالتخلية الخ جلد رابع ص ٥٦٠ (۲) اور فعل عبث کا ارتکاب مکروہ ہوتا ہے تنویر الابصار درمختار میں ہے۔ (و) كره (كل لهو) لقوله عليه السلام كل لهو المسلم حرام الا ثلاثة ملاعبة اهله و تاديبه لفرسه و مناضلته بقوسه (۳) ردالمحتار میں اس کے متعلق لکھا ہے (قوله وكره كل لهو) اى كل لعب (عبث) فالثلاثة بمعنى واحد كما في شرح التاويلات الخ جلد خامس ص ۲۷۵ (۴) ہذا فریق اول بعض علماء حنفی پر ہے اور آخر علماء کا فریق جانب حق ہے یہ تحریر بلحاظ ہبہ و تملیک و قبضہ کے لکھی ہے مگر اسقاط مروجہ بوجہ مخالف ہونے اس طریق وصورت کے جو کہ فقہائے کرام نے لکھی ہے ناجائز ہے اور سوا اس کے دیگر وجوہات کثیرہ سے بھی اسقاط مروجہ ناجائز ہے فقط واللہ اعلم وکتبہ حبیب المرسلین نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

(جواب ۱۸۱) (از حضرت مفتی اعظم) اسقاط مروجہ بوجوہ کثیرہ ناجائز و رسم بد جدیدہ پر مشتمل ہے اس لئے اس مروجہ طریقہ کا ترک کرنا ہی واجب ہے۔ رہا یہ کہ ہبہ میں تخلیہ کے ساتھ قبضہ ہوجاتا ہے یا نہیں تو

---

(۱) كتاب الهبة ٥ / ٦٩٠ ط سعيد

(۲) كتاب الهبة ٥ / ٦٩٠ ط سعيد

(۳) كتاب الحظر والاباحة فصل في البيع ٦ / ٣٩٥ ط سعيد

(٤) كتاب الحظر والاباحة فصل في البيع ٦ / ٣٩٥ ط سعيد

(٥) وهذه الافعال كلها للسمعة والرياء فيحترز عنها لانهم لا يريدون بها وجه الله تعالى، رد المحتار باب صلاة الجنازة ٢ / ٢٤١ ط سعيد، مروجہ حیلہ اسقاط کی بابت [illegible] کی کتب میں [illegible] بھی اس کو فرض، واجب یا سنت نہیں [illegible] مستحب [illegible] واجب الترک ہے۔

[illegible]

[illegible] المستفتی نمبر [illegible] (پٹنہ) ۲۶ شوال ۱۳۵۴ھ

۲۲ جنوری ۱۹۳۶ء

[illegible]

سوال ۔ (۱) [illegible]

---

[illegible] نصف صاع مثلاً ويدفعه لفقير ثم يدفعه الفقير للوارث [illegible] (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت ۲ / ۷۳ ط سعيد)

[illegible]

[illegible] یہ قوانین [illegible] انتقال سے [illegible]

ہوئے ان کے لڑکے حامد جو نیک اور صالح لڑکا ہے اور الحمد للہ صوم و صلوٰۃ [illegible]

ید کی ۴۲ سالہ عمر کی نمازوں اور روزوں کا فدیہ [illegible]

[illegible]

المستفتی نمبر ۲۵۱۲ [illegible] ۹ جمادی الاول ۱۳۵۸ھ م ۲۸ جون ۱۹۳۹ء

(جواب ۱۸۴) اس کا طریقہ [illegible] کا فدیہ [illegible] نمازوں کا فدیہ [illegible] ۵ سیر گیہوں ہوئے فی نماز [illegible] مسکین کو یہ کہہ [illegible] فدیہ میں یہ غلہ [illegible] مسکین کو دے [illegible] مسکین قبضہ کرکے پھر مستفتی کو [illegible] مثلاً [illegible] وغیرہ) کا فدیہ [illegible] صحیح طریقے [illegible] رات دن کی [illegible] رمضان کے تیس روزے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## فدیہ میں غلہ یا اس کی قیمت دینا اور کھانا [illegible] کو دینا جائز نہیں

(سوال) ایک شخص اس جہان کو چھوڑ گیا [illegible] ولیکن [illegible] میں [illegible] نماز چھوڑ دی [illegible]

---

[illegible]

[illegible] اور ناجائز شامل کر دیئے گئے ہیں لہذا اس سے بچنا واجب ہے۔

بھروسہ میں کہ اللہ تعالیٰ بقا کی ارزانی فرمائیں تو پھر قیام و رکوع و ارکان کے ساتھ قضا کی جائیں گی اسی حالت میں مقتول ہو گیا تو جو دانے پر مرحوم کے ایک فرزند نے نماز کے فدیہ میں جو اناج بنتا تھا اپنے زر سے خرید کر رکھ دیا ہے۔

(۱) دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا اس اناج کا بصورت اناج ہی تقسیم کرنا ضروری ہے یا اس کو فروخت کر کے اس کی فقہ و حدیث کی کتابیں خرید کر طلبہ کو دی جا سکتی ہیں یا طلبہ کی اور ضروریات پوری کی جا سکتی ہیں یا نہیں؟

(۲) ایک تبلیغی مذہبی جلسہ میں جو لوگ وعظ سننے آئے ہوں ان کو یہ اناج پکا کر دو وقتہ کھلا دیا جائے تو جائز ہے یا نہ؟ اور اس طعام سے نمازوں کا کفارہ یا فدیہ ادا ہو جائے گا یا نہ؟ کہ اس کی مقبولیت کی امید ہو۔ المستفتی نمبر ۲۶۰۳ غلام محمد صاحب (ملتان) ۹ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ م ۱۸ مئی ۱۹۴۰ء

(جواب ۱۸٤) ضروری نہیں کہ قضا شدہ نمازوں اور روزوں کا فدیہ بصورت غلہ ہی ادا کیا جائے بلکہ اس کی قیمت بھی بصورت نقد ادا کی جا سکتی ہے(۱) اسی طرح اس قیمت کی کوئی اور چیز مثلاً کپڑا کتاب بھی دی جا سکتی ہے مگر یہ ضروری ہے کہ فدیہ کی رقم یا جنس فقیر مستحق محتاج کو تملیک کے طور پر دی جائے فدیہ کی رقم خرچ کر کے وعظ سننے کے لئے آنے والوں کو (جن میں امیر اور فقیر سب ہی ہوں گے) کھانا کھلا دینا درست نہیں کیونکہ اس میں تملیک نہیں ہوتی۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## قضا شدہ نمازوں اور روزوں کی تعداد معلوم نہ ہو تو اندازہ لگایا جائے گا

(سوال) ایک شخص کے ذمے عرصے سے صوم و صلوٰۃ بہت زیادہ ہیں جن کا شمار ٹھیک معلوم نہیں بلوغ کے بعد کبھی ترک اور کبھی کبھی پڑھتا رہا اور عرصہ بارہ تیرہ سال سے برابر پابند صوم و صلوٰۃ کا ہو رہا ہے قضائے نماز بھی پڑھتا ہے تو اس صورت میں نقد روپیہ یا خوراک وغیرہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ **المستفتی** حکیم محمد [illegible] ضلع [illegible] ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۸۵) قضا شدہ نمازوں اور روزوں کا تخمینہ کر لیا جائے کیونکہ جب ٹھیک تعداد یاد نہیں تو تخمینہ کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے اور پھر تخمینہ کے موافق ان نمازوں اور روزوں کو قضا ادا کرنا چاہئے جب تک

---

(۱) قوله: نصف صاع من بر ای او من دقیقه او سویقه او صاع تمر او زبیب او شعیر او قیمته وهی افضل عندنا لاسراعها بسد حاجة الفقیر (رد المحتار، کتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب فی اسقاط الصلاة عن المیت ۲/ ۷۲، ۷۳ ط سعید)

(۲) [illegible] مشہور قول کے مطابق فدیہ میں تملیک ضروری نہیں بلکہ اباحت بھی کافی ہے وهل تکفی الاباحة فی الفدیة؟ قولان المشهور نعم (رد المحتار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض المبیحة لعدم الصوم ۲/ ۴۲۷ ط سعید) [illegible] کیونکہ فدیہ کے مستحق صرف غریب محتاج لوگ ہیں امیروں کو دینا جائز نہیں۔ مصرف الزکاة والعشر هو فقیر (وفی الشامیة) وهو مصرف ایضاً لصدقة الفطر والکفارة والنذر وغیر ذلک من الصدقات الواجبة (رد المحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف ۲/ ۳۳۹ ط سعید)

(۳) من لا یدری کمیة الفوائت یعمل باکبر رایه (طحطاوی علی المراقی، باب قضاء الفوائت ص ۲۶۸ ط مصر)

ان کی قدرت اور قوت ہو گئے فوت شدہ نمازوں اور روزوں کو قضا کرنا ضروری ہے۔ فدیہ دینا جائز نہیں ہے جب ان قدرت نہ رہے تو پھر فدیہ دینا جائز ہوتا ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ دہلی

## میت کے ذمے کچھ نمازیں اور روزے ہوں اس کا کفارہ کس طرح ادا کیا جائے

(سوال) اگر شخصے بمیرد و روزہ رمضان و وقتیہ باقی است کفارہ چہ طور ادا شود؟

(ترجمہ) اگر کوئی شخص مر جائے اور اس پر رمضان کے روزے اور نماز پنج وقتہ باقی ہو تو اس کا کفارہ کس طرح ادا کیا جائے؟

(جواب ۱۸۶) فدیہ نماز و روزہ از جانب میت از مال وے اگر وصیت کردہ میرد ادا کردن واجب است از ثلث مال ورنہ مستحب، و عوض ہر نماز و ہر روزہ نصف صاع گندم مثل فطرہ است۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(ترجمہ) نماز روزے کا فدیہ میت کی جانب سے اس کے مال میں سے ادا کرنا واجب ہے جب کہ وہ وصیت کر گیا ہو ورنہ مستحب ہے اور ہر ایک نماز و ہر ایک روزے کے عوض میں نصف صاع گندم فدیہ کی مقدار مثل فطرہ ہے۔ (۲) واللہ اعلم

## میت فدیہ کی وصیت نہ کرے تو بھی وارث اپنی طرف سے دے سکتا ہے' فدیہ کا حکم وہی ہے جو دوسرے صدقات واجبہ کا ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۳۰ء)

(سوال) میت نے نماز روزہ وغیرہ کے متعلق کوئی وصیت نہ کی ہو اور کوئی وارث اپنی طرف سے اس کے روزوں کا فدیہ ادا کرے تو کیا حکم ہے؟ اور اس فدیہ کے مستحق کون لوگ ہیں یا یہ مال کو مسجد وغیرہ میں لگایا جا سکتا ہے؟

(جواب ۱۸۷) میت نے فدیہ نماز وغیرہ کے متعلق وصیت نہ کی ہو اور وارث اپنے طور پر اپنے مال میں سے دینا چاہے تو دے سکتا ہے (۳) اور اس کے مستحق فقراء و مساکین ہیں (۴) صدقات واجبہ کا جو حکم ہے وہی اس کا ہے۔ (۵) محمد کفایت اللہ غفر لہٗ

---

(۱) وللشيخ الفاني العاجز عن الصوم الفطر و يفدي وجوبا و متى قدر قضى؛ لان استمرار العجز شرط الخلفية (الدر المختار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، فصل في العوارض المبيحة لعدم الصوم ۲/ ۴۲۷ ط سعيد)

(۲) ولو مات وعليه صلوات فائتة وأوصى بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر كالفطرة (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب قضاء الفوائت ۲/ ۷۲ ط سعيد)

(۳) ثم لو تبرع بفدية الصوم يجوز [illegible] (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب في اسقاط الصلاة عن الميت ۲/ ۷۲ ط سعيد)

(۴) مصرف الزكاة والعشر [illegible] هو فقير [illegible] (وفي الشامية) وهو مصرف ايضا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات الواجبة (رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف ۲/ ۳۳۹ ط سعيد)

(۵) [illegible] میت [illegible] میت کی طرف سے [illegible] حکم بھی وہی [illegible] صدقات [illegible]

## مروجہ حیلہ اسقاط کا چھوڑنا واجب ہے

[illegible] صدقہ [illegible] ہوتا ہے [illegible]

[illegible] قرآن شریف بھی ہوتا ہے [illegible] ہوتا ہے [illegible]

[illegible] المستفتی نمبر ۹۰۵ [illegible]

[illegible] محمد کفایت اللہ [illegible]

## حیلہ اسقاط

(الجمعیۃ مورخہ ۲۶ اپریل ۱۹۲[illegible]ء)

(سوال) حیلہ اسقاط

(جواب ۱۸۹) [illegible] متعلق [illegible] بہت سے مفاسد اور محظورات شرعیہ [illegible] حیلہ اسقاط جو فقہا نے تحریر فرمایا ہے وہ اس کے [illegible] موافق [illegible] تفصیل [illegible] میں ملاحظہ فرمائی جائے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

[illegible] ترکے میں انتقال نہ ہو [illegible] آج کل [illegible] کا بھی حیلہ اسقاط کیا جاتا ہے [illegible] کل کا مروجہ حیلہ اسقاط واجب الترک ہے۔ [illegible] علی [illegible]

[illegible] باب الدعاء فی التشہد ۳۱۳ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ)

۲ [illegible]

۳ [illegible] لازم اور [illegible] وھی [illegible] خلاف [illegible]

[illegible]

## حیلہ اسقاط مباح ہے مگر آج کل کے مروجہ حیلہ اسقاط کا ترک واجب ہے

(سوال) اسقاط مروجہ فی الپنجاب یعنی ایک روپیہ اور دو پیہ غلہ اور ایک کلام اللہ شریف امام مسجد کو دینا یہ طریقہ مسنونہ میں سے ہے یا نہیں اور شرعاً ثبوت اسقاط مروجہ کا ہے یا نہیں بینوا توجروا؟ المستفتی نمبر [illegible] فیروز خاں (جہلم) یکم جمادی الاول ۱۳۶۱ھ ۱۸ مئی ۱۹۴۲ء

(جواب ۱۹۰) اسقاط کا یہ رواج کہ ایک روپیہ دو پیہ غلہ اور ایک قرآن مجید امام مسجد کو اور مستحقین کو دینا اور یہ سمجھنا کہ یہ چیزیں میت کے تمام قضا شدہ روزوں اور نمازوں اور عبادات کا [illegible] ہو گئیں [illegible] کی تعداد [illegible] معین [illegible] ایک روپیہ [illegible] پچاس روپے [illegible] اسی طرح غلہ کی مقدار [illegible] قرآن مجید ایک کی [illegible] جب بھی یہ رواج اور طریقہ غلط ہوگا [illegible] بدعت ہے اور ترکہ مشترکہ میں اس کو شمار کرنا جب کہ بعض وارث نابالغ بھی ہوں [illegible] صورت میں [illegible] بالکل مخالف [illegible] صورت [illegible] واجب یا سنت نہیں [illegible] کرنا جائز ہے اور نہ اس پر مجبور کرنا مباح۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(جواب دیگر ۱۹۱) اسقاط کا جو طریقہ فقہاء نے لکھا ہے وہ پوری طرح ادا کیا جائے تو مباح ہے مگر مروجہ اسقاط تو یقیناً ناجائز اور بدعت ہے اور میت کی وصیت کے بغیر ترکہ مشترکہ میں سے اسقاط کرنا جب کہ بعض وارث نابالغ بھی ہوں [illegible] محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## مروجہ اسقاط کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں

(سوال) میت کے واسطے اسقاط [illegible] یا نہیں [illegible] طریقہ یہ ہے کہ ایک [illegible] اس طرح کرتے ہیں کہ نماز جنازہ پڑھنے کے بعد [illegible] چاروں طرف حلقہ بنا کر بیٹھتے ہیں اور متوفی کے وارثین

---

(۱) [illegible] يستقرض [illegible] ويدفعه للفقير [illegible] (رد المحتار، باب قضاء الفوائت ۲ / ۷۳ ط سعيد)

(۲) [illegible] (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت ۲ / ۷۳ ط سعيد)

(۳) [illegible]

(۴) [illegible] ۸۲ [illegible]

سب مقدور رقم نقدی لا کر اور ایک قرآن شریف کے ہمراہ امام صاحب کو دیتے ہیں اور امام صاحب پھر ان کو اپنے دائیں طرف والے آدمی کو دیتا ہے اور دیتے وقت یہ کہتا ہے کہ میں نے ان کو قبول کیا اور تم کو ہبہ کرتا ہوں اسی طریقے سے وہ تیسرے کو دیتا ہے علیٰ ہذا القیاس چاروں طرف تین دفعہ پھراتے ہیں بعد ازاں تقسیم اس طرح کرتے ہیں کہ مثلاً امام صاحب کو پانچ روپے اور موذن صاحب کو ڈھائی روپے اور ہر ایک طالب علم کو ایک روپیہ اور کوئی بہت زیادہ غریب ہو تو اس کو چار آنے دیتے ہیں اس طریقہ مروجہ کو لازم وضروری جانتے ہیں اور تارک ومانع کو ملامت کرتے ہیں۔ المستفتی نمبر ۲۷۶۰ محمد جلال الدین کوہاٹ پشاور ۲۶ صفر ۱۳۶۲ھ م ۲ مارچ ۱۹۴۳ء

(جواب ۱۹۲) اسقاط مروجہ کا شرعاً ثبوت نہیں ہاں اگر میت نے وصیت کی ہو یا ورثہ بطیب خاطر میت سے فوت شدہ فرائض وواجبات کا فدیہ دینا چاہیں اور مقدار فدیہ کی پوری ادائیگی کی استطاعت نہ ہو تو قلیل فدیہ کی مقدار کو بذریعہ حیلہ کے بڑھا سکتے ہیں کہ فدیہ قلیل ایک محتاج کو دیدیں اور یہ محتاج بعد قبض ہبہ کر کے بعض اور ورثہ کو دیدے اور بعض ورثہ پھر اس محتاج کو یا دوسرے محتاج کو دیدے اور اسی طرح پھیر پھار کرتے کرتے مقدار فدیہ تک پہنچا دیں لیکن یہ حیلہ نمازوں کے لئے علیحدہ کریں اور روزوں کے لئے علیحدہ اور قربانی کے لئے علیحدہ اور کفارہ یمین کے لئے علیحدہ یمین کے کفارہ میں دس مساکین کو دینا ضروری ہے ایک کو دینا درست نہ ہوگا مثلاً میت کے چھتیس روز کی نمازیں قضا ہوئی ہیں اور فدیہ کی قلیل مقدار صرف ایک من دانہ یا گیہوں موجود ہے تو اس مرتبہ بعض وارث کسی محتاج کو ہبہ یا قبضہ کردے اور یہ محتاج ہر مرتبہ بعد قبضہ کر دینے کے بعض اور ورثہ کو واپس کرے یہ ایک من دانہ یا گیہوں کی قیمت پر یہ حیلہ کریں۔ ویدفعها للفقیر ثم یستوهبها منه و یتسلمها منه لتتم الهبة ثم یدفعها لذلک الفقیر او لفقیر آخر وهکذا فیسقط فی کل مرة کفارة سنة وان استقرض اکثر من ذلک یسقط بقدره و بعد ذلک یعید الدور لکفارة الصیام ثم للاضحیة ثم للایمان لکن لا بد فی کفارة الایمان من عشرة مساکین ( رد المحتار جلد اول ص ۵۴۱ ) لیکن اس حیلہ مذکورہ کو بھی دوام والتزام اور رسم بنالینا ہرگز جائز نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔ جواب صحیح حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی۔

جواب صحیح ہے۔ اسقاط مروجہ میں اور بھی بہت سی ناجائز صورتیں شامل ہیں لہذا یہ رسم تو بہر حال واجب الترک ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

---

(۱) باب قضاء الفوائت مطلب فی بطلان الوصیة بالختمات والتهالیل ۲/ ۷۳ ط سعید )

(۲) یہ حیلہ ہر وقت درست نہیں صرف کسی مجبوری کی وجہ سے یہ حیلہ کیا جا سکتا ہے خصوصیت کی صورت میں جب تہائی ترکہ سے کم کی وصیت کی ہو جیسا کہ شامیہ میں ہے والواجب علی المیت ان یوصی بما یفی بما علیه ان لم یضق الثلث عنه فان اوصی باقل وامر بالدور و ترک بقیة الثلث للورثة او تبرع به لغیرهم فقد اثم بترک ما وجب علیه ( رد المحتار، کتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت ۲/ ۷۳ ط سعید ) اسی طرح مرقات شرح مشکوۃ شریف میں ہے من اصر علی امر مندوب و جعله عزماً ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعة او منکر، مرقاة باب الدعاء فی التشهد ۳/ ۳۱ ط مکتبه حبیبیه کوئٹه،

(۳) من اصر علی امر مندوب و جعله عزماً ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعة او منکر ( مرقاة باب الدعاء فی التشهد ۳/ ۳۱ ط مکتبه حبیبیه، کوئٹه )

## اسقاط کی مذکورہ صورت مہمل اور بیکار ہے۔

(سوال) جب میت کے لئے اسقاط کیا جاتا ہے تو عموماً محلہ کی مسجد سے قرآن شریف لے کر جنازے میں رکھ دیتے ہیں اسی طرح قبرستان تک اس میں رہتا ہے نماز جنازہ کے بعد امام اپنی جگہ پر بیٹھ رہتا ہے میت کا وارث یا کوئی رشتہ دار اس قرآن شریف کو جنازے سے نکال کر امام صاحب کے ہاتھ میں دے دیتا ہے امام میت کے وارث کو سامنے بٹھا کر میت کے گناہوں کے کرنے اور واجبات و فرائض کے ترک کی کوتاہیوں میں اس قرآن کو بطور کفارہ پیش کرتے ہوئے دعا مانگتا ہے بعد ازاں مسجد کا قرآن مسجد میں واپس بھیج دیا جاتا ہے اور امام صاحب کو ایک روپیہ معاوضہ دیا جاتا ہے کیا یہ صورت جائز ہے؟ نیز صحیح مسئلہ اسقاط کے متعلق فقہاء نے کیا بیان کیا ہے؟ المستفتی نمبر ۲۸۰۰ محمد احسن ہاشمی (کراچی) ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ

(جواب ۱۹۳) اسقاط کی یہ صورت جو سوال میں مذکور ہے مہمل اور بیکار ہے اس کا کوئی فائدہ نہیں اور مسجد کا قرآن مجید بھی اس کام کے لئے لے جانا جائز نہیں ہے (۱) حیلہ اسقاط جو فقہاء نے ذکر کیا ہے وہ بھی ضروری نہیں ہاں اگر کوئی میت کی مغفرت کے لئے اس پر صحیح طور پر عمل کرے تو میت کو ثواب پہنچنے کی امید ہے وہ یہ ہے کہ اگر میت کے ذمہ کچھ نمازیں اور روزے ہوں جس کا فدیہ اتنا زیادہ ہوتا ہو کہ وارثوں کو ادا کرنے کی طاقت نہ ہو مثلاً تین مہینے کی نمازیں ہوں اور وہ قادر نہ ہوں کہ اتنے گیہوں ادا کریں تو جتنے وہ ادا کر سکتے ہوں مثلاً دس سیر گیہوں ہوں تو وہ دس سیر گیہوں ان کی دس نمازوں کے فدیہ میں کسی مسکین کو دے دیں وہ مسکین قبضہ کرکے پھر وارث کو ہبہ کردے وارث قبضہ کرکے پھر وہ مزید دس نمازوں کے بدلے میں وہ گیہوں مسکین کو دیدے مسکین قبضہ کرکے پھر اپنی طرف سے وارث کو ہبہ کردے وارث قبضہ کرے اسی طرح کرتے رہیں یہاں تک کہ میت کی تمام نمازوں اور روزوں کا فدیہ پورا ہو جائے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## حیلہ اسقاط۔

(الجمعیۃ مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۳۵ء)

سوال) (۱) اگر میت اپنے مال کے تہائی کی وصیت کرے کہ میرے پیچھے میرے مال کا ثلث صدقہ کردو کہ مجھ پر رمضان کی قضا ہے اور نمازیں بھی کچھ قضا ہوئی ہیں یہ وصیت شدہ مال اگر جنازہ گاہ میں حاضر کرکے فقراء پر بعد دور و اسقاط تقسیم کیا جائے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۲) بعد دور و اسقاط یہ مال فقراء کا حق ہے یا کوئی غنی بھی لے سکتا ہے (۳) اگر کسی نے قصداً رمضان کے روزے نہ رکھے ہوں یا قصداً نمازیں قضا کی ہوں اور مرتے

---

(۱) مسجد کے قرآن مجید کو کسی کام کے لئے وقف کرنے والے کی نیت کے خلاف مسجد سے باہر لے جانا بھی درست نہیں چہ جائیکہ شریعت سے غیر ثابت شدہ کام کے لئے لے جایا جائے

(۲) ونص علیه فی تبیین المحارم فقال: لا یجب علی الولی فعل الدور وإن أوصی به المیت لأنها وصیة بالتبرع (رد المحتار، کتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت ۲/ ۷۳ ط سعید)

(۳) ولو لم یترک مالا یستقرض وارثه نصف صاع مثلا ویدفعه لفقیر ثم یدفعه الفقیر للوارث ثم وثم حتی یتم (رد المحتار، کتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت ۲/ ۷۳ ط سعید)

[illegible] فدیہ دیا جائے یا نہیں ؟ اور یہ فدیہ موت تک دیا [illegible] یا نہیں ( ۴ ) اگر ایک [illegible] ان کے فدیہ کا کیا حکم ہوگا یا ایک رمضان کے مقتضی [illegible]

(جواب ۱۹۴) (۱) اس [illegible] تہائی [illegible] فقراء و مساکین میں تقسیم [illegible] چاہئیں [illegible] تہائی میں لے جانا اور مروجہ حیلہ [illegible] ان پر جاری کرنا نہیں چاہیے (۲) وہ ان فقراء و مساکین کا حق ہے [illegible] اس میں سے دینا نہیں چاہئے (۳) [illegible] جب کہ اس نے موت کے وقت ان نمازوں اور روزوں کے فدیہ کی وصیت کی تھی تو اس کے ترکہ کے تہائی میں سے فدیہ ادا کرنا ورثہ کے ذمہ لازم ہے [illegible] روزے قضا ترک کئے [illegible] (۴) [illegible] رمضان [illegible] فدیہ [illegible] قضا کرنے کا موقع اور طاقت ہو تو بیس سال کے روزوں کی قضا بھی ہوگی۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## چھٹا باب

## زیارت قبور اور عرس وغیرہ

### زیارت قبور قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا نہیں ؟

(سوال) زیارت قبور از قرآن مجید ثابت است یا از حدیث شریف ؟ اگر ثابت [illegible] زیارت [illegible] مذہب [illegible] ثابت ہے ؟

(جواب ۱۹۵) زیارت قبور از حدیث شریف ثابت است ترمذی روایت کردہ الا فزوروھا فانہا تذکرکم الاخرۃ او ہمچنیں [illegible] کتب حدیث ہم روایات کثیرہ موجود است زیارت قبر محض بجہت تذکیر آخرت است و درین باب [illegible] محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ

---

(۱) [illegible]
(۲) [illegible] مصرف [illegible] ھو فقیر وفی الشامیۃ وھو مصرف ایضا لصدقۃ الفطر والکفارۃ والنذر وغیر ذلک من الصدقات والواجبات (رد المحتار، کتاب الزکاۃ باب المصرف ۲/۳۳۹ ط سعید)
(۳) [illegible] چھوٹے کا فرق نہیں کیا ہے ولو مات وعلیہ صلوۃ فائتۃ واوصی بالکفارۃ یعطی لکل صلوۃ نصف صاع [illegible] وفی الشامیۃ قولہ یعطی بالبناء للمجھول ای یعطی عنہ ولیہ ای من لہ ولایۃ التصرف فی مالہ بوصایۃ او وراثۃ فیلزمہ ذلک من الثلث ان اوصی (رد المحتار، کتاب الصلوۃ باب قضاء الفوائت مطلب فی سقوط الصلاۃ عن المیت ۲/۷۲ ط سعید) (۴) فحیث [illegible] (رد المحتار، کتاب الصلاۃ باب قضاء الفوائت مطلب فی بطلان الوصیۃ بالختمات والتھالیل ۲/۷۳ ط سعید)
(۵) [illegible] وقت یا طاقت [illegible] نہیں وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم [illegible] ولا یفسدہ [illegible] فصل فی العوارض المبیحۃ لعدم الصوم ۲/[illegible] ط سعید)
(۶) عن سلیمان بن بریدۃ عن ابیہ قال قال رسول اللہ ﷺ قد کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فقد اذن لمحمد فی زیارۃ قبر امہ فزوروھا فانھا تذکر الآخرۃ (ترمذی، کتاب الجنائز باب ما جاء فی الرخصۃ فی زیارۃ القبور ۱/۲۰۳ ط سعید)

## عرس اولیاء اللہ کی شرکت کیلئے جانا جائز ہے یا نہیں؟

(سوال) عرس اولیاء اللہ کی شرکت کے لئے جانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

(جواب ۱۹۶) عرس کی حقیقت شرعی نقطہ نظر سے زیادہ سے زیادہ یہ نکل سکتی ہے کہ بزرگوں کی زیارت قبور مقصود ہوتی ہے اور اگرچہ زیارت قبور سنت ہے مگر حدیث کی اجازت سے کسی خاص تاریخ کو زیارت کے لئے معین کرنا [illegible] ثابت نہیں [illegible] شرعی [illegible] اب عرس ایسے محرمات [illegible] منکرات پر مشتمل ہوتے ہیں تو ان کی شرکت کا عدم جواز اور بھی مؤکد ہو جاتا ہے پس زیارت قبور کے لئے کسی خاص تاریخ کی تعیین اور عرس میں [illegible] شرکت ناجائز ہے۔ واللہ اعلم کتبہ محمد کفایت اللہ غفرلہ مولاہ

## قبرستان میں مختلف رسومات کے متعلق استفتاء

(سوال) [illegible] قبرستان [illegible] قبر [illegible] کے فاتحہ کے واسطے [illegible] شب برات [illegible] وغیرہ [illegible] منتظر کرنا [illegible] کا جمع ہونا [illegible] اور قبر کے قریب [illegible] قبر کے نزدیک روشنی کرنا [illegible] اور قبر کے قریب بیٹھ کر کلام اللہ اور درود شریف پڑھنا [illegible] توسل چاہنا قبرستان میں قبر کے قریب [illegible] قدیم سے مشائخ اور بزرگان دین کا معمول ہے جائز و درست ہے یا نہیں اگر نہیں تو کیوں نہیں؟ مفصل تقریر رقم ہو تاکہ عوام [illegible] سمجھ جائیں اور شریعت کے خلاف [illegible] عمل سے پرہیز کریں اور قبرستان میں جانے کا سنت طریقہ بھی رقم ہو مہربانی فرما کر قرآن و حدیث سے مدلل مع سند و حوالہ کتب جواب ارقام ہو۔

(جواب ۱۹۷) قبرستان میں بغرض زیارت قبور جانا جائز بلکہ سنت ہے اور وہاں جا کر یہ کہنا بھی سنت سے ثابت ہے السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اسئل اللہ لی ولکم العافیة (۱)

کذافی البرھان (۲) [illegible] ثواب [illegible] بھی جائز ہے [illegible]

قال [illegible] ویکرہ عند القبر ما لم یعہد من السنة والمعہود منھا لیس الا زیارته والدعاء عنده قائما (۳) (کذافی العالمگیریہ) (۴) یعنی قبروں کے پاس ایسی باتیں مکروہ ہیں جو سنت سے ثابت

---

(۱) حدیث میں تو عبادت کو بھی کسی خاص تاریخ اور وقت کے ساتھ مخصوص کرنے کو منع کیا گیا ہے چہ جائیکہ کسی امر مباح کے [illegible] لا تختصوا لیلة الجمعة بقیام من بین اللیالی ولا تختصوا یوم الجمعة بصیام من بین الایام [illegible] مسلم [illegible] ۱ : ۳۶۱ ط قدیمی

(۲) [illegible]

(۳) [illegible] السلام علیکم دار قوم مؤمنین [illegible] بکم لاحقون [illegible] العافیة (رد المحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب فی زیارة القبور ۲ : ۲۴۲ ط سعید)

(۴) [illegible] والنقل من مکان الی مکان آخر ۱ : ۱۶۶ ط ماجدیہ کوئٹہ)

نہیں اور جو بات سنت سے ثابت ہے وہ صرف یہ ہے کہ قبر کی زیارت کی جائے اور کھڑے کھڑے اس کے پاس (میت کے لئے) دعا کی جائے قبر کو بوسہ دینا اگرچہ فی حد ذاتہ مباح ہے لیکن نہ دینا ہی اولیٰ ہے (۱) اور [illegible] سے ہاتھ [illegible] مباح [illegible] ایصال ثواب کے لئے شرعاً کوئی دن اور تاریخ معین نہیں اور تاریخ [illegible] ایصال ثواب ضروری یا زیادہ ثواب کا سبب مفید سمجھ کر مقرر کرنا بدعت ہے (۳) فاتحہ کی جو مروجہ صورت ہے یہ بھی شرعی نہیں قبروں سے [illegible] کرنا حضرت امام محمد کے قول کے مطابق جائز ہے (۴) تاہم اس روایت پر [illegible] اور اس کی پابندی کرنا درست نہیں قبر پر پھول ڈالنا درست نہیں اگر بقصد تقرب الی المیت ہو (اور عوام کی غرض اکثری طور پر یہی ہوتی ہے) تو شرک ہے (۵) ورنہ بدعت ہے (۶) قبر پر روشنی کرنا بھی بقصد تقرب الی المیت ہو تو شرک ہے اور زائرین کی آسانی یا کچھ پڑھنے کے لئے ہو تو مباح ہے (۷) خدا تعالیٰ سے دعا کرنا اور اس میں کسی بزرگ کو وسیلے کے ذکر کرنا جائز ہے لیکن خود بزرگ کو پکارنا اور ان کو حاجت روا سمجھنا درست نہیں (۸) قبروں پر [illegible] جیسا کہ معمول ہے بدعت ہے اور بقصد تقرب الی المیت ہو تو شرک ہے (۱۰) البتہ اگر خالص نیت یہ ہو کہ زائرین اس کو [illegible] دیں گے تو زیادہ سے زیادہ مباح ہو سکتا ہے لیکن معمول طریقہ اس خالص نیت پر مبنی نہیں ہے [illegible] اور وہاں جانے والے یہ صورت جانتے ہیں خواہ کوئی زائر ہو یا نہ ہو اور [illegible] کو ایک [illegible] فعل اور ثواب کا سمجھتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

---

(۱) ولا يمسح القبر ولا يقبله فإن ذلك من عادة النصارى (الطحطاوي على مراقي الفلاح، [illegible] فصل في زيارة القبور ص ۳۷۶ مصطفى مصر)

(۲) تقبيل يد العالم والسلطان جائز (الهندية، كتاب الكراهية، الباب الثامن والعشرون في ملاقاة الملوك والتواضع لهم وتقبيل ايديهم الخ ۵/۳۶۹)

(۳) ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع (رد المحتار، باب الجنائز، مطلب في كراهة الضيافة من اهل الميت ۲/۲۴۰ ط سعيد)

(۴) قراءة القرآن عند القبور عند محمد لا تكره ومشايخنا أخذوا بقوله (الهندية، باب الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن ۱/۱۶۶ ط كوئٹه)

(۵) ذبح لقدوم الأمير ونحوه [illegible] لغيره كان لتعظيم غير الله فيحرم [illegible] ولا يكفر لانا لا نسيء الظن بالمسلم انه يتقرب الى الآدمي [illegible] (الدر المختار، كتاب الذبائح ۶/۳۰۹، ۳۱۰ ط سعيد)

(۶) تفصیل کے لئے مولانا سرفراز خان صاحب کی کتاب راہ سنت دیکھیں

(۷) عن ابن عباس قال: لعن الله زائرات القبور والمتخذين عليها المساجد والسرج (ابوداؤد، كتاب الجنائز، باب في زيارة النساء القبور ۲/۱۰۵ ط سعيد)

(۸) حاشیہ نمبر ۵ دیکھیں

(۹) [illegible]

(۱۰) [illegible]

### کسی بزرگ یا ولی کے مزار پر بغرض زیارت جانا اور وہاں کھانا

(سوال) کسی بزرگ یا ولی کے مزار پر بغرض زیارت سواری پر دھوم دھام سے جانا اور وہاں کھانا بریانی پکا کر کھانا جائز ہے یا نہیں ؟ اور حدیث لاتشدوا الرحال (۱) کا کیا مطلب ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۰۲ محمد رفیق صاحب، ۲۲ رجب ۱۳۵۲ھ ۱۲ نومبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۱۹۸) زیارت قبور کے لئے دور دراز مسافت پر سفر کر کے جانا تو حرام نہیں اور حد اباحت میں ہے (۲) تاہم موجب قربت بھی نہیں دھوم دھام سے جانا اور وہاں جا کر کھانا پکا کر کھانا جائز نہیں کہ اس کو شرعی کام اور موجب ثواب قرار دیا جاتا ہو تو اور بھی زیادہ برا ہو گا۔ (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

### کسی بزرگ کے قبر کیلئے سفر کا حکم

(سوال) سفر کرنے واسطے کسی بزرگ کے مزار کی زیارت کے مخصوص مرادوں کو جائز ہے یا نہیں ؟ مثلاً اجمیر شریف کلیر شریف پھلواری شریف جو کہ درست ہیں المستفتی نمبر ۱۰۰۷ عبدالستار (گیا) ۲۲ رجب ۱۳۵۲ھ م ۱۲ نومبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۱۹۹) سفر زیارت اگرچہ جائز ہے مگر بہتر نہیں۔ (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

### اولیاء اللہ کے قبور کیلئے جانا اور وہاں شیرینی وغیرہ لے جانا

(سوال) اولیاء اللہ کی قبور کی زیارت کے وقت ان کی قبور کے سامنے شیرینی وغیرہ رکھ کر با ادب کھڑے ہو کر فاتحہ وغیرہ پڑھنا ثواب رسانی کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۲۸۳ محمد نور خان صاحب (ضلع دھارواڑ) ۱۹ شوال ۱۳۵۵ھ م ۳ جنوری ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۰۰) زیارت قبور کے لئے جانا اور جا کر السلام علیکم یا اهل القبور انتم سلفنا و نحن بالاثر (۵) کہنا مسنون ہے اور کچھ پڑھ کر اس کا ثواب بخشنا اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرنا جائز ہے شیرینی لے جانا اور قبر پر یا قبر کے سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا بے اصل ہے۔ (۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) ترمذی، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی ای المسجد افضل ۱/ ۷۴ ط سعید

(۲) قلت استفید منه ندب الزیارة وان بعد محلها الخ، رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب فی زیارة القبور ۲/ ۲۴۲ ط سعید)

(۳) ویکره عند القبر ما لم یعهد من السنة والمعهود منها لیس الا زیارتها والدعاء عندها قائما، هندیه، باب الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن ۱/ ۱۶۶ ط کوئنه)

(۴) لا بأس بزیارة القبور ... قلت استفید منه ندب الزیارة وان بعد محلها الخ، رد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب فی زیارة القبور ۲/ ۲۴۲ ط سعید) اور بہتر اس لئے نہیں [illegible]

(۵) ترمذی، ابواب الجنائز، باب ما یقول الرجل اذا دخل المقابر ۱/ ۲۰۳ ط سعید

(۶) اور چونکہ صحابہ کرامؓ تابعین اور تبع تابعین کے دور سے اس کا ثبوت نہیں اس لئے بدعت ہے

(۱) اولیاء اللہ کے عرس [illegible] رقص و سرود

(۲) رجب، شعبان و دیگر مہینوں [illegible] کا حکم

(سوال) (۱) اولیاء اللہ [illegible] عرس [illegible] رقص و سرود [illegible] نیز [illegible] جائز ہے یا نہیں (۲) رجب، شعبان و دیگر مہینوں [illegible] جائز ہے یا نہیں المستفتی نمبر ۲۱۳ [illegible] (ضلع [illegible])

(جواب ۲۰۱) (۱) [illegible] رقص و سرود [illegible] نہیں ہو سکتا (۲) [illegible]

سلام علیکم یا اهل القبور میں یا حرف ندا ہے [illegible] استعمال [illegible]

(سوال) قبرستان [illegible] السلام علیکم یا اهل القبور کہتے ہیں [illegible] مستعمل ہوتا ہے [illegible] السلام علیکم یا رسول اللہ و یا حبیب اللہ کہتے ہیں ان [illegible]
المستفتی نمبر ۹۹۶ [illegible] ۱۳۵۵ھ [illegible] ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۰۲) قبرستان [illegible] السلام علیکم یا اهل القبور [illegible] جیسے ھل انت الا اصبع دمیت وفی سبیل اللہ ما لقیت [illegible] انگلی زخمی ہو گئی تو آپ نے انگلی کو خطاب [illegible] اور کلام مردے نہیں سنتے۔ (۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

[illegible] قبر [illegible] فاتحہ پڑھنا جائز ہے

(سوال) [illegible] قبر [illegible] فاتحہ پڑھنا جائز ہے؟ المستفتی نمبر ۱۵۹۲ جناب سید عبدالمعبود صاحب (ضلع بدایوں) ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ م ۴ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۰۳) زیارت قبور [illegible] مسنون (السلام علیکم یا اهل القبور الخ) [illegible] مستحب ہے مگر قبر [illegible] نہیں [illegible] فساد عقیدہ [illegible] عوام کا خوف ہے۔

---

[illegible] کتاب [illegible] کتاب الحظر و الاباحۃ [illegible] ۳۴۹ [illegible]

**بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ**

۲ - من اصر على امر مندوب وجعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من اصر على بدعة او منكر. مرقاة المفاتيح باب الدعاء في التشهد ۳ / ۳۱ ط مكتبة حبيبية كوئٹہ

۳ - عن ابن عباس قال مر رسول الله ﷺ بقبور المدينة فاقبل عليهم بوجهه فقال السلام عليكم يا اهل القبور يغفر الله لنا ولكم انتم سلفنا ونحن بالاثر. الترمذي ابواب الجنائز باب ما يقول الرجل اذا دخل المقابر ۱ / ۲۰۳ ط سعيد

۴ - عن جندب بن سفيان البجلي قال اصاب حجر اصبع رسول الله ﷺ فدميت فقال هل انت الا اصبع دميت وفي سبيل الله ما لقيت. الترمذي الشمائل باب ما جاء في صفة كلام رسول الله ﷺ في الشعر ۲ / ۱۲۲ ط سعيد

۵ - رد المحتار كتاب الحظر والاباحة باب اللبس في الضرب واللعب وغير ذلك مطلب في سماع اللهو ۶ / ۳۴۹ ط سعيد

(۹) حاشیہ نمبر ۳ والے

[illegible] ولا يمس القبر ولا يقبله فانه من عادة اهل الكتاب. حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح في احكام الجنائز فصل في زيارة القبور ص ۳۷۵ ط مصطفى مصر ويكره تحريما [illegible] وكذا كل ما [illegible] [illegible] حاشية الطحطاوي على المراقي في احكام الجنائز فصل في زيارة القبور ص ۳۷۸ ط مصطفى مصر

## پردہ نشین عورت کیلئے رات کو برقع پہن کر اپنے کسی محرم کے ساتھ زیارت قبور کیلئے جانا مباح ہے۔

(سوال) پردہ مروجہ فی الوقت کے ساتھ کہ پردہ دار خاتون اپنے شوہر یا پیر کے ہمراہ تاریکی میں برقعہ پوش ہو کر کسی اپنے اقارب یا اولیاء کی قبر پر اپنے عقیدے کو درست رکھتے ہوئے بغرض تحصیل ثواب جانا جائز ہے یا ناجائز؟ المستفتی نمبر ۱۶۰۵ حاجی حفیظ الدین صاحب و عزیز الدین صاحب (ضلع میرٹھ) ۵ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ م ۱۴ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۰۴) پردہ نشین خاتون کے لئے رات کو برقعہ پہن کر اپنے شوہر یا کسی محرم (باپ بھائی نانا چچا ماموں وغیرہ) کے ہمراہ زیارت قبور کے لئے جانا مباح ہے۔ برقعہ میں محرم کے ہمراہ جانے میں پردے کی خلاف ورزی نہیں ہوتی اور زیارت قبور کے لئے قبرستان میں جانا عورتوں کے لئے فی حد ذاتہ مباح ہے اگرچہ بہتر یہی ہے کہ نہ جائیں مگر جانا بھی معصیت نہیں ہے (۱) حضرت عائشہؓ اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر پر زیارت کے لئے گئی تھیں (۲) پیر (۳) غیر محرم ہے اس لئے صرف اس کے ساتھ نہیں جانا چاہئے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## قبروں پر پھول چڑھانا

(سوال) قبر پر پھول چڑھانا جائز ہے کہ نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۳۱۸ اے بی منصوری (بمبئی) ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ م ۱۵ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۰۵) قبروں پر پھول چڑھانا جائز نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## کسی مزار پر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(سوال) کسی مزار پر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۷۴۷ محمد صدیق (دہلی) ۔ رجب ۱۳۵۶ھ م ۱۳ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۰۶) مزار پر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا مباح ہے (۱) مگر بہتر یہ ہے کہ یا تو مزار کی طرف منہ

---

(۱) قوله (ولو للنساء) وقيل تحرم عليهن، والأصح أن الرخصة ثابتة لهن (رد المحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب في زيارة القبور ۱/ ۲۴۲ ط سعيد)

(۲) عن عبد الله بن أبي مليكة قال: توفي عبد الرحمن بن أبي بكر بالحبشي، قال: فحمل إلى مكة فدفن فيها، فلما قدمت عائشة أتت قبر عبد الرحمن بن أبي بكر فقالت: وكنا كندماني جذيمة حقبة من الدهر حتى قيل لن يتصدعا فلما تفرقنا كأني ومالكا لطول اجتماع لم نبت ليلة معا، ثم قالت: والله لو حضرتك ما دفنت إلا حيث مت، ولو شهدتك ما زرتك (ترمذي، باب ما جاء في زيارة القبور للنساء ۲/ ۲۰۳ ط سعيد)

(۳) پیر ہونے سے کوئی محرم نہیں ہو جاتا جس طرح عورت دوسرے غیر محرموں کے ساتھ سفر نہیں کر سکتی اسی طرح پیر کے ساتھ بھی نہیں کر سکتی۔ ويعتبر في المرأة أن يكون لها محرم تحج به أو زوج، ولا يجوز لها أن تحج بغيرهما (الهداية، كتاب الحج ۱/ ۲۳۳ ط امدادیہ ملتان)

(۱) [illegible] وذكر ابن الحاج في المدخل انه ينبغي ان يجتنب ما احدثه

## بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

بعضهم من انهم یاتون بماء الورد فیصبونه علی المیت فی قبره' وان ذالک لم یروعن السلف فهو بدعة قال ویکفیه من نصب ما عمل له' وهو فی البیت' فنحن متبعون لا مبتدعون فحیث وقف سلفنا وقفنا (طحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الجنائز فصل فی حملها و دفنها ص ۳۶۸ مصطفی مصر) جس حدیث سے [illegible] خیر القرون میں اس عمل کو کسی نے نہیں کیا مزید تفصیل [illegible]
[illegible]

(۵) حدیث شریف میں ہے: حتی جاء البقیع فقام فاطال القیام ثم رفع یدیه ثلاث مرات [illegible] (مسلم کتاب الجنائز فصل فی التسلیم علی اهل القبور' والدعاء لهم ۱/۳۱۳ ط قدیمی)

کرے بغیر ہاتھ اٹھائے فاتحہ پڑھے یا قبر پر کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھے فاتحہ سے مراد یہ ہے کہ ایصال ثواب کی غرض سے کچھ قرآن مجید پڑھ کر اس کا ثواب بخش دے اور میت کے لئے دعائے مغفرت کرے۔(۱) صاحب قبر سے مرادیں مانگنا حاجتیں طلب کرنا یا ان کی منتیں ماننا یہ سب ناجائز ہیں۔(۲) محمد کفایت کان اللہ لہ، دہلی

(سوال) (۱) ایک موقوفہ قبرستان میں جس میں کوئی بزرگ مدفون نہیں وہاں سالانہ عرس مقرر کرنا شرعاً کیا حکم ہے؟ (۲) قبرستان میں نذر نیاز کا کھانا پکانا اور قبرستان میں ہی کھانا کیسا ہے (۳) قبرستان میں عورتوں کا جانا کیسا ہے (۴) قبرستان میں پندرہ پندرہ سال کے لڑکوں کے ساتھ رات کو بعد عشاء مولود خوانی کرنا اور عورتوں کو بھی وہاں مولود سننے کے لئے جمع کرنا شرعاً کیسا ہے (۵) ایسے کاموں میں امداد کرنا اور چندہ دینا کیسا ہے؟

المستفتی نمبر ۲۰۴۲ محمد صدیق کراچی ۱۳ رمضان ۱۳۵٦ھ م ۱۸ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۰۷) (۱) سالانہ عرس مقرر کرنا بدعت ہے۔(۳) (۲) یہ بھی بدعت ہے۔(۴) (۳) مکروہ ہے۔(۵) (۴) یہ بھی فتنہ کی وجہ سے ناجائز ہے (۵) ایسے کاموں میں شرکت اور امداد ناجائز ہے۔(٦) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## (الجمعیۃ مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۲۷ء)

(سوال) قبرستان میں قرآن شریف پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۲۰۸) قبرستان میں یاد پر قرآن شریف پڑھنا جائز ہے۔ اور وہاں کوئی جگہ علیحدہ نماز پڑھنے یا بیٹھنے کے لئے بنی ہو تو اس میں بیٹھ کر قرآن شریف دیکھ کر پڑھنا جائز ہے۔(۷) محمد کفایت اللہ کان اللہ غفرلہ،

## (الجمعیۃ مورخہ ٦ ستمبر ۱۹۲۷ء)

(سوال) قبرستان میں پختہ قبروں پر چراغ جلایا جاتا ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

---

(۱) وفي شرح اللباب ويقرأ من القرآن ما تيسر له من الفاتحة وأول البقرة إلى المفلحون وآية الكرسي ثم يقول اللهم أوصل ثواب ما قرأناه إلى فلان أو إليهم (رد المحتار، باب صلاة الجنائز ۲ / ۲۴۳ ط سعيد)

(۲) لقوله تعالى: حرمت عليكم الميتة ... وما أهل به لغير الله (المائدة: ۳)

(۳، ۴) کیونکہ شریعت میں اس کا ثبوت نہیں اور لوگ اسے ثواب سمجھ کر کرتے ہیں اور جو چیز شریعت میں ثابت نہ ہو اسے ثواب سمجھ کر [illegible] بیان کی ہے: والبدعة ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله ﷺ من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل دينا قويما وصراطا مستقيما (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب البدعة خمسة أقسام ۱ / ۵٦۰ ط سعيد)

(۵) لیکن جوان عورتوں کا جانا مکروہ ہے اور بوڑھی عورتیں اگر وہاں جا کر رونے دھونے میں نہیں تو جائز ہے، ويكره إذا كن شواب (رد المحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب في زيارة القبور ۲ / ۲۴۲ ط سعيد)

(٦) لقوله تعالى: وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان (المائدة: ۲)

(۷) قوله ويقرأ يس لما ورد: من دخل المقابر فقرأ سورة يس خفف الله عنهم يومئذ وكان له بعدد من فيها حسنات، بحر. وفي شرح اللباب ويقرأ من القرآن ما تيسر له من الفاتحة وأول البقرة إلى المفلحون (رد المحتار، باب صلاة الجنائز ۲ / ۲۴۲ ط سعيد)

(جواب ۲۰۹) قبروں پر چراغ جلانا جائز نہیں ہے حدیث شریف میں اس کی صریح ممانعت آئی ہے۔

# ساتواں باب
# شہید کے احکام

(سوال) شدید زلزلہ جو کہ بتاریخ ۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء مطابق ۲۷ رمضان ۱۳۵۲ھ کو ہوا اور قصبہ مونگھیر تباہ ہو گیا اور بہت سی جانیں مسلمانوں کی تلف ہوئیں اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسلمانوں کو درجہ شہادت ملا یا نہیں اس میں بہت سے مسلمان خدا کے اچھے بندے تھے اور بہت سے ان میں برے بندے تھے ان سب کو درجہ شہادت مل گیا یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۲۳ محمد فخر الدین صاحب ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ م ۳ مارچ ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۱۰) زلزلہ میں جو مسلمان دب کر یا غرق ہو کر یا کسی سلسلے میں کسی دوسری صورت سے وفات پاگئے ہیں یا شہید ہو گئے ہیں اگر وہ صالح تھے تو شہادت ان کے لئے رفع درجات کا باعث ہوئی اور اگر وہ گنہ گار تھے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ ان کے سیئات کا کفارہ ہو جائے ہاں جن لوگوں پر یہ مصیبت انتقام ذنوب کے طور پر ڈالی گئی ہے اور ان کو اس ذریعہ سے عذاب دیا گیا ہے ان کی حالت جدا ہے مگر ان کی تعیین ہمارے علم سے باہر ہے یہ علام الغیوب ہی جانتا ہے کہ کون معذب ہوا اور کس کے لئے یہ موت شہادت ہوئی ہم تو ظاہر کے لحاظ سے جو مسلمان اس سلسلے میں مرے شہید ہی کہیں گے۔ محمد کفایت اللہ

(سوال) مشرکین عین نماز کے وقت شرارۃً گھنٹہ، ناقوس اور تھالی بجاتے ہیں اور ان کی عورتیں گالی بکتی ہیں اور بڑے زور سے جے کار وغیرہ لگاتے ہیں جس سے ہماری نماز کا جو اصلی راز ہے یعنی خشوع و خضوع جاتا رہتا ہے ایسی صورت میں ہماری نماز ہوئی یا نہیں؟ بر تقدیر ثانی موجودہ حکومت سے استغاثہ غیر مفید ثابت ہو جائے تو مسلمانوں کو اس کے انسداد کے لئے کیا کرنا چاہئے اور اس کی روک تھام میں اگر کوئی مسلمان مارا جائے تو وہ شہید ہوگا یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۳۹۳ نذر محمد (آگرہ) ۲۳ جمادی الاول ۱۳۵۳ھ مطابق ۴ ستمبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۱۱) ہندوؤں کا یہ فعل سخت مذموم اور اشتعال انگیزی اور بنیاد فساد ہے مسلمانوں کو آئینی

---

(۱) عن ابن عباس قال: لعن رسول اللہ ﷺ زائرات القبور والمتخذين عليها المساجد والسرج (ابو داود، كتاب الجنائز، باب في زيارة النساء القبور ۲/ ۱۰۵ ط سعيد)

(۲) فالمورث شهداء الآخرة وكذا الجنب والغريق والحريق والغريب والمهدوم عليه والمبطون والمطعون والنفساء والميت ليلة الجمعة وصاحب ذات الجنب ومن مات وهو يطلب العلم وقد عد السيوطي نحو الثلاثين (الدر المختار، باب الشهيد ۲/ ۲۵۲ ط سعيد)

طریقوں سے کام لینا چاہیے اور باہمی سمجھوتے سے اس فتنہ کو رفع کرنے کی کوشش کریں اپنی طرف سے کسی قسم کی کوئی کارروائی نہ کریں جو موجب فساد ہو البتہ اگر ہندو فساد کی ابتدا کریں اور ان پر مظالم توڑیں تو پھر مسلمانوں کو جان و مال کی مدافعت کا حق ہے اور اس میں وہ معذور ہیں اور اگر کسی ظالم کی خون آشامی کا شکار ہو کر مارا جائے تو یقیناً شہید ہوگا لیکن یہ بات پوری طرح ذہن نشین رہنی چاہیے کہ خود اپنی طرف سے جھگڑا [illegible] یہ بات کہ مسجدوں میں اذان و نماز ترک کر دی جائے اگر اوقات نماز میں ہندوؤں کے باجوں اور شور و شغب کی وجہ سے نماز خراب ہو جائے تو دوسری جگہ جا کر نماز کا اعادہ کریں لیکن مسجدوں کو ہرگز بند نہ کریں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(سوال) ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان سے کچھ روپے لینے تھے اور بوجہ عدم ادائیگی روپوں کے اس نے دوسرے مسلمان کو چاقو سے قتل کر دیا چاقو مارنے کے بعد مقتول چند منٹ کے بعد مر گیا نہ کچھ وصیت کی نہ کوئی دوسری بات چیت کی ایسے مقتول کو غسل دینا چاہیے یا بغیر غسل کے دفن کیا جائے؟ المستفتی نمبر ۱۸۱۵ شیر محمد خاں (دہلی) ۲ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۱۲) اس صورت میں مقتول پر شہید کے احکام جاری ہوں گے اور اس کو شہداء کی طرح بغیر غسل کے دفن کیا جائے گا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

(سوال) ایک مسلمان عاقل بالغ کی ایک ہندو عاقل بالغ کے ساتھ دوستی تھی اور دونوں ہم نوالہ و ہم پیالہ تھے ایک دن اتفاق سے وہ دونوں چند دیگر ہندوؤں کے ساتھ دریا پر گئے اور دریا میں نہانے لگے [illegible] ہندو ڈوبنے لگا اور اس نے آواز دی کہ مجھ کو بچاؤ مسلمان فوراً اس کو بچانے کے لئے پانی میں کود پڑا لیکن اس کو بچا نہ سکا اور دونوں ڈوب گئے کیا یہ مسلمان شہید ہے۔ المستفتی نمبر ۸۶۴ شیر احمد [illegible] پور ۲۲ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۵ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۱۳) امید ہے کہ اس مسلمان کو شہادت کا ثواب ملے گا کیونکہ اس کی نیت ایک ڈوبتے ہوئے کو بچانے کی تھی اگرچہ وہ ہندو تھا مگر ایسی امداد اور ہمدردی کرنا غیر مسلم کے ساتھ بھی مذہبی اصول کے موافق ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(۱) هو كل مكلف مسلم طاهر قتل ظلما [illegible] (تنوير الابصار، باب الشهيد ۲ / ۲٤٧ ط سعيد)

(۲) [illegible]

(۳) الشهيد كل مكلف مسلم طاهر قتل ظلما ولم يجب بقتله مال بل قصاص حتى لو وجب المال بعارض كالصلح [illegible] فانه لا يسقط الشهادة وبه يرث فهو رث [illegible] كما سيجيء وكذا يكون شهيدا لو قتله باغ او حربي او قاطع طريق ولو تسببا او بغير آلة جارحة الخ ويصلى عليه بلا غسل (الدر المختار، باب الشهيد ۲ / ۲٤٧ ط سعيد)

(٤) فالمرتث شهيد الآخرة وكذا الجنب [illegible] والغريق والحريق والغريب والمهدوم عليه [illegible] وقد عد السيوطي نحو ثلاثين (الدر المختار، باب الشهيد ۲ / ۲٥۲ ط سعيد)

(سوال) ہمارے ملک پاکستان میں جو آدمی پھانسی پر لٹکایا جاتا ہے اس کو شہادت کا حکم دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

(جواب ۲۱۴) یہ بات تو اس کے اس فعل پر موقوف ہے جس کی وجہ سے پھانسی دیا گیا، اگر وہ فعل پھانسی کی سزا کے قابل نہ تھا تو پھانسی پانے والا(۱) شہید کے حکم میں ہوگا ورنہ نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

(سوال) مسجد کے بارے میں ہندو مسلمانوں کی لڑائی کے اندر کوئی شخص شہید ہو جائے تو اس کے جنازے کی نماز ادا کرنی چاہیے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۳۷۱ شیخ اعظم شیخ معظم مدنی صاحب ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ م ۱۱ مارچ ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۱۵) ہاں اس مسلمان کے جنازے کی نماز ادا کرنی چاہیے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(سوال) زید مع چند رفقاء کے اپنی موٹر میں سوار ہو کر مسافت طے کر رہا تھا اثناء راہ میں پیچھے سے دوسری موٹر آئی جس نے زید کی موٹر سے نکل کر آگے بڑھنا چاہا تو زید نے اس گھمنڈ میں کہ اسے آگے نہ نکلنے دوں اپنی موٹر نہایت تیزی سے چلائی ایسے میں موٹر کے پہیے میں پنچ ہو گیا اور موٹر الٹ گئی جس سے ایک رفیق کی موت واقع ہوئی تو اب سوال یہ ہے کہ بہ ایں صورت مذکورہ بالا موت واقع ہونے سے مردے کی موت شہادت کی قسموں میں سے کسی ایک میں شمار ہوگی یا نہیں اگر ہوگی تو کس قسم میں؟ المستفتی نمبر [illegible] [illegible] یعقوب صاحب (جوہانسبرگ) ۳ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ م ۱۲ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۱۶) یہ شخص شہداء کی ان قسموں میں داخل ہے جو اتفاقی اچانک واقعات سے وفات پاتے ہیں جیسے دریا میں ڈوب کر مرنے والا یا کسی منہدم ہونے والی عمارت کے نیچے دب کر مر جانے والا۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(سوال) متعلقہ مقتول با مور مذہبی

(جواب ۲۱۷) اگر کوئی مسلمان کسی مذہبی بات پر قتل کر دیا گیا ہو اور وہ اسی جگہ مر گیا ہو تو وہ شہید ہے اسے غسل نہ دیا جائے اور اس کے لباس میں خواہ خون آلودہ ہو دفن کر دیا جائے نماز جنازہ پڑھی جائے۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) [illegible] شہید [illegible] هو كل مكلف مسلم طاهر قتل ظلماً [illegible] باب الشهيد ۲: ۲۴۷ ط سعيد)

(۲) [illegible] ويصلى عليه بلا غسل (الدر المختار، باب الشهيد ۲: ۲۵۰ ط سعيد)

(۳) فالمرتث شهيد الآخرة وكذا الجنب ونحوه [illegible] والغريق والحريق والغريب والمهدوم عليه (الدر المختار، باب الشهيد ۲: ۲۵۲ ط سعيد)

(۴) ويصلى عليه بلا غسل ويدفن بدمه وثيابه لحديث زملوهم بكلومهم (الدر المختار، باب الشهيد ۲: ۲۵۰ ط سعيد)

# آٹھواں باب

## پوسٹ مارٹم

سوال ) (۱) موت واقع ہو جانے کے بعد میت کے احترام کے متعلق کیا حکم ہے؟ (۲) مسلمان عورت کی میت کے احترام اور پردے کے کیا احکام ہیں؟ (۳) لاش کا طبی معائنہ (جس میں لاش کو چیر پھاڑ کر اندرونی اعضاء دیکھے جاتے ہیں) کس حکم شریعت کے تحت آتا ہے؟ (۴) نامحرم مرد کے ہاتھوں میں عورت کی برہنہ میت کا جانا بطریق مذکورہ طبی معائنہ جائز ہے؟ المستفتی نمبر ۱۴۹ [illegible] خلیق صدیقی [illegible] پوری [illegible] (سہارنپور) ۵ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ م ۱۵ جون ۱۹۳۷ء

جواب ۲۱۸) (۱) مسلمان میت کی نعش کا احترام مثل زندہ کے احترام کے ہے بلکہ بعض صورتوں میں بھی زیادہ لازم ہے (۲) مسلمان میت اگر عورت ہو تو اسکے پردے اور ستر کے احکام زندگی کے احکام سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں یعنی اس کا شوہر بھی اس کے ننگے جسم کو ہاتھ نہیں لگا سکتا(۲) (۳) طبی معائنہ (پوسٹ مارٹم) کی بہت سی صورتیں شرعی ضرورت کے بغیر واقع ہوتی ہیں جو ناجائز ہیں اور اگر کوئی خاص صورت شرعی ضرورت کے ماتحت جائز بھی ہو سکتا ہو تاہم اس میں شرعی احکام متعلقہ ستر و احترام میت کا التزام ضروری ہوگا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ میت کے جسم کو پھاڑنا چیرنا اس کے احترام کے منافی ہے اور جب تک کوئی ایسی قوی وجہ نہ ہو کہ اس کے سامنے اس بے حرمتی کو نظر انداز کیا جا سکے چیر پھاڑ مباح نہیں ہو سکتی (۴) عورت کی برہنہ میت غیر محرم مرد کے ہاتھوں میں جانا تو درکنار اس کی نظر کے نیچے بھی نہیں جا سکتی ۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ و ۲۴ مئی ۱۹۳۹ء)

سوال ) زید اور ہندہ دونوں میاں بیوی دونوں نے مکان میں تھے کہ بدمزدوروں نے مار ڈالا دن کو معلوم ہوا تو حکام نے موقع پر پہنچ کر واقعہ کا حال معلوم کیا اور مسلمانوں کو زید و ہندہ کے دفن کرنے کی اجازت دے دی مسلمانوں نے بعد غسل و تکفین نماز جنازہ پڑھ کر دونوں کو دفن کر دیا دوسرے روز مارنے والا خود حاضر ہو کر جرم کا اقرار کر لیا حکام ضلع نے مجرم کو حراست میں لیکر رپورٹ صوبہ کے حاکم اعلیٰ کے پاس بھیجی تو وہاں

---

(۱) [illegible] چیر پھاڑ [illegible]

(۲) ويمنع زوجها من غسلها و مسها (الدر المختار، باب الجنائز ۲ / ۱۹۸ ط سعيد)

(۳) وفي التجنيس من علامة النوازل امرأة حامل ماتت واضطرب في بطنها شيء وكان رأيهم انه ولد حي شق بطنها (فتح القدير ۲ / ۱۴۲ ط مصطفى البابي، مصر)

(۴) [illegible] يدنين عليهن من جلابيبهن (الاحزاب ۵۹) [illegible] (النور ۳۱) [illegible] المرأة الرجل (البحر الرائق، كتاب الحظر ۸ / ۱۸۸ ط بيروت)

سے حکم دیا ہے جب تک ڈاکٹر رپورٹ نہ دے مقدمہ نہیں چلایا جا سکتا تو کیا ہندو دونوں کو قبر سے نکلوا کر ڈاکٹری معائنہ کی رپورٹ لینی چاہئے ایسی صورت میں مسلمان کیا کریں؟ خصوصاً ہندو سے تمام بدن و ڈاکٹروں کا دیکھنا اور چھونا کیسا ہے؟

(جواب ۲۱۹) دفن کے بعد قبر کو کھولنا اور میت کو پوسٹ مارٹم کی غرض سے نکالنا جائز نہیں ہے۔ نیز پوسٹ مارٹم کے لئے مسلمان عورت کے جسم کو غیر محرم مرد ڈاکٹر کا دیکھنا جائز نہیں ہے (۲) غیر مسلم حکومت میں مسلمانوں کو کوشش کرنی چاہئے کہ اس قاعدے کو منسوخ کرانا چاہئیے اور جب تک منسوخ نہ ہو اور حکومت جبراً یہ کام کرے تو مسلمان معذور ہوں گے۔(۳) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

# نواں باب
# شرکت جنازہ کفار

(سوال) یرحمکم اللہ مسئلة نطلب الاستفتاء فیها' هل یجوز لمسلم ان یشارك الکفار فی معبدهم بصلوتهم الجنازة علی کافر باختیاره واذا فعل ذلك الم یصبح منهم بحکم الشریعة الاسلامیة وقد جاء فی القرآن الکریم فی سورة التوبة (۴) ولا تصل علی احد منهم مات ابدا ولا تقم علی قبره انهم کفروا بالله و رسوله وماتوا وهم فاسقون ولکم الاجر والثواب
المستفتی نمبر ۲۸۶ سید محمد فؤاد (بغداد) ۲۱ محرم ۱۳۵۳ھ م ۶ مئی ۱۹۳۴ء

(ترجمہ) خدا آپ پر رحم کرے مسئلہ ذیل میں ہم کو فتویٰ مطلوب ہے کہ کیا مسلمان کے لئے یہ جائز ہے کہ کافر کی نماز جنازہ میں کافروں کے ساتھ ان کے گرجا میں جا کر باختیار خود شرکت کرے اگر ایسا کیا تو کیا وہ شریعت اسلامیہ کی رو سے انہیں کافروں میں شمار کیا جائے گا اور قرآن شریف میں صاف حکم موجود ہے کہ ان میں سے کسی پر جب کہ وہ مر جائے تو کبھی نماز جنازہ نہ پڑھو اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو کیونکہ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے باغی ہیں اور یہ نافرمانی کی حالت میں مرے ہیں۔

(جواب ۲۲۰) رحمکم اللہ لا یجوز لاحد یؤمن باللہ و رسوله والیوم الآخر ان یصلی علی

---

(۱) [illegible]
[illegible] ولا یسع خروج المیت من القبر بعد ما دفن الا اذا کانت الارض مغصوبة او اخذت بالشفعة [illegible]
(هندیه باب فی غسل المیت' وما یتعلق به ۱/۱۹۵ ط کوئٹه)
(۲) عورت کے [illegible] جس طرح زندگی میں دیکھنا جائز نہیں اسی طرح مرنے کے بعد بھی [illegible] ویمنع زوجها من غسلها ومسها [illegible] فلا یغسل الرجل المراة وبالعکس (رد المحتار' باب صلاة الجنائز ۲/۱۹۸ ط سعید)
(۳) لا یکلف اللہ نفسا الا وسعها. البقرة ۲۸۶
(۴) التوبة ۸۴

كافر او مشرك؛ لان الله تعالى نهى نبيه والمؤمنين عن الاستغفار للمشركين حيث قال: ما كان للنبي والذين امنوا ان يستغفروا للمشركين ولو كانوا اولى قربى من بعد ما تبين لهم انهم اصحاب الجحيم (۱)

والصلوة على الميت هي الدعاء والاستغفار له (۲) و مشاركة المؤمنين مع الكفار في معبدهم في امر يعدونه من دينهم اشد حظرا لان فيها اعزاز امر دينهم و تحسين طريقتهم والرضى باعمالهم الدينية و جميع ذلك مما تابى عنه الشريعة المطهرة والغيرة الاسلامية۔

اما صلة المؤمن جاره المشرك بامور تتعلق بالمعاشرة وكذا تعزيته او متابعة جنازة كافر لقرابة او جوار فمباحة (۳) بشرط ان لا ياتي بامر يفضي الى تحسين دينهم او الى اظهار الرضاء بطريقتهم والله اعلم كتبه الراجي عفو مولاه محمد كفاية الله كان الله له و كفاه و حوور عما حده –

(ترجمہ) ہر وہ شخص جو اللہ اور اس کے رسول اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو جائز نہیں کہ کافر یا مشرک کی نماز جنازہ پڑھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اور تمام مسلمانوں کو مشرکین کے لئے طلب مغفرت سے منع فرمایا ہے جیسا کہ فرمایا نبی اور مسلمانوں کو اجازت نہیں کہ مشرکین کے لئے طلب مغفرت کریں اگرچہ وہ ان کے رشتہ دار ہی ہوں جب کہ ان کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ وہ (کفر کی وجہ سے) دوزخی ہیں۔

اور نماز جنازہ اصل میں دعا و استغفار ہی ہے اور مسلمانوں کا کفار کی عبادت گاہوں میں جا کر ان کے مذہبی کاموں میں شریک ہونا سخت خطرناک ہے کیونکہ اس سے ان کے اعمال دینیہ کی تعظیم اور ان کے مذہبی امور کے ساتھ پسندیدگی و رضا معلوم ہوتی ہے اور یہ باتیں شریعت مطہرہ اور غیرت اسلامی کے خلاف ہیں۔

لیکن وہ امور جو معاشرت سے تعلق رکھتے ہیں ان میں مسلمان کا اپنے مشرک پڑوسی سے حسن سلوک اور اس کی تعزیت یا رشتہ دار کافر کے جنازہ کی شرکت یا کافر پڑوسی کے جنازے کے ساتھ جانا یہ سب مباح ہے بشرطیکہ اس مسلمان سے کوئی ایسا کام سرزد نہ ہو جس سے ان کے دین کے ساتھ اس کی پسندیدگی یا ان کے طریقے کے ساتھ اس کی رضامندی معلوم ہو۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) التوبہ ۱۱۳

(۲) فانہا من الدعاء رکن فی القول بہا حقیقتہ و المقصود منہا الدعاء (رد المحتار باب صلاۃ الجنائز ۲/ ۲۰۹ ط سعید)

(۳) واذا مات الكافر قال لوالده او قريبه في تعزيته اخلف الله عليك خيرا منه و اصلحك اي اصلحك بالاسلام هندية، كتاب الكراهية الباب الرابع عشر في اهل الذمة والاحكام التي تعود اليهم ۵/ ۳۴۸ ط كوئته) و (رد المحتار، كتاب الحظر و الاباحة فصل في البيع ۶/ ۳۸۸ ط سعيد)

# دسواں باب

## متفرقات

(سوال) (۱) بیوی کے مر جانے کے بعد اس کا شوہر محرم باقی رہتا ہے یا غیر محرم محض اجنبی ہو جاتا ہے (۲) بیوی کا جنازہ شوہر اٹھا سکتا ہے یا نہیں ؟ (۳) بیوی کے جنازے کو شوہر کاندھا لگا سکتا ہے یا نہیں ؟ (۴) بیوی کی نعش کو شوہر قبر میں اتار سکتا ہے یا نہیں اور قوم یا دور محرم رشتہ داروں کی موجودگی میں شوہر اتار سکتا ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۱۲۴۳ ایم شرافت کریم صاحب (ضلع مونگھیر) ۵ رمضان ۱۳۵۵ھ م ۲۱ نومبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۲۱) (۱) بیوی کے مر جانے سے نکاح کے تعلقات ختم ہو جاتے ہیں تاہم شوہر کو نظر سے بیوی کی نعش کو دیکھنا ناجائز نہیں ہے یعنی دیکھنا جائز ہے (۱) (۲) بے تکلف شوہر بیوی کا جنازہ اٹھا سکتا ہے جنازہ تو اجنبی مرد بھی اٹھا سکتے ہیں (۲) (۳) یہ بھی شوہر کندھا دے سکتا ہے۔(۳) (۴) اگر اور محرم موجود ہوں مثلاً متوفیہ کا باپ بھائی چچا ماموں تو وہ قبر میں اتار دیں اور محرم نہ ہوں تو دوسرے اجنبی لوگوں سے شوہر زیادہ مستحق ہے۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(سوال) اگر کوئی شخص جمعہ کے روز فوت ہو گیا ہو تو اس کو جمعہ میں ملانے کو لوگ کہتے ہیں تو اس کو اس جمعہ میں دفنانا چاہیے یا اس کو جمعہ میں نہیں دفنا سکتے ہیں اور یہاں یہ بات خاص مانی جاتی ہے اور اچھے لوگ بھی اس پر زور دیتے ہیں۔ المستفتی نمبر ۱۳۷۸ شیخ اعظم شیخ معظم ماجی صاحب ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ م ۱۱ مارچ ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۲۲) یہ بات کوئی شرعی بات نہیں ہے صحابہ کرام کے طرز عمل سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) ويمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر إليها على الأصح (تنوير الأبصار، باب صلاة الجنائز، مطلب في حديث كل سبب ونسب منقطع إلا سببي ونسبي ۲/ ۱۹۸ ط سعيد)

(۲) [illegible] جنازہ اٹھانے اور کندھا دینے میں کوئی شرعی ممانعت نہیں کیونکہ اس میں مس نہیں ہے

(۳) [illegible]

(۴) وذو الرحم المحرم أولى بإدخال المرأة من غيرهم، كذا في الجوهرة النيرة، وكذا ذو الرحم غير المحرم أولى من الأجنبي، فإن لم يكن فلا بأس للأجانب وضعها، كذا في البحر الرائق (الهندية، باب الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن ۱/ ۱۶۶ ط كوئٹہ)

(۵) [illegible] (بدعة) ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله ﷺ من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان وجعل دينا قويما وصراطا مستقيما (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب البدعة خمسة أقسام ۱/ ۵۶۰ ط سعيد)

(سوال) میاں بیوی میں سے اگر بیوی کا انتقال ہو جائے تو مرد کو بیوی سے پردہ کرنا چاہئے یا نہیں اگر مرد کا انتقال ہو تو بیوی کو پردہ کرنا چاہئے یا نہیں۔ المستفتی نمبر ۱۷۴۷ محمد صدیق بازار چتلی قبر (دہلی) ۷ رجب ۱۳۵۶ھ م ۱۳ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۲۳) بیوی کی میت کو شوہر دیکھ سکتا ہے مگر ہاتھ جسم کو لگانا اس کے لئے منع ہے(۱) جنازے کو کندھا دینے میں کوئی ممانعت نہیں یہ تو بالکل اجنبی لوگوں کے لئے بھی جائز ہے شوہر کی میت کو بیوی دیکھ بھی سکتی ہے اور اس کے بدن کو چھو بھی سکتی ہے اور ضرورت پڑے تو غسل بھی دے سکتی ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(سوال) (۱) چاروں طرف قبریں ہیں اگر کسی جگہ آڑ ہے وہاں جنازہ رکھ کر نماز پڑھی جائے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ (۲) قبرستان میں قبر کو کھدا ہوا چھوڑنا درست ہے یا بشرطیکہ جنازہ سامنے موجود ہو [illegible] (۳) قبر میں [illegible] رکھتے ہیں یہ رکھنا درست ہے یا نہیں؟ (۴) بعض لوگ پرچے میں شجرہ کلمہ لکھ کر مردے کے سینے میں رکھتے ہیں رکھنا چاہئے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۹۱۹ عبدالرحمن خاں صاحب ریاست میسر ۲۸ شعبان ۱۳۵۶ھ م ۳ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۲۴) (۱) ہاں ہو جاتی ہے۔(۳) (۲) قبر کھدا چھوڑ جانے میں تو کچھ مضائقہ نہیں البتہ پہلے میں [illegible] ہوتی ہے اور قبرستان میں [illegible] ہوتا ہے۔(۴) (۳) اس عمل کا کوئی پختہ ثبوت نہیں ہے۔(۵) (۴) لکھ کر رکھنا چاہئے۔(۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(سوال) (۱) کس سال کی عمر کا جنازہ بالغ یا نابالغ پڑھا جائے (۲) شریعت میں کتنے سال کی عمر بالغ ہوتی ہے (۳) بعض مولوی صاحبان دس سال کی عمر کا جنازہ بالغ پڑھتے ہیں ان کا استدلال یہ ہے کہ بچوں کو امر

---

(۱) (ويمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر إليها على الأصح) تنوير الأبصار، باب صلاة الجنائز ۲/ ۱۹۸ ط سعيد

(۲) (ويمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر إليها على الأصح) منية، وقالت الأئمة الثلاثة يجوز لأن عليا غسل فاطمة رضي الله عنها، قلنا هذا محمول على بقاء الزوجية لقوله عليه السلام "كل سبب ونسب ينقطع بالموت إلا سببي ونسبي" مع أن بعض الصحابة أنكر عليه، شرح المجمع للعيني (وهي لا تمنع من ذلك ولو ذمية بشرط بقاء الزوجية الخ (الدر المختار، باب صلاة الجنازة ۱/ ۱۹۸ ط سعيد)

(۳) (وفي الحجة ولا ينبغي أن يصلى على ميت بين القبور، وكان علي وابن عباس يكرهان ذلك، وإن صلوا جازت صلاتهم لما روي أنهم صلوا على عائشة وأم سلمة بين مقابر البقيع) بدائع فصل في سنة الدفن ۱/ ۳۲۰ ط سعيد

(۴) (ويكره الآجر [illegible] كما يكره [illegible]) بدائع فصل في سنة الحفر ۱/ ۳۱۸ ط سعيد

(۵) [illegible] سورۃ قدر پڑھ کر ڈلی جو رکھی جاتی ہے "من أخذ من تراب القبر بيده وقرأ عليه سورة القدر سبعا وتركه في القبر لم يعذب صاحب القبر" ذكره السيد الطحطاوي على مراقي الفلاح باب أحكام الجنائز فصل في حملها ودفنها ص ۳۷۰ ط مصطفى حلبي مصر)

(۶) على أنه قد نص على أنه يكره كتابة القرآن وأسماء الله تعالى على الدراهم والمحاريب والجدران وما يفرش وما ذاك إلا لاحترامه وخشية وطئه ونحوه مما فيه إهانة فالمنع هنا بالأولى ما لم يثبت عن المجتهد (رد المحتار، باب صلاة الجنازة ۲/ ۲۴۶ ۲۴۷ ط سعيد)

مومنین حضرت عائشہؓ کی خلوت ۹ سال میں ہوئی تھی اس سے دس سال کا جنازہ جائز ہے آیا یہ صحیح ہے؟
المستفتی نمبر ۲۲۹۱ حاجی عبدالکریم صاحب امین بلڈنگ (پشاور) ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ ۶ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۲۵) دس سال کی لڑکی اگر بالغہ ہوگئی ہو یعنی اس کو حیض آنا شروع ہوگیا ہو تو اس کا جنازہ پوری عورت کی طرح پڑھا جائے اور اگر حیض آنا شروع نہ ہوا ہو تو اس کا جنازہ نابالغہ کی طرح پڑھا جائے۔

دس سال کی عمر میں لڑکی بالغہ ہوسکتی ہے مگر یہ لازم نہیں کہ ہر دس سالہ لڑکی بالغہ ہوجائے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے نو سال کی عمر میں مقاربت ہوئی تو نو سال کی لڑکی کے بلوغ کا امکان ثابت ہوا نہ یہ کہ ہر نو سال کی لڑکی بالغہ قرار دیدی جائے بالغہ قرار دینے کے لئے پندرہ سال کی عمر ہونی چاہیے جب کہ اور کوئی علامت بلوغ ظاہر نہ ہو۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(سوال) ایک مسلمان نوبو محمد میاں کا انتقال ہوگیا اور دو تین روز کے بعد دو ایک ہندو نے نوبو محمد میاں کی لاش کو قبر سے رات کو نکال کر اوپر زمین پر رکھ کر نوبو میاں مرحوم کی لاش سے چھری یا تلوار سے گردن کاٹ کر جدا کیا اور نوبو محمد میاں مرحوم کے منہ میں شراب دیا اور چند قسم کی بے حرمتی ہندو نے مخفی عمل جادو سیکھنے کے لئے کیا مسلمانوں کو یہ ہندوؤں کی شرارت معلوم ہوئی تو مسلمانوں نے پوچھا ہندوؤں نے اقرار کیا اور کہتے ہیں کہ ہم ہندوؤں سے غلطی ہوئی دس پانچ روپیہ لے کر معاف کردیں مگر ادھر پانچ ہزار مسلمان غصہ سے آگ ہو رہے ہیں کہ کیا کرنا چاہئے اس پر سب مسلمانوں کی یہ رائے ہوئی کہ مولانا صاحب مدظلہ کے پاس لکھا جائے جو فتوی آوے اسی کے مطابق ہندوؤں سے صلح یا جنگ یا تاوان لیا جائے یا جو فتوی کا حکم ہو کیا جائے۔
(۲) لاش اور سر کٹا ہوا نوبو محمد میاں کا قبرستان میں پڑا ہے اب اس لاش کو اسی قبر میں دیکر مٹی سے قبر کا منہ ڈھانک دیں یا پھر لاش اور سر کٹے ہوئے کو غسل و کفن دیکر جنازے کی نماز پڑھ کر قبر میں دیں کس طور سے عمل میں لاش کو لاویں۔ المستفتی نمبر ۲۶۲۹ حافظ محمد عثمان صاحب (بنگال) ۳ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ
۱۰ جولائی ۱۹۴۰ء

(جواب ۲۲۶) جن لوگوں نے قبر سے لاش نکالی اور سر کاٹا اور بے حرمتی کی انہوں نے بہت سخت جرم اور برا کام کیا انکو قانونی سزا دلوانی چاہئے تاوان لیکر معاف کردینا درست نہیں اور خود کوئی انتقام لینے

---

(۱) بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والجاریة بالاحتلام والحیض والحبل ولم یذکر الانزال صریحا لانه قلما یعلم منها فان لم یوجد فیهما شیء فحتی یتم لکل منهما خمس عشرة سنة به یفتی لقصر اعمار اهل زماننا وادنی مدته له اثنتا عشرة سنة ولها تسع سنین هو المختار (الدر المختار، کتاب الحجر، فصل فی بلوغ الغلام بالاحتلام ٦/ ١٥٣، ١٥٤ ط سعید)

کی صورت بھی مناسب نہیں [illegible] اس میں فساد اور مزید شر کا احتمال ہے قانونی کارروائی کی جائے۔

(۲) لاش اور سر کو ایک قبر میں یا علیحدہ قبر میں دفن کر دیں، غسل اور نماز کی حاجت نہیں یہ پہلی مرتبہ دفن کرنے سے پہلے ادا ہو چکے ہیں۔ (۲) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

(سوال) جو مسلمان جمعہ کے دن مر جائے تو کیا اس کے لئے جمعہ کے دن کا کچھ ثواب ہے یا نہیں؟ المستفتی نظیر الدین امیر الدین (املیزہ ضلع مشرقی خاندیس)

(جواب ۲۲۷) ہاں فضیلت اور ثواب ہے۔ (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

(اخبار الجمعیۃ مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) یہاں پر فقط ایک گھر روافض کا درمیان مسلمانوں اور برہمنوں کے اپنی زندگی بسر کرتے ہیں، اگر روافض مر جائے تو اس کا کفن دفن مسلمانوں پر واجب ہے یا نہیں؟ اگر لازم ہے تو اس کی نماز جنازہ پڑھیں یا نہیں؟

(جواب ۲۲۸) اگر ان روافض میں سے کوئی شخص مر جائے اور لوگ ان میں موجود ہوں تو وہی اپنی میت کی تجہیز و تکفین کریں لیکن اگر ان میں کوئی موجود نہ ہو تو دوسرے مسلمانوں کو لازم ہے کہ ان کی میت کی تجہیز و تکفین کریں، پھر اگر وہ رافضی ایسے عقیدے کا تھا کہ اس پر حکم کفر جاری نہیں ہوتا تھا تو اس کی تجہیز و تکفین مثل مسلمین کے کریں اور نماز جنازہ بھی پڑھ کر دفن کریں لیکن اگر اس پر حکم کفر جاری ہو سکتا تھا تو اس کی تجہیز و تکفین میں رعایت سنت نہ کریں اور نہ نماز پڑھیں ویسے ہی دفن کر دیں۔ (۴) واللہ اعلم محمد کفایت اللہ غفرلہ۔

(سوال) (۱) جس گھر میں کسی کا انتقال ہو جائے اس گھر کے لوگوں کو اور اس کے پڑوس کے گھر والوں میں کیا کھانا پکانا درست ہے یا نہیں؟ (۲) میت کے گھر میں سے کوئی چیز میت کے غسل و کفن کے لئے استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہر چیز بازار سے لانی چاہئے گھر کی کوئی چیز استعمال نہیں کرنی چاہئے مثلاً گھڑے بدھنیاں وغیرہ وغیرہ حتیٰ کہ کفن سینے کے واسطے سوئی بھی بازار سے لانی چاہئے گھر میں چارپائی

---

(۱) [illegible] والحاصل ان المذهب عدم التعزير باخذ المال (رد المحتار، كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب في التعزير باخذ المال ٤/٦٢ ط سعيد)

(۲) [illegible] ولا يصلى على ميت الا مرة واحدة والتنفل بصلاة الجنازة غير مشروع (هداية، باب الجنائز، فصل في الصلاة على الميت ۱/۱۶۳ ط [illegible])

(۳) حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن مر جائے تو اللہ تعالیٰ اسے عذاب قبر سے محفوظ فرماتے ہیں عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ ﷺ ما من مسلم يموت يوم الجمعة او ليلة الجمعة الا وقاه الله فتنة القبر (ترمذی، ابواب الجنائز، باب ما جاء من يموت يوم الجمعة ۱/۲۰۵ ط سعید)

(٤) ويغسل المسلم ويكفن ويدفن قريبه كخاله الكافر الاصلي اما المرتد فيلقى في حفرة كالكلب عند الاحتياج فلو له قريب فالاولى تركه لهم من غير مراعاة السنة (الدر المختار، باب صلاة الجنازة ۲/۲۳۰ ط سعید)

موجود ہو پھر بھی میت کے لئے بازار سے لانی چاہئے۔

(جواب ۲۲۹) (۱) میت ہو جائے تو کھانے پینے کی گھر والوں کو بھی ممانعت نہیں ہے چہ جائیکہ پڑوسیوں کو یہ دوسری بات ہے کہ گھر والے رنج و غم کی وجہ سے کھانے پینے کی طرف راغب نہیں ہوتے۔ لیکن اگر اس گھر میں بیمار کو یا بچوں یا کمزوروں اور ضعیفوں کو کھانا کھلا دیں تو گناہ نہیں ہے۔

(۲) یہ بھی غلط ہے۔ اگر گھر کے برتن چارپائی وغیرہ استعمال کریں تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے اور نہ ان چیزوں میں کوئی خرابی آتی ہے اور نہ ان کے پھر استعمال کرنے میں کوئی وہم کرنے کی گنجائش ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

---

(۱) ویستحب لجیران أهل المیت والأقرباء الأباعد تهیئة طعام لهم یشبعهم یومهم ولیلتهم لقوله علیه السلام اصنعوا لآل جعفر طعاما فقد جاءهم ما یشغلهم، حسنه الترمذی و صححه الحاکم، ولأنه بر و معروف، و یلح علیهم فی الأکل لأن الحزن یمنعهم من ذلک فیضعفون اه (رد المحتار، باب صلاة الجنازة ۲ / ۲۴۰ ط سعید)

(۲) چونکہ نہ کوئی شرعی ممانعت وارد ہوئی ہے اور نہ کوئی عقلی قباحت ہے۔

# کتاب الصوم

## پہلا باب

## رویت ہلال رمضان وعیدین

### عید الفطر کی نماز کسی عذر کی وجہ سے دوسرے دن پڑھی جا سکتی ہے

(سوال) ایک شہر میں ہلال عید الفطر کے متعلق مختلف شہادتیں اہل اسلام کی قاضی شہر کے پاس گزریں لیکن قاضی صاحب نے ان سے ایک ایک کو علیحدہ بلا کر دوسرا گواہ نہ سنے دقیق جرح کی کہ چاند تم نے کس جگہ دیکھا اس کے دونوں کنارے کس جانب تھے اس کے پاس کوئی ستارہ تھا یا نہیں اوپر نیچے بادل تھا یا نہیں اور چاند کتنے فاصلے پر تھا اور کس رنگ کا تھا وغیرہ وغیرہ۔ ان سوالات میں جہاں بھی دو شاہدوں کے درمیان ذرا اختلاف ہوا ان کی شہادت رد کر دی آخر تین چار چند شہادتیں ہر طرح سالم اور جرح میں بے عیب مضبوط قائم رہیں اور صبح کے ۹ بجے قاضی صاحب نے ان شہادتوں کو معتبر قرار دے کر افطار صیام کا فتویٰ دیا اور ساتھ ہی اس کے یہ فرمایا کہ چونکہ دیہات میں عام اطلاع ہونا مشکل ہے لہذا دوگانہ عید الفطر کل ادا کیا جائے گا۔ چند کہ بعض اہل اسلام اور اہل علم نے کہا بھی کہ یہ تاخیر بلا عذر ٹھیک نہیں اس سے دوگانہ آج ضرور ادا ہونا چاہئے مگر قاضی صاحب نے اس کو تسلیم نہیں کیا اور فرمایا کہ یہ تاخیر بلا عذر نہیں بلکہ اطلاع عام کے عذر سے ہے لہذا کل کو دوگانہ عید بلا کراہت صحیح ہے چنانچہ عام مسلمانان شہر اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو گئے مگر بعض لوگوں نے تاخیر کو جائز نہ سمجھ کر عید گاہ میں اپنا دوگانہ ادا کیا اور سو سو مسلمان اس میں شریک بھی ہوئے عام اہل اسلام نے یوم الغد حسب اعلان قاضی صاحب کی اقتدا میں دوگانہ ادا کیا دریافت طلب امور یہ ہیں کہ قاضی صاحب کو بابت رویت ہلال کے اس قسم کی باریک جرح کرنے کا شرعاً کہاں تک حق حاصل ہے صورت مذکورہ میں جو تاخیر ہوئی وہ شرعاً بعذر ہوئی یا بلا عذر خصوصاً جب کہ دو گھنٹے کا وقت ملا اور شہر و متعلقات شہر کی اطلاع کے لئے وہی ہدایت جو اوقات رسوم کے لئے عمل میں آئی اطلاع دوگانہ کے لئے بھی کافی تھی یا کم از کم بذریعہ منادی دو گھنٹے میں پورا اعلان کیا جا سکتا تھا اہل دیہات کو اطلاع نہ پہنچنے کی رعایت میں صلوٰۃ عید کو کل پر مؤخر کرنا کہاں تک صحیح ہے؟ اس تاخیر کی صورت میں جن مسلمانوں نے قاضی صاحب کے خلاف اپنا دوگانہ اسی دن عید گاہ میں ادا کیا وہ برسر حق یا برسر باطل اور ان کو ایسا کرنا جائز تھا یا اتباع قاضی صاحب کا ضروری تھا؟ یوم الغد میں قاضی صاحب اور عام مسلمانوں نے جو نماز پڑھی وہ صحیح ہوئی یا باطل اور ادا ہوئی یا قضا اور مکروہ ہوئی یا بے عیب؟

(جواب ۲۳۰) عید الفطر کی نماز کسی عذر کی وجہ سے دوسرے دن پڑھی جا سکتی ہے اور لوگوں کو مطلع کرنا بھی عذر شرعی ہے وتؤخر صلوٰة عيد الفطر الى الغد اذا منعهم من اقامتها عذر بان غم عليهم الهلال وشهد عند الامام بعد الزوال او قبله بحيث لا يمكن جمع الناس قبل الزوال

(ہندیہ ص ۱۶۱ ج ۱) (۱) لیکن اہل دیہات پر عیدین کو معطل کرنا ضروری نہیں اور نہ ان کی وجہ سے تاخیر عذر شرعی میں داخل ہے کیونکہ اہل دیہات پر عیدین کی نماز واجب نہیں اما شرائط وجوبها و جوازها فكل ما هو شرط وجوب الجمعة و جوازها فهو شرط وجوب صلوٰة العيدين و جوازها من الامام والمصر (بدائع ص ۲۷۵ ج ۱) (۲) تو جب ان پر عید کی نماز واجب نہیں تو ان کی وجہ سے تاخیر بھی عذر شرعی نہ ہوگی اور جب یہ عذر شرعی نہ ہوا تو قاضی صاحب کا نماز عید کو مؤخر کرنا درست نہ ہوا لیکن لوگوں نے دوسرے روز نماز پڑھی اچھا کیا اگر امام معروف بالصلاح والتقویٰ نہ ہوں اور قاضی صاحب کو ان پر شبہ ہو تو ایسی [illegible] جن سے رویت کا تیقن ہو سکتا [illegible]

## صرف تار کی خبر پر عید کرنا اور روزہ افطار کر دینا درست نہیں

(سوال) ایک مولوی نے یہ خبر دی کہ دہلی سے تار آیا ہے وہاں انتیس کا چاند ہو گیا ہے اس خبر پر اس نے روزے افطار کرا دیے اور عید کر لی اور یہ کہہ دیا کہ اس کا تمام گناہ میرے ذمہ ہے کیا صرف تار کی خبر پر روزے افطار کرانا اور اپنے ذمہ گناہ لینا درست ہے؟ بینوا توجروا

(جواب ۲۳۱) صرف اس طرح خبر دینا کہ دہلی سے تار آیا ہے کہ وہاں چاند انتیس کا ہو گیا ہے روزے افطار کرا دینا اور عید کر دینا جائز و درست نہیں عید کے چاند کے ثبوت کے لئے دو عادل آدمیوں کی گواہی شرط ہے صورت مسئولہ میں اول تو تار خود اپنے پاس نہیں آیا اور اگر اپنے پاس بھی آتا تب بھی کافی نہ ہوتی چونکہ تار میں کمی بیشی اور غلطی ہوتی رہتی ہے اس لئے وہ ثبوت رویت ہلال کے واسطے کافی نہیں وان كان بالسماء علة لا تقبل الا شهادة رجلين او رجل وامرأتين ويشترط فيه الحرية ولفظ الشهادة كذا في خزانة المفتين وتشترط العدالة هكذا في الكفاية انتهى مختصرا (ہندیہ ص ۲۱ ج ۱) (۳) اور کسی شخص کا نعوذ باللہ یہ کہنا کہ روزے افطار کر لو اس کا تمام گناہ میرے ذمہ ہے بہت بڑی دلیری کی بات ہے جس کے دل میں خوف خدا ہے اس میں اتنی طاقت نہیں کہ عذاب خداوندی (۴) کا متحمل ہو سکے ایسی باتوں سے احتراز واجب ہے۔

## ثبوت رویت ہلال عید کے واسطے دو عادل گواہوں کی شہادت شرط ہے

(سوال) رنگون کے قریب وٹی ایک مقام ہے وہاں ۲۹ تاریخ کو ۱۰ بجے کے قریب تار آیا کہ آج رنگون

---

(۱) الباب السابع عشر في صلاة العيدين ۱/۱۵۱ ط رشيدية' كوئٹه

(۲) فصل في العيدين' فصل في شرائط وجوبها وجوازها ۱/۲۷۵ ط ماجدية' كوئٹه

(۳) كتاب الصوم' الباب الثاني في روية الهلال ۱/۱۹۸ ط رشيديه كوئٹه

(٤) وقال الذين كفروا للذين آمنوا اتبعوا سبيلنا ولنحمل خطاياكم وما هم بحاملين من خطاياهم من شيء العنكبوت ۱۲

میں عید ہے اس بناء پر بعض شخصوں نے یعنی نصف لوگوں نے روزہ توڑ دیا اور نصف لوگوں نے تار کا اعتبار نہیں کیا اور روزہ بدستور شام کو افطار کیا اور ۳۰ تاریخ کو روزہ ختم کر کے اتوار کو عید کی خلاصہ یہ کہ رنگون والوں نے کل ۲۹ روزے رکھ کر شنبہ کو عید کی اور یہاں بعض شخصوں نے ۲۹ روزے کامل کئے اور ایک تیس کا ناقص توڑ دیا اور بعضوں نے پورے تیس کئے یعنی عید پورے ۳۰ کر کے ہوئی اب سوال یہ ہے کہ جن لوگوں نے تیس تاریخ کو روزہ توڑ دیا ہے کیا ان پر قضا و کفارہ واجب ہے یا نہیں؟ دوسری یہ بات قابل دریافت ہے کہ اکثر جگہ سنا گیا ہے کہ شنبہ کو عید ہوئی اگر یہ بات متحقق ہو جائے تو اس حالت میں قضا واجب ہے یا نہیں؟ اور اس کے متحقق ہونے کے لئے کیا کیا شرطیں ہیں؟ افواہ کا کوئی اعتبار ہے یا نہیں؟

**(جواب ۲۳۲)** ثبوت رویت ہلال عید کے واسطے جب کہ مطلع صاف نہ ہو دو عادل گواہوں کی شہادت شرط ہے تار میں ظن غالب کی گنجائش اور غلطی ہو جاتی ہے اس لئے تار ثبوت رویت ہلال کے لئے کافی نہیں وان كان بالسماء علة لا تقبل الا شهادة رجلين او رجل وامرأتين ويشترط فيه الحرية ولفظ الشهادة كذا في خزانة المفتين وتشترط العدالة هكذا في النقاية انتهى مختصراً (هنديه ص ۲۱۱ ج ۱) (۱) پس جو شخص کہ صرف تار کی خبر پر روزہ توڑ ڈالے اس پر قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے لیکن اگر بعد میں شہادۃ شرعیہ معتبرہ ثابت ہو جائے کہ چاند ۲۹ رمضان کا ہوا تھا تو حکم قضا ساقط ہو جائے گا۔ ولا عبرة لاختلاف المطالع في ظاهر الرواية كذا في فتاوى قاضي خان وعليه فتوى الفقيه ابي الليث وبه كان يفتي شمس الائمة الحلواني قال لو رأى اهل مغرب هلال رمضان يجب الصوم على اهل مشرق كذا في الخلاصة (هنديه ص ۲۱۱ ج ۱) (۲) اور اس مسئلے کی پوری تفصیل رسالہ البیان الکافی فی حکم الخبر التلغرافی میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

## مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں ہلال عید کے ثبوت کیلئے دو عادل گواہوں کی شہادت شرط ہے

(سوال) اگر کسی شہر میں مطلع صاف نہ ہو اور دو ضعیف البصر غیر عادل جن کو عوام الناس غیر معتبر سمجھیں شہادت دیں اور امام جامع مسجد ان کی شہادت پر فتویٰ بھی دیدے کہ نماز عید الضحیٰ پنج شنبہ کو ہوگی عوام الناس ان دونوں شہادتوں کو غیر معتبر اور غیر عادل سمجھتے ہیں اور بیان کرتے ہیں اور امام صاحب کہتے ہیں کہ عدالت کی شرط نہیں ہے شخص جو کلمہ گو ہو کلمہ پڑھ کر حلف سے شہادت دیں سو آیا ان میں سے شہادت دونوں شخصوں کی معتبر ہے یا نہ؟ چند دوسرے علماء سے فتویٰ طلب

---

(۱-۲) کتاب الصوم، الباب الثانی فی رؤیة الهلال ۱۹۸/۱ ط رشیدیه، کوئٹه

کریں دوسرا امام جمعہ کی عید کا فتویٰ دے اور شہر میں دو عیدیں ہوں ایک فریق دسویں ذی الحجہ پنج شنبہ کو سمجھے اور ایک جمعہ کو اور اس شہر کے صدر کیمپ میں عام طور پر علماء نے جمعہ کی دسویں قرار دی تو اس صورت میں پنج شنبہ کی نماز عید اور قربانیاں جائز ہوں گی یا نہیں؟ اور یہ امام شرعاً مفتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

(جواب ۲۳۳) مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں ہلال عید کے ثبوت کے لئے دو عادل گواہوں کی شہادت شرط ہے جو شخص اس کے خلاف بتاتا ہے غلطی پر ہے۔ وان کان بالسماء علة لا تقبل الا شهادة رجلین او رجل وامرأتین و یشترط فیه الحریة ولفظ الشهادة کذا فی خزانة المفتین و تشترط العدالة هکذا فی النقایة (هندیه) (۱) اور جب کہ عدالت ثبوت شرط ہے تو ایسے لوگوں کی شہادت سے جو غیر معتبر تھے پنج شنبہ کی عید کا حکم صحیح نہیں اور نہ اس روز کی قربانی جائز اور درست ہوئی تاوقتیکہ کسی صحیح شرعی طریقے سے یہ ثابت ہو جائے کہ جمعرات کی عید ٹھیک تھی اس وقت تک ان لوگوں کو یہی حکم دیا جائے گا کہ تمہاری قربانی جائز نہیں ہوئی۔

## مطلع صاف نہ ہو تو ہلال عید کیلئے دو عادل گواہوں کی شہادت شرط ہے

(سوال) ہندوستان کے بعض بلاد میں عید فطر کا چاند انتیسویں رمضان کو یوم شنبہ کو نہیں دیکھا گیا اور نہ مقامات رویت کی خبر بلاد میں شرعی شہادت سے پہنچی۔ لہذا بلحاظ شرع کے حدیث فان غم علیکم الهلال فاکملوا ثلاثین (۲) تو اتوار کی عید کی اس کے بعد چونکہ مسلسل بارش ہوئی ابر اکثر آسمان پر محیط رہا مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے ذی قعدہ اور ذی الحجہ کی رویت ۲۹ کو نہ ہو سکی اور نہ مقامات رویت سے شہادت پہنچی اب ان بلاد کے رہنے والوں کے واسطے عیدالاضحیٰ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آیا یہ لوگ بدون رویت و بدون شہادت معتبرہ شرعیہ مقامات رویت کا اتباع کر کے یوم جمعہ کو عیدالاضحیٰ کر سکتے ہیں یا حدیث مذکور کی بناء پر ان کو تثلیث لازم ہوگا (جس کے اعتبار سے شنبہ کو عیدالاضحیٰ کرنا چاہیے) صورت اولیٰ میں مقامات رویت کا اتباع بدون شہادت شرعی معتبرہ کے جو حدیث مذکورہ کے قطعی خلاف ہے کس حجت شرعی کی بناء پر ہے؟ صورت ثانیہ میں جن لوگوں نے یوم جمعہ کو نماز عیدالاضحیٰ پڑھی اور اسی دن قربانی کی جو کل قبل از وقت ہے ایسی حالت میں ان سے وجوب صلوٰۃ اور وجوب ضحیہ ادا ہوگا یا نہیں؟

(جواب ۲۳۴) مطلع صاف نہ ہو تو ثبوت رویت ہلال عید کے لئے دو عادل گواہوں کی شہادت شرط ہے کسی جگہ کے باشندوں کو جہاں کسی وجہ سے چاند نظر نہ آئے صرف افواہ کا اعتبار کر کے عید کر لینا

---

(۱) کتاب الصوم، الباب الثانی فی رؤیة الهلال ۱/۱۹۸ ط رشیدیه، کوئٹه

(۲) عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ صوموا الهلال لرؤیته وافطروا لرؤیته فان غم علیکم فاکملوا العدة ثلاثین (نسائی، کتاب الصوم، اکمال شعبان ثلاثین اذا غم ص ۲۳۲ ط سعید)

جائز نہیں اگر ایسا کریں گے تو ان کی قربانی وغیرہ نہ ہوگی تاوقتیکہ شرعی طریقے سے بقرعید کا ثبوت نہ ہو جائے حکم عدم جواز ہی کا رہے گا وان كان بالسماء علة لا تقبل الا شهادة رجلين او رجل وامرأتين و يشترط فيه الحرية ولفظ الشهادة كذا في المتنين و تشترط العدالة كذا في النقاية (هنديه مختصرا)(١) اور حدیث فان غم عليكم الخ کا مطلب یہ ہے کہ جب تک کسی طریقے سے بھی چاند کا ثبوت نہ ہو سکے تیس روزے پورے کرنے چاہئیں لیکن اگر کسی طرح ثبوت ہو جائے مثلاً کسی دوسری جگہ کی رویت کی شہادت گزر جائے یا خبر رویت کا تواتر یا شہرت ہو جائے تو پھر یہ حکم نہیں رہتا تو بہر صورت صورت مسئولہ میں جن لوگوں نے بقرعید بدون ثبوت شرعی کے کرلی تھی نہ انکی نماز ہوئی نہ قربانی ادا ہوئی(٢) اور یہ حکم عدم صحت صلوٰۃ و عدم جواز قربانی کا اسی وقت تک رہے گا جب تک کہ ان کے یہاں رویت کا ثبوت شرعی نہ ہو جائے اور جب ثبوت شرعی ہو جائے تو ان کی نماز کی صحت اور قربانی کے جواز کا حکم دیا جائے گا۔

## تیسویں تاریخ کو زوال کے بعد چاند دیکھ کر افطار کیا تو قضا و کفارہ دونوں لازم ہوں گے

(سوال) اگر رمضان کی تیس تاریخ کو بعد زوال چاند دیکھا گیا اب حسب شرع کے اسی وقت افطار کرنا چاہئے یا بعد غروب آفتاب؟ اور اگر قبل از غروب افطار کر لیا تو قضا و کفارہ دونوں لازم ہوں گے یا نہیں؟ مجموعۃ الفتاویٰ کی جلد سوم ص ۲۹ میں امام مسلم کی روایت سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے اذا رأيتم الهلال فصوموا واذا رأيتموه فافطروا(٤) حاشیہ عالمگیری کی فتاویٰ بزازیہ ص ۱۰۳ میں ہے رأى هلال الفطر وقت العصر فظن انقضاء مدته وافطر قال في المحيط اختلفوا في لزوم الكفارة والاكثر على الوجوب(٥) ان دونوں عبارتوں کا کیا مطلب ہے؟

(جواب ۲۳۵) دن میں رویت ہلال کا کوئی اعتبار نہیں زوال سے پہلے ہو یا بعد زوال ورؤيته نهارا قبل الزوال و بعده غير معتبر على ظاهر المذهب و عليه اكثر المشائخ و عليه الفتوى بحر عن الخلاصة (درمختار)(٦) اور بزازیہ کی عبارت کا بھی یہی مطلب ہے حدیث اذا رأيتم الخ کا

---

(١) كتاب الصوم' الباب الثاني في رؤية الهلال ١/ ١٩٨ ط رشيديه' كوئته

(٢) قربانی اور عید کی نماز عید کے دن کی وجہ سے واجب ہوتی ہے جب عید ہوئی ہی نہیں تو نماز بھی واجب نہیں ہوئی اور وجوب سے پہلے ادا درست نہیں

(٣) [illegible] ٣/ ٢٩١ مجیدی [illegible]

(٤) عن ابي هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا رأيتم الهلال فصوموا واذا رأيتموه فافطروا الخ (مسلم' كتاب الصيام' باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال الخ ١/ ٣٤٧ ط قديمي)

(٥) كتاب الصوم' الفصل الثالث فيما يفسده' وما لا يفسده الخ ٤/ ١٠٠ ط كوئته

(٦) كتاب الصوم ٢/ ٣٩٣ ط قديمي

مطلب یہ نہیں ہے کہ دن میں چاند دیکھو اور روزہ توڑ ڈالو بلکہ مطلب یہ ہے کہ روزے کے وجوب و فطر کا دارومدار رویت شرعیہ معتبرہ پر ہے اور رویت شرعیہ معتبرہ وہی ہے جو بعد غروب شمس ہو قبل غروب کی رویت معتبر نہیں پس جب کہ رمضان کی تیس تاریخ کو بعد زوال چاند دیکھا تو روزہ غروب شمس تک پورا کرنا واجب ہے اگر دن میں افطار کریں گے تو قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے (۱)

## بادل کی صورت میں افطار کے لئے دو آدمیوں کی گواہی معتبر ہے

(سوال) ایک شہر میں انتیس ذی قعدہ کو بیچ کے روز منگل کی شب کو رویت ہلال ذی الحجہ ہوئی ایسی حالت میں کہ مطلع صاف نہ تھا بلکہ ابر غلیظ محیط تھا دیکھنے والوں میں سے دو آدمیوں نے آکر معززین شہر کی موجودگی میں چاند دیکھنے کی شہادت دی اور ان کی شہادت کی تائید میں اور بھی شہر کے مختلف محلوں سے خبریں آئیں کہ بیچ کے روز فلاں فلاں شخص نے چاند دیکھا جن میں سے بعض ثقہ اور بعض مستور الحال ہیں مفتی صاحب نے ایسی حالت میں کہ علت فی السماء موجود تھی ثبوت رویت کے لئے ان دو شہادتوں کو کافی سمجھ کر اعلان کر دیا کہ عید الاضحیٰ حسب شہادت پنج شنبہ کو ہوگی حسب اعلان کل شہر میں پنج شنبہ کو عید ہوئی مگر چند آدمیوں نے جن کی تعداد تیس یا چالیس سے زیادہ نہیں تھی اس شہادت کو غیر معتبر سمجھ کر پنج شنبہ کو عید نہیں کی جن لوگوں نے اس شہادت پر عید کی تو ان کے حساب سے محرم کی پہلی تاریخ بھی پنج شنبہ کو ہوتی ہے مگر چہار شنبہ کو محرم کا چاند دیکھا نہیں گیا بلکہ پنج شنبہ کو ہوا اور جمعہ کے روز محرم کی پہلی تاریخ قرار پائی اب وہ لوگ کہ جنہوں نے خلاف حکم مفتی و شہادت دوسرے روز عید کی تھی طعن و تشنیع کرتے ہیں کہ کیا اٹھائیس کا چاند ہوا؟ جمعرات کے روز کی عید قربانی کچھ بھی نہیں ہوئی یہ ان کا قول صحیح ہے کہ فی الواقع جمعرات کی عید نہیں ہوئی؟ باوجودیکہ اس کا دارومدار حجت شرعی یعنی شہادت معتبرہ شرعیہ پر ہے یا نہیں علاوہ ازیں شاہدوں پر غیر واقعی بہتان لگاتے ہیں حالانکہ ان میں صفت عدالت (اجتناب عن الکبائر وعدم اصرار علی الصغائر وغیرہ) موجود ہے پس ثبوت رویت ہلال از روئے شہادت یقین کی حد کو پہنچی جن لوگوں نے اس شہادت کے حکم کے خلاف کیا وہ مورد ملامت ہیں یا دیگر اہل شہر کے جنہوں نے حسب الشہادۃ حکم شرعی کی تعمیل کی؟ جو لوگ کہ شاہدوں پر بہتان باندھتے ہیں ان کے واسطے شرعاً کیا حکم ہے بغرض اگر کسی شخص سے کسی زمانے میں کسی ناجائز امر کا صدور ہو تو بعد تائب ہونے کے بھی مقبول الشہادۃ ہو گیا یا نہیں؟

**(جواب ۲۳۶)** مفتی صاحب کا حکم اس صورت میں کہ آسمان پر ابر غلیظ موجود تھا اور دو آدمیوں نے

---

(۱) رأى هلال الفطر بعد الزوال فظن انقضاء المدة فأفطر قال في المحيط اختلفوا في لزوم الكفارة والأكثر على الوجوب (البزازية على هامش الهندية، كتاب الصوم، فصل فيما يفسده وما لا يفسده الخ ۴/۱۰۰ ط كوئٹہ)

جو گواہ عادل تھے رویت کی شہادت کی تحقیق تھی اور ان کا اعتبار اور اس پر عمل کرنا لازم تھا لیکن وہ لوگ شہادت کے خلاف کیا وہ خود اس کے [illegible] ہیں نہ کہ مفتی صاحب اور ان کے حکم کے موافق عمل کرنے والے کیونکہ عمل کا مبنی حجت شرعیہ ہے عدالت شہود کی معتبر تعریف یہ ہے کہ کبائر سے مجتنب ہو اور صغائر پر مصر نہ ہو اور اس کی حسنات سیئات پر غالب ہوں اگر کسی وقت کوئی گناہ کبیرہ سرزد ہو جائے اور اس سے توبہ کرے تو بعد توبہ اس کی شہادت مقبول ہے اور چھپا گناہ جس سے توبہ کر لی ہے اس کی عدالت میں معتبر نہیں سوائے محدود فی القذف کے (۳) چار شنبہ کو محرم کا چاند ہونا یقینی معتبر نہیں مگر تاریخ پہلی جمعرات کی ہو گی یعنی تیس دن پورے کرنے سے دوسرا مہینہ شروع ہو جائے گا خواہ کسی وجہ سے رویت نہ ہو۔ واللہ اعلم		محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

## (۱) امارت شرعیہ پھلواری شریف کے اشتہار کی خبر سے عید کرنا
## (۲) امارت شرعیہ کا عید کی اطلاع کے لئے ایک آدمی کا بھیجنا کافی ہے

(سوال) (۱) کیا امارت شرعیہ پھلواری شریف کا اپنی جگہ پر شرعی اصول پر عید یا بقر عید کی شہادت لے کر بذریعہ اشتہار کے دوسری جگہ عید اور افطار یعنی عید کی خبر دینی صحیح ہے؟ اور دوسری جگہ والوں کو اس اشتہار پر افطار اور قربانی کرنا صحیح ہے؟

(۲) امارت شرعیہ پھلواری شریف کا عید الفطر وغیرہ کی رویت کی خبر لے کر ایک مبلغ کا کسی جگہ پر بھیج دینا اس سے وہاں کی نماز و قربانی کے لئے حجت ہو سکتی ہے یا نہیں اور اس کا شخص بیان [illegible] صاحب کے [illegible] رویت کی [illegible] شہادت کے لئے کافی ہے یا نہیں؟

المستفتی (مولانا) عبد الصمد رحمانی (مونگیر)

---

(۱) [illegible] نصاب الشهادة ولفظ اشهد وعدم الحد في قذف [illegible] نصاب الشهادة اى على الاموال وهو رجلان او رجل وامرأتان اما الفطر فلانه نفع دنيوى للعباد فاشبه سائر حقوقهم فيشترط ما يشترط فيها (رد المحتار' كتاب الصوم ۲/ ۳۸۶ ط سعيد)

(۲) قوله خبر عدل [illegible] العدالة ملكة تحمل على ملازمة التقوى والمروءة [illegible] وهو ترك الكبائر [illegible] على الصغائر [illegible] (رد المحتار' كتاب الصوم ۲/ ۳۸۵ ط سعيد)

(۳) [illegible]

(۴) [illegible] ۲۹ یا ۳۰ [illegible] عن ابن عمر رضي الله عنهما ان رسول الله ﷺ ذكر رمضان فضرب بيديه فقال الشهر هكذا وهكذا [illegible] ثم عقد ابهامه في الثالثة فصوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته فان [illegible] فاقدروا له ثلاثين (مسلم' كتاب الصيام' باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال ۱/ ۳۴۷ قديمي)

واذا شهد على هلال رمضان شاهدان والسماء متغيمة [illegible] وصاموا ثلاثين يوما فلم يروا هلال شوال [illegible] يفطرون من الغد بلا خلاف وان كانت مصحية يفطرون ايضا على الصحيح كذا في المحيط (هندية' كتاب الصوم' باب رؤية الهلال ۱/ ۱۹۸ كوئٹه)

(جواب ۲۳۷) (۱) اشتہار ایسی صورت سے شائع کیا جائے جس میں جعل و تزویر کا احتمال باقی نہ رہے یعنی اس قسم کا اشتہار جو کوئی دوسرا شخص عادۃً قانوناً نہ چھپوا سکتا ہو تو وہ اشتہار وغیرہ [illegible] سے غلبہ ظن کے حصول کا موجب ہو سکتا ہے اور اس پر عمل کرنا جائز ہو سکتا ہے اگرچہ وہ حجت قطعیہ کا درجہ اس وقت بھی نہیں رکھتا (۲) ایک مبلغ کا ارسال کافی نہیں ہے بلکہ دو آدمی بھیجنے چاہئیں اور مکتوب القاضی الی القاضی وغیرہ کا لحاظ رکھنا چاہئے

## (۱) ٹیلی فون کی خبر پر چاند کے ثبوت کا حکم دینا
## (۲) ٹیلی فون پر حلفیہ بیان لیکر بھی عید کا حکم دینا جائز نہیں
## (۳) ٹیلی فون کی خبر سے اگر چاند ہونے کا یقین ہو جائے؟

(سوال) (۱) دربارہ رویت ہلال ٹیلی فون کی خبر شرعاً معتبر ہے یا نہیں اور دوست آشنا جن کی آواز شہادت بھی کر سکتے ہیں جب یہ زمانہ ترقی کا ہے اور ٹیلی فون کے ذریعے سے کروڑوں روپے کا کاروبار چلتا رہتا ہے تو وہ مسلمان ایک شہر سے دوسرے شہر میں خبر کریں ٹیلی فون سے تخمیناً ۴۰۰ یا ۵۰۰ میل سے تو اس پر عید کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جب دوسرے شہر سے خبر دی ٹیلی فون میں تو یہ شہر والے پھر ٹیلی فون میں ان کی شہادت حلف سے لیویں؟

(۳) جب دوسرے شہر سے خبر دی ٹیلی فون میں اس پر تیس آدمیوں نے روزہ نہ رکھا تو ان پر قضا لازم ہے؟ المستفتی نمبر ۲۰۱ مولوی سید عبدالقادر ٹی پیٹر میرٹز برگ نٹال (افریقہ) ۳۰ شوال ۱۳۵۲ھ م ۵ فروری ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۳۸) ٹیلی فون کی خبر پر رویت کے ثبوت کا حکم دینا ناجائز ہے کیونکہ ٹیلی فون پر بات کرنا شہادت شرعیہ کی حد میں داخل نہیں اگرچہ آواز پہچانی جائے تاہم اشتباہ سے خالی نہیں اور مشتبہ چیز پر رویت کا حکم نہیں دیا جاسکتا ٹیلی فون پر تجارت بلکہ حکومت کا کاروبار چلتا ہو پھر بھی ٹیلی فون پر کوئی شخص گواہی نہیں دے سکتا اور قانون شہادت کی رو سے ٹیلی فون پر شہادت مقبول نہیں ہو سکتی پس قانون شریعت میں بھی حکم کے لئے ٹیلی فون پر شہادت مقبول نہیں(۲)

(۲) جب ٹیلی فون کا ذریعہ ہی معتبر نہیں تو حلف لینے نہ لینے برابر ہے اور وہ حلف بھی معتبر

---

(۱) [illegible] کے لئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے ولا بد [illegible] الشهادة [illegible] الهداية كتاب أدب القاضي باب كتاب القاضي إلى القاضي ۳ /۱۴۹ [illegible]

(۲) ولا يشهد على محتجب بسماعه منه إلا إذا تبين القائل بأن لم يكن في البيت غيره [illegible] أو يرى شخصها أي الشاهدة مع شهادة اثنين أنها فلانة بنت فلان بن فلان [illegible] الدر المختار كتاب الشهادات ۵ /۴۶۸ ط سعيد

نہیں یعنی یہ ثابت نہ ہوگا کہ حلف کون کر رہا ہے یعنی شہادت کون دے رہا ہے اس لئے اس خبر پر عید کرنے کا حکم کرنا درست نہ ہوگا (۱)

(۳) بر وقت شہادت کسی شخص کو رمضان کے چاند کی خبر ٹیلیفون پر ملے اور اس کو یقین ہو جائے کہ فلاں شخص کی آواز ہے اور اس میں کوئی شبہ باقی نہ رہے تو یہ شخص اپنے اس یقین پر اپنے نفس کے لئے عمل کر سکتا ہے یعنی خود روزہ رکھ سکتا ہے لیکن دوسروں کو نہیں کہہ سکتا کہ تم روزہ رکھو اور نہ عام طور پر رمضان کے ثبوت کا حکم دے سکتا ہے اور اگر عید کے چاند کی خبر کسی کو ٹیلیفون پر ملے تو وہ اگرچہ آواز پہچانے اور یقین ہو جائے تب بھی روزہ نہ چھوڑے بلکہ لوگوں کے ساتھ خود بھی روزہ رکھے اور جب عید کے چاند کی رویت نہ ہو جائے یا رویت کا شرعی شہادت سے ثبوت ہو جائے اور سب عید منائیں تو یہ بھی عید منائے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

## (۱) معتبر داڑھی منڈے اور دھوتی باندھنے والے کی گواہی
## (۲) شرعی قاضی نہ ہونے کی صورت میں مفتی یا امام مسجد چاند کی گواہی لے تو بھی شہادت کی شرائط کی رعایت ضروری ہے
## (۳) مختلف خطوط سے اگر چاند کا یقین ہو جائے

(سوال) (۱) اس زمانے میں جب کہ داڑھی منڈوں کی کثرت ہے اور کوئی داڑھی منڈا رویت کی شہادت دے اور وہ عرفاً ثقہ اور معتمد سمجھا جاتا ہو پس آیا شرعاً اس کی گواہی مان لی جائے اسی طرح داڑھی والا نمازی جب کہ تہمد یا دھوتی باندھے ہوئے ہو۔

(۲) جب کہ اس زمانے میں حاکم مسلم نہیں ہے تو آیا مفتی یا امام مسجد عید فطر اور عید الاضحیٰ کے چاند میں بلا لفظ شہادت گواہی کو مان لے تو کیا حرج ہے؟

(۳) جب کہ دو خط ایسے آجائیں جن میں شبہ نہ ہو اور دل کو اطمینان ہو جائے تو آیا ان دو خطوں کی بنا پر عید الاضحیٰ بحساب ۲۹ ہو سکتی ہے؟ مثلاً شہر تنگو میں ایک خط رنگون کے دار الافتاء سے امام مسجد کو لکھا گیا کہ یہاں عید کلکتہ وغیرہ کی رویت کی بنا پر روز دوشنبہ بحساب انتیس ہوگی اور دوسرا خط ان امام مسجد تنگو کے نام جو امام جامع مسجد ماندلے کی طرف سے آیا کہ یہاں [illegible] معتمد

---

(۱) ولا يشهد على محجبة بسماعه منها إلا إذا [illegible] في البيت غيرها [illegible] مع شهادة اثنين بأنها فلانة بنت فلان بن فلان الخ (الدر المختار كتاب الشهادات ٥/ ٤٦٨ ط سعيد)

(۲) [illegible] بثبوت رمضان للشهادة [illegible] معتبر إذا عرف المتكلم وهو ثقة فليتفكر (آلات جديدة ص ١٩٤ ادارة المعارف كراچی)

(۳) ومن رأى هلال الفطر وشهد ولم تقبل شهادته [illegible] (هندية كتاب الصوم، باب الثاني في رؤية الهلال ١/ ١٩٨ كوئٹہ)

گواہوں کی شہادت رویت کی بنا پر روز دوشنبہ عید متفق ہوئی جیسا کہ یہاں دونوں معروضہ بالا خطوط کی بنا پر شہر ٹانگو کے مسلمانوں کو عید کرنا جائز تھا یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۸۶ مولانا عبدالحق صاحب رنگون ۲ صفر ۱۳۵۳ھ م ۱۷ مئی ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۳۹) (۱) داڑھی منڈانے والا اگرچہ عرف میں ثقہ اور قابل اعتماد سمجھا جاتا ہو اس کی روایت شرعاً غیر مقبول ہے لیکن اگر قاضی قبول کرلے اور حکم کردے تو حکم صحیح ہو جائے گا۔

(۲) نمازی اور داڑھی والا شخص اگر دھوتی باندھے تو اس کی گواہی قابل قبول ہے۔

(۳) بوجہ حاکم مسلم نہ ہونے کے امام یا مفتی قائم مقام قاضی کے تو ہو سکتا ہے۔ لیکن باقی ان تمام امور کی رعایت کرنی ہوگی جو خود قاضی کے لئے واجب الرعایۃ تھے اور لفظ شہادت فطر و اضحیٰ کے لئے ضروری ہیں۔ اگر گواہ نے تلقین کی بنا پر خود نہ کہے تو اس سے کہلوا لئے جائیں۔

(۴) خطوط کی بنا پر ذاتی طور پر عمل تو کیا جا سکتا ہے جب کہ خطوط پر اعتماد ہو لیکن حکم کے لئے خطوط اگرچہ قابل اعتماد ہوں کافی نہیں ہیں(۶) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

## ٹیلی فون کی خبر شہادت کے باب میں قابل قبول نہیں اگرچہ اس میں تصویر بھی نظر آئے

(سوال) ہمارے شہر میں جو کہ جبل کے نشیب میں واقع ہے اور شہر کا مطلع بھی صاف نہیں ہوتا ہے اس وجہ سے چاند نظر نہیں آتا ہمارے شہر سے قریب ترین ایک مقام سے میرے دوست نے مجھ کو ۲۹ رمضان کے مغرب اور عشاء کے درمیان بذریعہ ٹیلی فون خبر دی کہ میں نے ہلال فطر دیکھ لیا ہے میں نے ان سے مزید تاکید کے لئے کہا کیا صرف آپ نے دیکھا یا آپ کے ساتھ کسی اور نے بھی دیکھا ہے انہوں نے کہا کہ ہمارے ساتھ تین چار آدمیوں نے بھی دیکھا ہے میں نے اپنے دوست سے کہا کہ وہ کسی اور کو بھی ٹیلی فون پر لا کر ہلال کی رویت کے متعلق مجھ کو اطلاع دیں تو ہم کو تسلی ہو جائے گی چنانچہ میرے دوست نے ان کو بلایا اور انہوں نے چاند کی رویت کی اطلاع مجھ کو دی ہے خبر دینے والے چار

---

(۱) [illegible] في الشهادة [illegible]
(فتاوى تنقيح الحامدية' الشهادة' إذا بطلت الخ ۱/ ۳۵۱ مكتبة حاجي عبدالغفار' قندهار' افغانستان)

(۲) [illegible] قوله [illegible]
البحر' كتاب الشهادات ۵/ ۴۶۶ ط سعيد

(۳) [illegible]

(۴) [illegible] عمدة الرعاية على شرح الوقاية' كتاب الصوم ۱/ ۲۴۶ سعيد كمپني)

(۵) أما في العيد فيشترط لفظ الشهادة (البحر الرائق' كتاب الصوم ۲/ ۲۸۳ بيروت)

(۶) [illegible] کتاب القاضی [illegible] کے شرائط مفقود ہیں

آتی ہے قابلِ اعتماد حضرات ہیں اور چونکہ روزمرہ تجارتی کاموں میں ان لوگوں سے ٹیلی فون آتے رہتے ہیں اس وجہ سے ان کی آواز و بولی میں پہچانتا ہوں۔

اسی طرح اور کئی مقامات مثلاً میرٹھ، بریلی، کلکتہ، لکھنؤ، کانپور، بمبئی وغیرہ سے بھی ٹیلی فون پر آکر معتمد و ثقہ معتبر اشخاص نے ہلال عید کی خبر دی جن کی آوازوں کو روزمرہ کاروبار کی وجہ سے میں خوب پہچانتا ہوں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ایسی صورت میں ان خبروں کو معتبر شمار کیا جائے یا نہیں؟ اور عام حکم دیا جائے یا نہیں؟ جب کہ تواتر کے ساتھ تمام مقامات والے برابر خبر دے رہے ہیں اور اسی طرح روزہ رکھنے کے بارے میں ثبوت رمضان کے لئے بھی ٹیلی فون کا اعتبار کیا جائے یا نہیں یہ امر قابل توجہ ہے کہ یہاں کے تجارتی اور خانگی تمام کام بذریعہ ٹیلی فون کے ہوتے ہیں جو ہمیشہ معتبر شمار کئے جاتے ہیں اب تو یہ معلوم ہوا ہے کہ آئندہ ٹیلی فون پر گفتگو کرنے والے کا فوٹو بھی جس سے گفتگو ہوگی وہ اس کے سامنے آیا کرے گا گو یہ اب تک رائج نہیں ہے موجودہ شکل میں اور جو آئندہ آنے والی ہے کچھ فرق ہے یا نہیں؟" المستفتی نمبر ۲۸۸ مولانا حکیم محمد ابراہیم صاحب راندیر ضلع سورت ۳ صفر ۱۳۵۳ھ م ۲۱ مئی ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۴۰) ٹیلی فون کی حیثیت اگرچہ ٹیلی گراف سے مختلف ہے لیکن شہادت کے موقع پر دونوں کا حکم شرعی ایک ہے جس طرح کہ تار کے ذریعے سے شہادت ادا نہیں کی جا سکتی اسی طرح ٹیلی فون بھی ادائے شہادت کے لئے مفید و مقبول نہیں، قانونی عدالتیں بھی تار یا ٹیلی فون پر شہادت قبول نہیں کرتیں اگر آئندہ فون پر بات کرنے والے کا فوٹو بھی سامنے آجائے تب بھی باب شہادت میں وہ ناقابلِ اعتبار رہے گا تمام کاروبار کا اس پر مدار ہونا اور روزانہ لوگوں کا تجارتی اور نجی کاموں میں اس کو معتبر سمجھنا اس کے لئے کافی نہیں کہ شہادت میں بھی اس پر اعتبار کیا جائے جیسے کہ حکومت ہند کے اہم سے اہم کام تار کے ذریعے سے انجام پاتے ہیں لیکن ایگزیکٹو (انتظامی) صیغہ میں تار پر اعتماد کرنے کے باوجود جوڈیشنل (عدالتی) صیغہ میں اس کو معتبر نہیں سمجھا جاتا۔

ہاں جب کہ کثرت تار یا ٹیلی فون کی وجہ سے کسی کو خبر کا یقین ہو جائے تو وہ شخصی طور پر عمل کرنے کے لئے کافی ہو سکتا ہے لیکن حکم کے لئے کافی نہیں یعنی اس پر رویت ہلال یا افطار یا عید کا عام حکم نہیں دیا جا سکتا (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(۱) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۱۵ حاشیہ ۲

(۲) [illegible] رمضان [illegible] شہادت [illegible] کافی [illegible] شہادت [illegible] ٹیلی فون [illegible] یقین ہو جائے تو رمضان کا حکم لگا دیا جائے گا لیکن عید کا نہیں [illegible] ٹیلی فون میں تو شہادت [illegible] في كتبهم ويثبت رمضان برؤية هلاله أو بكمال عدة شعبان ثلاثين [illegible] في السماء علة من نحو غيم [illegible] هلال رمضان خبر واحد عدل في ظاهر الرواية [illegible] على قول مصحح [illegible] الفطر مع العلة [illegible] تاسعة ۱/۲۳۴ سهيل اكيڈمی)

## ٹیلی فون کی خبر سے اگر چاند ہونے کا یقین ہو جائے؟

(سوال) (۱) اگر رویت ہلال مختلف مقامات سے ٹیلی فون کے ذریعے آوے اور ٹیلی فون میں بولنے والے کی آواز کو شناخت بھی کر لیا جاوے کہ فلاں شخص بول رہا ہے اور ٹیلی فون میں بولنے والے کی آواز وہ شخص شناخت کر سکتا ہے جس کو اس کا کام پڑتا ہے اور اس وجہ سے ٹیلی فون کی خبر کو ٹیلی گرام سے زیادہ معتبر سمجھا جاتا ہے اور پھر سننے والے کو متفرق مقامات کی خبریں سننے سے اس کا اطمینان بھی ہو جائے کہ یہ خبریں سچی ہیں اور ضرور چاند ہو گیا ہے تو ایسی صورت میں ٹیلی فون کی خبر کا اعتبار کر کے روزہ رکھنے یا افطار کا حکم کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) اور کوئی جگہ نشیب میں واقع ہو جیسے ڈربن (نٹال ساؤتھ افریقہ) کہ اس کی مغرب کی طرف اونچے اونچے پہاڑ ہیں چنانچہ سال بھر میں شاید ہی ایک دو دفعہ رویت ہلال ہوتی ہوگی اور وہاں رویت ہلال کی کوئی صورت نہیں دوسری جگہ آس پاس سے بھی زبانی شہادت آنے کی کوئی صورت نہیں سوائے اس کے کہ ٹیلی فون کے ذریعے سے خبر آوے۔ المستفتی نمبر ۴۰۳ مولوی محمد کفایت صاحب مدرسہ عربی کھروڈ ضلع سورت ۹ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ م ۱۹ جولائی ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۴۱) ٹیلی فون کی خبر شرعی شہادت نہیں ہے تو معتبر نہیں ہو سکتی ہاں جس شخص کو یقین ہو کہ ٹیلی فون پر بولنے والا فلاں شخص ہے اور وہ رویت کی خبر دے کہ میں نے چاند دیکھا ہے اور بہت سے ٹیلی فون آجائیں کہ ان سے چاند ہونے کا غالب ظن حاصل ہو جائے تو جس کو یہ یقین حاصل ہو جائے وہ خود عمل کر سکتا ہے لیکن اس ذریعے کو شہادت قرار دے کر حکم نہیں دیا جا سکتا واللہ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## احناف کے نزدیک اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں

(سوال) رویت ہلال کی شہادت بذریعہ تار اور خطوط یا ٹیلی فون کے معتبر ہے یا نہیں؟ اختلاف مطالع کا اعتبار ہے یا نہیں اگر ہے تو ایک مطلع کی حد کتنے میل کا شمار ہوگا المستفتی نمبر ۳۹۲ محمد امین (پالن پور) ۲۰ جمادی الاول ۱۳۵۳ھ م یکم ستمبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۴۲) رویت ہلال میں تار یا ٹیلی فون کی خبر معتبر نہیں خط بھی حکم کرنے کے لئے کافی نہیں اختلاف مطالع کا حنفیہ کے نزدیک اعتبار نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

## تیس رمضان کو غروب سے کچھ دیر قبل چاند دیکھا تو وہ آئندہ شب کا ہوگا

(سوال) امسال رمضان شریف کی انتیس تاریخ کو باوجود مطلع صاف ہونے کے اور انتہائی کوشش کے

---

(۱) [illegible] ۲۱۵ [illegible] ۲) (۲) واختلاف المطالع ورؤيته نهارا قبل الزوال وبعده غير معتبر على ظاهر المذهب وعليه أكثر المشايخ وعليه الفتوى بحر عن الخلاصة (الدر المختار كتاب الصوم ۲/۳۹۳ ط سعيد)

جیسا کہ چاند نظر نہ آئے اور تیس تاریخ کو سورج غروب ہونے سے آدھ گھنٹہ پہلے نظر آجائے تو کیا روزہ اس وقت چاند دیکھ کر افطار کر دینا چاہئے یا وقت افطار کا انتظار کرنا چاہئے المستفتی نمبر ۱۹۶ [illegible] الدین [illegible] ۲۸ رمضان ۱۳۵۴ھ م ۲۵ دسمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۴۳) غروب آفتاب سے پہلے پہلے چاند نظر آجائے تو وہ چاند آئندہ شب کا چاند قرار دیا جائے گا گزشتہ شب کا نہ ہوگا اور قبل غروب دیکھنے والے کو جائز نہیں کہ وہ غروب آفتاب سے پہلے روزہ افطار کرلے روزہ آفتاب غروب ہونے پر حسب قاعدہ افطار کرنا چاہئے اگر پہلے افطار کر لیا جائے تو یہ روزہ نہ ہوگا اور اس کی قضا رکھنی ہوگی محمد کفایت اللہ

## ایک مقام پر اگر چاند نظر آجائے تو دوسرے مقام والوں کو بھی روزہ رکھنا ضروری ہے

(سوال) شہر اوجین میں ۲۹ شعبان المعظم کو مطلع بالکل صاف تھا اور باوجود پوری کوشش کے دیکھنے سے چاند نظر نہیں آیا مگر دوسرے مقامات سے اب یہ اطلاعات پہنچ رہی ہیں کہ وہاں چاند دیکھا گیا جیسا کہ الجمعیۃ مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۳۶ء مطابق ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ میں شائع ہوا ہے کہ تین شہادت پر حضرت مفتی صاحب نے دہلی میں دوشنبہ کی پہلی تاریخ قرار دے کر تعین کیا ہے لہذا ایک روزہ قضا رکھنے کا اعلان شائع فرمایا ہے اس کی حمایت میں اعلان کے پیچھے امارت شرعیہ پھلواری شریف کا ایک اعلان شائع ہوا ہے ان ہر دو مقامات پر اس کی تصدیق ہوتی ہے مگر یہاں مطلع بالکل صاف تھا ہزاروں میں سے ایک شخص کو بھی چاند نظر نہ آیا تو ایسی صورت میں یہ مندرجہ صدر تصدیقات پر روزہ قضا رکھنا واجب ہے المستفتی نمبر ۱۲۵۲ ۲۸ رمضان ۱۳۵۵ھ م ۱۳ دسمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۴۴) رویت کی شہادت اگر معتبر ہو تو پھر اس کا اعتبار ہوگا اور نہ دیکھنے والے خواہ کتنے ہی کثیر ہوں ان کو بھی روزہ رکھنا ہوگا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

## (۱) حنفیہ کے نزدیک اختلاف مطالع معتبر نہیں
## (۲) خط ٹیلی فون اور تار وغیرہ سے اگر چاند ہونے کا یقین ہو جائے؟
## (۳) مطلع صاف ہونے کی صورت میں کتنی تعداد کے گواہوں کی شہادت قبول کرنا جائز ہے

(سوال) (۱) اختلاف مطالع شرعاً معتبر ہے یا نہیں اور اس میں قول صحیح ظاہر الروایت مفتیٰ بہ [illegible]

---

(۱) [illegible] دیکھیں صفحہ نمبر ۲۱۳ حاشیہ نمبر ۱

(۲) (واختلاف المطالع غير معتبر على المذهب فيلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب تنوير الابصار، كتاب الصوم ۲ / ۳۹۳، ۳۹۴ ط سعيد)

ہے؟

(۲) اگر کسی شہر میں رویت تحقیق ثابت نہ ہوئی ہو بلکہ دوسرے شہروں سے کہ جہاں رویت تحقیق ثابت ہو اخبارات یا خطوط متواترہ یا تار برقی یا ٹیلی فون کے ذریعہ خبر منگا کر روزہ افطار کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۳) باوجود بالکل مطلع صاف ہونے کے اس زمانہ میں دو عادل آدمیوں کی شہادت شرعاً معتبر ہے یا نہیں اگر نہیں تو عبارت ذیل درمختار و شامی کا کیا جواب ہے وعن الامام انه يكتفي بشاهدين واختاره في البحر (درمختار) (۱) حيث قال وينبغي العمل على هذه الرواية في زماننا لان الناس تكاسلت عن ترائي الاهلة الخ اقول وانت خبير بان كثيراً من الاحكام تغيرت لتغير الازمان ولو اشترط في زماننا الجمع العظيم لزم ان لا يصوم الناس الا بعد ليلتين او ثلاث لما هو مشاهد من تكاسل الناس بل كثيرا ما رأينا هم يشتمون من يشهد بالشهر ويؤذونه وحينئذ فليس في شهادة الاثنين تفرد من بين الجم الغفير حتى يظهر غلط الشاهد فانتفت علة ظاهر الرواية فتعين الافتاء بالرواية الاخرى شامی ص ۱۰۱ ج ۲ (۲)

المستفتی نمبر ۱۳۲۰ مولانا محمد شفیع صاحب مدرس مدرسہ جامعہ اسلامیہ شہر ملتان ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ م ۳۰ مارچ ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۴۵) (۱) اختلاف مطالع شرعاً معتبر نہیں اور حنفیہ کے نزدیک صحیح اور محقق یہی ہے (۳)

(۲) دوسرے شہروں کی رویت کی شہادت بطریق شرعی آجائے تو مقام موصول الیہ میں بھی صوم یا فطر کا حکم دیا جائے گا اخبارات اور خطوط اور تار برقی اور ٹیلی فون اتنی کثرت سے آجائیں کہ غلبہ ظن کو مفید ہوں تو صوم اور افطار کا حکم دیا جا سکتا ہے لیکن اگر اتنی کثرت اس حد تک نہ پہنچے تو ان پر حکم دینا جائز نہ ہوگا اور اگر کسی شخص کو کسی خاص خبر یا خط سے غلبہ ظن حاصل ہو جائے وہ اپنے حق میں اس پر عمل کر سکتا ہے لیکن عام طور پر ان ذرائع سے حاصل شدہ خبر پر حکم نہیں دیا جا سکتا (۴)

(۳) دو آدمیوں کی جب کہ وہ عادل ہوں اور ان کی شہادت کے ساتھ قرائن صدق بھی ہوں شہادت قبول کر لینا جائز ہے اور اس پر حکم کر دینا بھی درست ہے خواہ شہادت رویت ہلال صوم کے متعلق ہو یا ہلال فطر کے متعلق (۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

---

(۱) کتاب الصوم ۲/ ۳۸۸ ط سعید

(۲) کتاب الصوم ۲/۳۸۸ ط سعید

(۳) دیکھئے صفحہ نمبر ۱۹ حاشیہ نمبر ۳

(۴) دیکھئے صفحہ ۱۵ حاشیہ نمبر ۲

(۵) (وعن الامام انه يكتفي بشاهدين) واختاره في البحر الخ حيث قال وينبغي العمل على هذه الرواية في زماننا لتكاسل الناس ..... فانتفت علة ظاهر الرواية فتعين الافتاء بالرواية الاخرى الخ (رد المحتار كتاب الصوم ۲/ ۳۸۸ ط سعید)

### (۱) تار یا ٹیلی فون کی خبر سے عید کرنا جائز نہیں
### (۲) مطلع صاف ہو تو بھی دو عادل گواہوں کی گواہی معتبر ہے
### (۳) مطلع صاف ہو تو عید کے چاند کے لئے کتنے گواہوں کی ضرورت ہے؟
### (۴) رمضان کے چاند کے لئے ایسے گواہوں کی گواہی بھی معتبر ہے جس کا فسق ظاہر نہ ہو

(سوال) (۱) انتیسویں رمضان المبارک کو تار یا ٹیلی فون کے ذریعے سے رویت ہلال شوال المکرم کی خبر ملنے پر تیسویں کا روزہ افطار کرنا اور عید الفطر کی نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

(۲) انتیسویں رمضان المبارک کو گاؤں کے بہت سے آدمی چاند دیکھنے کے واسطے شہر سے باہر جنگل میں گئے اور مطلع بالکل صاف تھا کسی کو چاند نظر نہیں آیا ایک دو آدمی کہتے ہیں کہ ہم کو چاند نظر آتا ہے دوسروں کو بتلاتے ہیں تو کسی کو نظر نہیں آتا اب جس کو چاند نظر آتا ہے اس کو تیسویں کا روزہ رکھنا چاہئے یا افطار کرنا چاہئے اور گاؤں کے لوگوں کو ان چاند دیکھنے والوں کی گواہی قبول کرنی جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اگر مطلع صاف ہو تو انتیسویں رمضان المبارک کو چاند کے واسطے کتنے گواہوں کی شہادت کی ضرورت ہے

(۴) امسال ۲۹ رمضان المبارک کو مطلع بالکل صاف تھا بہت سے اشخاص دیکھ رہے تھے ایک دو شخص نے خواہ مخواہ کہہ دیا کہ چاند نظر آگیا ۳۰ رمضان المبارک کو سب نے روزے رکھ لئے تھے مگر علی گڑھ کے ایک پیر صاحب نے اپنے دوست کو تار دیا کہ "عید مبارک" ان دو کی گواہی اور اس تار کی خبر پر [illegible] ہوئی چند لوگوں نے بغیر کسی سے دریافت کرنے کے روزے افطار کر لئے اور بہتوں کے کرا دیئے خوب جلدی کر کے عید منا کر نماز کے لئے تیار ہوئے جب زیادہ شور و شغب ہوا ایک مولوی صاحب سے دریافت کرنے گئے کہ اب کیا کرنا چاہئے مولوی صاحب نے فرمایا کہ تم امساک کرو تمہارا روزہ ہے کوئی بات نہیں [illegible] تاکہ اس قسم کی آئندہ کسی کو جرأت نہ ہو المستفتی نمبر ۲۱۹۹ مولوی محمد صاحب (اڑیسہ) ۶ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ م ۱۹ جنوری ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۴۶) (۱) تار یا ٹیلی فون کی خبر رویت ہلال میں معتبر نہیں عینی شہادت ہونی چاہئے (۱)

(۲) اگر یہ چاند دیکھنے والے معتبر اور نیک پابند شرع لوگ ہوں تو ان کی شہادت مقبول ہوگی (۲)

(۳) مطلع صاف ہو تو اتنے آدمیوں کی شہادت ضروری ہے کہ اس سے چاند ہونے کا یقین ہو جائے تعداد قاضی کی رائے پر موقوف ہے (۳)

---

(۱) [illegible] ٹیلی فون پر شہادت جائز نہیں دیکھئے صفحہ نمبر ۲۱۵ حاشیہ نمبر ۲
(۲) فی الدر المختار: وعن الامام انه یکتفی بشاهدین، واختاره فی البحر وفی الشامیة واختاره فی البحر حیث قال وینبغی العمل علی هذه الروایة فی زماننا الخ (رد المحتار، کتاب الصوم ۲/ ۳۸۸ سعید)
(۳) والصحیح من هذا کله انه مفوض الی رأی الامام ان وقع فی قلبه صحة ما شهدوا به (رد المحتار، کتاب الصوم، ۲/ ۳۸۸ طبع الحاج محمد سعید)

(۳) رمضان المبارک کے چاند کے لئے ایسے گواہوں کی گواہی قبول کرلی جاتی ہے جن کا فسق ظاہر نہ ہو محض تار کی خبر پر روزہ افطار کرلینا جائز نہ تھا اور دو آدمی اگر نیک اور قابل اعتماد تھے تو ان کی گواہی قبول کی جاسکتی تھی۔ (۱) بسا اوقات مطلع پر ایسا غبار یا غیر مرئی ابر ہوتا ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ مطلع صاف ہے حالانکہ وہ صاف نہیں ہوتا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

## رمضان میں اگر نفل روزے کی نیت کرے تب بھی رمضان ہی کا روزہ شمار ہوگا

(سوال) یہاں رمضان المبارک کا چاند انتیس کو نظر نہیں آیا ابر کافی تھا رات کے ساڑھے بارہ بجے پڑوس میں معلوم ہوا کہ ریڈیو سے خبر آئی ہے کہ دہلی میں چاند ہوگیا (شہر کے پیش امام یا عالم نے کوئی حکم نہیں دیا تھا) پھر لوگ سحری کو جگانے لگے اور زید یہ سمجھ کر کہ فیصلے کے بعد سحری کے لئے جگایا جارہا ہے' زید نے روزہ رکھ لیا دوسرے دن تقریباً بارہ بجے یہ معلوم ہوا کہ ریڈیو کی خبر نہیں مانی جاتی اور آج کا روزہ افطار کرنا چاہئے زید نے یہ سن کر نیت نفل روزے کی کرلی اور روزہ نہیں افطار کیا زید کا یہ فعل درست ہے؟
اب پندرہ دن بعد یہ بات ثبوت کو پہنچ گئی کہ چاند انتیس کا ہوا ہے اور یہاں کے مسلمانوں پر قضا واجب ہے کیا یہ صحیح ہے؟ اس حالت میں کیا زید کا روزہ رمضان میں شمار ہوسکتا ہے یا نہیں؟

**المستفتی حاجی شبیر حسن دہلوی فوٹوگرافر**

(جواب ۲۴۷) ہاں زید کا وہ روزہ رمضان کا روزہ شمار ہوگا (۲) ریڈیو کی خبر پر اگر دل کو یقین ہوجائے تو خود عمل کرسکتا ہے دوسرے لوگوں کے لئے حجت نہیں (۳) روزہ منگل سے ہوا ہے دہلی میں بھی چاند دیکھا گیا تھا اور عام طور پر لوگوں نے دیکھا تھا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

## اختلاف مطالع واقع ہے مگر شریعت میں اس کا اعتبار نہیں

(سوال) متعلقہ اختلاف مطالع

(جواب ۲۴۸) جناب محترم مکرم دام مجدہم بعد سلام مسنون۔ میں آپ سے تمام خطوں کا جواب مع سند کتابوں کی تفصیل [illegible] حق نہ ہونے کی حالت [illegible] چاہتا ہوں صرف رویت سے متعلق

---

(۱) حاشیہ نمبر ۲ صفحہ ۲۲۲

(۲) وبمطلق النیۃ وبنیۃ النفل لعدم المزاحم وبخطأ فی وصف کنیۃ واجب آخر فی أداء رمضان فقط لتعینہ بتعیین الشارع الخ ولو صام مقیم عن غیر رمضان ولو لجہلہ بہ أی برمضان فہو عنہ لا عما نوی لحدیث إذا جاء رمضان فلا صوم إلا عن رمضان الخ (الدر المختار، کتاب الصوم ۲/ ۳۷۷، ۳۷۹ ط سعید)

(۳) [illegible] علی [illegible] إن لم یکن فی [illegible] الخ (الدر المختار، کتاب الشہادات ۵/ ۴۶۸ ط سعید)

جو امر آپ نے دریافت فرمایا تھا وہ لکھنا باقی تھا جواب لکھ رہا ہوں۔

حنفیہ نے احکام میں اختلاف مطالع کا شرعاً اعتبار نہیں کیا نہ یہ کہ وہ درحقیقت اختلاف مطالع کے منکر ہیں فی الواقع مطالع میں اختلاف ہوتا ہے لیکن احکام شرعیہ میں اس کا اعتبار نہیں ہے (۲) حنفیہ کا مستدل حدیث صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته (۳) ہے یہ حدیث ترمذی وغیرہ کتب حدیث میں موجود ہے اور صحیح ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو صوموا کا خطاب عام ہے تمام مکلفین اس میں داخل ہیں اور رویت کا لفظ لرؤیته میں مصدر ہے جس کا فاعل مذکور نہیں کہ کس کے دیکھنے پر روزہ رکھو پس اگر مخاطبین کو ہی فاعل مانا جائے اور معنی یہ ہوں کہ جو دیکھے وہ روزہ رکھے تو یہ خرابی ہے کہ بہت سے مکلفین بھی روزے سے بچ جائیں گے جنہوں نے باوجود شہر میں رہنے اور شہر میں رویت ہونے کے بھی چاند نہیں دیکھا حالانکہ یہ احتمال باطل ہے کہ جو اپنی آنکھ سے چاند نہ دیکھے اس پر روزہ نہ ہو پس لامحالہ رویت کا فاعل بھی عام لینا ہوگا کہ کسی کے دیکھنے سے دیکھنے پر روزہ رکھو خواہ وہ مشرق میں ہو یا مغرب میں جب کہ رویت کا ثبوت ہو جائے کہ کسی نے چاند دیکھا ہے خواہ نہیں دیکھا ہو تمام مکلفین پر روزہ فرض ہو گیا اس حدیث میں جیسے رویت کا فاعل مذکور نہیں ایسے ہی محل رویت بھی مذکور نہیں اس لئے وہ بھی عام ہے کہ کہیں دیکھا جائے صرف اس امر کی ضرورت ہے کہ دیکھنا ثابت ہو جائے اور ثبوت کا طریق شہادت شرعیہ ہے اور رمضان کے چاند کے لئے ایک شخص کی بھی کافی ہے اور عید کے لئے دو آدمیوں کی ضروری ہے یہ جب کہ مطلع صاف نہ ہو ابر غبار وغیرہ ہو اور مطلع صاف ہونے کی صورت میں رمضان وعید دونوں کے لئے جم غفیر شرط ہے (۴)

حضرت عبداللہ بن عباس کا واقعہ کہ انہوں نے خبر رویت قبول نہ کی حنفیہ کے مخالف نہیں ہے کہ اول تو وہ حسب قاعدہ شرعیہ شہادت نہیں تھی دوسرے یہ کہ جب تک وہ امام کے سامنے پیش نہ ہوتی اور امام حکم نہ کرتا اس وقت تک ابن عباس کا یہ فرمانا کہ فلا نزال نصوم حتی نراہ او نکمل ثلاثین یوما (۵) بالکل صحیح ہے کیونکہ حضرت ابن عباس اس کے مکلف ہیں اور اگرچہ ایک شخص کی شہادت

---

(۱) دیکھئے صفحہ ۲۲۴ [illegible] ۲

(۲) اعلم ان نفس اختلاف المطالع لا نزاع فيه بمعنى انه قد يكون بين البلدتين بعد بحيث يطلع الهلال ليلة كذا في احدى البلدتين دون الاخرى وانما الخلاف في اعتبار اختلاف المطالع بمعنى انه هل يجب على كل قوم اعتبار مطلعهم (رد المحتار، كتاب الصوم، مطلب في اختلاف المطالع ۲/ ۳۹۳ سعيد)

(۳) (ترمذي، كتاب الصوم، باب ما جاء ان الصوم لرؤية الهلال والافطار له ۱/ ۱۴۸ سعيد)

(۴) وشرط للفطر نصاب الشهادة ولفظ اشهد ... وبلا علة جمع عظيم يقع العلم بخبرهم وهو مفوض الى رأي الامام من غير تقدير بعدد (تنوير الابصار، كتاب الصوم ۲/ ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸ طبع محمد سعيد)

(۵) اخبرني كريب ان ام الفضل بنت الحارث بعثته الى معاوية بالشام فقضيت حاجتها واستهل علي هلال رمضان وانا بالشام فرأينا الهلال ليلة الجمعة ثم قدمت المدينة في آخر الشهر فسألني ابن عباس ثم ذكر الهلال فقال متى رأيتم الهلال فقلت رأيناه ليلة الجمعة فقال انت رأيته ليلة الجمعة فقلت رآه الناس وصاموا وصام معاوية قال لكن رأيناه ليلة السبت فلا نزال نصوم حتى نكمل ثلاثين يوما او نراه فقلت الا تكتفي برؤية معاوية وصيامه قال لا هكذا امرنا رسول الله ﷺ (ترمذي، ابواب الصوم، باب ما جاء لكل اهل بلد رؤيتهم ۱/ ۱۴۸ طبع سعيد)

معتبر ہے لیکن جب کہ امام کے سامنے پیش ہو اور وہ قبول کر کے حکم دیدے اور یہ بات ابھی تک حاصل نہ ہوئی تھی جب کہ حضرت ابن عباسؓ کے سامنے کریبؓ یہ تذکرہ کر رہے تھے۔

علاوہ ازیں شریعت میں کوئی حد اس امر کی مقرر نہیں کی گئی کہ کتنی مسافت کی رویت معتبر ہے اور کس قدر فاصلے کی معتبر نہیں اگر کوئی فاصلہ ایسا ہوتا کہ اس کی رویت کا اعتبار نہ ہوتا تو شاید وہ یہی تھا کہ اس کی وجہ یہ جاتا ابن عباسؓ کی رویت سے بھی فقط [illegible] اور هکذا امرنا الخ (۱) سے [illegible] سوال پر یہ ثابت نہیں ہوتا اور یہ ان سے کافی نہیں ہے کہ وہ فاصلے کی کوئی تحدید کی جاتی اور [illegible] تحدید نہیں ہے تو لازم آتا ہے کہ دو تین کوس کے فاصلے کی رویت بھی معتبر نہ ہو وهذا باطل جدا فقط محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ مدرسہ امینیہ دہلی

## دوسرے شہر میں چاند کا نظر آنا جب تک شرعی شہادت سے ثابت نہ ہو مقامی رؤیت ہی کا اعتبار ہوگا

(سوال) [illegible] رویت ہلال رمضان چہار شنبہ کو ہوئی ہے اور پہلا روزہ جمعرات کا ہوا لیکن بعض بعض جگہ کی خبریں رویت ہلال بروز منگل اور پہلا روزہ بدھ کا سننے میں آئی ہیں نہ معلوم پہلا روزہ بدھ کا صحیح ہے یا یوں ہی غلط خبر ہے جناب سے یہ بات دریافت طلب ہے کہ آپ کو شہادت پختہ کون سی پہنچی جناب نے شہادت بدھ کے روزے کی قبول فرمائی ہے یا نہیں؟ اگر واقعی پہلا روزہ بدھ کا ہے تو تیس رمضان کو جمعرات ہوتی ہے اگر تیس تاریخ بروز جمعرات گرد و غبار یا ابر ہو یا مطلع صاف بھی ہو اور پھر چاند شوال کا نظر نہ آئے تو اس صورت میں جمعہ کو عید کی جائے یا روزہ رکھا جائے؟

المستفتی فیض الحسن از جونڈلہ ضلع کرنال

(جواب ۲۴۹) یہاں دہلی میں معتبر شہادت پر پہلا روزہ بدھ کا رکھا گیا آپ اپنے یہاں کی رویت پر جب تک شرعی شہادت اس کے خلاف نہ ہو عمل کریں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## شرعی شہادت سے ہی روزہ رکھنا اور افطار کرنا چاہئے علم نجوم کا اعتبار نہیں

(سوال) زید جو کہ ایک دیندار شخص ہے اور مولوی بھی ہے وہ خود کسی پیر کا مرید بھی ہے اور خود ان کے بھی مرید ہیں ان کا یہ قاعدہ ہے کہ رمضان شریف کا چاند نظر آنے سے پہلے یعنی ۲۹ شعبان و کبھی ۲۸ شعبان کو رمضان شریف کا روزہ رکھنا شروع کر دیتے ہیں مولوی صاحب کے حکم سے متعلقین سے مرید بھی روزہ رکھتے ہیں اس جنتری کے حساب سے ۲۸ یا ۲۹ رمضان کو تیس روزے پورے کر کے عید الفطر

---

(۱) فیلزم اهل المشرق برؤیة اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤیة اولئک بطریق موجب کما مر (البحر، کتاب الصوم ۲/ ۲۹٤ سعید)

کرتے ہیں جب کوئی مولوی صاحب سے کہے کہ آپ سب لوگوں کے خلاف ہلال رمضان سے پہلے رمضان کے روزے کیوں رکھتے ہیں اسی طرح ہلال شوال سے پہلے کیوں افطار کرتے ہیں تو مولوی صاحب فرماتے ہیں چونکہ ہم علامات پہچانتے ہیں یہاں چاند نہیں تو کیا ہوا دوسرے ملکوں میں کن تاریخوں میں چاند نظر آتے ہیں اس کی بابت مجھ کو میرے پیر صاحب جہاں کہیں بھی ہوں خبر دیتے ہیں الغرض مولوی صاحب کے رویہ پر لوگوں میں سخت اختلاف پیدا ہو رہا ہے لہذا چاند نظر آنے یا کہیں سے خبر آنے سے پہلے ایسی باتوں پر اعتبار کر کے روزہ رکھنا اور افطار کرنا قرآن، حدیث و علمائے دین سے ثابت ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا المستفتی نمبر ۲۴۵ محمد عثمان ولد محمد علی ولد ۔۔ خان پور ریاست کشمیر وارد حال دہلی۔ ۲۳ جمادی الثانی ۱۳۲۱ھ ۹ جولائی ۱۹۳۲ء

(جواب ۲۵۰) مولوی صاحب کا یہ عمل شریعت کے احکام کے خلاف ہے اور ان کا جواب بھی شرعی اصول کے لحاظ سے درست نہیں رمضان کا چاند دیکھ کر یا رویت کی معتبر ذریعہ سے خبر پاکر رمضان المبارک کا روزہ رکھنا چاہئے اور فطر کا چاند دیکھ کر یا رویت کی شہادت معتبرہ پر روزے ختم کرنے چاہئیں۔ صحیح حدیث شریف میں ہے صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته[1] ان کا یہ کہنا کہ میرے پیر مجھے چاند ہونے کی خبر دیتے ہیں شرعاً قابل اعتماد ہے نہ ایسی خبر حکم رویت کے لئے شرعاً معتبر نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

## عید کے چاند کے ثبوت کے لئے دو عادل گواہ ضروری ہیں

(سوال) (۱) فی زمانہ چونکہ عدالت کا عدم ہے پس ہلال رمضان و شوال کے ثبوت کے لئے ایک آدمی کی شہادت معتبر ہے (۲) انتیس رمضان ۱۳۳۴ھ کو آسمان پر ابر تھا اور سوائے تین شخصوں کے کسی نے ہلال نہیں دیکھا انہوں نے تین عالموں کے پاس آکر شہادت دی کہ ہم نے ہلال شوال دیکھا ہے ان میں سے ایک گواہ نے کہا کہ میں نماز ہمیشہ پڑھتا ہوں اور دو گواہوں نے کہا کہ ہم بھی نماز پڑھتے ہیں اور کبھی نہیں پڑھتے ہیں پس دو عالموں نے کہا کہ چونکہ عدالت شرط ہے اور وہ یہاں پائی نہیں جاتی پس شرعاً ان کی گواہی کا اعتبار نہیں ایک عالم نے کہا کہ اس زمانے میں اسی پر فتویٰ ہے کہ اگر طبیعت کا رجحان ان کی سچائی پر ہو تو ان کی گواہی معتبر ہے ورنہ نہیں بعد ازاں دو عالموں نے کہا کہ ہمارے خیال میں یہ لوگ سچے معلوم ہوتے ہیں اور ایک عالم نے کہا کہ میں نہ سچا سمجھتا ہوں نہ جھوٹا کسی جانب ترجیح نہیں

---

[1] عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ لا تصوموا قبل رمضان صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته فان حالت دونه غیابة فاکملوا ثلثین یوما قال ابو عیسی حدیث ابن عباس حدیث حسن صحیح وقد روی عنه من غیر وجه

(ترمذی' ابواب الصوم' باب ما جاء ان الصوم لرؤیة الهلال' والافطار له' ۱/ ۱۴۸ ط سعید)

دیتا ہوں بعد ازاں چونکہ دو عالموں کی رائے میں یہ لوگ سچے ٹھہرے اس واسطے اعلان کیا گیا۔ کل [illegible] عید الفطر ہے اس بنا پر شہر کے اکثر مسلمانوں نے علماء کی اتباع کا خیال کرکے [illegible] کیا اور تھوڑے لوگوں نے بایں خیال کہ ان علماء کا حکم مطابق شرع شریف نہیں ہے عید نہیں کی اور روزہ رکھا۔ ان دونوں صورتوں میں کون غلطی پر ہے۔ المستفتی فقیر عبدالرحمن الملقب بہ نبی بخش چشتی ملکانی

(جواب ۲۵۱) (۱)(۲) عید الفطر کے چاند کے ثبوت کے لئے دو عادل گواہوں کی ضرورت ہے بغیر ایسی گواہی کے افطار کا حکم دینا صحیح نہیں صورت مذکورہ فی السوال میں شہادت معتبرہ نہیں تھی، حکم افطار صحیح نہیں تھا اور اس بنا پر جن لوگوں نے افطار نہیں کیا اور عید کی نماز نہیں پڑھی ان پر کوئی شرعی الزام نہیں شہر کا مفتی یا بڑا عالم جو قواعد شرعیہ کے موافق حکم صوم یا افطار کرے اس بارے میں قاضی کے قائم مقام ہو سکتا ہے۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرس مدرسہ امینیہ دہلی [illegible]

الجواب صحیح۔ عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ عربیہ دیوبند ۲۷ شعبان ۱۳۳۳ھ

## ٹیلی فون کی خبر کا اعتبار نہیں اگرچہ آواز پہچانی جاتی ہو

(الجمعیۃ مورخہ ۸ اکتوبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) چند مسلمان ایک شہر سے جو انچاس (۴۹) میل کے فاصلے پر ہے بذریعہ ٹیلی فون کے رمضان مبارک کے چاند ہونے کی خبر دیتے ہیں اور ان حضرات کی آوازیں بھی پہچانی جاتی ہیں کیا ان کی خبر پر اعتبار کیا جائے گا؟

(جواب ۲۵۲) ٹیلی گراف اور ٹیلی فون رویت ہلال کی خبر اور شہادت کے لئے ناقابل قبول ہیں اگرچہ ٹیلی فون پر آواز پہچانی جاتی ہو کیونکہ ایک آواز دوسری آواز کے مشابہ ہو سکتی ہے اور جب تک اشتباہ قائم ہے خبر یا شہادت کے موقع پر اعتبار کے قابل نہیں ہے بہت زیادہ سے زیادہ جس شخص نے خبر دینے والے کی آواز پہچان لی ہے وہ اس کے نزدیک معتبر شخص ہے اور اپنی رویت کی خبر دیتا ہے تو اس آواز کو پہچاننے والے کے حق میں ہلال رمضان کے بارے میں عمل کر لینا اور روزہ رکھ لینا جائز ہے مگر نہ تو عام حکم دیا جا سکتا ہے اور نہ اس شخص پر بھی وجوب صوم کا حکم ہو سکتا ہے۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ

## مختلف فیہ مسئلے میں بادشاہ کا حکم نافذ ہوگا (چند متفرق مسائل)

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۳۶ء)

(سوال) جس ملک میں ہم مسلمان مقیم ہیں یہ سارا ملک مذہب امام شافعی کے پیرو ہیں سلطان

---

(۱) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۱۴ کا حاشیہ نمبر ۱

(۲) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۱۵ کا حاشیہ نمبر ۲

بھی مسلم ہے لیکن انتظامی خدمت ذمہ ہے تاہم سلطان اپنی خاص رعایا کے مقدمات شرعی وغیرہ شرعی [illegible] فیصل کیا کرتا ہے ۔ صرف ہم غیر حکومت کی رعایا کا مقدمہ [illegible] خدمت کرتی ہیں اور بارش قریب قریب ہمیشہ ہوا کرتی ہے اور بارش نہیں بھی ہوتی تو ابر کثرت سے رہتا ہے جس کی وجہ سے چاند دیکھنا مشکل ہے یہی وجہ ہے رمضان شریف کے روزے کے لئے سلطان اپنے معمول سے [illegible] حساب فلکی سے معلوم ہوتے ہیں ان سے دریافت کرتے ہیں کہ چاند کس تاریخ کو ہوگا وہ ہمیشہ ۲۹ تاریخ کو ہوتا ہے ہیں چونکہ عام طور سے [illegible] ہوتے ہیں اس لئے سلطان دو چار روز پہلے ہی اعلان کرا دیتا ہے کہ فلاں روز روزہ رکھنا ہوگا اس اعلان پر سب روزہ رکھتے ہیں اب ہم مسلمانوں کو یہ دشواری ہے کہ ہم امام ابو حنیفہ کے پیرو ہیں اور امام صاحب کا حکم ہے کہ چاند دیکھ کر رمضان شریف کا روزہ رکھنا شروع کرو اگر ہم ۳۰ تاریخ کو چاند دیکھ کر روزہ رکھتے ہیں تو ہماری عید ایک روز بعد ہوگی اور ہمارے [illegible] روزے [illegible] سے ہوں گے لہذا حسب ذیل جوابات نمبروار عطا فرمائیے۔

(۱) کیا ہم سلطان کے اعلان پر روزہ رکھ سکتے ہیں (۲) اور کیا امام ابو حنیفہ کے مسلک کے خلاف تو نہیں (۳) اگر امام صاحب کے خلاف ہے تو ہم گنہگار تو نہیں ہوں گے؟ (۴) اگر ہم [illegible] کے مذہب حنفی میں کا چاند قرار دیکر روزہ رکھیں تو کیا ہمارا روزہ ادا ہوگا (۵) بعض شخص اگلی عید سے [illegible] کرا دے بھی ہو تو کیا اس تفریق سے ہم گنہگار تو نہ ہوں گے؟

(جواب ۲۵۳) (۱) ہاں سلطان کے اعلان کے موافق روزہ رکھنا چاہئے (۲) اس صورت میں صاحب امر یعنی سلطان کے حکم کی اطاعت حنفی مذہب کے خلاف نہیں (۳) گنہگار نہیں ہوں گے (۴) نہیں یہ اختلاف نہیں کرنا چاہئے سب کو روزہ اور عید میں متفق رہنا چاہئے (۵) یہ تفریق صحیح نہیں محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## رمضان اور عیدین کی چاند کے لئے شرائط

(سوال) ترجمہ اردو در مختار جلد اول ص ۵۰۳ میں ہے وشرط للفطر مع العلة والعدالة (نصاب الشهادة ولفظ اشهد) وعدم الحد في قذف لتعلق نفع العبد . (ترجمہ) اور [illegible] عید میں [illegible] وغیرہ کے ہوتے ہوئے عادل ہونے کے ساتھ نصاب شہادت سوال ( [illegible] )

---

(۱) [illegible]
في مسائل شتى شرح تنوير الأبصار مع رد المحتار كتاب [illegible] ۵ ، ۴۰۹ طبع سعيد
(۲) [illegible]
(۳) [illegible]
(۴) [illegible]
(۵) كتاب الصوم ۲ ، ۳۸۶ طبع محمد سعيد

عورتیں) شرط ہے اور لفظ اشہد اور محدود فی القذف نہ ہونا شرط ہے کیونکہ نفع بندہ کا تعلق ہے"

اور عدالت وہ ملکہ ہے کہ ہمیشہ تقویٰ اور مروت پر قائم رکھے اور یہاں ادنیٰ درجہ شرط ہے یعنی کبائر کا ترک اور عدم اصرار صغائر پر مروت کے خلاف سے بچنا اور لازم ہے کہ مسلمان عاقل بالغ ہو۔

یہاں پر ریاست میں عدالت بالکل مفقود ہے یعنی اکثر لوگ داڑھی منڈاتے ہیں اور جو داڑھی والے ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ جوا کھیلتے ہیں اور ناچ دیکھنے والے اور تھیٹر دیکھنے والے اور قوالی سننے والے ہیں اگرچہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور وعظ بھی سنتے ہیں یہاں پر چار مسجدیں اور عیدگاہ بھی ہے لیکن کسی مسجد میں کوئی امام و موذن مقرر نہیں ہے جمعہ و عیدین اور پنجوقتہ نمازیں جس میں لوگ خود ہی امام و موذن بن جاتے ہیں مغرب و عشاء کی جماعت ہوتی ہے بقیہ وقتوں میں اگر آدمی جمع ہوگئے تو جماعت ہو گئی ورنہ لوگ اپنی اپنی نمازیں پڑھ کر چلے جاتے ہیں کوئی کسی کا انتظار نہیں کرتا ہے غرض کہ یہ لوگ مستور الحال بھی نہیں ہیں بلکہ ان کی بھلائی برائی ظاہر ان کے سامنے ہے اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر ان لوگوں میں سے کوئی عید کا چاند دیکھے تو بوجہ عدالت نہ ہونے کے ان کی شہادت رد کر کے رمضان شریف کے تیس روزے پورے کر کے عید کریں یا شہادت قبول کرنے میں شرعاً کوئی گنجائش ہے؟

لفظ شہد کی جو شرط ہے اس سے کیا معنی ہیں؟ مثلاً چاند دیکھنے والا یوں کہے کہ اشہد میں نے چاند دیکھا ہے یا یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں یا شہادت دیتا ہوں کہ میں نے چاند دیکھا ہے شہادت دینے کا طریقہ کیا ہے؟ المستفتی مولوی عبدالرؤف خان بھکن پور ضلع فیض آباد

**(جواب ۲۵۴)** ان لوگوں میں سے کسی کا صادق ہونا قاضی کے نزدیک متحقق ہو اور وہ شہادت قبول کرے تو اسے اس کا حق ہے۔ اشہد عربی لفظ کہنا ضروری نہیں بلکہ میں شہادت دیتا ہوں یا گواہی دیتا ہوں کافی ہے۔ رمضان کے چاند کے لئے ایک آدمی کی شہادت بھی کافی ہے یہ آدمی مستور الحال بھی ہو تو بھی واجب القبول ہے۔ عیدین کے لئے دو ثقہ آدمیوں کی لفظ شہادت سے گواہی ہونی چاہئے۔ اس میں ظاہر الفسق یا مستور کی شہادت کافی نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## ایک فقہی لطیفہ

ایک دفعہ ریاست [illegible] سے ایک تار برائے دریافت رویت ہلال عید حضرت مفتی صاحب

---

(۱) یعنی اگر قاضی کسی کی شہادت قبول کر کے رمضان کا حکم دے دے تو سب کو روزہ رکھنا لازم ہوگا ولو شهد فاسق و قبله الامام و امر الناس بالصوم فافطر هو او واحد من اهل بلده قال عامة المشايخ تلزمه الكفارة (عالمگيرية كتاب الصوم باب رؤية الهلال ۱/ ۱۹۸ كوئٹه)

(۲) وقبل بلا دعوى و لفظ اشهد للصوم مع علة كغيم خبر عدل او مستور على ما صححه البزازي على خلاف ظاهر الرواية لا فاسق اتفاقا الخ (الدر المختار كتاب الصوم ۲/ ۳۸۵ طبع سعيد)

(۳) دیکھئے فتویٰ نمبر ۳۱۴ حاشیہ نمبر ۱

سے نام آیا حضرت موصوف [illegible] میں تھے مدرسے میں چند چترالی طالب علم تھے انہوں نے تار کا جواب دے دیا کہ "چاند ہو گیا" اس کے بعد چترال کا مندرجہ ذیل خط آیا

۰ شوال ۱۳۵۳ھ از چترال اعلیٰ

معدن فضل و کمال مخزن علم و فضل مولانا مکرم مفتی اعظم محمد کفایت اللہ صاحب مکرم و معظم دامت برکاتہم

بعد سلام مسنون خیریت لزوم مکشوف ضمیر منیر آنکہ حصول مراسلہ گرامی از یاد آوری آں جناب بہجت و سرور و ممنونیت حاصل شد اگر بدیں طریق مراسلت و از دعا یاد آوری فرمایند عین سعادت خود خواہیم دانست

در قرب عید الفطر فقہائے مدرسہ بحث افتادہ بود کہ آیا برائے ہلال عید بہ خبر تار برقی اعتبار ہست یا نہ؟ در سند عدم جواز خبر تار برقی یک رسالہ تالیف آں جناب را حوالہ می دادند مگر عجیب اتفاق شد کہ عین در اثنائے نزاع آنہا از جانب آنجناب تار وررسید کہ "ہلال عید را دیدہ شد"

و ایں خبر نزاع آنہا را فیصلہ کرد زیادہ آداب فقط

مخلص صادق شجاع الملک ہز ہائینس والیٔ چترال

(ترجمہ) بعد سلام مسنون واضح ہو کہ آنجناب کا گرامی نامہ موصول ہو کر موجب مسرت و امتنان ہوا اگر اسی طریقہ سے آپ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں تو ہماری سعادت ہوگی

عید فطر کے قریب ہمارے فقہاء و علماء کے درمیان یہ بحث ہو رہی تھی کہ آیا رویت ہلال عید کے لئے تار کی خبر قابل اعتبار ہے یا نہیں؟

عدم جواز کی سند میں آپ کے مرتب کردہ رسالے کا حوالہ دیا جا رہا تھا مگر عجیب اتفاق ہوا کہ آنجناب کا ٹیلی گرام پہنچا کہ "عید کا چاند دیکھ لیا گیا" اور اس خبر نے علماء کے اختلاف و نزاع کا فیصلہ کر دیا زیادہ حد ادب

مخلص صادق شجاع الملک ہز ہائینس والیٔ چترال

حضرت مفتی اعظم نے فوراً مذکورہ بالا خط کے جواب میں یہ تحریر فرمایا کہ "یہ واقعہ جو آنجناب نے اپنے گرامی نامے میں تحریر فرمایا ہے اس امر کی بہت بڑی قوی دلیل ہے کہ تار کی خبر ہرگز قابل اعتبار نہیں کیونکہ نہ مجھے آپ کا تار ملا نہ آپ نے کوئی تار بھیجا اب آپ ہی کے خط سے معلوم ہوا کہ میری طرف سے آپ کو کوئی تار موصول ہوا تھا"

---

(۱) یعنی حضرت کے عدم جواز [illegible] حضرت [illegible]

## استفتاء

## ٹیلی گراف، خط کی خبر اور خبر مستفیض کی تحقیق

(منقول از رسالہ البیان الکافی مرتبہ مولانا حکیم ابراہیم راندیری)

مطبوعہ ۱۳۳۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ما قولكم (متع الله المسلمين بعلومكم) في اختلاف جرى بين علمائنا في هلال رمضان والفطر حين علم انه اذا ورد في بلدة تلغراف زائد على الخمسة الى العشرة من بلدة او بلاد متنائية مختلفة المطالع و متفقتها على رجل او رجال مكتوب فيه رأينا او رؤي عندنا الهلال او ذكر فيه كلمة على حسب اصطلاح وقع بين الطرفين بانه اذا رؤي الهلال تذكر كلمة مثلاً "بغداد" ليامن من التخليط والتغيير والاشتباه فمنهم من يقول بالتعويل على هذا الخبر مستدلا انه خبر مستفيض والخبر المستفيض يعول عليه في امر الهلال فقد ذكر في الدر المختار نعم لو استفاض الخبر في البلدة لزمهم على الصحيح من المذهب (1) وقال ابن عابدين في حاشيته ناقلا عن شمس الائمة الحلواني الصحيح من مذهب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض و تحقق فيما بين اهل البلدة الاخرى يلزمهم حكم هذه البلدة (2) على انه قد تعارف بين الناس التعويل عليه في معاملاتهم حتى في الموت والولادة وامثالهما من الامور المهمة وهذا يدل على انه يفيد غلبة الظن لا سيما اذا كان متعددا وغلبة الظن موجبة للعمل وخالفهم آخرون وقالوا لا يعول على هذا الخبر مع تسليم استفاضته و شيوعه بوجوه ما (اولاً) فلانه يشترط في الخبر المستفيض الاسلام لان اهل الاصول عدوه في الاخبار الآحاد والخبر الواحد لا يقبل الا بنقل عدل والعدل مأخوذ في تعريفه الاسلام كما لا يخفى قال ابن عابدين في رد المحتار و في عدم اشتراط الاسلام نظر لانه ليس المراد هنا بالجمع العظيم ما يبلغ مبلغ التواتر الموجب للعلم القطعي حتى لا يشترط له ذلك بل ما يوجب غلبة الظن كما يأتي و عدم اشتراط الاسلام له لا بد له من نقل صريح انتهى (3) و خبر التلغراف انما يستفاد من مخبره من هو قائم بدق السلك و نقره فيخبره من كان في الجانب الآخر بنقراته فيستنبط منها هذا الخبر و يكتبه و يؤديه الى من ضرب له التلغراف وهؤلاء غالبهم من المخالفين لملة الاسلام (وثانيا) فلان الخبر المستفيض انما يكون حجة لكونه نقلا عن

---

(۱) كتاب الصوم ۲ / ۳۹۰ طبع سعيد

(۲) كتاب الصوم ۲ / ۳۹۰ طبع سعيد

(۳) رد المحتار، كتاب الصوم ۲ / ۳۸۸ طبع سعيد

قضاء القاضي و حكمه كما قال ابن عابدين في حاشيته على الدر ان هذه لا استفاضة بمثل تلك شهادة على قضاء قاض ولا على شهادة بل لو كانت بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت به ان اهل تلك البلدة صاموا يوم كذا لزم العمل به لان البلدة لا تخلو عن حاكم شرعي عادة فلا بد من ان يكون صومهم مبنيا على حكم حاكمهم الشرعي فكانت تلك الاستفاضة بمعنى نقل الحكم المذكور انتهى. ولا يخفى عليكم ان هذه البلاد ليس فيها حاكم شرعي ولا قاض فلا يكون الحكم المستفاد من التلغراف نقلا عن قضاء القاضي و حكمه بل انما هو حكاية عن الرؤية و الاعتماد عليها لا يجوز كما في الدر لانهم لم يشهدوا برؤية غيرهم لانه حكاية (۱) قال ابن عابدين فانهم لم يشهدوا بالرؤية ولا على شهادة غيرهم وانما حكوا رؤية غيرهم كذا في فتح القدير قلت وكذا لو شهدوا برؤية غيرهم وان قاضي تلك المصر امر الناس بصوم رمضان لانه حكاية لفعل القاضي ايضا و ليس بحجة بخلاف قضائه (۲) وقال في البحر لو شهد جماعة ان اهل بلد كذا رأوا هلال رمضان قبلكم بيوم فصاموا وهذا اليوم ثلاثون بحسابهم ولم يروا هؤلاء الهلال لا يباح فطر غد ولا تترك التراويح هذه الليلة لان هذه الجماعة لم يشهدوا بالرؤية ولا على شهادة غيرهم وانما حكوا رؤية غيرهم (۳) انتهى. قال ابن عابدين في حاشيته على البحر اعلم ان المراد بالاستفاضة تواتر الخبر من الواردين من بلدة الثبوت الى البلدة التي لم يثبت بها لا مجرد الاستفاضة (۴) انتهى. ولا يخفى عليكم ان الخبر المستفيض الحاصل بالتلغراف لا يكون من الواردين من بلدة الثبوت بل من جهة الكتاب المكتوب على التلغراف المعهود بين اهله وقد ذكر الفقهاء ان كتاب الشهادة لا يعول عليه فلم يكن له ان يشهد ان علم بما فيه من الشهادة في الهداية لا يقبل الكتاب الا بشهادة رجلين او رجل وامرأتين لان الكتاب يشبه الكتاب فلا يثبت الا بحجة تامة وهذا لانه ملزم فلا بد من الحجة (۶) وربما قلنا لعل وان كانوا ينقلون في معاملاتهم بالتلغراف لكن الحكومة البرطانية مع مخالفتها للديانة الاسلامية لا تعتمد عليه في امر الشهادة و لعل ذلك بسبب امكان تطرق الخطاء او عدم الانكشاف التام عن احوال المشهود به والشك عن كيفية شهادتهم هذا اذا كان

---

(۱) رد المحتار، كتاب الصوم ۲ / ۳۹۰ طبع سعيد
(۲) رد المحتار، كتاب الصوم ۲ / ۳۹۰ طبع سعيد
(۳) رد المحتار، كتاب الصوم ۲ / ۳۹۰ طبع سعيد
(۴) البحر الرائق، كتاب الصوم ۲ / ۲۹۰ طبع بيروت
(۵) منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب الصوم ۲ / ۲۹۱ طبع بيروت
(۶) الهداية، كتاب ادب القاضي، باب كتاب القاضي الى القاضي ۳ / ۱۳۹ طبع مكتبه شركت علميه ملتان

التلغراف زائد على الخمسة الى العشرة واما اذا كان واحد فى هلال رمضان واثنين فى الفطر وقد غم الهلال فهل يكفى كفاية الواحد العدل فى رمضان والاثنين العدلين فى الفطر وهل يقاس الكتاب المرسل بالوسطة على التلغراف فيما ذكر من الصور وهل يسوغ امام المسجد الجامع او غيره منزلة القاضى فى القضاء بثبوت الهلال خصوصا بنواحى المسلمين فى بلاد لا يوجد فيها الحاكم الشرعى ولا القاضى فما كان الحق عندكم افيدوه بالتى تطمئن بها القلوب و تثلج بها الصدور ليزول النزاع من البين و يتيسر العمل بالصحيح من القولين ولكم الحسنى و زيادة كتبه عبدالحى خطيب جامع رنگون

(الجواب) اعلموا رحمنا الله و اياكم ان فى الخبر التلغرافى وجوها من التشبه الوجه الاول انه لايحصل العلم للمرسل اليه بان المرسل فى الواقع هو الذى اظهر اسمه فى الخبر ام غيره فانه يمكن ان يذهب زيد مثلا الى الوسطة و يقول للعامل ان ارسل من عمرو الى فلان انى رايت الهلال ليلة الجمعة مثلا فيرسل العامل من غير ان يستفسره من انك انت عمرو او رسوله او مفتر عليه وقد شاهدنا مرارا ان الذى اظهر فى الخبر التلغرافى مرسلا لم يكن مرسلا وانما ارسل على لسانه والوجه الثانى انه ربما يقع الغلط فى الفهم من العامل المرسل او العامل المرسل لديه او المرسل اليه نفسه فانه يفهم الاشياء خبر الحدث فاذ الاشياء و بوجه اخر والوجه الثالث ان المرسل اليه لا يحصل له العلم بعدالة المرسل والوجه الرابع ان المرسل ربما لم يذهب الى الوسطة بل يرسل مضمون الخبر مع خادمه الغير العدل فهذه الوجوه وامثالها موجودة فى الخبر التلغرافى ولا يصح ان يحكم بقبول هذا الخبر مع وجود هذه الشبه فيه نعم لو فرض خلوه عن هذه التشبهات حكمنا بقبوله لكن من المعلوم ان خلوه من هذه التشبهات امر عسير و تعدد الطرق غير نافع فان الاحتمالات التى ذكرناها سالفا لا يدفعها التعدد وما لم تندفع عنه هذه الاحتمالات لا يكون هذا الخبر مع تعدد طرقه مستفيضا فان معنى الاستفاضة على ما نقله العلامة الشامى عن الرحمتى ان تاتى من تلك البلدة (اى بلدة الرؤية) جماعات متعددون كل منهم يخبر عن اهل تلك البلدة انهم صاموا عن رؤية (۱) ومن البين ان هذه الخبر وان كان بحسب الظاهر من المخبر المتعين المعلوم لكنه بحسب الواقع ليس كذلك لعدم الامن من تبدل المخبر كما قد علمت فهذا داخل تحت قول العلامة لا مجرد الشيوع من غير علم بمن اشاعه كما قد تشيع اخبار يتحدث بها سائر اهل البلدة ولا يعلم من اشاعها (۲) واذا تقرر هذا فنقول ان المجوزين الحاكمين بقبول هذا الخبر لم يمعنوا النظر فى احواله

(۱ ۲) رد المحتار، كتاب الصوم ۲ ۳۹۰ طبع سعيد

و قولهم بانه مستفيض ناشئ عن عدم التدبر في معنى الاستفاضة فان الاستفاضة كما قد علمت ان يجيئ الواردون بالخبر و يخبرون به اهل بلدة وردوها و كانوا من المسلمين وهذا منتف فيما هنا لك اما الاستفاضة بمعنى الشيوع مطلقا فموجودة لكنها لا تجدي نفعا اما قولهم انه قد تعورف بين الناس التعويل عليه في معاملاتهم حتى في الموت والولادة الخ فهذا ايضا لا يفيد فان تعويل الناس على امر ليس بحجة شرعية الا ترى انهم يعولون في معاملاتهم على اخبار احاد الكفار من عبدة الاوثان وغيرهم و يتيقنون باخبارهم مع ان خبر احاد الكفار غير معتبر اتفاقا و اين غلبة الظن مع وجود الشبهات المذكورة ولو سلم ان الغلبة تحصل به لم ينفع فيما هنالك فان الظن اذا كان ناشئا من المظان الشرعية كان موجبا للعمل اما اذا كان ناشئا من المظان الغير الشرعية لم يعتد به مع كونه اشد واقوى الا ترى انه لو كان في البلد احد من الكفار امينا وصدوقا علما في الصدق بحيث لايكذب اصلا فخبر برؤية الهلال لم يلتفت الى خبره مع حصول الظن الغالب بل اليقين ولم يقبل هذا الخبر والشهادة مع وجود غلبة الظن الا لكون الظن به ناشئا عن المظان الغير الشرعية وانت خبير بان التلغراف مع وسائطه ليس من المظان الشرعية فلاينفع الظن الحاصل به هذا واذا لم يعتمد عليه مع تعدد طرقه فكيف يجوز الاعتماد عليه ان كان واحدا او اثنين

اما الكتاب المرسل بالوسطة فهو وان كان اقوى من التلغراف ايضا غير معتبر اذا لم يبلغ حد الشهرة اما اذا تعدد الكتب وزادت على الخمسة و تيقن المرسل اليه بانها مكتوبة بخط المرسل نفسه و جزم بعدالته و كانت بلفظ يصلح للشهادة على الرؤية فينبغي ان يعتمد عليها فان الشبهات التي في الكتاب اقل منها في التلغراف و مع ذلك فلا نحكم بقبوله جزما لان رعاية شروط القبول لا يتيسر لكل احد– اما نزول امام الجامع و الخطيب مقام القاضي في بلاد ليس فيها حاكم شرعي بتراضي المسلمين فامر ثابت حتى ان الامام اذا ارتضاه المسلمون لاقامة امر دينهم يصلح ان ينوب عن السلطان كما في امر الجمعة فان السلطان او نائبه من شروط اقامتها ومع ذلك حكم الفقهاء في بلاد ليس فيها حاكم شرعي ان الامام اذا اجتمع الناس عليه وصلى بهم جاز وذلك لان الاهمال في تلك المواضع يوجب ترك فريضة هي من شعائر الاسلام

قال في رد المحتار [2] نقلا عن التاترخانية واما بلاد عليها ولاة كفار فيجوز

---

[1] [illegible] ص ۳۱۶ [illegible]

[2] کتاب نفسه ج ۵ ص ۳۶۹ طبع سعید

للمسلمين اقامة الجمع ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ والاعياد و يصير القاضي قاضيا بتراضي المسلمين فيجب عليهم ان يلتمسوا واليا مسلما منهم انتهى و فيه نقلا عن الفتح واذا لم يكن سلطان ولا من يجوز التقلد منه كما هو في بعض بلاد المسلمين كقرطبة الآن يجب على المسلمين ان يتفقوا على واحد منهم يجعلونه واليا فيولي قاضيا ويكون هو الذي يقضي بينهم وكذا ينصبوا اماما يصلي بهم الجمعة انتهى ومن البين ان المسلمين اذا ولوا امرهم رجلا من المسلمين كان هذا مواضعة محضة فان تولية الامارة الحقيقية مع وجود سلطان كفر متغلب ليست بممكنة ولما صحت تولية الامارة من المسلمين فاولى ان تصح عنهم تولية القضاء و دلت عبارة التتارخانية على الصحة هذا والله اعلم بالصواب و اليه المرجع والمآب كتبه الراجي رحمة مولاه كفاية الله الشاهجهانپوري مدرس مدرسه الامينيه الدهلويه

(ترجمہ) علمائے شرع متین (خدا تعالیٰ آپ کے علوم سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے) اس اختلاف میں کیا فرماتے ہیں جو آج کل ہمارے علماء میں دربارہ رویت ہلال رمضان وعید ہو رہا ہے اور وہ یہ کہ جب کسی وجہ سے کسی شہر میں رویت ہلال نہ ہو اور دوسرے مقامات سے جن کے مطلع اس شہر کے مطلع سے مختلف یا متفق ہوں ایک شخص یا چند شخصوں کے پاس پانچ سے دس تک تار آجائیں جن میں یہ لکھا ہو کہ ہم نے چاند دیکھا یا ہمارے یہاں چاند دیکھا گیا اور کوئی اصطلاحی لفظ لکھا گیا ہو مثلاً طرفین نے یہ اصطلاح مقرر کر لی ہو کہ جب رویت ہلال کی خبر دینی ہو تو ہم فلاں لفظ تار میں لکھ دیا کریں گے تاکہ تبدیل و تخلیط کا احتمال نہ رہے۔

تو ایسے تاروں کے اعتبار کرنے نہ کرنے میں اختلاف ہو رہا ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا تار خبر معتبر ہے کیونکہ یہ خبر مستفیض ہے اور خبر مستفیض رویت ہلال کے بارے میں قابل اعتبار ہے درمختار میں ہے (ہاں جب کہ کسی شہر میں خبر مستفیض ہو جائے تو وہاں کے لوگوں کو (روزہ) مذہب کی صحیح روایت پر لازم ہو جانے کا انتہی) اور علامہ ابن عابدین شامی نے رد المحتار میں شمس الائمہ حلوانی سے نقل کیا ہے (ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب یہ ہے کہ کسی شہر میں خبر جب مستفیض اور متحقق ہو جائے تو ان پر بھی رویت کا حکم لازم ہو جائے گا انتہی) اس کے علاوہ لوگوں میں تار کی خبر امور مہمہ میں معتبر سمجھی جاتی ہے موت اور ولادت میں اس کا اعتبار کیا جاتا ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس سے ظن غالب حاصل ہو جاتا ہے بالخصوص جب کہ متعدد طریقوں سے حاصل ہو اور غالب ظن پر عمل واجب ہے اور علماء کا دوسرا فریق اس کا مخالف ہے اور کہتا ہے کہ یہ خبر باوجود مستفیض شائع ہو جانے کے چند وجوہ سے غیر معتبر ہے (۱) یہ کہ خبر مستفیض میں مخبرین کا مسلمان ہونا شرط ہے

---

[illegible] رویت [illegible] متعلق [illegible] کتاب الحظر والاباحۃ کے سولہویں باب میں دیکھئے

کیونکہ اہل اصول نے اس کو خبر واحد میں شمار کیا ہے اور اخبار احاد کے مقبول ہونے کے لئے ناقلین کا عادل ہونا ضروری ہے اور عادل کی تعریف میں اسلام بھی داخل ہے اور یہ سب ظاہر ہے علامہ ابن عابدین رد المحتار میں لکھتے ہیں (کہ مستفیض میں علمائے متاخرین کا شرط ہونا محل نظر ہے کیونکہ یہاں مستفیض سے وہ مستفیض مراد نہیں ہے جو حد تواتر تک پہنچ جائے اور علم قطعی کا فائدہ دے اور اس میں اسلام کی شرط ہو بلکہ صرف اس قدر مراد ہے کہ غلبہ ظن حاصل ہو جائے جیسے کہ قریب آئے گا اور ایسی صورت میں بھی اسلام کی شرط نہ ہونے کے لئے کوئی نقل صریح ضروری ہے انتہی اور تار خبر اصل مخبر سے وہ تار بابو لیتا ہے جو تار دینے پر متعین ہے اور دوسری جانب کے تار بابو کو خبر دیتا ہے اور وہ اس سے حاصل کر کے ایک کاغذ پر اس شخص کے حوالہ کرتا ہے جو اسے مکتوب الیہ تک پہنچا دے اور یہ تمام لوگ اکثر اوقات غیر مسلم ہوتے ہیں (۲) دوسرے یہ کہ یہ خبر مستفیض کا حجت ہونا بھی اس بنا پر تھا کہ وہ قضاء قاضی کی نقل ہوتی تھی جیسا کہ علامہ شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں (کہ اس استفاضہ میں نہ تو شہادت علی القضاء ہے نہ شہادت علی الشہادت لیکن چونکہ وہ بمنزلہ خبر متواتر کے ہے اور اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ فلاں شہر میں فلاں روز روزہ رکھا گیا تو اس پر عمل لازم ہو گیا کیونکہ شرعی طور پر شہر حاکم شرعی سے خالی نہیں ہوتے تو ضروری ہے کہ شہر والوں کا روزہ ان کے حاکم کے حکم سے ہوا ہو گا پس یہ استفاضہ در حقیقت حکم حاکم کی نقل ہے انتہی) اور یہ امر پوشیدہ نہیں کہ ہمارے ان شہروں میں حاکم شرعی اور قاضی موجود نہیں پس تار خبر باوجود استفاضہ کے قضاء قاضی کی نقل نہیں ہوئی بلکہ محض حکایت رویت ہوئی اور حکایت رویت پر اعتماد جائز نہیں در مختار میں ہے (اگر لوگ محض دوسروں کی رویت بیان کریں تو یہ ناقابل اعتبار ہے کیونکہ محض حکایت ہے) اور علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں (کیونکہ نہ انہوں نے رویت کی شہادت دی اور نہ شہادت پر شہادت دی بلکہ صرف رویت کی حکایت کی ہے کذا فی فتح القدیر۔ میں کہتا ہوں یہی ہی یہ صورت ہے کہ وہ شہادت دیں کہ لوگوں نے چاند دیکھا اور اس شہر کے قاضی نے ان کو روزہ رکھنے کا حکم کیا کیونکہ یہ بھی فعل قاضی کی حکایت ہے اور حجت نہیں بخلاف قضاء قاضی کے اور بحر میں ہے کہ اگر ایک جماعت نے گواہی دی کہ فلاں شہر والوں نے چاند رمضان کا تم سے ایک روز قبل دیکھا تھا اور روزہ رکھا تھا اور آج ان کے حساب سے تیس تاریخ ہے اور ان لوگوں نے چاند نہیں دیکھا تو ان کو جائز نہیں کہ یہ کل روزہ نہ رکھیں اور نہ اس رات کی تراویح چھوڑی جاوے کیونکہ جماعت مذکورہ نے رویت کی شہادت یا شہادت علی الشہادۃ نہیں دی ہے بلکہ صرف حکایت رویت کی ہے)(۳) یہ کہ علامہ شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں (جاننا چاہیے کہ استفاضہ سے یہ مراد ہے کہ بلدہ رویت سے بکثرت آنے والے وہاں کی رویت بیان کریں نہ صرف کسی نامعلوم خبر کا پھیل جانا انتہی) اور اس میں آپ کو شک نہ ہوگا کہ تار خبر ایسی نہیں ہے جو بلدہ رویت سے بکثرت آنے والوں کے ذریعے سے حاصل ہوئی ہو بلکہ وہ اس کاغذ کے ذریعے سے حاصل ہوتی ہے جو کہ تار کی معرفت آتا ہے

ذریعہ سے لکھ کر بھیجا جاتا ہے اور فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ کتاب شہادت اس وقت تک معتبر نہیں ہو سکتی جب تک کہ لکھنے والے کے دو گواہ اس کے جاننے والے نہ ہوں ہدایہ میں ہے (کہ کتاب قاضی کا خط) جب تک کہ اس پر دو گواہ مرد یا ایک مرد دو عورتیں نہ ہوں مقبول نہیں کیونکہ خط خط کے مشابہ ہو جاتا ہے پس بغیر حجت تامہ کے ثابت نہیں ہو سکتا اور یہ اس لئے کہ وہ ملزم ہے اور الزام بغیر حجت کے نہیں ہوتا۔ (۴) اگرچہ عوام اپنے معاملات میں تار خبر کا اعتبار کرتے ہیں لیکن برٹش گورنمنٹ باوجود غیر مسلم ہونے کے شہادت میں تار کا اعتبار نہیں کرتی اور شاید اس کا منشاء یہی ہے کہ تار میں تحریف کا احتمال موجود ہے اور گواہوں کی حالت پوری طور پر منکشف نہیں ہوتی اور ان کی کیفیت شہادت کی چھان بین نہیں ہو سکتی۔

یہ تمام کلام اس تقدیر پر ہے کہ تار پانچ سے زیادہ دس تک ہوں لیکن اگر صرف ایک تار ہو تو وہ رمضان کے چاند کے ثبوت کے لئے اور دو ہوں تو عید کے چاند کے ثبوت کے لئے کیا ایک دو عادل یا دو دو ہوں عادل کے قائم مقام ہو سکتے ہیں یا نہیں ؟ اور ڈاک کے ذریعہ سے بھیجا ہوا خط تار پر قیاس کیا جا سکتا ہے یا نہیں اور جن شہروں میں حاکم شرعی اور قاضی نہیں ہے ان میں امام جامع مسجد یا اور کوئی شخص حکم ثبوت ہلال میں قائم مقام قاضی کے ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ اس بارے میں جو بات حق ہو اس کو بحوالہ بیان فرمائیں کہ قلوب مطمئن ہو جائیں اور باہمی نزاع مرتفع ہو جائے اور صحیح قول پر عمل کرنے میں آسانی ہو۔

ولکم الحسنی و زیادۃ کتبہ عبدالحی خطیب جامع رنگون

(الجواب) (ترجمہ) جان لو (خدا تعالیٰ ہم پر اور تم پر رحمت نازل فرمائے) کہ تار خبر میں کئی قسم کے شبہات ہیں اول یہ کہ مکتوب الیہ کو اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ تار بھیجنے والا فی الواقع وہی شخص ہے جس کا نام تار میں ظاہر کیا گیا ہے یا کوئی دوسرا کیونکہ ممکن ہے کہ مثلاً زید تار آفس میں جا کر تار بابو سے کہے کہ عمرو کی طرف سے فلاں شخص کو یہ تار بھیج دے کہ میں نے جمعہ کی رات میں چاند دیکھا ہے اور تار بابو اس مضمون کا تار بغیر دریافت اور تحقیق کے روانہ کر دے کہ آیا تم خود عمرو ہو یا اس کے قاصد ہو یا اس پر بہتان باندھنے والے ہو اور اس کا بار بار تجربہ ہو چکا ہے کہ جس شخص کا نام تار بھیجنے والے کی حیثیت میں ظاہر کیا گیا وہ خود بھیجنے والا نہ تھا بلکہ اس کی طرف سے کسی دوسرے نے بھیج دیا تھا دوم یہ کہ تار دینے والے بابو یا تار لینے والے بابو یا خود مرسل الیہ سے غلطی ہو جائے کہ وہ انشاء کو خبر سمجھے یا اور کسی وجہ سے غلطی واقع ہو جائے سوم یہ کہ مرسل الیہ کو مرسل کی عدالت کا علم حاصل نہیں ہوتا چہارم یہ کہ تار دینے والا بسا اوقات خود تار آفس کو نہیں جاتا بلکہ مضمون خبر اپنے ملازم غیر عادل کے ذریعہ سے تار آفس کو بھیج دیتا ہے پس یہ اور اسی قسم کی بہت سی وجوہ شبہ تار خبر میں موجود ہیں اور ان شبہات کے ہوتے ہوئے اس کے مقبول ہونے کا حکم دینا صحیح نہیں ہاں اگر یہ خبر ان شبہات سے خالی فرض کر لی جائے تو اس کے قبول

کرنے کا حکم دینا ممکن ہے لیکن یہ معلوم ہے کہ اس کا ان شبہات سے خالی ہونا ایک دشوار امر ہے اور تعدد طرق بھی نافع نہیں کیونکہ یہ شبہات جو ہم نے ذکر کئے تعدد طرق سے مندفع نہیں ہوتے اور جب تک کہ یہ شبہات دفع نہ ہوں اس وقت تک یہ خبر باوجود تعدد طرق کے جب تک کہ حد تواتر کو نہ پہنچے **مستفیض** نہیں ہو سکتی کیونکہ جیسا علامہ شامی نے رحمتی سے نقل کیا ہے استفاضہ کے معنی یہ ہیں کہ بلدہ رویت سے بکثرت آنے والے یہ بیان کریں کہ وہاں کے لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ خبر اگرچہ بعد ایک مخبر معلوم متعین کی جانب سے حاصل ہوئی ہے لیکن واقع میں یہ نہیں ہے کیونکہ مخبر کے تبدل کا احتمال موجود ہے جیسا کہ تم اوپر معلوم کر چکے ہو بلکہ یہ صورت علامہ شامی کے اس قول کے ذیل میں داخل ہے (کہ مجرد شیوع کا اعتبار نہیں ہے کہ شائع کنندہ کا علم نہ ہو جیسا کہ بعض خبریں ایسی پھیل جاتی ہیں کہ تمام شہر والوں کی زبان پر جاری ہو جاتی ہیں اور اصل شائع کنندہ کا پتہ نہیں چلتا) اب جبکہ یہ بات ثابت ہو گئی تو اب ہم کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے تار خبر کے اعتبار کرنے کا حکم دیا ہے انہوں نے ان کے حالات کو بنظر غور نہیں دیکھا ان کا یہ کہنا کہ یہ خبر مستفیض ہے استفاضہ کے معنی پر غور نہ کرنے کی وجہ سے ہے کیونکہ استفاضہ سے مراد یہ ہے کہ بلدہ رویت سے بکثرت آنے والے خبر رویت کو بیان کریں اور جس شہر میں آئے ہیں اس کے لوگوں کو رویت کی خبر دیں اور مسلمان بھی ہوں اور یہ بات تار کی خبر میں منتفی ہے ہاں استفاضہ بمعنی مطلق شیوع پیدا ہو جاتا ہے لیکن وہ نافع نہیں اور ان کا یہ کہنا کہ لوگ اس کی خبر کو اپنے معاملات حتی کہ موت اور ولادت میں اعتبار کرتے ہیں اس لئے یہ بھی مفید نہیں کیونکہ لوگوں کا کسی شے پر اعتبار کرنا حجت شرعیہ نہیں ہے آپ کو معلوم نہیں کہ لوگ اپنے معاملات میں خود کفار کی خبروں پر اعتبار کر لیا کرتے ہیں خواہ وہ بت پرست ہوں یا اور کوئی اور ان کی خبروں پر یقین کر لیتے ہیں حالانکہ کفار کی خبر دیانات میں بالاتفاق ناقابل اعتبار ہے اور غلبہ ظن باوجود ان شبہات مذکورہ کے کس طرح حاصل ہو سکتا ہے اور اگر غلبہ ظن کا حصول تسلیم بھی کر لیا جائے تاہم نافع نہیں کیونکہ عمل کو غلبہ ظن پر واجب ہوتا ہے جو مظان شرعیہ سے حاصل ہو اور اگر غلبہ ظن مظان غیر شرعیہ سے حاصل ہو تو خواہ کتنا ہی قوی کیوں نہ ہو معتبر نہیں ہوتا دیکھو اگر شہر میں کوئی کافر اعلیٰ درجہ کا صادق اور مالدار ہو اور اپنی سچائی میں ایسا مشہور ہو کہ کبھی جھوٹ نہ بولتا ہو اور وہ رویت ہلال کی خبر دے تو باوجودیکہ اس کی خبر سے غلبہ ظن حاصل ہو جائے گا لیکن ہرگز اس کی طرف التفات اور توجہ نہ کی جائے گی اور یہ کیوں صرف اس لئے کہ یہ غلبہ ظن مظان غیر شرعیہ سے حاصل ہوا ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ ٹیلی گراف مع اپنے تمام وسائط کے مظان شرعیہ میں داخل نہیں ہے پس اس سے حاصل ہونے والا غلبہ ظن مفید نہیں اور جب کہ یہ خبر باوجود تعدد طرق کے ناقابل اعتبار ہے تو صرف ایک یا دو طریقوں سے حاصل ہونے کی صورت میں کیسے معتبر ہو سکتی ہے اور خطوط جو ڈاک کے ذریعے سے آتے ہیں وہ اگرچہ تار سے قوی ہیں پھر بھی غیر معتبر ہیں جب تک کہ حد شہرت کو نہ

پہنچیں ہاں اگر متعدد طریقوں سے حاصل ہوں اور پانچ سے زیادہ ہو جائیں اور مرسل الیہ کو اس امر کا یقین ہو جائے کہ بھیجنے والے کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں اور ان کی عدالت کا بھی یقین ہو جائے اور ایسے الفاظ سے لکھے گئے ہوں جن میں شہادت رویت کی صلاحیت ہو تو مناسب ہے کہ (صرف مرسل الیہ کے لئے) ان پر اعتماد کر لیا جائے کیونکہ خطوط میں جو شہادت ہیں وہ تار کی شہادت سے کم ہیں اور ہم دوسروں کے لئے یہ حکم نہیں کرتے کہ یقیناً یہ مقبول ہیں کیونکہ شروط کی رعایت ہر شخص کے لئے ممکن نہیں اور امام جامع مسجد یا خطیب کا ایسے شہروں میں قاضی کے قائم مقام ہو جانا جہاں حاکم شرعی نہ ہو تو درست اور حق ہے کیونکہ جس امام کو تمام مسلمان اپنے امور دینیہ کی اقامت کے لئے پسند کر کے مقرر کر لیں وہ سلطان کا نائب ہو جانے کی صلاحیت رکھتا ہے جیسا کہ جمعہ میں ہوا کہ سلطان یا اس کا نائب ہونا ان شروط میں داخل تھا باوجود اس کے فقہاء نے حکم دیدیا کہ جس جگہ حاکم شرعی نہ ہو تو جب عامہ مسلمین کسی شخص کو متفقاً اپنا امام بنائیں اور وہ جمعہ پڑھاوے تو جائز ہے اور یہ اس لئے کہ ایسے مقامات میں اگر یہ حکم نہ دیا جائے تو ایک بڑا فرض جو شعار اسلام میں سے ہے چھوٹ جاتا ہے۔ رد المحتار میں تاتارخانیہ سے نقل کیا ہے واما بلاد علیها ولاة كفار فيجوز للمسلمين اقامة الجمع والاعياد و يصير القاضي قاضيا بتراضي المسلمين فيجب عليهم ان يلتمسوا واليا مسلما منهم انتهى اور فتح القدير سے نقل کیا ہے واذا لم يكن سلطان ولا من يجوز التقلد منه كما هو في بعض بلاد المسلمين كقرطبة الان يجب على المسلمين ان يتفقوا على واحد منهم يجعلونه واليا فيولي قاضيا ويكون هو الذي يقضي بينهم وكذا ينصبوا اماما يصلي بهم الجمعة انتهى اور یہ ظاہر ہے کہ اگر مسلمان کسی شخص کو اپنا والی بنا لیں تو یہ شخص ایک قاضی بنا لے ورنہ یہ نا ممکن ہے کہ سلطان کافر متغلب کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے شخص کو حقیقی والی بنائیں تو جب کہ مسلمانوں کو کسی شخص کو والی بنانا جائز ہے تو قاضی بنانا بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا اور تاتارخانیہ کی عبارت اس کی صحت پر دلالت کرتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ الراجی رحمۃ مولاہ محمد کفایت اللہ شاہجہانپوری صدر مدرس مدرسہ امینیہ دہلی (مہر)
الجواب صحیح۔ بندہ ضیاء الحق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی الجواب صحیح۔ محمد قاسم مدرس مدرسہ امینیہ دہلی
جواب صحیح۔ نصر حسین مدرس مدرسہ امینیہ دہلی ما احسن الجواب۔ بندہ محمد امین الدین مہتمم مدرسہ
امینیہ دہلی الجواب صحیح۔ بندہ محمود صدر مدرس مدرسہ دیوبند
الجواب صحیح۔ محمد عبدالغفور مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

# دوسرا باب
## قضاو کفارہ

### بلا عذر روزہ نہ رکھنے والا فاسق اور منکر کافر ہے

(سوال) زید مسلمان نے رمضان المبارک میں [illegible] اور بلا عذر شرعی روزہ [illegible] روزہ توڑ دیا اور [illegible] مہمانوں کو علانیہ طور پر کھلا یا صبح سے شام تک کھانا کھلاتا اور [illegible] شہر میں اس کا بڑا چرچا ہوا اور اہل ہنود نے بھی طعن کیا اور یہ بھی کہا کہ رنج و غم میں روزہ فرض نہیں ہے یہ شخص فاسق ہے یا کافر؟ اور السلام علیک اسے کرنا چاہئے یا نہیں [illegible] نہ کریں اور پہلے جس جس مسلمان نے بیعت کی تھی وہ باقی ہے یا ٹوٹ گئی اور جس مسلمان نے [illegible] وقت [illegible] کے روزہ توڑ دیا اس پر کیا حکم ہے اور توبہ [illegible] اعلان سے [illegible] نہیں؟

(جواب ۲۵۶) جو شخص بغیر عذر کے روزہ نہ رکھے وہ فاسق ہے [illegible] قضا و کفارہ دونوں واجب ہیں اذا اکل متعمدا ما یتغذی به او یتداوی به یلزمه الکفارة (هندیه ص ۲۱۸ ج ۱)(۲) اور جو شخص یہ کہے کہ رنج و غم میں روزہ فرض نہیں وہ شخص کافر ہے [illegible] بیعت ٹوٹ گئی اور [illegible] اس سے بیعت کرنا حرام ہے اگر کسی عذر شرعی کی وجہ سے [illegible] ہو تو بھی رمضان کا احترام [illegible] کھانا پینا شام تک ممنوع ہے تو بلا عذر [illegible] کھانے پینے کا [illegible] ہے وکذا من وجب علیه الصوم فی اول النهار لوجود سبب الوجوب والاهلیة ثم تعذر علیه المضی فیه بان افطر متعمدا واصبح یوم الشك مفطرا ثم تبین انه من رمضان او تسحر علی ظن ان الفجر لم یطلع ثم تبین انه طلع فانه یجب علیه الامساك فی بقیة الیوم تشبها بالصائمین كذا فی البدائع فی فصل حكم صوم الموقت (هندیه ص ۲۲۸ ج ۲) اور ان لوگوں کی توبہ بھی اسی اعلان کے ساتھ ضروری ہے۔

---

(۱) [illegible] رد المحتار، کتاب الصوم ۲ / ۴۱۳ سعید

(۲) کتاب الصوم، الباب الرابع، النوع الثانی، ما یوجب القضاء والکفارة ۱ / ۲۰۵ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۳) [illegible] حاجده (هدایة، کتاب الصوم ۱ / ۲۱۱ شرکت علمیه ملتان)

(۴) کتاب الصوم، المتفرقات ۱ / ۲۱۴ مکتبه رشیدیه کوئٹه)

## کفارہ کے روزے اگر چاند کے حساب سے رکھے تو دو ماہ ضروری ہے اگرچہ ساٹھ سے کم ہو

(سوال) روزہ رمضان کے کفارہ میں دو مہینے پے درپے روزہ چاند کی پہلی تاریخ سے شروع کرے تو دو مہینے چاند کے حساب سے کافی ہیں یا دونوں کے حساب سے ساٹھ روزے رکھنا ضروری ہے؟

(جواب ۲۵۷) اگر چاند دیکھ کر کفارہ رمضان کے روزے رکھے جائیں تو ساٹھ روزے پورے کرنا ضروری نہیں بلکہ پورے دو مہینے کے روزے رکھنا کافی ہے خواہ وہ ساٹھ ہوں یا ساٹھ سے کم ہوں وان لم یجد المظاهر ما تعتق صام شهرین ولو ثمانیة و خمسین بالهلال والا فستین یوما متتابعین وکذا کل صوم شرط فیه التتابع (۱) (درمختار ملتقطا) قوله وکذا کل صوم الخ ککفارة قتل او افطار الخ (رد المحتار) (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## (۱) قضاء روزوں کی اس طرح نیت "میرے ذمے جتنے قضاء روزے ہیں ان میں سے پہلا روزہ رکھتا ہوں" صحیح ہے

## (۲) جس شخص میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو وہ ہر روزے کے بدلے پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت دے سکتا ہے

(سوال) (۱) قضا روزوں کی نیت اس طرح کرنا کہ میرے ذمہ جتنے روزے قضا ہیں ان میں سے پہلا روزہ رکھتا ہوں صحیح ہے یا نہیں؟ (۲) جس شخص میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو وہ روزے کا کفارہ بصورت غلہ یا نقد ادا کر سکتا ہے یا نہیں اگر ادا کر سکتا ہے تو کس طرح ادا کرے۔ المستفتی نمبر ۳۰۴ امانت علی صاحب (روڑکی ضلع سہارنپور) ۷ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ م ۲۱ جنوری ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۵۸) (۱) قضا روزوں کی یہ نیت درست ہے کہ میرے جتنے روزے قضا ہیں ان میں سے پہلا روزہ قضا رکھتا ہوں (۳) (۲) کفارہ کے روزے ادا کرنے کی طاقت نہ ہو تو ان کا کفارہ بصورت نقدیہ بصورت غلہ ادا کرنا جائز ہے (۴) ساٹھ روزوں کے کفارہ کا غلہ فی روزہ پونے دو سیر گیہوں کے حساب سے ادا کیا جائے یا اتنی مقدار کی قیمت دی جائے (۵) ایک روزہ توڑنے کا کفارہ گیہوں کی صورت میں ایک

---

(۱) باب الکفارة ۳/۴۷۵ طبع سعید

(۲) باب الکفارة ۳/۴۷۶ طبع سعید

(۳) کثرت الفوائت نوی اول ظهر علیه او آخره (الدر المختار کتاب الصلاة باب قضاء الفوائت ۲/۷۶ سعید)

(۴) وکفر ککفارة المظاهر قوله ککفارة المظاهر ای مثلها فی الترتیب فیعتق اولا فان لم یجد صام شهرین متتابعین فان لم یستطع اطعم ستین مسکینا لحدیث الاعرابی المعروف فی الکتب الستة الخ (رد المحتار کتاب الصوم مطلب فی الکفارة ۲/۴۱۲ سعید)

(۵) وان عجز عن الصوم اطعم ستین مسکینا کالفطرة قوله کالفطرة ای نصف صاع من بر او صاع من تمر او شعیر (ردالمحتار باب الکفارة ۳/۴۷۸ سعید)

[illegible] ۲۵ یا [illegible] ہونے ادائی کی صورت یہ ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو ایک دن پونے دو سیر [illegible] گیہوں دے دیئے جائیں یا ایک مسکین کو ساٹھ روز پونے دو سیر گیہوں دے دیئے جائیں ساٹھ دن تک دیئے رہیں یا مجموعی قیمت کسی مدرسہ کو جس میں طلبہ تعلیم پاتے ہوں دیدیں کہ یہ کفارہ کی رقم ہے تاکہ قاعدے کے موافق صرف کی جائے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## انتیس شعبان کو چاند نظر نہ آیا بعد میں چاند ہونے کی تحقیق ہو جائے تو قضاء ضروری ہے

(سوال) صوبہ بمبئی میں ۲۹ شعبان ۱۳۵۶ھ یوم جمعرات بعد نماز مغرب عام طور پر چاند نہیں دیکھا گیا چنانچہ صوبہ بمبئی میں جمعہ کے روز روزہ رکھا گیا سات یوم کے بعد احمد آباد جو تقریباً ۳۲۵ میل کے فاصلے پر ہے اور جام نگر جو تقریباً ایک ہزار میل کے فاصلے پر ہے وہاں کی اطلاع و عینی شہادت بمعنی تحقیق موصول ہوئی اور جمعیۃ العلماء بمبئی نے حدود قائم کرتے ہوئے فتویٰ جاری کیا کہ ایک روزہ قضا رکھا جائے اور چاند ۲۹ شعبان کا مانا جائے لہٰذا ایک ورق اشتہار منسلک تحریر ہذا بغرض تحقیق و صدور فتویٰ ارسال ہے براہ کرم مطلع فرمائیں کہ ہم کو روزہ کی قضا کرنی چاہئے یا نہیں اور یہ ہم پر واجب ہے یا نہیں؟
المستفتی نمبر ۲۱۴۴ عبدالرحمٰن میمن بندرہ (بمبئی) ۲۱ شوال ۱۳۵۶ھ م ۲۵ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۵۹) ہاں ثبوت رویت کے بعد ایک روزہ کی قضا واجب ہے اور اشتہار منسلکہ میں جو حکم دیا گیا ہے وہ صحیح ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## بوس و کنار سے انزال ہو جائے تو صرف قضاء لازم ہے کفارہ نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۳۵ء)

(سوال) اگر کوئی شخص روزے میں جان بوجھ کر عورت یا مرد سے چپٹ جائے اور اس کو شہوت ہو اور انزال ہو جائے تو روزہ کی قضا واجب آئی یا کفارہ بھی؟

(جواب ۲۶۰) اس صورت میں روزے کی قضا لازم ہوگی کفارہ واجب نہ ہوگا (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## (۱) قے ہوئی تو اس خیال سے کہ اب روزہ نہ رہا پانی پی لیا تو صرف قضا ضروری ہے!

---

(۱) کما جاز لو اطعم واحدا ستین یوما (تنویر الابصار، باب الکفارات ۳/ ۴۷۹ سعید)

(۲) فیلزم اهل المشرق برؤیة اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤیة اولئك بطریق موجب کما مر (الدر المختار، کتاب الصوم ۲/ ۳۹۴ طبع سعید)

(۳) وکذا فی تقبیل الامة والغلام وتقبیلها زوجها اذا ادرکت بللا [illegible] وجدت لذة [illegible] فسد عند ابی یوسف الخ (هندیة، کتاب الصوم، الباب الرابع فی ما یفسد وما لا یفسد ۱/ ۲۰۴ مکتبه رشیدیه، کوئته)

### (۲) پیٹ میں تکلیف کی وجہ سے روزہ توڑ دیا تو صرف قضا لازم ہے

سوال: (۱) زید [illegible] رمضان شریف [illegible]
[illegible]
[illegible] قضا [illegible]
(۲) [illegible] پیٹ میں درد ہوا اور رمضان شریف میں روزے سے تھا [illegible]
[illegible]
[illegible] اس پر قضا و کفارہ دونوں ہیں یا صرف قضا[۲]؟ المستفتی [illegible]

جواب ۲۶۱) [illegible] صرف قضا [illegible]

### تیسویں کو غروب سے پہلے چاند دیکھ کر افطار کیا تو قضا و کفارہ دونوں لازم ہیں

سوال: [illegible] رمضان شریف کی تیسویں تاریخ کو آفتاب غروب ہونے سے پہلے چاند [illegible]
[illegible] جاہلوں نے چاند دیکھتے ہی [illegible] روزہ افطار [illegible]
دونوں؟ المستفتی مولوی عبدالرؤف خاں [illegible]

جواب ۲۶۲) [illegible] غروب سے پہلے [illegible] قضا [illegible]
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## تیسرا باب
## اعتکاف

### اعتکاف کی حالت میں غسل کی خاطر مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں

سوال: معتکف کو غسل تبرید [illegible] غسل خانہ مسجد میں [illegible] جائز ہے یا نہیں؟

جواب ۲۶۳) معتکف کو غسل تبرید اور [illegible] کے واسطے غسل خانہ مسجد میں جو خارج مسجد ہو [illegible] جانا جائز نہیں [illegible] تو اس کا اعتکاف جاتا رہے گا ہاں اگر امکنہ الاغتسال فی المسجد

---

(۱) [illegible]
شاہان الخ (رد المحتار، کتاب الصوم ۲/ ۴۰۲ طبع سعید)

(۲) مفطر لو مکرها [illegible] وکلهم مفطرون الخ (الدر المختار، کتاب الصوم [illegible] ۴۰۸ طبع سعید)

(۳) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۱۳ حاشیہ نمبر ۱

من غیر ان یلوث المسجد فلا باس والا فیخرج و یغتسل و یعود الی المسجد (عالمگیری ص ۲۲٦ ج ۱) [1] اور یہ حکم غسل واجب کا ہے اس کے لئے بھی نکلنا اس شرط سے جائز ہے کہ مسجد میں کوئی برتن وغیرہ رکھ کر اس میں غسل نہ کر سکے اور اگر کوئی ٹب یا لگن ایسی میسر ہو کہ اس میں غسل کرنے سے مسجد ملوث نہ ہوتی ہو تو غسل واجب بھی مسجد میں ہی کرنا ضروری ہے

(۱) معتبر شہادت سے معلوم ہو جائے کہ انتیس کو چاند ہو گیا تھا تو اعتکاف اسی حساب سے شروع کریں
(۲) معتکف کو جمعہ کی نماز کے لئے جانا
(۳) معتکف کو سگریٹ یا حقہ پینے کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں
(۴) معتکف اگر مریض دیکھنے کے لئے مسجد سے باہر گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا
(۵) اعتکاف کے دوران تلاوت نماز اور درود شریف بہترین اشغال ہیں

(سوال) (۱) مظفر نگر کی رویت ہلال سے روزہ سہ شنبہ کا ہوا کیا اسی حساب سے اعتکاف شروع کیا جائے؟ (۲) اگر معتکف کسی ایسے موضع کی مسجد میں اعتکاف کرے جہاں جمعہ نہیں ہوتا تو کیا وہ جمعہ پڑھنے کے لئے قصبہ میں یا کسی ایسے قریبی مقام پر جا سکتا ہے جہاں جمعہ بھی ہوتا ہو یا یہ حکم ہے کہ اس پر جمعہ کا وجوب ہی نہیں ہوتا یا کسی ایسی جگہ اعتکاف کرنا چاہئے جہاں جمعہ ہوتا ہو کیونکہ بہر حال افضلیت بھی ملحوظ فرمادی جائے (۳) معتکف اگر حقہ یا سگریٹ کا عادی ہے تو وہ مسجد سے باہر اس ضرورت کو رفع کرنے کے لئے جا سکتا ہے یا نہیں یا مسجد ہی کے بیرونی فرش پر اس صورت سے کہ حقہ باہر رکھا ہوا اپنی ضرورت پوری کر سکتا ہے یا حقہ پینے کی اسے قطعاً اجازت نہیں (۴) معتکف طبابت پیشہ ہے اور کسی ایسے اضطراری مریض کو وہ دیکھنے مسجد سے باہر جا سکتا ہے یا نہیں خصوصاً جب کہ وہاں کوئی دوسرا شخص اس کام کو کرنے والا نہ ہو یا مریض کا دوسرے پر اطمینان نہ ہو (۵) معتکف کو دوران اعتکاف میں زیادہ تر کس ورد کو کرنا چاہیے یا کثرت تلاوت کافی ہوگی یا کوئی خاص دعا جس کا ورد رکھا جانا نافع ہو۔ المستفتی نمبر ۱۲۴۸ حکیم محمود الحسن صاحب مظفر نگر ۱۹ رمضان ۱۳۵۵ھ م ۵ دسمبر ۱۹۳٦ء

(جواب ۲٦٤) (۱) پیر کے پہلے روزے یعنی اتوار کی رویت کی خبریں اب اتنی جگہ سے آگئی ہیں کہ ان سے ظن غالب حاصل ہو گیا ہے کہ اتوار کی رویت درست اور پیر کا پہلا روزہ صحیح ہوا اس لئے اگرچہ یہاں سہ شنبہ کا پہلا روزہ ہوا ہے اور ابھی تک اتوار کی رویت کا حکم عام نہیں دیا گیا مگر اعتکاف شروع

---

۱۔ کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف ۱/ ۲۱۳ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

کرنے میں احتیاط یہ ہے کہ اتوار کی رویت کے حساب سے شروع کیا جائے (۱)

(۲) اعتکاف ایسی مسجد میں کرنا بہتر ہے کہ اس میں جمعہ کی نماز ہوتی ہو، اگر ایسے گاؤں میں اعتکاف کیا جائے کہ اس گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا تو معتکف کو دوسرے قصبہ میں جہاں جمعہ ہوتا ہو جانا جائز نہیں مقامی مسجد جامع میں جمعہ کے لئے جانا جائز ہے (۲)

(۳) حقہ اور سگریٹ مسجد میں بیٹھ کر پینا جائز نہیں اور معتکف کے لئے مسجد سے باہر جانا بھی جائز نہیں اگر معتکف ان چیزوں کا عادی ہو تو اسے مدت اعتکاف میں ان چیزوں کو ترک کر دینا چاہیے (۳)

(۴) مریض کو دیکھنے کے لئے معتکف مسجد سے باہر نہیں جا سکتا یعنی اگر ضرورۃ جانا پڑے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا اور ضرورت کی وجہ سے ابطال اعتکاف کا گناہ نہ ہوگا (۵)

(۵) تلاوت، نماز، درود شریف بہترین اشغال ہیں (۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## شب قدر مقامی روزوں کے حساب سے سمجھی جائے

(سوال) دہلی میں اتوار کا روزہ ہوا ہے اور دوسرے بعض مقامات پر ہفتہ کا تو شب قدر یہاں کے روزوں کے حساب سے شمار کی جائے گی یا دوسرے مقامات کے بیسویں روزہ اکیسویں شب یا تیسویں روزہ اور بیسویں شب۔ المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

(جواب ۲۶۵) یہاں کے حساب سے ہی شب قدر سمجھی جائے اور اگر کوئی احتیاطاً دوسری جگہ کی رویت کا حساب کر کے ان راتوں کو بھی جاگے اور عبادت کرے تو بہتر ہے (۷) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) یعنی اعتکاف ۲۰ تاریخ کی شام سے شروع ہوتا ہے تو چونکہ پہلے روزہ کے حساب سے ۲۰ تاریخ سے اعتکاف کیا جائے اگرچہ مقامی روزہ کے اعتبار سے انیسویں تاریخ بن جائے فقط

(۲) وأما أفضل الاعتكاف ففي المسجد الحرام ثم في مسجده ثم في المسجد الأقصى ثم في الجامع قيل إذا كان يصلى فيه بجماعة فإن لم يكن ففي مسجده أفضل لئلا يحتاج إلى الخروج ثم ما كان أهله أكثر (رد المحتار، كتاب الصوم، باب الاعتكاف ۲/ ۴۴۱ سعيد)

(۳) وحرم عليه الخروج إلا لحاجة الإنسان طبعية كبول وغائط أو شرعية كعيد وأذان لو مؤذنا وباب المنارة خارج المسجد والجمعة وقت الزوال الخ (الدر المختار، كتاب الصوم باب الاعتكاف ۲/ ۴۴۴ سعيد)

(۴) حقہ، سگریٹ وغیرہ فقہاء نے عذر میں شمار نہیں کیا لہذا ان کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں ہے

(۵) عیادۃ مریض کی طرح نماز جنازہ بھی ضرورت میں داخل نہیں اس سے فاسد ہوگا ولو خرج لجنازة يفسد اعتكافه وكذا لصلاتها ولو تعينت عليه ولا لإنجاء الغريق أو الحريق الخ (هنديه، كتاب الصوم باب الاعتكاف ۱/ ۲۱۲ كوئٹه)

(۶) ان سب کی بڑی بڑی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں قرآن میں بھی اور حدیث میں بھی ويلازم التلاوة والحديث والعلم وتدريسه وسير النبي ﷺ الخ (هنديه، كتاب الصوم، باب الاعتكاف ۱/ ۲۱۲ كوئٹه)

(۷) جیسے روزے میں مقامی رویت کا اعتبار کیا جاتا ہے ایسے ہی شب قدر کے لئے بھی مقامی رویت کا اعتبار ہوگا الا یہ کہ شرعی شہادت سے دوسرے مقام کی رؤیت ثابت ہو جائے

(۱) معتکف [illegible] مسجد سے باہر جا [illegible] ٹوپی وغیرہ بھی [illegible] سکتا ہے

(۲) مسجد میں غسل [illegible] قریب تا [illegible] سکتا ہے

(۳) [illegible] وقت کھانا [illegible] سکتا ہے

سوال (۱) معتکف [illegible] وقت [illegible] غسل [illegible] صاف [illegible] وقتاً پھر کرائی ضروریات کے لئے آیا اب اس صورت میں معتکف نذر [illegible] اعتکاف فاسد [illegible] باقی [illegible] فاسد ہونے کی تقدیر پر [illegible] کہ اعتکاف کے [illegible] معتکف [illegible]

(۲) [illegible] مسجد میں معتکف [illegible] قریب [illegible] وقت [illegible] یا نہیں ؟

(۳) [illegible] معتکف [illegible] صورت میں [illegible] اعتکاف [illegible] بچہ کھانا لا سکتے ہیں یا نہیں ؟ المستفتی [illegible] ۲۰ [illegible] رمضان ۱۳۵۶ھ ۲۹ نومبر ۱۹۳۷ء

جواب ۲۶۶) اگر اعتکاف واجب [illegible] معتکف [illegible] مسجد [illegible] کھانا جائز نہیں ہے اور اس صورت میں [illegible] معتکف [illegible] اعتکاف نفل [illegible] (اس میں اعتکاف [illegible])

(۲) [illegible]

(۳) اور مسجد میں کھانا پہنچانے [illegible]

---

(۱) [illegible] الصوم، باب الاعتکاف ۱ : ۲۱۲ ط کوئٹہ) [illegible] کپڑے صاف [illegible]

(۲) ولیس کالمکث بعدها ما لو خرج لها ثم ذهب لعیادة المریض او صلاة جنازة من غیر ان یکون خروجه قصدا فانه جائز (رد المحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ۲ : ۴۴۵ ط سعید)

چاہئے کہ مسجد کے اندر کھانا کھایا جائے بہر حال کھانا کھایا جائے۔ اور مسجد میں کھانا پہنچانے کی تکلیف ہو تو پھر کھانا گھر جا کر کھا لینے میں حرج نہیں ہے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## چوتھا باب
## افطار و سحری

### غیر مسلم کی بھیجی ہوئی افطاری سے افطار کرنا جائز ہے

(سوال) موقع افطار روزہ دار کو کوئی غیر مسلم کھجور یا مٹھائی وغیرہ روزہ داروں کے واسطے مسجد میں بطور افطاری بھیجے تو قبول کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۹۵ شیخ چراغ الدین پھلواری ۵ شوال ۱۳۵۴ھ م یکم جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۶۷) غیر مسلم کی بھیجی ہوئی اشیاء قبول کرنا اور ان اشیاء کو افطار کے وقت استعمال کرنا جائز ہے(۳) محمد کفایت اللہ

### نقارے کی آواز سن کر افطار کرنا جائز ہے

(سوال) ایک گاؤں میں ایک مسجد ہے دو محلے ہیں ایک محلے میں زمانہ سابق سے تمام جامع مسجد ہے دوسرے محلے میں خالص شافعی رہتے ہیں جامع مسجد تھوڑے ہی فاصلہ پر ہے اس دوسرے محلے والوں نے رمضان شریف کے ایام میں روزہ افطاری کے لئے پہلے نقارہ بجا کر روزہ افطار کرنے کے بعد پھر اذان دیتے ہیں جامع مسجد والوں نے ان کو منع کیا اور کہا کہ روزہ فاسد ہوتا ہے۔ چونکہ ان کے پاس کوئی حکم نہیں مذہب کی کتاب میں نقارہ کی آواز پر روزہ افطار کرنا نظر نہیں آتا دونوں محلے والے مقلد شافعیہ ہیں سوال یہ ہے کہ آیا شافعی مذہب کی رو سے روزہ افطار کرنے کے لئے نقارہ بجانا جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۶۰۰ میر مدین شیخ (ضلع تھانہ) ۱۰ شوال ۱۳۵۴ھ م ۶ جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۶۸) نقارہ بجانا غروب شمس کی علامت کے طور پر ہوتا ہے اور جب کہ نقارہ غیر مشتبہ طور پر سنا جائے اور ظن غالب ہو کہ یہ نقارہ وہی ہے جو اعلان افطار کے لئے بجایا جاتا ہے تو اس کی آواز سن کر افطار کرنا مذہب حنفی و شافعی دونوں میں جائز ہے علامہ قلیوبی نے شرح منہاج الطالبین کے حاشیہ

---

(۱) [illegible] كتاب الصوم باب الاعتكاف ۲/ ۴۴۵ ط سعيد)

(۲) [illegible] الأكل والشرب والنوم [illegible] في معتكفه [illegible] هندية كتاب الصوم باب الاعتكاف ۱/ ۲۱۲ كوئٹه

(۳) [illegible]

میں لکھا ہے و منه سماع الطبول و ضرب الدفوف و نحو ذلك ممايعتاد فعله اول الشهر واخره اه ' قلت وكذا اول الصوم واخره (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '

## جماع کے ذریعے افطار کرنا

(سوال) کیاکوئی ایسی حدیث ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ صحابہ کرامؓ نے رمضان شریف کا روزہ جماع سے افطار کیا ہو اور نماز مغرب میں تاخیر ہوگئی ہو المستفتی نمبر ۱۰۴۱ مولوی حمید قدوسی صاحب (ترکمان دروازہ دہلی) ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ م ۷ جولائی ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۶۹) ایسی حدیث خیال میں نہیں فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## سحری وافطاری کی اطلاع کے لئے گولہ چھوڑنا اور نقارہ بجانا جائز ہے

(سوال) رمضان شریف میں افطاری وسحری کے لئے نقارہ بجانا ٹھیک ہے یا گولہ چھوڑنا بہتر ہے کیونکہ اگر گولہ چھوڑا جائے تو آٹھ میل تک دیہات کے لوگ ہیں وہ بھی سن سکتے ہیں اور نقارہ سوائے محلہ کے سنائی نہیں دیتا گزشتہ سال میں لوگوں کو افطاری سحری کا بذریعہ گولہ پتہ لگ جاتا تھا اس واسطے دیہات و شہر کے اکثر لوگوں کا خیال گولہ چھوڑنے کا ہے کیا گولہ منگایا جائے یا نقارہ؟ شریعت میں تو اذان ہی کافی ہے؟ المستفتی نمبر ۱۹۱۱ محمد موسیٰ صاحب امام مسجد منچن آباد (بہاولپور) ۱۷ شعبان ۱۳۵۶ھ م ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۷۰) سحری اور افطار کے وقت کی اطلاع کے لئے گولہ چھوڑنا جائز ہے نقارہ بجانا بھی جائز ہے محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## غروب آفتاب کے بعد ہی افطار کا وقت شروع ہو جاتا ہے، مگر اس میں دو چار منٹ تاخیر کی گنجائش ہے

(سوال) وقت نماز مغرب و افطار کب سے شروع ہوتا ہے اور اس وقت نماز و افطار میں کس قدر دیر کر سکتے ہیں؟ یا جلدی کرنا چاہیے المستفتی نمبر ۱۹۲۲ حاجی غلام احمد وعبدالحق (مروٹ) ۹ شعبان ۱۳۵۶ھ م ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۷۱) غروب آفتاب کے بعد وقت افطار شروع ہو جاتا ہے اور یہی نماز مغرب کا وقت ہے

---

(۱) حاشیه قلیوبی علی شرح منهاج الطالبین كتاب الصیام ۲ / ۴۹ ط دار احیاء الکتب العربیه مصر

(۲) اذان کی مشروعیت نماز کے لئے ہے افطار کے لئے نہیں لیکن چونکہ مغرب کی اذان غروب آفتاب کے بعد [illegible] آفتاب غروب ہوتے ہی دی جاتی ہے اور یہی وقت افطار کا بھی ہوتا ہے اس لئے اس سے افطار کا اندازہ ہو جاتا ہے [illegible] کسی اور ذریعے سے افطار کا اندازہ ہو جاتا ہو تو [illegible] ہے

افطار میں دو چار منٹ کی تاخیر ہو جائے تو اس کی گنجائش ہے ۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

## افطار میں جلدی اور سحری میں تاخیر افضل ہے

(سوال) قوله علیه السلام ثلاث من اخلاق الانبیاء تعجیل الافطار وتاخیر السحور ووضع یده الیمنی علی الیسری تحت السرة فی الصلوٰة ۔ بعض لوگ اذان ہونے تک سحری کھاتے رہتے ہیں اور پھر روزہ رکھ لیتے ہیں بعض بارہ ایک بجے کھا کر سو رہتے ہیں ایسا کرنا خلاف شریعت ہے یا نہیں؟
المستفتی ظہیر الدین امیر الدین (املیز ضلع مشرق خاندیش)

(جواب ۲۷۲) یہ صحیح ہے کہ افطار میں آفتاب غروب ہونے کے بعد دیر نہ کرنی چاہئے بلکہ آفتاب غروب ہوتے ہی روزہ افطار کر دینا چاہئے (۲) اور یہ بھی صحیح ہے کہ سحری جس قدر دیر کر کے کھائی جائے بشرطیکہ صبح صادق ہونے سے پہلے ہو جائے تو بہتر ہے یہ دونوں باتیں حدیثوں سے ثابت ہیں بہت پہلے سحری کھا لینا اچھا نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

## ہندو کے مال سے افطار جائز ہے

(سوال) ہندو کے مال سے روزہ افطار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۲۷۳) ہندو کے مال سے جب کہ اس نے اپنی خوشی سے دیا ہو یا اس سے قیمت خریدا ہو روزہ افطار کرنا جائز ہے(۵) محمد کفایت اللہ

## حالت جنابت میں سحری کھانا خلاف اولیٰ ہے مگر اس سے روزے میں کچھ خلل نہیں آتا

(سوال) رمضان شریف میں سحری کے وقت کسی آدمی کو احتلام ہوا اسے یقین ہے کہ غسل کرنے کے بعد کھانے کا وقت باقی رہے گا مگر اس نے کاہلی سے غسل نہیں کیا اور کھانا کھا لیا تو اس کا روزہ ہوا یا نہیں اور حالت جنابت میں کھانے سے گنہگار ہو گیا یا نہیں اور حالت جنابت میں کھانا جائز ہے یا نہیں الخ

---

(۱) [illegible] عن سهل بن سعدؓ قال : قال رسول الله ﷺ لا یزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر (ترمذی ابواب الصوم باب ما جاء فی تعجیل الافطار ۱/ ۱۵۰ ط سعید)

(۲) لم اجد بهذه الالفاظ الا رایته ببعض تغیر الالفاظ ثلاث من اخلاق النبوة تعجیل الافطار وتاخیر السحور ووضع الیمین علی الشمال فی الصلوٰة (مجمع الزوائد باب وضع الید علی الاخری ۲/ ۱۰۵ دار الفکر بیروت)

(۳) عن سهل بن سعدؓ قال قال رسول الله ﷺ لا یزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر (ترمذی ابواب الصوم باب ماجاء فی تعجیل الافطار ۱۸/ ۱۵۰ طبع سعید)

(۴) ثم تاخیر السحور مستحب کذا فی النهایة ویکره تاخیر السحور الی وقت یقع فیه الشک هندیة کتاب الصوم باب ما یکره للصائم وما لا یکره ۱/ ۲۰۰ رشیدیہ کوئٹہ)

(۵) ہندو نے دیا ہو یا مال پاک ہے اس لئے کوئی مضائقہ نہیں

[illegible] یا ہاتھ دھوئے بغیر [illegible] بینوا توجروا

جواب (۲۷۴) حالت جنابت میں بغیر منہ ہاتھ دھوئے [illegible] ہوئے کھانا پینا [illegible] رمضان ہو یا غیر رمضان میں خلاف اولیٰ ہے اگر چہ ہاتھوں پر کسی قسم کی نجاست نہ لگی ہو سحری کھاتے وقت اگر جنب ہو تو بہتر ہے کہ غسل کرلے ورنہ وضو کرلے یا کم از کم ہاتھ دھو ڈالے (۱) واللہ اعلم

## صرف وضو کرنا اور نماز نہ پڑھنا اور صرف سحری کھانا اور روزہ نہ رکھنا

(سوال) ایک شخص [illegible] ہمیشہ باوضو رہتا ہے اور ہمیشہ سحری کھاتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا نہ [illegible] روزہ رکھتا ہے تو کیا یہ شخص وضو اور سحری کا ثواب پانے کا مستحق ہے؟ المستفتی نمبر ۲۷۶۵ حکیم محمد ایوب [illegible] مراد آباد ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ م ۲۵ اپریل ۱۹۴۳ء

جواب (۲۷۵) [illegible] وضو کرنے اور سحری کھانے کا ثواب اس شرط سے ملے گا کہ ان افعال [illegible] سنت [illegible] دوسری بات ہے کہ ترک فرائض کے عذاب سے [illegible] میں ان نفلوں [illegible] ثواب [illegible] جیسے کوئی شخص ایک [illegible] پانی میں [illegible] [illegible] [illegible] اعمال سے ثواب و مغلوب ہو جائے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## افطار کا وقت ہوتے ہی افطار کرنا افضل ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۳۰ء)

(سوال) وقت ہوتے ہی [illegible] روزہ افطار کرنے کی فضیلت آئی ہے لیکن وقت [illegible] کے بعد فوراً پڑھنا [illegible] جائز ہے یا نہیں؟

جواب (۲۷۶) افطار کا وقت ہو جانے کے بعد فوراً روزہ افطار کر لینا افضل اور بہتر ہے [illegible] آپ کا مطلب [illegible] ثواب کی غرض سے [illegible] پڑھنا اور ثواب [illegible] بیٹھے [illegible] یہ [illegible] محمد کفایت اللہ غفرلہ

---

(۱) [illegible]
[illegible] (ص ۱۶۱ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)
(۲) [illegible] صحیح بخاری [illegible]
[illegible] ۱/ ۲ قدیمی کتب خانہ
(۳) [illegible]

# پانچواں باب
## نفل روزہ

### مسافر و مریض کا رمضان میں غیر رمضان کا روزہ رکھنا

(سوال) مسافر یا مریض رمضان میں نفل وغیرہ کی نیت سے روزہ رکھیں تو وہ نفل وغیرہ ہوگا یا فرض؟

(جواب ۲۷۷) مسافر یا مریض رمضان میں اگر نفل کی نیت سے روزہ رکھیں گے تو وہ رمضان کا ہی روزہ ہوگا [illegible] اور مسافر اگر کسی اور واجب کی نیت سے روزہ رکھے تو وہ اسی واجب کا ہوگا اور مریض کی صورت میں رمضان کا ہی روزہ ہوگا فی اوائل الاشباہ الصحیح وقوع الکل عن رمضان سوی مسافر نوی واجبا آخر واختارہ ابن الکمال وفی السراج عن البرهان انه لا یصح (درمختار) (قوله والصحیح وقوع الکل عن رمضان) الخ المراد بالکل ما اذا نوی المریض النفل او اطلق او نوی واجبا آخر وما اذا نوی المسافر کذلك الا اذا نوی واجبا آخر فانه یقع عنه لا عن رمضان لان المسافر له ان لا یصوم فله ان یصرفه الی واجب آخر لان الرخصة متعلقة بمظنة العجز وهو السفر وذلك موجود بخلاف المریض فانها متعلقة بحقیقة العجز فاذا تبین انه غیر عاجز (ردالمحتار) ۱

### دس ذوالحجہ کو روزہ رکھنا

(سوال) عرفہ کے دن روزہ رکھنے کی بڑی فضیلت آئی ہے اور دہلی میں عرفہ [illegible] بعض مقامات پر عید [illegible] دن عرفہ کا روزہ رکھتے ہیں۔ المستفتی مولوی محمد شفیع صاحب دہلوی

(جواب ۲۷۸) ہاں چاند کی خبر آجانے کے بعد نویں تاریخ کو جو دوسری جگہ کی دسویں ہوگی روزہ نہ رکھنا چاہئے ۲ ۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

### عاشورہ کے دن کوئی خاص نماز مشروع نہیں البتہ روزہ مستحب ہے

(سوال) عاشورہ کے دن شریعت کی طرف سے کوئی خاص نماز کسی خاص طریقے سے ثابت ہے یا

---

(۱) کتاب الصوم ۲ / ۳۷۸ طبع سعید
(۲) کتاب الصوم ۲ / ۳۷۸ طبع سعید (۳) یوم عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کو روزہ [illegible]
[illegible] کتاب الصوم ۲ / ۳۷۵ طبع سعید

نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۲۵۷ منشی الطاف حسین صاحب (وزیرستان) مورخہ ۲ محرم ۱۳۵۸ھ م ۲۲ فروری ۱۹۳۹ء

(جواب ۲۷۹) عاشورے (۱۰ محرم) کے روز روزہ رکھنا مسنون ہے اس روزے کا بہت ثواب ہے[1] اور یہ بھی مستحب ہے کہ ہر شخص اپنی وسعت کے موافق اس روز اپنے بال بچوں کو اور دنوں سے اچھا کھانا کھلائے[2] کوئی خاص نماز اس دن میں ثابت نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

# چھٹا باب
## سفر اور دیگر عذر

### (۱) سفر میں روزہ رکھنے میں کوئی کراہت نہیں
### (۲) عذر کی وجہ سے روزے رہ گئے تو قضاء کرنے پر پورا ثواب ملے گا

(سوال) (۱) اگر سفر میں کوئی شخص روزہ رکھتا ہے تو یہ مکروہ تو نہیں ہے اس کو رکھنے کی اجازت ہے؟ (۲) کسی عذر سے اگر رمضان میں روزے نہ رکھے اور اس کی گنتی رمضان کے بعد پوری کرلے تو اس کو رمضان کی طرح ثواب ہے کیا پھر فرق ہوگا؟ المستفتی مولوی محمد رفیق دہلوی

(جواب ۲۸۰) (۱) سفر میں روزہ رکھنے میں کوئی کراہت نہیں نہ رکھنے کی اجازت ہے ضروری نہیں کہ افطار کرے[3] (۲) اگر عذر صحیح ہے تو بے شک ان روزوں کا پورا ثواب ملے گا[4] محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) عن ابی قتادۃ ان النبی ﷺ قال صیام یوم عاشوراء انی احتسب علی اللہ ان یکفر السنۃ التی قبلہ (ترمذی، ابواب الصوم، باب ماجاء فی الحث علی صوم یوم عاشوراء ۱/۱۵۸ طبع سعید)

(۲) قولہ حدیث التوسعۃ الخ وھو: من وسع علی عیالہ یوم عاشوراء وسع اللہ علیہ السنۃ کلھا، قال جابر جربتہ اربعین عاما فصح (رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، مطلب فی حدیث التوسعۃ علی العیال ۲/۴۱۸ ط سعید)

(۳) عن عائشۃ ان حمزۃ بن عمرو الاسلمی سأل رسول اللہ ﷺ عن الصوم فی السفر وکان یسرد الصوم، فقال رسول اللہ ﷺ: ان شئت فصم وان شئت فافطر (ترمذی، ابواب الصوم، باب ماجاء فی الرخصۃ فی الصوم فی السفر ۱/۱۵۲ سعید)

(۴) یعنی اگر عذر شرعاً معتبر ہو مثلاً بیماری وغیرہ یعنی اگر بیمار نہ ہوتا تو رمضان کا روزہ رکھتا لہذا بعد میں رکھنے سے بھی اللہ کے فضل سے امید ہے کہ پورا ثواب عطاء فرمائے گا۔

# ساتواں باب

## مفسدات و غیر مفسدات روزہ

### انجکشن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا

(سوال) ماہ رمضان کے روزوں میں روزہ دار شخص انجکشن یعنی سوئی لگوائے تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے یا نہیں اگر فاسد ہو جاتا ہے تو صرف روزہ کی قضا ہے یا کفارہ بھی دینا لازم ہے؟ المستفتی نمبر ۲۰۰۵ مولوی محمد غالب (وزیرستان) ۲ رمضان ۱۳۵۶ھ ۱۱ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۸۱) انجکشن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا نہ قضا واجب ہوتی ہے نہ کفارہ(۱) فقط
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

### پیشاب و پاخانہ کی جگہ دوائی ڈالنا اور انجکشن لگوانا

(الجمعیۃ مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۲۷ء)

(سوال) متعلقہ حقنہ (انیما) لورا

(جواب ۲۸۲) پاخانہ کے مقام میں دوا پہنچانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے(۲) مرد اپنے ذکر کے سوراخ میں دوا ڈال سکتا ہے(۳) انجکشن سے دوا اگر سینہ یا پیٹ میں نہ پہنچے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا(۴) محمد کفایت اللہ غفرلہ

### روزے میں عود لوبان اور اگر بتی سلگانا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۳۰ء)

(سوال) اگر قرآن مجید پڑھتے وقت کوئی روزہ دار عود لوبان یا اگر بتی سلگا کر پاس رکھے یا ایسے مقام پر کوئی روزہ دار جا کر بیٹھے تو عمداً سونگھنے یا دھواں داخل کرنے کا اطلاق اس پر ہو گا یا نہیں؟

---

(۱) انجکشن سے منافذ کے ذریعے دوا جوف معدہ یا جوف دماغ میں نہیں پہنچتی اور روزہ فاسد اس وقت ہوتا ہے جب منافذ کے ذریعے جوف معدہ یا جوف دماغ میں دوا پہنچ جائے، اس لئے روزہ نہیں ٹوٹتا اور جب روزہ نہیں ٹوٹتا تو قضا، کفارہ بھی نہیں۔ فی تنویر الابصار: أو ادهن أو اكتحل أو احتجم وإن وجد طعمه في حلقه وفي الشامية لأن الموجود في حلقه أثر داخل من المسام الذي هو خلل البدن والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ للاتفاق (رد المحتار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ۲/۳۹۵ سعيد)

(۲) ومن احتقن أو استعط أو أقطر في أذنه دهنا أفطر ولا كفارة عليه هكذا في الهداية (هندية، كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد ۱/۲۰۴ رشيدية، كوئٹه)

(۳) ولو أقطر في إحليله لا يفسد صومه عند أبي حنيفة ومحمد (هندية، كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسده ۱/۲۰۴ رشيدية، كوئٹه) (۴) کیونکہ مسامات کے ذریعے پہنچنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، وما يدخل من مسام البدن من الدهن لا يفطر (هداية، كتاب الصوم، باب ما يفسد وما لا يفسد ۱/۲۰۳ كوئٹه)

(جواب ۲۸۳) خوشبو [illegible] سونگھی [illegible] سونگھنا [illegible] سے [illegible] قریب [illegible] تو [illegible] ناجائز نہیں [illegible] سونگھنا تو روزے میں ناجائز نہیں کیونکہ یہ صورت دھواں داخل کرنے کی نہیں ہوتی۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ

## انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۳۶ء)

(سوال) یہاں طاعون کی بیماری پھیلی ہوئی ہے اور رمضان کا مہینہ ہے بعض روزہ داروں نے روزہ کی حالت میں بخیال حفظان صحت سوئی لگوائی یعنی بذریعہ انجکشن دوا جسم کے اندر داخل کی گئی روزہ جاتا رہا یا نہیں؟

(جواب ۲۸٤) انجکشن (انجکشن کے ذریعہ سے [illegible] منافذ معتادہ [illegible] معدہ یا دماغ میں نہ پہنچے)(۱) موجب افطار صوم نہیں اگرچہ عروق میں دوا پہنچتی ہے مگر یہ موجب فطر نہیں(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۲۷ء)

(سوال) متعلقہ

(جواب ۲۸۵) انجکشن کے ذریعے سے اگر دوا کا جسم جوف بدن میں نہ پہنچے تو روزہ فاسد نہ ہوگا اگرچہ دوا کا اثر سارے جسم میں سرایت کر جاتا ہو(۳) محمد کفایت اللہ غفرلہ

---

(۱) ولو دخل حلقه غبار الطاحونة [illegible] او الدخان [illegible] واشباه ذلك لم يفطر (هندیہ حوالہ بالا)
(۲-۳) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۵۳ حاشیہ نمبر ۱

# کتاب الزکوٰۃ والصدقات

## پہلا باب
## کن چیزوں پر زکوٰۃ ہے

### مال تجارت میں نفع شامل کر کے زکوٰۃ ادا کی جائے

(سوال) ایک شخص نے دس ہزار روپے ایک کاروبار میں لگائے اور اس دس ہزار روپے سے وقتاً فوقتاً خرید و فروخت کرتا رہا سال بھر کے بعد اس کو تین سو روپے فائدہ ہوا تو زکوٰۃ دس ہزار روپے پر نکالی جائے یا تین سو روپے پر؟ بینوا توجروا

(جواب ۲۸۶) مال تجارت اگر ابتدا میں بقدر نصاب ہو تو بعد ختم سال اس کے ساتھ منافع کی بھی زکوٰۃ دینا چاہئے (۱) فقط

### زکوٰۃ آمدنی پر واجب ہے مشینری پر نہیں

(سوال) میرا انگریزی چھاپہ خانہ تقریباً پچاس ہزار روپے کا بہ شرکت غیرے ہے اور سود وغیرہ ہر قسم کے بد کفالت سے پاک و صاف ہے مجموعہ مشین و دیگر سامان سے مرتب ہے مشین و دیگر سامان ٹوٹ اور ٹوٹ پھوٹ ہوتے رہتے ہے اور جو مشین و دیگر سامان خرید کیا جاتا ہے وہ اگر فروخت کیا جائے تو نصف قیمت یا ثلث پر فروخت ہوتا ہے اور جدید پرانا ہونے کے تو بہت کم قیمت رہ جاتی ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ نیاز مند امیر مرزا

(جواب ۲۸۷) چھاپہ خانہ اور اس کی مشینیں مال تجارت نہیں ہیں بلکہ آلات صنع ہیں ان کی قیمت پر زکوٰۃ واجب نہیں ان سے جو آمدنی ہوتی ہے اس پر شروط معینہ معلومہ زکوٰۃ واجب ہوگی یا جو سامان کہ فروخت کرنے کے لئے تیار کیا جاتا ہو یا خریدا جاتا ہو یا تیار ہو کر آتا ہو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی واللہ اعلم

### سونا چاندی کے زیور میں جڑے ہوئے جواہرات پر زکوٰۃ نہیں

(سوال) جس چاندی سونے کے زیور میں جواہرات جڑے ہوئے ہوں اس زیور پر زکوٰۃ واجب ہے یا

---

(۱) من کان له نصاب فاستفاد فی اثناء الحول مالا من جنسه ضمه الی ماله و زکاه سواء کان المستفاد من نمائه او لا (الهندیة کتاب الزکوٰة ۱/۱۷۵ ماجدیة کوئٹه) (۲) چونکہ آلات پر زکوٰۃ واجب نہیں مشینری پر زکوٰۃ واجب نہیں (و لیس فی دور السکنی و ثیاب البدن ... و سلاح الاستعمال زکوٰة لانها مشغولة بالحاجة الاصلية و ليست بنامية ايضا و على هذا كتب العلم لاهلها و آلات المحترفين لما قلنا (الهداية، كتاب الزكوٰة ۱/۱۸۶ مكتبه شركت علميه)

نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۰۲ حافظ نور جمال امام مسجد بسم اللہ ضلع لدھیانہ ۲۷ شوال ۱۳۵۲ھ م ۱۲ فروری ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۸۸) زیور جو چاندی اور سونے کا ہو اس میں بقدر چاندی سونے کے زکوۃ فرض ہے(۱) لیکن اگر اس میں جواہرات ہوں تو ان کی مالیت پر زکوۃ فرض نہیں ہے(۲) صرف چاندی سونے کی مالیت پر زکوۃ ہے کیمیائے سعادت میں زکوۃ کا مسئلہ امام شافعی کے مذہب کے موافق لکھا ہے کیونکہ مصنف اس کے شافعی ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

## سود کی رقم پر زکوۃ واجب نہیں

(سوال) سیونگ بینک سے جو سود وصول کیا جائے اس رقم پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۶۵ شیخ یونس خان لاہور ۸ محرم ۱۳۵۳ھ م ۲۳ اپریل ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۸۹) سود کی خاص رقم پر زکوۃ واجب نہیں کیونکہ وہ ساری رقم واجب التصدق ہے(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

## نوٹ پر زکوۃ

(سوال) اگر کسی شخص کے پاس نقد روپیہ نہ ہو بلکہ دو چار سو روپے کے نوٹ ہوں اور سال بھر گزر چکا ہو تو اس پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں؟ نیز نوٹ کی زکوۃ میں نوٹ دے دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا المستفتی نمبر ۴۱۵ محمد سلیمان میواتی ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ م ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۹۰) جس کے پاس نقد روپے کی جگہ کرنسی نوٹ ہیں اس پر زکوۃ فرض ہے زکوۃ میں نوٹ دینا جائز ہے مگر جس کو نوٹ دیئے جب وہ اس کو کام میں لے آئے اس وقت زکوۃ ادا ہوگی اگر نقد روپیہ زکوۃ میں دیئے جائیں تو دیتے ہوئے زکوۃ ادا ہو جاتی ہے(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) واللازم فی مضروب کل منہما و معمولہ ولو تبرا او حلیا مطلقا لانہما خلقا اثمانا فیزکیہما کیف کانا الخ (الدر المختار، کتاب الزکاة، باب زکوة المال ۲/۲۹۸ طبع سعید)

(۲) لا زکاة فی اللآلی والجواهر وان ساوت الفا اتفاقا الا ان تکون للتجارة والاصل ان ما عدا الحجرین والسوائم انما یزکی بنیة التجارة الخ (الدر المختار، کتاب الزکاة ۲/۲۷۳ سعید)

(۳) فان علم عین الحرام لا یحل له و یتصدق به بنیة صاحبه الخ (رد المحتار، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب فیمن ورث مالا حراما ۵/۹۹ سعید)

(۴) یہ حکم اس وقت تھا کہ جب کرنسی کے پیچھے سونا ہوتا تھا اب جب کہ کرنسی نوٹ کے پیچھے سونا نہیں ہوتا [illegible] نہیں

## تنخواہ جو بچتی نہ ہو اور مکان پر زکوٰۃ نہیں

(سوال) زید ایک معمولی حیثیت کا آدمی ہے اور بہت عرصے سے ملازمت کرتا ہے جتنی اس کی تنخواہ ہے وہی اس کا خرچ ہے اتنے عرصے میں وہ تنخواہ میں سے کچھ بھی اپنے یا اپنے بچوں کے لئے پس انداز نہیں کر سکا اس کی گھر والی کے پاس آٹھ نو سو روپے کا زیور ہے جس کی وہ برابر زکوٰۃ دیتا رہتا ہے مگر زیور پہننے سے ٹوٹ گیا ہے اور چار پانچ سال سے رکھا ہوا ہے اور وہ پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے بنوا نہیں سکا اب اس نے وہ زیور فروخت کر کے اور چار پانچ سو روپے بلا سود قرض لیکر ایک مکان خرید لیا جس سے دس روپے ماہوار آمدنی ہے اس صورت میں اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۵۱۱ [illegible] صدر بازار دہلی ۴ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ م ۶ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۹۱) اس مکان پر زکوٰۃ واجب نہیں اور مکان کی کرایہ کی آمدنی پر بھی جب کہ وہ خرچ ہوتی رہتی ہے جمع نہ ہوتی ہو زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

## شیئرز پر زکوٰۃ

(سوال) بعض لوگ کسی کمپنی کے شیئرز خرید لیتے ہیں اور وہ کمپنی تاجر ہوتی ہے پھر کمپنی لوگوں کو آمدنی سے بطور حصہ رسدی منافع دیتی ہے مثلاً دو ہزار روپے کے شیئرز خریدے اور سال میں نفع اس کا ہم کو تیس روپے ملا جو بقدر زکوٰۃ شامل بھی نہیں ہے کیونکہ دو ہزار کی زکوٰۃ پچاس روپے ہوتی ہے دریافت طلب یہ ہے کہ زکوٰۃ ان شیئرز کے نفع پر ہے یا اس رقم پر جو ہم نے کمپنی کو جمع کرائی ہے۔ المستفتی نمبر ۶۵۰ یو محمد عبد الجبار (رنگون) ۲۳ رجب ۱۳۵۴ھ ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۹۲) کمپنی تجارت کرتی ہے تو زکوٰۃ جمع شدہ رقم پر ہوگی اور اگر کرایہ وصول کرنے کی کمپنی ہے تو جمع شدہ مال پر زکوٰۃ نہیں بلکہ حاصل شدہ نفع پر ہوگی۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

## زکوٰۃ کی جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ نہیں

(سوال) ایک آدمی کے پاس زکوٰۃ کا روپیہ جمع ہے کیا اس میں بھی زکوٰۃ فرض ہے؟ المستفتی نمبر ۶۵۸ مجیدی دواخانہ بمبئی ۲۷ رجب ۱۳۵۴ھ ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۵ء

---

(۱) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۵۶ حاشیہ نمبر ۲ [illegible] ومنها كون النصاب ناميا [illegible] (هندية كتاب الزكوة ۱ / ۱۷۴ ط كوئٹہ)

(۲) ومنها فراغ المال عن حاجته الأصلية الخ (هندية كتاب الزكوة ۱ / ۱۷۲ مكتبه رشيديه كوئٹہ)

(۳) کمپنی جمع شدہ رقم سے چیزیں خرید کر ان چیزوں کی فروخت کرتی ہو تو جمع شدہ مال تجارت ہوگا اس پر زکوٰۃ ہوگی اور اگر کمپنی جمع شدہ رقم سے چیزیں خرید کر ان کو فروخت نہیں کرتی بلکہ ان کو کرایہ پر دیتی ہے تو یہ خریدی ہوئی چیزیں مال تجارت نہ ہوں گی تو زکوٰۃ بھی صرف منافع پر ہوگی

(جواب ۲۹۳) زکوۃ کی نیت شدہ رقم پر زکوۃ واجب نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## اولاد کی شادی کے اخراجات مانع زکوۃ نہیں

(سوال) ایک آدمی کے پاس نصاب شرعی روپیہ موجود ہے مگر اس کی اولاد کا نکاح نہیں ہوا ہے اور ظاہری اسباب معاش اولاد کے واسطے بھی نہیں ہیں ضروریات مذکورہ باقی حوائج اصلیہ میں داخل ہیں یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۶۱۳ مولوی اعظم الدین زنجبار (افریقہ) ۱۲ رمضان ۱۳۵۴ھ م ۹ دسمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۹۴) اولاد نابالغ یا بالغ معذورین کا نفقہ تو باپ کے ذمہ ہے اس لئے محض نفقہ حوائج اصلیہ میں داخل ہے لیکن ان کی شادیوں کے مصارف کی ضرورت کا تصور حوائج اصلیہ میں داخل نہیں ہے اور مانع وجوب زکوۃ نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## واجب الزکوۃ چیز پر ہر سال زکوۃ واجب ہے

(سوال) ایک رقم یا شئے واجب الزکوۃ پر زکوۃ صرف ایک مرتبہ دینی چاہئے یا جب تک وہ شے یا رقم مالک کے پاس رہے ہر سال رقم مذکور کی زکوۃ دینی ضروری ہے مثلاً زید کے پاس یکم جنوری ۱۹۳۰ء کو ۱۰۰ روپے کی رقم یا سو روپے کا زیور فراہم ہوا ۳۱ دسمبر ۱۹۳۰ء کو ایک سال ختم ہونے پر اس نے اس روپیہ یا زیور کی زکوۃ ادا کردی اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر یہ روپیہ یا زیور دس سال تک برابر زید کے پاس رہے اور اس میں اضافہ مطلق نہ ہو تو ان تمام سالوں میں اس پر زکوۃ ادا کرنی چاہئے یا صرف ایک ہی مرتبہ؟ اگر دس سال دی جائے تو اس تمام مدت میں رقم قابل زکوۃ سو روپے ہی کی رہے گی یا جس قدر رقم زکوۃ کی ادا ہو چکی ہے وہ اس میں سے مجرا کرکے بقیہ رقم قابل زکوۃ متصور ہوگی دس سال دینے کی صورت میں یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ ہر سال رقم گھٹتی رہے گی اور مالک کے لئے نقصان کا باعث ہوگی اور آخر زکوۃ ایسی چیز نہیں ہوگی کہ رقم اور مالک کے لئے نقصان کا باعث ہو۔ المستفتی نمبر ۶۹۲ محمد حسن صدیقی (علی گڑھ) ۲۳ رمضان ۱۳۵۴ھ م ۲۰ دسمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۹۵) ہر سال زکوۃ ادا کرنی ہوگی اور اگر ہر سال تمام پر پوری رقم موجود ہو تو

---

(۱) [illegible] فی الدر: وسببه ای سبب افتراضها ملك نصاب حولی وفی الشامیة [illegible] فلا زكوة فی [illegible] وتجب [illegible] (رد المحتار، كتاب الزكوة ۲/ ۲۵۹ سعيد)

(۲) ونفقة اولاد الصغار على الاب (هدايه، باب النفقة ۲/ ٤٤٤ شركت علميه ملتان)

(۳) وشرطه اى شرط افتراض ادائها حولان الحول وهو فى ملكه وثمنية المال كالدراهم والدنانير لتعينهما للتجارة باصل الخلقة فتلزم الزكوة كيفما امسكهما (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكوة ۲/ ۲۶۷ سعيد)

موجودہ رقم (یعنی پورے سو روپے) کی زکوۃ دینی ہوگی البتہ اگر ایک مرتبہ سو روپے کی زکوۃ (مثلاً ۸/ ) ادا کرنے کے بعد سو روپے نہ رہیں اور دوسرے سال کے ختم پر ۸/ رہ جائیں تو ۸/ کی زکوۃ واجب ہوگی لیکن اگر سو روپے پر ہی پھر سال گزرا تو سو روپے کی زکوۃ واجب ہوگی اور روپیہ حقیقۃً رکھے گئے تھے نہیں ہے بلکہ کام کے بڑھانے کے لئے ہے اس کو بیکار محفوظ رکھنا اصل کے خلاف ہے اس لئے اس کے رہنے اور رکھنے میں زکوۃ ساقط نہیں ہو سکتی۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

(نوٹ از مبوب) زکوۃ کا حساب کرنے کے لئے قمری سال کا اعتبار ہوگا(۲)

## (۱) بیمہ کمپنی میں جمع کرائی ہوئی رقم پر زکوۃ نہیں
## (۲) پراویڈنٹ فنڈ پر جب تک وصول نہ کرے زکوۃ نہیں
## (۳) شیئرز پر زکوۃ
## (۴) ڈاکخانہ کے کیش سرٹیفکیٹ پر زکوۃ
## (۵) نابالغ کے مال پر زکوۃ نہیں ولی اس کی طرف سے ادا نہیں کر سکتا
## (۶) حساب زکوۃ کے لئے مہر کی رقم کا اعتبار

(سوال) (۱) زید نے اپنی زندگی کا بیمہ تین ہزار روپے میں کسی کمپنی میں کرایا اور ہر سال ایک سو بتیس روپے (۱۳۲) بیمہ کمپنی کو بھیجتا ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا زید کو اس قسم کے روپے پر زکوۃ ادا کرنا چاہئے یا نہیں اور اگر وہ ادا کرنا چاہے تو آیا تین ہزار روپے پر ادا کرنا چاہئے یا اس روپے پر جو سال میں بھیجتا ہے یا اس رقم پر جو ابتدائے بیمہ سے ابھی تک کمپنی کو دی جا چکی ہے (بیمہ کے معمولی قواعد و ضوابط سے آپ غالباً واقف ہوں گے کہ تا انقضائے میعاد مقررہ یا ناگہانی وفات جمع شدہ روپیہ کمپنی سے واپس نہیں لیا جا سکتا)

(۲) زید کی تنخواہ سے چھ روپیہ ماہوار پراویڈنٹ فنڈ کا کٹتا ہے اور وہ روپیہ خزانہ سرکاری میں جمع ہوتا رہتا ہے اور یہ رقم منہا کر کے تنخواہ ملتی ہے لہذا زید پر اس قسم کے جمع شدہ روپے پر زکوۃ فرض ہے یا نہیں؟

(۳) زید نے کسی تجارتی کمپنی میں تین ہزار روپے کے حصے خریدے ہیں لیکن ابھی تک اس کو نہ کوئی نفع ملا ہے اور نہ حساب سے واقف کیا گیا ہے لہذا ایسی صورت میں زید کو اس روپے پر جو اس نے خریداری حصص کے لئے کمپنی کو دیئے ہیں زکوۃ دینی چاہئے یا نہیں؟

---

(۱) في الدر المختار: نام ولو تقديراً بالقدرة على الاستنماء ولو بنائبه وفي الشامية: قوله نام ولو تقديراً النماء في اللغة وفي الشرع: هو نوعان حقيقي وتقديري فالحقيقي الزيادة بالتوالد والتناسل والتجارات والتقديري تمكنه من الزيادة بكون المال في يده أو يد نائبه (رد المحتار كتاب الزكاة ۲/ ۲۶۳ ط سعيد)

(۲) ومنها حولان الحول على المال العبرة في الزكاة للحول القمري كذا في القنية (هندية، كتاب الزكاة، الباب الأول، ۱/ ۱۷۵ مكتبه رشيديه، كوئٹه)

(۴) زید نے ڈاکخانے سے کیش سرٹیفکیٹ خریدا ہے لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا زید کو ان روپے پر زکوۃ دینا چاہیے جتنے میں اس نے کیش سرٹیفکیٹ خریدا ہے یا اس پر جو اس وقت اس کی قیمت حساب سے ہوتی ہے؟

(۵) زید ایک نابالغ بچہ کا ولی ہے اور نابالغ صاحب جائیداد ہے ولی کو نابالغ کے مال میں سے نابالغ کی طرف سے زکوۃ ادا کرنی چاہیے یا نہیں؟

(۶) حساب زکوۃ کے لئے مہر کی رقم بطور قرضہ کے سمجھی جائے گی یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۹ ـ ۷ عزیز الرحمن صاحب (ضلع جونپور) ۹ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ م ۳ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۹۶) (۱) ضمانت کی رقم پر (تین ہزار مثلاً) یا ادا کردہ رقم پر زکوۃ نہیں کیونکہ اس کی وصولیابی اس شخص کے لئے متیقن نہیں۔(۱)

(۲) پراویڈنٹ فنڈ میں جمع شدہ رقم پر بھی زکوۃ نہیں بعد وصول کے حولان حول پر زکوۃ ہوگی۔(۲)

(۳) ہاں اس روپے کی زکوۃ ادا کرنی ہوگی (۳)

(۴) اس پر بھی زکوۃ دینی ہوگی اور اتنی رقم کی جتنے کو خریدا ہے (۴)

(۵) نابالغ پر زکوۃ واجب نہیں نہ اس کا ولی اس کی جائیداد اور مال میں سے زکوۃ ادا کر سکتا ہے (۵)

(۶) ہاں اگر عورت وصول کرنے کا ارادہ رکھتی ہو اور خاوند ادا کرنے پر تیار اور قادر ہو (۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## بیوی کے زیور کا مالک کون اور زکوۃ کس پر؟

(سوال) (۱) مستورات کے پاس زیورات بمقدار نصاب ہیں جن میں سے کچھ خاوند کی طرف سے چڑھے ہوئے ہیں اور کچھ اپنے میکے سے ملے ہیں کسی کا زیور الگ الگ خاوند والا اور میکے والا نصاب کے برابر ہوتا ہے اور کسی کا دونوں مل کر نصاب کے برابر اور ہندوستان میں یہ زیورات خاوند کی ملکیت شمار کی جاتی ہے اس لئے کہ جب کبھی موقع پڑتا ہے گروی رکھ کر کام چلا لیتا ہے اور چڑھاتے وقت بھی کچھ مشروط نہیں سمجھا جاتا کہ بیوی کی ملکیت بنا دیا ہے یا نہیں محض یہ چرچا ہوتا ہے کہ یہ لڑکی کی سسرال سے آیا ہے یا خاوند کے گھر والے کہتے ہیں کہ بہو پر اس قدر زیور چڑھایا ہے حضور کو پوری واقفیت ہوگی کہ سب قسم

---

(۱) [illegible] جاتی ہے۔

(۲) [illegible] ملکیت میں نہیں [illegible]

(۳) [illegible]

(۴) [illegible] زکوۃ کی قیمت کا اعتبار [illegible]

(۵) قوله وعقل وبلوغ [illegible] فلا تجب على مجنون وصبي لأنها عبادة محضة وليسا مخاطبين بها (رد المحتار، كتاب الزكاة، مطلب في حكم [illegible] ۲ ۲۵۸ سعید)

(۶) [illegible]

کے گھر والوں کے کاروبار کا علم ہے یہ ملکیت خاوند کی رہتی ہے یا عورت کی ہو جاتی ہے اور زکوۃ خاوند اپنی کمائی سے دے یا بیوی اپنے کسی اندوختہ میں سے یہ دو الگ الگ ؟ جب کہ زیور نہ تڑائے جائیں ؟
المستفتی نمبر ۷۴۶ نور محمد ہیڈ ماسٹر (ضلع کرنال) ۱۷ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ م ۱۱ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۹۷) جو زیور عورت کے ماں باپ کے یہاں سے آیا ہے وہ تو عورت کی ملک ہے اور جو مرد کے یہاں سے زیور چڑھایا جاتا ہے وہ بھی ہمارے اطراف میں عورت کی ملک ہوتا ہے ہاں اگر دیتے وقت تصریح کر دی جائے کہ زیور عاریت ہیں یا عرف اتنا واضح ہو کہ اس میں کوئی شک و شبہ نہ ہو تو اس صورت میں عورت پر صرف اپنے میکے کے زیور کی زکوۃ لازم ہوگی اور جو زیور کہ خاوند کی ملک ہے اس کی زکوۃ خاوند کو ادا کرنی پڑے گی خاوند کی کمائی سے بھی ادا ہو سکتی ہے بشرطیکہ عورت پر جس قدر زکوۃ واجب ہے خاوند اتنی رقم عورت کو دیکر مالک کر دے اور عورت زکوۃ ادا کر دے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## ماہانہ بچت پر سال ختم ہونے کے بعد حساب لگا کر زکوۃ ادا کی جائے

(سوال) کسی شخص کو ہفتہ وار یا ماہوار ساٹھ روپے کی بچت ہو اور کسی ماہ یا ہفتہ کم و بیش ہو تو سال کے بعد وہ کیسے زکوۃ دے ؟ حساب باقاعدہ اس کے پاس نہیں ہے ؟ المستفتی نمبر ۸۶۲ علی محمد صاحب (منڈی اکاٹ بینڈ) ۲۲ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۵ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۹۸) ختم سال پر جس قدر مالیت موجود ہو جس میں اصل اور نفع سب شامل ہوگا اس کی زکوۃ ادا کرنی ہوگی مثلاً ابتدائے سال میں دو ہزار روپے تھے اور سال ختم ہونے پر دو ہزار پانچ سو کی مالیت تھی تو دو ہزار پانچ سو کی زکوۃ ادا کرنی چاہئے خواہ نفع کا ماہواری حساب اور مقدار معلوم ہو یا نہ ہو۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## امانت پر زکوۃ

(سوال) زید کے پاس یتیم نابالغ کی امانت بصورت روپیہ اور سونے کے ہے زید نے امانت بجنسہ اپنے پاس رکھی ہے اپنے کاروبار میں بھی نہیں لگایا امانت کے مال پر زید کا فرض ہے کہ زکوۃ ادا کرے ؟
المستفتی نمبر ۱۲۵۲ شیخ محمد صدیق صاحب دہلی ۲۷ رمضان ۱۳۵۵ھ م ۱۲ دسمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۹۹) نابالغ کے مال پر زکوۃ فرض نہیں زید امین ہے مالک نہیں ہے مالک نابالغ غیر مکلف ہے اس لئے نہ امین پر اور نہ مالک پر کسی پر بھی زکوۃ ادا کرنا لازم نہیں (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) [illegible] عورت کی ملک سمجھی جاتی ہو [illegible] (۲) ومن كان له نصاب فاستفاد في أثناء الحول مالا من جنسه ضمه إلى ماله وزكاه سواء كان المستفاد من نمائه أولا وبأي وجه استفاد ضمه الخ (هندية، كتاب الزكاة ۱ / ۱۷۵ رشيدية)
(۳) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۶۰ حاشیہ نمبر ۵

## زکوۃ سال گزرنے کے بعد واجب ہوتی ہے

(سوال) زید کے پاس چاندی سونے کی کوئی چیز نہیں اور گزشتہ سال زید مقروض تھا اس سال آٹھ ماہ سے اندر زید کے پاس یکصد سے کم روپے ہیں ابھی مال مذکور پر ایک سال نہیں گزرا ایسی صورت میں تو زید پر زکوۃ واجب نہیں۔ المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

(جواب ۳۰۰) ہاں ابھی واجب نہیں سال پورا ہو اور رقم موجود رہے تو زکوۃ واجب الادا ہوگی(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ٬ دہلی

## کسی کے قرض لینے سے زکوۃ ساقط نہیں ہوتی

(سوال) ہندہ بیوہ ہے اور اس کے پاس آٹھ تولے سونا ہے ہندہ کے بھائی وغیرہ ہندہ سے زر نقد لے لیتے ہیں پھر ادا کر دیتے ہیں پھر رکھ جاتے ہیں مسلسل کئی سال تک یہی کیفیت رہتی ہے اب قریب تین سال سے ہندہ کے پاس مذکورہ بالا سونے کی چیزیں موجود ہیں ایسی صورت میں ہندہ پر زکوۃ واجب ہے؟ المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

(جواب ۳۰۱) جب تک ہندہ ان زیورات کی مالک ہے اس پر زکوۃ واجب ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ٬ دہلی

## شوہر مقروض ہو تو بیوی سے زکوۃ ساقط نہیں ہوتی

(سوال) میں مبلغ پانچ سو روپے کا قرضدار ہوں اور میری بیوی کے پاس مبلغ ۵۰۰ پانصد روپے کا زیور ہے یہ صرف اس کی ملکیت ہے اس کے تمام اخراجات کا میں کفیل ہوں نیز یہ کہ میرے پاس کوئی رقم جمع شدہ نہیں ہے اس زیور کی زکوۃ ادا کرنی چاہئے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۲۱۸ محمد ارشد صاحب انصاری پانی پت ضلع کرنال ۱۲ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ م ۲۱ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۰۲) زیور کی مالک بیوی ہے وہ قرضدار نہیں زیور کی زکوۃ ادا کرنی اس پر لازم ہے(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ٬ دہلی

## رہائشی مکان اور گھریلو استعمال کی چیزیں نصاب زکوۃ میں شمار نہیں

(سوال) ایک آدمی مبلغ دو ہزار تین سو روپے کے قریب مقروض ہے اس کے پاس ایک مکان رہائشی

---

(۱) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۳۳ حاشیہ نمبر ۲

(۲) ولو کان الدین علی مقر فوصل الی ملکہ لزم زکاۃ ما مضی (تنویر الابصار، کتاب الزکاۃ ۲/ ۲۶۶، ۲۶۷ سعید)

(۳) کیونکہ شوہر کا قرض تو بیوی کے ذمہ نہیں ہے

قیمت دو ہزار روپے کا ہے اور رہائشی سٹیٹ کے اندر تین قطعے ہیں جس کی قیمت تین سو سے زائد ہوگی اور مویشی گائے بھینس قریب چالیس راس کے ہیں جن کی مجموعی قیمت یہاں دو ڈھائی صد روپے سے زائد نہیں ہے اور قریب دس بارہ راس بکری ہیں وہ اس کے علاوہ گھر کا مصرفی سامان ہے جو مکان دو ہزار روپے کا ہے وہ کرایہ پر دوسرے کو دیا ہوا ہے مگر جب ضرورت ہوتی ہے تو خود بھی اس میں رہائش کرنی پڑتی ہے کیونکہ اگر اس میں نہ رہیں تو پھر دوسرا مکان کرایہ پر لینا پڑتا ہے اور باقی تین مکان اپنی رہائش کے لئے ہیں تو ایسی حالت میں شریعت کا کیا حکم ہے کہ وہ شخص صاحب نصاب ہوگا کہ نہیں اور ان کن چیزوں میں اس کو کتنی زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے؟ المستفتی نمبر ۱۹۹۵ محمد حسین صاحب (بہ پوراسٹیٹ) ۲ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۸ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۰۳) مکانات اور گائے بیل بھینس بکریاں اور گھر کے اندر استعمال کرنے کا سامان نصاب زکوٰۃ میں محسوب نہیں ہوتا (۱) جانور اگر سائمہ ہوں یعنی ان کو کھلانا نہ پڑے جنگل میں چر کر زندگی بسر کریں تو ان کی خاص تعداد پر زکوٰۃ آتی ہے مثلاً تیس گائے بھینس (۲) اور چالیس بھیڑ بکری (۳) اور اگر ان کو گھر سے کھلانا پڑے تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## (۱) رہائش سے زائد مکان پر بھی زکوٰۃ نہیں
## (۲) ادھار فروخت کئے ہوئے مال پر زکوٰۃ
## (۳) زکوٰۃ مکان کی قیمت پر نہیں آمدنی پر ہے
## (۴) گھر کی ضرورت سے زائد غلہ پر زکوٰۃ نہیں
## (۵) تجارت میں زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ
## (۶) تجارتی سامان رکھے ہوئے مکان پر زکوٰۃ نہیں

(سوال) (۱) اگر کوئی مکان علاوہ رہائشی مکان کے رہن رکھا گیا ہو تو کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

---

(۱) (قوله وفارغ عن حاجته الأصلية) ... وهي ما يدفع الهلاك عن الإنسان تحقيقاً كالنفقة ودور السكنى وآلات الحرب والثياب المحتاج إليها لدفع الحر والبرد أو تقديراً كالدين فإن المديون محتاج إلى قضائه وكآلات الحرفة وأثاث المنزل ودواب الركوب وكتب العلم لأهلها (رد المحتار، كتاب الزكوة ۲ / ۲۶۲ سعيد)

(۲) نصاب البقر والجاموس ثلاثون سائمة (الدر المختار شرح تنوير الأبصار على هامش رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة البقر ۲ / ۲۸۰ سعيد)

(۳) نصاب الغنم ضأناً أو معزاً أربعون وفيها شاة (الدر المختار شرح تنوير الأبصار، كتاب الزكاة، باب زكوة الغنم ۲ / ۲۸۱ سعيد)

(٤) حتى لو علفها نصف الحول لا تكون سائمة ولا تجب فيها الزكاة (الهندية، كتاب الزكاة، باب في صدقة السوائم ۱ / ۱۷٦ كوئٹه)

(۲) تجارت کے ادھار میں فروخت کرتے رہتے ہیں اور یہ حد نصاب کی زائد رقم کئی کئی سال تک وصول نہیں ہوتی لیکن وصولی کی امید ہوتی ہے اب وصول شدہ رقم پر زکوۃ واجب ہے یا کل اصل رقم پر؟

(۳) اگر کوئی مکان بغرض [illegible] رہنے خرید یا جاوے اور اس کا کرایہ چالیس روپے سال آتا ہو تو آیا زکوۃ مکان کی آمدنی پر واجب ہے یا اصل خرید [illegible] پر؟

(۴) گھر میں علاوہ ضروریات کے غلہ پڑا رہتا ہے نیت فروخت کی نہیں ہوتی لیکن زائد ہونے پر فروخت کر دیا جاتا ہے کیا اس پر بھی زکوۃ ہے؟

(۵) مال تجارت میں آٹھ ہزار کی رقم لگی رہتی ہے سال میں [illegible] ہزار روپیہ وصول ہوتا ہے قریب ڈیڑھ ہزار کا مال ادھار میں چلا جاتا ہے اس صورت میں زکوۃ کس طرح دی جائے؟

(۶) علاوہ رہائشی مکان کے اور دو تین مکان خرید کئے جائیں اور ان میں کچھ تجارتی سامان ڈال دیا جائے تو ان مکانوں پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۰۹۳ حافظ محمد رفیق صاحب (بمبئی) ۳ شوال ۱۳۵۶ھ ۷ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۰۴) (۱) مکان جو کرایہ پر دیا جائے اس کی قیمت پر تو کسی حال میں زکوۃ نہیں خواہ رہائشی ہو یا غیر رہائشی ہاں مکانات کی تجارت کی جاتی ہو تو(۱) بحیثیت مال تجارت ہونے کے ان کی قیمت پر زکوۃ ہوگی۔

(۲) وصول شدہ پر زکوۃ واجب ہے اور غیر وصول شدہ پر بعد وصولی کے۔

(۳) نمبر اول دیکھو

(۴) نہیں ایسے غلہ پر جس کو فروخت کرنے کی نیت نہیں ہوتی زکوۃ واجب نہیں۔

(۵) کل تمام پونجی مال اور نقد موجودہ سے اس میں سے قرض منہا کر کے باقی کی زکوۃ ادا کی جائے۔

(۶) اگر خود مکانوں کو بہ نیت تجارت خرید لیا گیا ہو تو ان کی قیمت پر زکوۃ ہوگی ورنہ نہیں۔ محمد کفایت اللہ

---

(۱) [illegible] ودور السكنى ونحوها وكذا [illegible] (الدر المختار، كتاب الزكاة ۲/ ۲۶۴، ۲۶۵ ط سعيد)

(۲) ولو كان الدين على مقر ملي أو على معسر أو مفلس أي محكوم بإفلاسه [illegible] فوصل إلى ملكه لزم زكاة ما مضى (الدر المختار، كتاب الزكاة ۲/ ۲۶۶، ۲۶۷ ط سعيد)

(۳) تجارت کی نیت کرے تب بھی زکاۃ نہیں ہاں جب اس کو بیچ دے گا تو اس وقت اس کی قیمت پر زکاۃ واجب ہوگی ومن اشترى جارية للتجارة ونواها للخدمة بطلت عنها الزكاة [illegible] وإن نواها للتجارة بعد ذلك لم تكن للتجارة حتى يبيعها فيكون في ثمنها زكوة (هداية، كتاب الزكاة ۱/ ۱۸۷ مكتبه شركت علميه ملتان)

(۴) ومن كان عليه دين يحيط بماله فلا زكاة عليه [illegible] وإن كان ماله أكثر من دينه زكى الفضل إذا بلغ نصابا (هداية، كتاب الزكاة ۱/ ۱۸۶ شركت علميه ملتان)

(۵) ونية التجارة في العروض إما صريحا ولا بد من مقارنتها لعقد التجارة (الدر المختار، كتاب الزكاة ۲/ ۲۷۱ ط سعيد)

## امدادی فنڈ پر زکوۃ!

(سوال) متعلقہ زکوۃ امدادی فنڈ

(جواب ۳۰۵) محلے کا وہ روپیہ جو جماعت کا مشترک روپیہ ہو اور لوگوں کے کام آنے کے لئے جمع ہو یا مسجد کا روپیہ ہو اس میں زکوۃ واجب نہیں ہے اور جو روپیہ کسی کی ملکیت ہو اس میں زکوۃ واجب ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## سونے چاندی کے زیورات پر زکوۃ واجب ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۱۸ نومبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) (۱) کیا سونے چاندی کے زیورات پر زکوۃ دینی آتی ہے (۲) معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی کے مذہب میں زیورات پر زکوۃ نہیں ہے کیا ایک شخص حنفی کہلاتا ہو حضرت امام شافعی کے اجتہاد سے استفادہ کر سکتا ہے؟

(جواب ۳۰۶) سونے چاندی کے زیورات میں زکوۃ واجب ہوتی ہے ترمذی شریف میں حدیث موجود ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک عورت سے دریافت فرمایا کہ ان کنگنوں کی زکوۃ ادا کرتی ہو یا نہیں؟ (جو وہ پہنے ہوئے تھی) اس نے کہا نہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو یہ چاہتی ہے کہ خدا ان کے بدلے آگ کے کنگن تجھے پہنائے؟(۲) حنفی کو امام شافعی کے مذہب کے موافق اس بارے میں عمل کرنا جائز نہیں۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## جہیز کی زکوۃ اور قربانی بیوی پر ہے

(اخبار الجمعیۃ مورخہ ۱۸ نومبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) دستور دنیوی کے مطابق بیوی کو جہیز میں زیورات ملتے ہیں وہ خود کوئی روپیہ نہیں کماتی اس حالت میں زیور کی زکوۃ کس پر عائد ہوتی ہے بیوی پر یا خاوند پر اگر ایسے زیور کی زکوۃ خاوند نہ دے تو کیا وہ گناہ گار ہوگا؟ اگر خاوند جہیز کے مال اور اپنے کمائے ہوئے روپے سب کی زکوۃ خود ادا کرے تو عید الاضحیٰ کی قربانی ان دو شخصوں کی طرف سے علیحدہ علیحدہ کرنی چاہیے یا ایک شخص یعنی اپنی طرف سے کرلی

---

(۱) وسببه أي سبب افتراضها ملك نصاب حولي وفي الشامية قوله: ملك نصاب فلا زكاة في سوائم الوقف والخيل المسبلة لعدم الملك (رد المحتار، كتاب الزكاة ۲/ ۲۵۹ سعيد)

(۲) عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن امرأتين أتتا رسول الله ﷺ وفي أيديهما سواران من ذهب فقال لهما: أتؤديان زكاته؟ فقالتا: لا فقال لهما: أتحبان أن يسوركما الله بسوارين من نار؟ قالتا: لا قال: فأديا زكاته (الترمذي، أبواب الزكاة باب ما جاء في زكاة الحلي ۱/ ۱۳۸ طبع سعيد)

(۳) کیونکہ دوسرے کے مذہب پر عمل بغیر ضرورت شدیدہ کے جائز نہیں اور یہاں کوئی ضرورت نہیں قوله: عند الضرورة ظاهره أنه عند عدمها لا يجوز (رد المحتار، كتاب الصلاة ۱/ ۳۸۲ ط سعيد)

کافی ہوگی؟

(جواب ۳۰۷) عورت اپنے زیور اور جہیز کی مالک ہوتی ہے اور اسی کے ذمہ اس کی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے(۱) اور چونکہ اس کے پاس زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے روپیہ نہیں ہوتا اس لئے خاوند سے روپیہ لے کر دیتی ہے یا اسی کے امر و اجازت سے خاوند ادا کر دیتا ہے اگر خاوند ادا نہ کرے تو روپیہ لے کر ادا کرنا واجب ہوگا اور یہی معاملہ قربانی کا ہے یہ بھی واجب اسی کے ذمہ ہے اسی طرح کہ جب اس کی ملکیت میں بقدر نصاب ہو تو اس پر علیحدہ قربانی واجب ہوگی(۲) ایک قربانی دونوں کے لئے کافی نہ ہوگی۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ۔

## زکوٰۃ کن چیزوں پر ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۳۱ء)

(سوال) زکوٰۃ کن چیزوں پر ہے؟ کیا جائیداد پر بھی ہے؟

(جواب ۳۰۸) چاندی سونے اور مال تجارت پر زکوٰۃ فرض ہے(۳) جائیداد جو تجارت کے لئے نہ ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے(۴) محمد کفایت اللہ

## زکوٰۃ قرض دینے والے کے ذمے ہے مقروض کے ذمے نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۳۱ء)

(سوال) روپیہ کسی کو قرض دے دیا یا کسی قسم کا نفع مد نظر نہیں تو اس صورت میں زکوٰۃ مقرض کے ذمہ ہے یا مدیون کے ذمہ؟

(جواب ۳۰۹) روپیہ کے مالک کے ذمہ ہے مقروض پر نہیں قرض دینے والے کے ذمہ زکوٰۃ ہے۔(۵)

محمد کفایت اللہ

---

(۱) والزکاۃ واجبۃ علی الحر العاقل البالغ المسلم اذا ملک نصابا ملکا تاما وحال علیہ الحول (الہدایۃ، کتاب الزکاۃ ۱/ ۱۸۵ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(۲) قال فی الاضحیۃ واجبۃ علی کل حر مسلم مقیم موسر فی یوم الاضحی عن نفسہ وعن ولدہ الصغار (الہدایۃ، کتاب الاضحیۃ ۴/ ۴۴۳، شرکت علمیہ ملتان)

(۳) نصاب الذہب عشرون مثقالا والفضۃ مائتا درہم ... او فی عرض تجارۃ قیمتہ نصاب (تنویر الابصار، کتاب الزکاۃ باب زکاۃ المال ۲/ ۲۹۵، ۲۹۸ سعید)

(۴) ولا فی ثیاب البدن المحتاج الیہا لدفع الحر والبرد ابن ملک واثاث المنزل ودور السکنی ونحوہا اذا لم تنو للتجارۃ (الدر المختار، کتاب الزکاۃ ۲/ ۲۶۴، ۲۶۵ سعید)

(۵) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۶۳ حاشیہ نمبر ۳

### کمپنی کے شیئرز پر زکوۃ

(الجمعیۃ مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۶ء)

(سوال) کسی کمپنی کے شرکاء کو کس رقم پر زکوۃ ادا کرنی چاہیے آیا رقم ادا کردہ پر؟ یا حصوں کے ڈیویڈنڈ پر جو کمپنی حصہ داروں کو ہر سال کے اختتام پر دیا کرتی ہے واضح ہو کہ کمپنی کے حصوں کی قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے اور کبھی کمپنی فیل بھی ہو جاتی ہے جس سے حصہ داروں کے راس المال بھی ضائع ہو جاتے ہیں؟

(جواب ۳۱۰) کمپنی کے شیئرز کی ادا کردہ رقم پر جب کہ تجارتی ہو زکوۃ ادا کرنی چاہئے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ

### نابالغ کے مال پر زکوۃ نہیں

(سوال) نابالغ کے مال میں زکوۃ فرض ہے یا نہیں؟ اگر اس کے مال میں زکوۃ فرض ہے تو اس کے مال سے نکالنے کا کیا قاعدہ ہے ولی اپنے پاس سے دے یا نابالغ کے مال سے نکالے؟ المستفتی مولوی عبدالرؤف خاں جگن پور ضلع فیض آباد

(جواب ۳۱۱) نابالغ کے مال میں زکوۃ فرض نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ

## دوسرا باب
## نصاب زکوۃ

### سونے اور چاندی کے نصاب کی تحقیق

(سوال) چاندی و سونے کی زکوۃ کا کیا نصاب ہے؟ حضرت مولانا عبدالحی صاحب نے عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ میں نصاب چاندی تولے ساڑھے پانچ ماشے اور نصاب سونا پانچ تولے ڈھائی ماشے تحریر فرمایا ہے (اعلم ان الوزن المعروف فی بلادنا ماشجۃ و تولجۃ وھو الذی یقال لہ تولہ اثنا عشر ماشجۃ وھو الذی یقال لہ ماشہ والماشجۃ یکون ثمانیۃ اجزاء کل جزء منہ یسمی بالفارسیۃ سرخ و یقال لہ بالھندیۃ رتی و نسمیہ بالاحمر وھذا الجزء یکون بقدر اربع شعیرات فیکون المثقال الذی ھو مائۃ شعیرۃ خمسۃ و عشرین جزء احمر وھو ثلث ماشجۃ واحمر واحد فیکون نصاب الذھب وھو عشرون مثقالا مقدار خمس تولجۃ واثنین و نصف ماشجۃ کما یعلم من ضرب ثلث ماشجۃ واحمر فی عشرین ھذا فی

---

(۱) [illegible] ۲۵۸ [illegible] ۲

(۲) [illegible] ۲۶۰ [illegible] ۵

الذهب واما الفضة فقد عرفت ان نصابها مائتا درهم وكل درهم اربعة عشر قيراطا يعني سبعين شعيرة فتحصل في درهم سبعة عشر و نصف احمر و هو ما هجتان و واحد و نصف من ذلك الاحمر فيكون مقدار مائتي درهم ستا و ثلثين تولجة و نصف ماهجة)(۱) مولانا قطب الدین صاحب مرحوم نے مظاہر حق میں ساڑھے باون تولے چاندی اور ساڑھے سات تولے سونا ارقام فرمایا ہے(۲) اور آنجناب نے تعلیم الاسلام میں پون تولے دو ماشے چاندی کا نصاب اور سات تولے ساڑھے آٹھ ماشے سونے کا نصاب تحریر فرمایا ہے(۳) ان میں سے کون سا قول صحیح ہے اور علامہ شامی کی یہ عبارت (ان الدرهم المتعارف اكبر من الشرعى)(۴) کس کی تائید کرتی ہے۔

المستفتی نمبر ۲۰۹۷ محمد یٰسین صاحب (اعظم گڑھ) ۹ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ م ۱۹ جنوری ۱۹۳۸ء

(جواب ۳۱۲) مولانا عبدالحئی صاحب کی یہ تحقیق کہ چاندی کا نصاب تولے ساڑھے پانچ ماشے ہے اس نظریہ پر مبنی ہے کہ انہوں نے رتی کو احمر قرار دے کر چار جو کا فرض کر لیا ہے مگر یہ ایک محض فرضی نظریہ ہے ورنہ آپ کسی احمر (گھونگچی) کو خود معتبر کانٹے میں رکھ کر جو سے وزن کر کے دیکھیں کہ وہ ڈھائی جو کے برابر ہوگی پس ایک مثقال کے سو جو انہوں نے پچیس رتی یعنی تین ماشے ایک رتی قرار دے ہیں حالانکہ ایک مثقال کے سو جو تقریباً چالیس رتی یعنی پانچ ماشے ہوتے ہیں یہ تقریباً کا لفظ میں نے اس لئے استعمال کیا ہے کہ ہر پورے ڈھائی جو کے برابر نہیں ہے بلکہ میں نے خود تول کر اور حساب کر کے وہ وزن لکھا ہے جو تعلیم الاسلام میں درج ہے اور مظاہر حق کے وزن میں اور میرے وزن میں لفظی فرق ہے حقیقۃً دونوں تقریباً برابر ہیں کیونکہ انہوں نے باون تولے چھ ماشے دہلی کے قدیم تولے سے بتایا ہے اور میں نے پون تولے ۲ ماشے روپیہ بھر وزن کے تولے سے جو اب دہلی میں رائج ہے بتایا ہے قدیم تولہ موجودہ انگریزی روپیہ سے بقدر ۲ ½ رتی کے زیادہ تھا مولانا عبدالحئی درہم کی مقدار ۲ ماشے ۱ ½ رتی قرار دیتے ہیں اور ہمارے حساب سے تقریباً ساڑھے تین ماشے ہوتی ہے اور درہم متعارف ۴ ½ ماشے کا ہوتا ہے تو شامی کا یہ قول ان الدرهم المتعارف اكبر من الشرعى ہمارے حساب سے بھی موافق ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## قرض اگر مال تجارت سے زائد ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۲۷ء)

(سوال) ایک شخص قرضدار ہے اور اس کا کاروبار چل رہا ہے لیکن یہ نہیں کہ اس کا سرمایہ قرضہ

---

(۱) کتاب الزکوٰۃ باب نصاب الذهب والفضة ۱: ۲۲۹ سعید
(۲) کتاب الزکوٰۃ باب ما تجب فیہ الزکوٰۃ ۲: ۹۹ [illegible] لاہور
(۳) حصہ چہارم مال زکوٰۃ اور نصاب کا بیان ص ۸۷ مکتبۃ الشیخ کراچی
(۴) رد المحتار، کتاب الزکاۃ باب زکاۃ المال ۲: ۲۹۶ طبع سعید
(۵) یہیں صفحہ موجود نہیں ہے

ادائیگی تک ہے لو ادائیگی بشرطیکہ وصول بھی ہو جائے تو بھی ہزار تک قرضہ رہے گا لیکن زیور خالص آٹھ نو سو روپے کا بھی ہے جو ہر طرح سے محفوظ ہے ایک مکان رہائشی بھی ہے علاوہ ازیں حسب حیثیت سامان گھر کا بھی ہے ؟

(جواب ۳۱۳) رہائشی مکان اور گھر کے اسباب خانہ داری میں زکوۃ نہیں ہے، (۱) چاندی سونے کے زیور اور نقد روپیہ اور مال تجارت میں زکوۃ ہے جبکہ وہ دین سے فارغ ہو، اگر قرض اتنا ہے کہ مال تجارت اور زیور وغیرہ سب کو ادائے قرض میں محسوب کرنے کے بعد بھی قرض باقی رہتا ہے یا نصاب زکوۃ باقی نہیں بچتا تو ان صورتوں میں زکوۃ واجب نہیں ہاں اگر قرض کی ادائیگی کے بعد اتنا مال بچتا ہو جو نصاب زکوۃ کے برابر ہو اور حاجت ضروریہ پوری ہونے کے بعد اس پر سال گزر جائے تو اس کی زکوۃ واجب ہوگی(۲) فقط محمد کفایت اللہ غفرلہ

## زکوۃ ہر سال ادا کرنا ضروری ہے

## (الجمعیۃ مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۳۰ء)

(سوال ) زکوۃ نکالا ہوا روپیہ دوسرے سال زکوۃ کے لئے احتساب میں داخل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ مثلاً ایک شخص نے ایک سو روپے میں ڈھائی روپے زکوۃ کے نکال دیئے پھر دوسرے سال اس زکوۃ نکالے ہوئے ساڑھے ستانوے پر اگر بچ رہیں تو زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

(جواب ۳۱۴) زکوۃ سالانہ وظیفہ ہے اس لئے جس روپے کی زکوۃ ایک سال ادا کردی گئی ہے اگر وہ روپیہ آئندہ سال تک محفوظ رہے اور بقدر نصاب ہو تو پھر اس میں سے زکوۃ ادا کرنی ہوگی جب نصاب سے کم رہ جائے تو پھر زکوۃ نہیں دی جائے گی(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## (۱) سونا اور چاندی ملا کر چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے تو زکوۃ کی ادائیگی

## (۲) چاندی بقدر نصاب اور سونا کم ہو تو زکوۃ کی ادائیگی

(سوال ) (۱) ایک شخص کے پاس تھوڑا سا اسباب چاندی کا ہے اور اس کے ساتھ تھوڑا سا سونا بھی ہے اور دونوں علیحدہ علیحدہ نصاب کو نہیں پہنچتے اور دونوں کی قیمت کا اندازہ کیا جائے تو چاندی کے نصاب کو پہنچ جاتا

---

(۱) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۵۵ حاشیہ نمبر ۲

(۲) قال اصحابنا کل دین له مطالب من جهة العباد یمنع وجوب الزکاة الخ (هدایة کتاب الزکاة ۱/۱۷۲ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۳) ومن کان علیه دین یحیط بماله [illegible] وان کان ماله اکثر من دینه زکی الفاضل اذا بلغ نصابا (هدایة کتاب الزکاة ۱/۱۸۶ شرکت علمیہ ملتان)

(۴) وشرطه ای شرط افتراض ادائها حولان الحول [illegible] (رد المحتار کتاب الزکاة ۲/۲۷۶ سعید)

ہے تو اس پر زکوۃ کا ادا کرنا فرض ہے یا نہیں؟

(۲) ایک شخص کے پاس چاندی کے اسباب استعمالی ہیں جو بقدر نصاب ہیں اور وہ زکوۃ دیتا بھی ہے اور اس کے ساتھ ایک تولہ یا دو تولے سونا بھی ہے اور وہ نصاب کو نہیں پہنچتا ہاں اگر اس کی قیمت کا لحاظ کیا جائے تو بے شک چاندی کے نصاب کو پہنچ جاتا ہے تو ایسی صورت میں اس کو سونے کی زکوۃ کا ادا کرنا فرض ہے یا نہیں؟ المستفتی مولوی عبدالرؤف خاں جگن پور ضلع فیض آباد

**(جواب ۳۱۵)** (۱) ہاں بہتر یہی ہے کہ وہ زکوۃ ادا کرے (۱)

(۲) سونے کی چاندی سے قیمت لگا کر چاندی میں شامل کرکے زکوۃ ادا کرے (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

## صرف سونا نصاب سے کم ہو مگر قیمت چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے تو زکوۃ واجب نہیں

(سوال) ایک شخص کے پاس سونے کا زیور ایک تولہ کا ہے اس وقت اگر فروخت کیا جائے تو چاندی کے نصاب کو پہنچ جاتا ہے اس پر زکوۃ فرض ہے یا نہیں؟ المستفتی مولوی عبدالرؤف خاں جگن پوری

**(جواب ۳۱۶)** اگر اس کے پاس چاندی کا زیور بقدر زکوۃ ہو تو سونے کی قیمت بھی اس میں شامل کرکے زکوۃ ادا کرنی ہوگی (۳) اور اگر دونوں جدا جدا نصاب سے کم ہیں مگر مجموعہ مل کر نصاب ہو جاتا ہے تو زکوۃ ادا کرنی ہوگی ہے (۴) اور اگر صرف سونا ہے چاندی نہیں ہے تو اگرچہ اس کی قیمت چاندی کے نصاب کے برابر ہو زکوۃ ادا کرنی لازم نہیں ہے (۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) ویضم الذهب الی الفضة وعکسه بجامع الثمنية قيمة وقالا بالاجزاء (الدر المختار، کتاب الزکاة، باب زکوة المال ۲/ ۳۰۳ سعید)

(۲) ويضم قيمة العروض الى الثمنين والذهب الى الفضة قيمة كذا في الكنز حتى لو ملك مائة درهم وخمسة دنانير او خمسة عشر دينارا او خمسين درهما تضم اجماعا (هندية، كتاب الزكاة ۱/ ۱۷۹ مكتبة ماجدية كوئته)

(۳) ويضم الذهب الى الفضة للمجانسة من حيث الثمنية (هداية، كتاب الزكاة، باب زكوة الاموال ۱/ ۱۹۶ شركت علميه ملتان)

(۴) من كان له مائة درهم وخمسة مثاقيل ذهب تبلغ قيمتها مائة درهم فعليه الزكاة عنده خلافا لهما (هداية، كتاب الزكاة، باب زكاة الاموال ۱/ ۱۹۶ شركت علميه ملتان)

(۵) فاما اذا كان له ذهب مفرد فلا شئ فيه حتى يبلغ عشرين مثقالا فاذا بلغ عشرين مثقالا ففيه نصف مثقال الخ (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة ۲/ ۱۸ سعيد)

# تیسرا باب
# مصارف زکوۃ

## مہتمم کا مدرسے کے مال سے اہل وعیال پر خرچ کرنا

(سوال) جو مہتمم مدرسہ جس کی تنخواہ مدرسہ سے مقرر نہیں اور نہ وہ لیتا ہے اور وہ صاحب حاجت اور قرضدار ہے اس کو اپنے اہل وعیال پر اس کھانے وغیرہ کی چیزوں کا صرف کرنا جو طلبہ کے مال صدقہ و زکوۃ سے کہ لوگوں نے دی ہیں جائز ہے یا نہیں بر تقدیر جواز اگر دہندگان اشیائے صدقہ و زکوۃ اس بات کو پسند نہ کریں کہ ہمارا صدقہ و زکوۃ کا مال دیا ہوا کوئی سوائے طلبہ کے صرف کرے تب بھی جائز ہے یا نہیں؟ نیز مدرس مدرسہ بھی اشیائے مذکورہ کو اپنی تنخواہ میں لے سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

(جواب ۳۱۷) مہتمم وقف، زکوۃ وصدقہ دینے والوں کا وکیل ہوتا ہے اس کو دینے والوں کی شرط کے خلاف تصرف کرنے کا کوئی حق نہیں (۱) جب کہ لوگوں نے کچھ اشیاء خاص طالب علموں کے لئے دی ہیں تو مہتمم کو خود یا مدرسین کو استعمال کرنا جائز نہیں نیز زکوۃ کا مال مہتمم یا مدرسین کی تنخواہ میں صرف کرنا جائز نہیں(۲)

## سید کو زکوۃ دینے سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی

(سوال) سید کو زکوۃ دینے کی صورت میں زکوۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ اور دینے والا گنہ گار تو نہ ہوگا؟

(جواب ۳۱۸) دینے والا گنہ گار تو نہ ہوگا مگر اس کی زکوۃ ادا نہ ہوگی دوبارہ ادا کرنی ہوگی (۳)

محمد کفایت اللہ غفرلہ

## (۱) غیر مستحق کو مستحق سمجھ کر زکوۃ دینا
## (۲) بعض علماء کے قول پر عمل کر کے سید کو زکوۃ دینا

(سوال) بہشتی زیور میں یہ مسئلہ ہے کہ ایک شخص کو مستحق سمجھ کر زکوۃ دیدی پھر معلوم ہوا کہ وہ

---

(۱) فی الدر المختار: وللوکیل ان یدفع لولدہ الفقیر و زوجتہ لا لنفسہ وفی الشامیۃ: وھذا لان الوکیل انما یستفید التصرف من المؤکل وقد امرہ بالدفع الی فلان فلا یملک الدفع الی غیرہ (رد المحتار کتاب الزکوۃ ۲/ ۲۶۹ سعید)

(۲) ولو نوی الزکاۃ بما یدفع المعلم الی الخلیفۃ ولم یستاجرہ ان کان الخلیفۃ بحال لو لم یدفعہ یعلم الصبیان ایضاً اجزاہ والا فلا (الھندیۃ کتاب الزکاۃ باب المصرف ۱/ ۱۹۰ کوئٹہ) (۳) ولا یدفع الی بنی ھاشم (الھدایۃ کتاب الزکوۃ باب من یجوز دفع الصدقات الیہ ومن لا یجوز ۱/ ۲۰۶ شرکت علمیہ ملتان)

مالدار ہے یا سید ہے یا اندھیری رات میں کسی کو دیدی پھر معلوم ہوا کہ وہ تو میری ماں تھی یا میری لڑکی تھی یا اور کوئی ایسا رشتہ دار ہے جس کو زکوۃ دینا درست نہیں تو ان سب صورتوں میں زکوۃ ادا ہو گئی دوبارہ ادا کرنا واجب نہیں لیکن اگر لینے والے کو معلوم ہو جائے کہ یہ زکوۃ کا پیسہ ہے اور میں زکوۃ لینے کا مستحق نہیں ہوں تو وہ واپس کر دے اور کر دینے کے بعد معلوم ہو کہ میں نے کافر کو زکوۃ دی ہے تو دوبارہ ادا کر دے(۱) حوالہ در مختار ص ۱۰۸ ج ۲ ہدایہ ص ۱۸۹ ج ۱

(۲) اگر کئی شخصوں نے چند علمائے حنفیہ سے دریافت کیا کہ سید کو زکوۃ دینی جائز ہے یا نہیں انہوں نے جواب دیا کہ جائز ہے اور ایسے علماء جیسے حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب دیوبندی مولوی عبدالغفور صاحب مدنی شاگرد حضرت مفتی اعظم مولانا محمد کفایت اللہ دہلوی و مولوی محمد معصوم صاحب پیش امام مسجد سبیل والی و مولانا مولوی شفیع مدین صاحب مہاجر مکی اور دیگر علمائے مکی و حضرت مولانا مفتی محمد عتیق الرحمن صاحب دیوبندی ندوۃ المصنفین ان کے جواب کی نقل حسب ذیل ہے۔

سوال۔ کیا اس زمانے میں سیدوں کو زکوۃ دینی جائز ہے یا نہیں؟ جواب۔ فقہ حنفی کی عام کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ سادات کو زکوۃ دینی درست نہیں، یہی ظاہر الروایت ہے لیکن اس زمانے میں بیت المال نہ ہونے کی وجہ سے سادات کا وہ شرعی حصہ جو ان کے لئے مقرر تھا ان کو نہیں ملتا اور نہ اس کے ملنے کا کوئی امکان ہے اس وجہ سے فقہ حنفی کے بہت بڑے امام علامہ ابوجعفر طحاوی نے یہ فتوی دیا ہے کہ ایسی صورت میں سیدوں کو زکوۃ دینا درست ہے(۲) اور شوافع میں امام فخر الدین رازیؒ بھی امام طحاوی کے ہمنوا ہیں امام طحاوی کے فتوی کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ سیدوں کے لئے کوئی مخصوص فنڈ قائم ہونا چاہئے تاکہ ان کے مفلس اور نادار طبقہ کی ضرورتیں جو قرابت رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے سرکاری اعانت سے اس لئے محروم کیا گیا ہے کہ قوم ان کے لئے بہتر انتظام کرے جو اس سے پوری کی جائیں ورنہ امام طحاوی کے فتوی پر عمل کیا جائے فقہ کا بنیادی اصول یہ ہے من لم یکن عالما باھل زمانه فھو جاھل یعنی جو اہل زمانہ کے حالات اور ان کی ضرورتوں سے ناآشنا ہے وہ عالم نہیں ہے (جاہل ہے) اس اصول کے ماتحت بھی ہمیں سیدوں کے نادار طبقہ کے حالات اور ان کی ضرورتوں کی طرف غور کرنا چاہئے عرف الشذی شرح ترمذی میں ہے **وفی عقد الجید افتی**

---

(۱) حصہ سوم زکوۃ کا بیان جن لوگوں کو زکوۃ دینا جائز ہے ان کا بیان ص ۳۳ مکتبہ امدادیہ ملتان

(۲) لا یدفع الی بنی هاشم لقوله علیه السلام یا بنی هاشم ان الله تعالی حرم علیکم غسالة الناس و اوساخهم الخ (هداية، كتاب الزكاة، باب من يجوز دفع الصدقات ومن لا يجوز ۱/۲۰۶ شركت علميه)

(۳) وقد اختلف عن ابی حنیفة فی ذلك فروی عنه انه قال لا باس بالصدقات كلها علی بنی هاشم (طحاوی، كتاب الزكاة، الصدقة علی بنی هاشم ۱/۳۵۲ ط سعید) لیکن راجح یہی ہے کہ امام علامہ طحاویؒ بھی عدم جواز کے قائل تھے جیسا کہ ان کی کتاب کے آخر میں فرماتے ہیں قال ابو جعفر فهذه الآثار كلها قد جاءت بتحريم الصدقة علی بنی هاشم ولا نعلم شيئا نسخها ولا عارضها حواله بالا

(۴) رد المحتار، کتاب القضاء ۵/۳۵۹ سعید

الطحاوی من الحنفیة و فخر الدین الرازی من الشافعیة بجواز الزکوۃ للہاشمی فی ہذہ الصورۃ الخ (۱) و تحفہ عتیق الرحمن عثمانی ندوۃ المصنفین قرول باغ دہلی

اب حضور والا سے دریافت طلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے مندرجہ بالا حضرات کے فتوے پر عمل کر کے زکوۃ دیدی ہے وہ اپنی زکوۃ لوٹائیں یا نہیں اور نہ لوٹائیں تو گناہ گار ہوں گے یا نہیں اور جن لوگوں کو پتہ نہیں کہ لوٹانی چاہئے یا نہیں تو ان کا گناہ بتانے والے پر ہوگا یا نہیں"

اور نمبر ایک مسئلہ کو نمبر ۲ والے مسئلہ پر قیاس کر سکتے ہیں یا نہیں کیونکہ اس میں بھی جواز سمجھ کر دینی مستحق جان کر غیر مستحق کو دیدی جس کا فرض ہے تو زکوۃ ادا ہو جاتی ہے (لوٹانے کی ضرورت نہیں) ایسے ہی نمبر ۲ والے مسئلہ میں جواز سمجھ کر دی تھی اب بعد میں معلوم ہوا کہ سید کو زکوۃ دینی مفتی بہ (راجح قوی) مذہب نہیں ہے تو آئندہ نہ دے لیکن جو دے چکا ہے اس کو پھر ادا کرے یا نہیں مدلل تحریر فرمائیں؟ بینوا توجروا

(جواب ۳۱۹) نمبر ایک کا مسئلہ تو اس صورت سے متعلق ہے کہ دینے والے غیر مستحق کو مستحق سمجھ کر مثلاً غنی کو فقیر اور ہاشمی کو غیر ہاشمی خیال کر کے زکوۃ دیدی اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ہاشمی کو ہاشمی جانتے ہوئے زکوۃ دی لہذا یہ دونوں صورتیں جدا جدا ہیں (۲) اب جس شخص نے ان علماء کے فتوے پر زکوۃ دیدی ہے ان کے ذمہ اعادہ نہیں اور ذمہ داری فتوی دینے والے پر ہے آئندہ اگر وہ راجح مذہب بتانے والے کے فتوے پر عمل کرے تو اسے اختیار ہے گزشتہ کا اعادہ کرنا اس کے لئے مستحب ہے

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(جواب دیگر ۳۲۰) راجح اور قوی مذہب یہی ہے کہ کسی ہاشمی کو زکوۃ دینی جائز نہیں حضرت ابو عصمہ کی روایت جو انہوں نے امام ابو حنیفہ سے نقل کی ہے مفتی بہ نہیں ہے پس سید کو زکوۃ نہ دینی چاہئے اگر پہلے دی جا چکی ہے اور اتنی وسعت ہے کہ دوبارہ دیدے تو دیدے ورنہ کوئی حرج نہیں (۴) وکیل نے اگر دیدی تو اس کی ذمہ داری وکیل پر ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

## (۱) افطاری و شبینہ میں زکوۃ دینا
## (۲) زکوۃ کے مال سے مسافروں اور طلباء کو کھانا کھلانا درست ہے
## (۳) زکوۃ سے کسی مستحق کی شادی کرنا

---

(۱) ابواب الزکاۃ باب کراہیة الصدقة للنبی ﷺ ۱۴۳/۱ طبع سعید

(۲) اور یہ قیاس صحیح نہیں

(۳) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۷۲ حاشیہ نمبر ۲

(٤) عملاً علی روایة ابی عصمة و تسہیلاً علی المزکی والله اعلم فقط گلگتی

## (۴) زکوۃ سے کسی محتاج کا علاج کرانا

(سوال) (۱) زکوۃ کا مصرف رمضان شریف کے مہینہ میں مسجد کی افطاری میں یا مسجد میں شبینہ میں ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (۲) عام طور سے مسافروں و طالب علموں کو زکوۃ کے پیسے سے کھانا کھلایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ (۳) اگر کسی اپنے لڑکے کی شادی کرے جو خود قابل کمائی کے ہو اور جو کماتا ہو وہ روزانہ اخراجات والدین وغیرہ میں صرف کر دیتا ہو اور ضرورت اس کو شادی کی ہو تو زکوۃ کے روپے سے اس کی شادی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۴) کوئی شخص بصورت علاج کے واسطے والدین کا مقدور نہیں کہ صرف کر سکیں لہذا اس کے علاج کے خرچ میں جو روپیہ صرف ہو دیا گیا ہے زکوۃ کے نام لکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(جواب ۳۲۱) (۱) رمضان کی افطاری یا شبینہ میں زکوۃ کا دینا اس طرح جائز ہے کہ افطاری کھانے والے یا شبینہ کا کھانا کھانے والے مستحق ہوں اور تملیکاً ان کو افطاری یا کھانا تقسیم کر دیا جائے اگر غنی ہوں تو جائز نہیں ولا یجوز دفع الزکاة الی من یملك نصابا ای مال کان دنانیر او دراهم او سوائم اوعروضا للتجارة او لغیر التجارة فاضلا عن حاجته فی جمیع السنة هکذا فی الزاهدی (هندیه ص ۲۰۰ ج ۱) (۱) (۲) عام طور سے مسافروں یا طالب علموں کو زکوۃ کے پیسے سے کھانا تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ و منها ابن السبیل (هندیه ص ۲۰۰ ج ۱) (۲) (۳) اگر وہ فی الحال مالک نصاب نہ ہو تو اس کی شادی کے لئے اس کو تملیکاً زکوۃ کا روپیہ دینا جائز ہے والحق به کل من هو غائب عن ماله وان کان فی بلده لان الحاجة هی المعتبرة (هندیه ص ۲۰۰ ج ۱) (۳) لیکن ایک شخص کو مقدار نصاب یا اس سے زیادہ دینا مکروہ ہے ویکره ان یدفع الی رجل مائتی درهم فصاعدا وان دفعه جاز کذافی الهدایه (هندیه ص ۲۰۰ ج ۱) (۵) (۴) کسی غریب مستحق مریض کو اس کے علاج کے واسطے زکوۃ کا روپیہ دیا جا سکتا ہے (۶)

## سید کا زکوۃ مانگنا اور اس کو زکوۃ دینا جائز نہیں

(سوال) سید صاحب کو معلوم ہے کہ زکوۃ کا مال لینا حرام ہے اس پر بھی سید صاحب زکوۃ کا پیسہ مانگتے ہیں اس حالت میں اگر ان کو زکوۃ دی جائے تو زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

(جواب ۳۲۲) سید صاحب کا یہ جانتے ہوئے کہ سید کو زکوۃ لینا حرام ہے زکوۃ مانگنا اور لینا سخت گناہ ہے اور جو شخص یہ جان کر کہ یہ سید ہیں انہیں زکوۃ دے گا تو زکوۃ ادا نہ ہوگی ۔ اس شخص کو دوبارہ زکوۃ دینا

---

(۱) فلو اطعم مسکینا ناویا الزکاة لا یجزیه الا اذا دفع الیه المطعوم (الدر المختار، کتاب الزکاة ۲/ ۲۵۷ سعید)
(۲) کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف ۱/ ۱۸۹ کوئٹه)
(۳ ۴ ۵) کتاب الزکاة، باب المصارف ۱/ ۱۸۸ کوئٹه
(۶) لو قضی بها دین حی او میت بامره جاز (فتح القدیر، کتاب الزکاة، باب من یجوز دفع الصدقات الیه ومن لا یجوز ۲/ ۲۶۸ مصطفی مصر) (دیکھئے صفحہ نمبر ۲۷۰ حاشیہ نمبر ۲)

پڑے گی۔ ھکذا فی کتب الفقه والله اعلم

## مؤلفۃ القلوب کو مصارف زکوۃ سے خارج کرنے پر حنفیہ پر اشکال کا جواب

(سوال) زید سورہ توبہ کی آیت انما الصدقات الخ (۱) سے آٹھ مصارف زکوۃ بیان کرتا ہے اور مذہب حنفیہ کے مؤلفۃ القلوب کے ساقط ہونے کی نص طلب کرتا ہے اور تفسیر بیان القرآن مؤلفہ مولانا تھانوی سے اجماع صحابہ ہو کر آیہ مؤلفۃ القلوب کا ساقط ہونا ثابت ہے (۲) جس پر زید معترض ہے کہ صریح آیت کے مقابلہ میں اجماع صحابہ حجت نہیں ہے ایسی ہی نص قرآنی سے ثبوت دینا چاہئے اب گزارش ہے کہ کسی آیت یا حدیث سے جواب شافی عطا فرمایا جاوے بینوا توجروا؟ نیاز مند ممتاز علی (کانور ضلع رہتک)

(جواب ۳۲۳) مؤلفۃ القلوب کا حصہ بہ اجماع صحابہ ساقط ہو گیا ہے تفسیر مدارک میں ہے و سهم مؤلفة قلوبهم سقط باجماع الصحابة فی صدر خلافة ابی بکرؓ لان الله اعز الاسلام و اغنی عنهم والحکم متی ثبت معقولا لمعنی خاص یرتفع و ینتهی بذهاب ذلک المعنی انتهی (۳) یعنی مؤلفۃ القلوب کا حصہ حضرت ابوبکرؓ کے شروع زمانہ خلافت میں صحابہ کرامؓ کے اتفاق و اجماع سے ساقط ہو گیا اور حکم شرعی جب کسی علت پر مبنی ہو تو اس علت کے اٹھ جانے سے حکم بھی اٹھ جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ مؤلفۃ القلوب کو زکوۃ کا مال دینے کی اجازت اسلام کے ضعف اور مسلمانوں کی کمی کی وجہ سے ہوئی تھی اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت اور قوت و غلبہ عطا فرما دیا اور مسلمانوں کی جمعیت زیادہ ہو گئی تو اجازت ارتفاع علت حکم کی وجہ سے خود مرتفع ہو گئی اور برہان شرح مواہب الرحمن للشیخ المحدث الفقیہ ابراہیم بن موسیٰ الطرابلسی میں ہے اخرج ابن ابی شیبة عن عامر الشعبی انما کانت المؤلفة علی عهد رسول الله ﷺ فلما ولی ابوبکر انقطعت (۴) یعنی ابن ابی شیبہ نے عامر شعبی سے روایت کی ہے کہ مؤلفۃ القلوب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تھے (یعنی ان کا حصہ قائم تھا) پھر جب ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے تو یہ لوگ منقطع ہو گئے (یعنی ان کا حصہ بند ہو گیا)

واللہ اعلم

## جن چیزوں میں تملیک نہیں ہوتی ان میں زکوۃ جائز نہیں

(سوال) تالاب' چاہ' مسجد' مسافر خانہ تعمیر کرنا' اسلامیہ مدارس قائم کرنا' تعلیم میں امداد دینا وغیرہ وان

---

(۱) التوبة : ۶۰

(۲) مستحقین صدقات ۱۱۹/۱ تاج پبلشرز دهلی

(۳) ۲۳۲/۲ ط المكتبة العلميه لاهور

(٤) كتاب الزكاة' باب لمصارف ۵۲۸/۱' ۵۲۹

میں زکوۃ کا روپیہ خرچ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ **المستفتی** نمبر ۹ غلام علی معرفت داروغہ جیل دھرم سالہ ضلع کانگڑہ ۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ ۲۰ جولائی ۱۹۳۳ء

(جواب ۳۲۴) زکوۃ کی رقم میں حنفیہ کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ رقم مستحق زکوۃ کو تملیکاً دی جائے[1] تو جن صورتوں میں تملیک نہیں ہوتی ان میں زکوۃ کا روپیہ خرچ نہیں کیا جا سکتا اور بنائے مسجد یا تعمیر مسافر خانہ و چاہ وغیرہ میں تملیک نہیں ہوتی اس لئے ان میں زکوۃ کا روپیہ خرچ کرنا جائز نہیں ہے[2] مدارس وغیرہ میں زکوۃ کی جو رقم آتی ہیں وہ یا تو طلبہ مساکین پر خرچ کی جاتی ہیں یا پھر تملیک کر کے دوسرے مصارف میں کی جاتی ہیں واللہ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## (۱) مہتمم کا بچوں کو بطور تملیک دی گئی رقم لیکر تعمیر پر خرچ کرنا
## (۲) مہتمم کا کئی مدات کی رقوم کو ملا کر رکھنا

(سوال) (۱) یتیم خانے میں بالغ نادار لڑکوں کو زکوۃ دی جائے پھر مہتمم ان سے لیکر حساب یتیم خانہ میں جمع کرے اور مصارف یتیم خانہ مثلاً تعمیر جائیداد وغیرہ میں صرف کرے تو زکوۃ دینے والے کی ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

(۲) ایک مدرسہ عربیہ میں چند مدات میں روپیہ وصول ہوتا ہے مثلاً زکوۃ، تعمیر مسجد، خیرات اور مہتمم مدرسہ جملہ مدات کا روپیہ ایک جگہ شامل کر کے رکھتا ہے اور حساب میں آمد و جمع علیحدہ علیحدہ کرتا ہے وقت خرچ جس کھاتے کی رقم ہوتی ہے اس میں خرچ کرتا ہے اس طریقے میں زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں اور جس نے تعمیر مسجد میں رقم دی تھی اس کی رقم تعمیر مسجد میں لگے گی یا نہیں اگر مذکورہ بالا مہتمم نے زکوۃ کی رقم کسی دوسرے مصرف میں خرچ کر دی اور زکوۃ دہندہ کو خبر نہ ہوئی تو زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں اور اگر خبر ہو گئی تو زکوۃ دہندہ کیا کرے؟ **المستفتی** نمبر ۸۳ حاجی عبداللطیف تجبابلی دہلی ۴ رجب ۱۳۵۲ھ ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب) (از حبیب المرسلین صاحب نائب مفتی) (۱) زکوۃ دینے والے کی زکوۃ ادا ہو جانے کے بعد مہتمم ان کو راضی کر کے یہ رقم ان سے لیکر یتیم خانے کے مصارف پر صرف کر دے تو مہتمم کا یہ فعل بھی جائز ہوگا اور اگر ان سے ناراضگی کی صورت میں لیکر یتیم خانے کے مصارف پر صرف کرے گا تو گناہ گار ہوگا مگر بہر صورت زکوۃ دہندہ کی زکوۃ ادا ہو جائے گی۔

---

(۱) فهي تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي ولا مولاه بشرط قطع المنفعة الخ (هندية كتاب الزكاة ۱/ ۱۷۰ ط رشيدية)

(۲) ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة كما مر لا يصرف إلى بناء نحو مسجد ولا إلى كفن ميت وقضاء دينه الخ وفي الشامية قوله نحو مسجد كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكري الأنهار والحج والجهاد وكل ما لا تمليك فيه (رد المحتار كتاب الزكاة باب المصرف ۲/ ۳۴۴ ط سعيد)

(۲) اگر عرف مخلوط کردینے مہتمم کا مختلف مدات کی رقوم کو نہ ہوگا تو یہ فعل مہتمم کا ناجائز و موجب ضمان ہوگا اور اگر عرف ہوگا تو یہ فعل مہتمم کا جائز ہوگا اور موجب ضمان نہ ہوگا بشرطیکہ ان مختلف مدات کی رقوم کے مالکین کو بھی علم اس عرف پر ہوگا ورنہ نہیں۔ جواز کی صورت میں مہتمم بمقدار رقم ہر مالک مؤکل کے رقوم مخلوطہ میں سے ہر ایک کے مصرف معین پر صرف کردے گا تو زکوٰۃ دہندہ کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور مسجد تعمیر کنندہ کی طرف سے مسجد تعمیر ہو جائے گی اور اگر مہتمم زکوٰۃ کی رقم کو جان کر غیر مصرف میں خرچ کردے گا اور زکوٰۃ دہندہ کو خبر نہ ہوگی تو اس کا مواخذہ اخروی مہتمم پر ہوگا لیکن زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور اگر زکوٰۃ دہندہ کو خبر ہو جائے گی تو اس کو یہ حق نہ ہوگا کہ مہتمم سے اپنی رقم تلف شدہ کا ضمان لے کر زکوٰۃ ادا کرے ویتصل بهذا العالم اذا سأل للفقراء شيئا و خلط يضمن قلت و مقتضاه انه لو وجد العرف فلا ضمان لوجود الاذن حينئذ دلالة والظاهر انه لا بد من علم المالك بهذا العرف ليكون اذنا منه دلالة (رد المحتار جلد ثانی ص ۱۲) (۱) فقط واللہ اعلم

اجابہ وکتبہ حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

(جواب ۳۲۵) (از حضرت مفتی اعظمؒ) (۱) اگر دینے والے نے بچوں کو تملیک کے طور پر زکوٰۃ دیدی اور بچے نادار و بالغ تھے تو ان کی زکوٰۃ تو دیتے ہی ادا ہو گئی اب مہتمم یتیم خانہ نے اگر بچوں سے جبر سے لی تو اس کا یہ فعل ناجائز ہے مگر زکوٰۃ کی صحت ادا پر اس کا کوئی اثر نہ ہوگا اور بچوں نے اپنی خوشی سے اسے دیدی تو پھر ناجائز بھی نہیں اور اس صورت میں وہ یتیم خانہ کے ہر مصرف میں بچوں کی رضامندی سے صرف ہو سکتی ہے۔

(۲) اس میں پہلی بات تو قابل غور ہے کہ مختلف مدات کی رقوم کو علیحدہ رکھنے اور اپنے مصرف میں صرف کرنے کا حکم روپیہ اور پیسوں اور اشرفی اور گنی کے سکوں کے ساتھ متعلق ہے جو رقوم کہ کاغذی نوٹوں کی صورت میں دی جائیں ان کے ساتھ یہ حکم متعلق نہیں کیونکہ نوٹ خود مال نہیں ہیں محض وثائق ہیں (۲) اگر مختلف مدات کے لئے دیئے ہوئے نوٹ ملا دیئے جائیں اور ہر ایک مد کی رقم کے موافق اس مد میں انکو صرف کردیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہر مد میں رقم صرف کردی جانے پر معطی کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

اب رہے دھات کے سکے تو ان کا حکم یہ ہے کہ مختلف مدات بلکہ ایک مد میں دی ہوئی مختلف اشخاص کی رقم بھی علیحدہ رکھنی چاہئے اس اصول کے ماتحت مہتمم پر یہی لازم نہیں کہ وہ مد زکوٰۃ کی تمام رقم علیحدہ رکھے بلکہ یہ بھی لازم ہے کہ زکوٰۃ کی رقم بھی ہر ایک شخص کی علیحدہ رکھے خواہ رقم چاندی کے سکوں کی ہو یا روپے کی اور اگر زکوٰۃ دینے والے تین سو چار سو آدمی ہوں جن میں تین دو تین سے مثلاً

---

(۱) کتاب الزکوٰۃ ، ۲۶۹ ط سعید

(۲) یہ اس وقت تھا جب نوٹوں کے پیچھے بینک میں سونا ہوتا تھا لیکن اب نوٹ خود ثمن عرفی بن گئے ہیں اس کے پیچھے سونا نہیں ہوتا

سینکڑوں روپے تک کی مختلف رقوم ہوں تو اصول بالا کی بنا پر تین چار سو تھیلیاں بنانی پڑیں علیحدہ رکھنی پڑیں گی (کیونکہ الخلط استہلاک (۱) جس طرح خلط قسم بقسم آخر پر صادق آتی ہے اسی طرح خلط مال واحد بمال آخر پر بھی صادق ہے) اور اس کی دشواری اور عدم استطاعت مخفی نہیں اس لئے فقہاء نے یہ حکم دے دیا ہے کہ جب کہ رقوم جمع شدہ مختلط اپنی اپنی مد میں صرف کر دی جائیں اور اختلاط کا عرف ہونے کی وجہ سے مالکوں کی جانب سے دلالۃً اذن بخلط ہو جائے تو زکوۃ بھی ادا ہو جانے گی اور مہتمم پر بھی کوئی گناہ یا ضمان نہ ہوگا(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## ضرورت مند سید، فوج اور رفاہی اداروں کو زکوۃ دینا

(سوال) مفلس سید کو اس وجہ سے زکوۃ دینا کہ آج کل ان کو مال غنیمت سے حصہ ملنے کی کوئی صورت نہیں ہے جائز ہے یا ناجائز؟ آنحضرت رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں زکوۃ کے روپے سے سپاہیوں کو تنخواہیں دی جاتی تھیں اور یہ روپیہ حکومت کے دوسرے کاموں میں خرچ ہوتا تھا کیا آج کل بھی رفاہ عام (اسلامی کام) کے کاموں میں زکوۃ کا روپیہ صرف ہو سکتا ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر [illegible] بابو محمد رشید خاں قرول باغ دہلی ۲۶ رجب ۱۳۵۲ھ ۱۶ نومبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۳۲۶) مفلس سید کو زکوۃ دینا جائز نہیں(۳) زکوۃ کے روپے سے فوج کو تنخواہ نہیں دی جاتی تھی رفاہ عام کے کاموں میں ایسی صورت پر خرچ ہو سکتا ہے کہ اس میں تملیک ہو سکے(۴) مثلاً غریبوں کو لباس وخوراک تقسیم کرنا۔ محمد کفایت اللہ

## سید رشتہ داروں کو زکوۃ دینا، زکوۃ تھوڑی تھوڑی کرکے ادا کرنا، سال گزرنے سے پہلے دینا

(سوال) اپنے سب عزیز سیدوں کو زکوۃ دینی جائز ہے یا نہیں اور صدقہ خیرات دے سکتے ہیں یا نہیں؟ زکوۃ اگر کوئی اکٹھی ادا نہ کر سکے تو تھوڑی تھوڑی ماہوار دی جا سکتی ہے یا نہیں؟ ایک زیور لڑکی کے پاس دس مہینے رہا پھر اس نے اپنی بہن کو جہیز چڑھا دے دیا تو اس کی زکوۃ اس پر واجب ہے یا بہن کے والدین پر؟ المستفتی نمبر ۵۰۲ محمد بن احمد صاحب رہتک۔ ۲۱ محرم ۱۳۵۳ھ ۲۰ مئی ۱۹۳۴ء

---

(۱) لأن الخلط استهلاك إذ يمكن تمييزه عند أبي حنيفة (الدر المختار، كتاب الزكاة ۲/ ۲۹۰ ط سعيد)

(۲) قلت: ومقتضاه أنه لو وجد العرف فلا ضمان لوجود الإذن حينئذ دلالة والظاهر أنه لا بد من علم المالك بهذا العرف ليكون إذنا منه دلالة (رد المحتار، كتاب الزكاة ۲/ ۲۶۹ ط سعيد)

(۳) ولا يدفع إلى بني هاشم وهم آل علي وآل عباس وآل جعفر وآل عقيل وآل الحارث بن عبد المطلب كذا في الهداية الخ (الهندية، كتاب الزكاة، باب المصارف ۱/ ۱۸۹ ط رشيدية كوئٹه)

(٤) ويشترط أن يكون الصرف تمليكا الخ (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف ۲/ ۳٤٤ ط سعيد)

(۵) ولا يدفع إلى أصله وإن علا وفرعه وإن سفل كذا في الكافي (الهندية، كتاب الزكاة، باب المصارف ۱/ ۱۸۸ ط رشيدية كوئٹه)

(جواب ۳۲۷) سوائے اصول و فروع یعنی ماں باپ دادا دادی نانا نانی اور اولاد اور اولاد کی اولاد کے دوسرے رشتہ داروں کو زکوۃ دینی جائز ہے بھائی بہن بھانجے بھتیجے چچا خالہ پھوپھی ماموں ان سب کو زکوۃ دینی جائز ہے والدین کو نہیں دی جا سکتی سید کو زکوۃ دینی جائز نہیں زکوۃ کے علاوہ دوسرے صدقات نافلہ اور خیرات سیدوں کو بھی دے سکتے ہیں اور والدین کو بھی مدرسے میں زکوۃ کا روپیہ غریب طلبہ کے طعام و لباس و سامان تعلیم میں خرچ کرنے کے لئے دیا جا سکتا ہے زکوۃ یکمشت ادا نہ ہو سکے تو ماہوار بھی دی جا سکتی ہے(۳) اور اخیر میں حساب کر لیا جائے دس مہینے زیور ملک میں رہنے کے بعد بہو کو دیدیا تو اس کی زکوۃ دینے والے کے ذمہ نہیں بہو کے پاس جب سال پورا گزرے گا تو اس پر واجب ہوگی(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## ایسے ادارے کو زکوۃ دینا جس سے غریب اور امیر دونوں قسم کے طلباء فائدہ حاصل کرتے ہوں

(سوال) جس فنڈ سے یتیم اور غریب طلباء کے کھانے پہننے اور تعلیم کا انتظام ہوتا ہو اس میں زکوۃ کا مال دینا جائز ہے یا نہیں ؟ جس مدرسے میں غریب اور تونگر ہر دو قسم کے بچے تعلیم پاتے ہوں اس مدرسے میں زکوۃ کا مال دینا درست ہے یا نہیں ؟ یتیم خانہ میں تونگر کا بچہ خرچہ دے کر رکھنا درست ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۴۰۴ عبدالکریم (ہمت نگر) ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ م یکم اکتوبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۳۲۸) زکوۃ کا روپیہ یتیم بچوں کے خرچ میں جو نادار اور غریب ہوں ، جائز ہے یعنی ان کے کھانے کپڑے سامان تعلیم میں تملیکا خرچ کیا جا سکتا ہے لیکن مدرسین کی تنخواہیں یا مدرسے کی تعمیر یا ایسے ہی دوسرے مصارف میں جس میں تملیک نہ ہو خرچ نہیں کیا جا سکتا(۵) تونگر کے بچوں کو زکوۃ کے روپے میں سے کچھ دینا یا اس پر خرچ کرنا جائز نہیں(۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## غیر مسلم محتاجوں کو زکوۃ دینا جائز نہیں

(سوال) مال زکوۃ سے غیر مسلم محتاجوں بیواؤں یتیموں کی امداد کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

---

(۱) حاشیہ نمبر ۳ صفحہ گذشتہ ملاحظہ فرمائیں

(۲) فما سوى الفروع فيجوز الصرف اليهم (هندية' كتاب الزكاة' باب المصرف ۱/ ۱۸۹ ط كوئٹہ)

(۳) وتجب على الفور عند تمام الحول حتى يأثم بتأخيره من غير عذر (هندية' كتاب الزكاة ۱/ ۱۷۰ ط كوئٹہ)

(٤) وشرطه اى شرط افتراض ادائها حولان الحول (الدر المختار' كتاب الزكاة ۲/ ۲۶۷ ط سعيد)

(۵) ويشترط ان يكون الصرف تمليكا لا اباحة كما مر لا يصرف الى بناء نحو مسجد ولا الى كفن ميت وقضاء دينه الخ (الدر المختار' كتاب الزكاة' باب المصرف ۲/ ۳٤٤ ط سعيد)

(۶) غنی کے نابالغ بچوں پر خرچ کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ باپ کے تابع ہوتے ہیں ولا يجوز دفعها الى ولد الغني الصغير (هندية' كتاب الزكاة' باب المصرف ۱/ ۱۸۹ ط كوئٹہ)

المستفتی نمبر ۵۳۸ دین محمد (ضلع رہتک) ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ م ۱۸ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۲۹) مال زکوۃ سے غیر مسلم محتاجوں بیواؤں یتیموں کی امداد کرنا جائز نہیں صدقات نافلہ دیئے جاسکتے ہیں۔ محمد کفایت اللہ

## بنو فاطمہ کے علاوہ دوسرے ہاشمی بھی سید ہیں ان کو بھی زکوۃ دینا جائز نہیں

(سوال) بنو فاطمہ کے علاوہ بقیہ بنی ہاشم بھی سید ہیں یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۸۲۲ محمد نذر شاہ (ضلع گجرات) ۲ محرم ۱۳۵۵ھ ۳۰ مارچ ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۳۰) بنو فاطمہ کے علاوہ دوسرے ہاشمی بھی لغۃً و حقیقۃً سید ہیں اور حرمت صدقہ کے حکم میں شامل ہیں (۲) مگر اصطلاحاً سید کا لفظ صرف بنو فاطمہ کے لئے خاص ہو گیا ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

## زکوۃ سے کنواں، مسجد، مقبرہ وغیرہ تعمیر کرنا اور میت کو کفن دینا جائز نہیں

(سوال) زید کے پاس زکوۃ کا روپیہ جمع ہے آیا اس سے کنواں یا تالاب یا مسجد کے متصل مسافر خانہ کی مرمت کا کام یا مقبرہ وغیرہ بنا سکتا ہے یا کسی لاوارث میت کی تجہیز و تکفین کر سکتا ہے یا نہیں اور اگر نہیں تو زکوۃ کا روپیہ کن صورتوں میں صرف کر سکتا ہے؟ المستفتی نمبر ۸۵۱ شیخ چمن میاں (ضلع غازی پور) ۲۰ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۳ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۳۱) زکوۃ کی رقم ادا کرنے میں تملیک بلا عوض لازم ہے یعنی فقراء و مساکین وغیرہ کو بلا معاوضہ کے مالک بنانا۔ اور رقم زکوۃ کی چاہ کنواں، تالاب، مسجد، مسافر خانہ، مزار، مقبرہ کی تعمیر کرنے میں تملیک نہیں ہے اس لئے یہ سب ناجائز ہے (۳) مسکینوں، طالب علموں، یتیموں، بیواؤں کو زکوۃ کی رقم دینی چاہئے فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

## والدین اور اولاد کو زکوۃ دینا جائز نہیں

(سوال) کوئی شخص اپنے والدین یا اولاد کو زکوۃ کی رقم دے سکتا ہے یا نہیں؟

---

(۱) وأما الحربي ولو مستأمنا فجميع الصدقات لا تجوز له اتفاقا بحر عن الغاية وغيرها لكن جزم الزيلعي بجواز التطوع له (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف ۲ / ۳۵۲ ط سعيد)

(۲) بنی ہاشم (سادات) کو زکاۃ دینا جائز نہیں: ولا الى بني هاشم الا من ابطل النص قرابته وهم بنو لهب (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف ۲ / ۳۵۰ ط سعيد)

(۳) [illegible]

(۴) ويشترط ان يكون الصرف تمليكا لا اباحة كما مر، ولا يصرف الى بناء نحو مسجد، ولا الى كفن ميت وقضاء دينه (قوله نحو مسجد) كبناء القناطر والسقايات واصلاح الطرقات وكري الانهار والحج والجهاد وكل ما لا تمليك فيه (رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف ۲ / ۳۴۴ ط سعيد)

المستفتی نمبر ۸۷۸ محمد عمر صاحب (ضلع مردان) ۵ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۸ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۳۲) کسی غیر شخص کو جو مسکین اور مستحق ہو زکوۃ کی رقم دیکر مالک بنادیا جائے اور وہ اپنی طرف سے معطی کے والدین یا اولاد کو دیدے تو جائز ہے (۱) بشرطیکہ دینے والا اس سے یہ شرط نہ کرے اور نہ اسے مجبور کرے بلکہ وہ اپنی خوشی سے ایسا کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## صاحب نصاب امام کا زکوۃ لینا

(سوال) جو امام صاحب نصاب ہو بسبب امامت کے وہ لوگوں کو تنگ کرکے زکوۃ لے تو وہ مال زکوۃ اس کے واسطے حرام ہے یا حلال ہے اور تنگ اس طرح کرتے ہیں کہ میں نماز نہ پڑھاؤں گا تمہارے جنازے اور عیدین نہ پڑھاؤں گا المستفتی نمبر ۱۲۸۸ محمد اسمٰعیل (امرتسر) ۲۳ شوال ۱۳۵۵ھ م [illegible] جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۳۳) صاحب نصاب کو زکوۃ کا مال لینا حرام ہے (۲) اور زکوۃ وصول کرنے کے لئے لوگوں کو تنگ کرنا تو غیر صاحب نصاب کے لئے بھی جائز نہیں۔ (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## زکوۃ دوسرے ملک میں موجود رشتہ داروں کو بھیجنا

(سوال) زید کے عزیز واقارب پاکستان میں رہتے ہیں اور وہ زکوۃ کے مستحق ہیں زید انہیں زکوۃ بھیج سکتا ہے یا نہیں؟ المستفتی حاجی محمد داؤد صاحب (تیمور نگر دہلی)

(جواب ۳۳۴) اعزاو اقارب جو پاکستان میں ہیں ہندوستان میں رہنے والا ان کو اپنی رقم زکوۃ دے سکتا ہے ان کو دینے سے اس کی زکوۃ ادا ہو جائے گی (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## مالک نصاب کو زکوۃ دینا جائز نہیں

(سوال) زید کے والد زید کو زکوۃ دینا چاہتے ہیں یا زید کو زکوۃ لینا جائز ہے اور دینے والوں کی زکوۃ ادا ہو جائے گی زید کے پاس [illegible] روپے ہیں المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلی

---

(۱) [illegible] ویکره ان یحتال فی صرف الزکاة الی والدیه المعسرین بان تصدق بها علی الفقیر ثم صرفها الفقیر الیهما (رد المحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف ۲/ ۳۴۶ ط سعید)

(۲) [illegible] ولا یدفع الی من یملك نصابا [illegible] (الهدایة، کتاب الزکاة، باب [illegible] ۱/ ۱۸۸ [illegible])

(۳) ولا یحل ان یسأل شیئا من القوت من له قوت یومه بالفعل او بالقوة (الدر المختار، کتاب الزکاة، باب المصرف ۲/ ۳۵۴ ط سعید)

(۴) ویکره نقل الزکاة من بلد الی بلد الا ان ینقلها الانسان الی قرابته او الی قوم هم احوج الیها من اهل بلده کذا فی الهندیة (کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف ۱/ ۱۹۰ ط کوئٹه)

(جواب ۳۳۵) زید کو زکوۃ دینا جائز نہیں کیونکہ وہ مالک نصاب ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ٬

## صدقہ فطر کی رقم سے مدرسے کی تعمیر جائز نہیں

(سوال) قصبہ عبداللہ پور میں پہلے اسلامی مدرسہ ایک چھپر میں قائم تھا اب یہاں کے غریب لوگوں نے کوشش کر کے ایک اسلامی مدرسہ تعمیر کرایا ہے اس کی تعمیر میں کچھ کمی رہ گئی ہے غریبوں کا روزگار بہت مندا ہے اس وجہ سے چندہ حاصل کرنا مشکل ہو گیا ہے اب آیا فطرہ کے اناج کا مصرف اس کی تعمیر میں ہو سکتا ہے یا نہیں المستفتی عزیز احمد مدرس مکتب عبداللہ پور (ضلع میرٹھ)

(جواب ۳۳۶) صدقہ فطر کی رقم اس عمارت میں نہیں لگ سکتی(۲) وہ تو صدقہ کر دینا لازم ہے

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ٬ دہلی

## صاحب نصاب علماء کو زکوۃ دینا (چند متفرق مسائل)

(سوال) ہمارے ملک بلوچستان علاقہ پہاڑی میں علماء کا گزارہ قدیم سے آج تک زکوۃ عشر و اسقاط مردگان پر ہے اس آمدنی سے بھی پورا گزارہ نہیں ہو سکتا ایک وجہ یہ ہے کہ آباد ملک نہیں پہاڑی علاقہ ہے بارانی پانی سے اکثر آبپاشی ہوتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ چرائی کا کام کرتے ہیں اور گزارہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ زکوۃ وغیرہ آمدنی بھی پوری طرح ادا نہیں کرتے اور جو ادا کرتے ہیں مثل تنخواہ مقررہ علماء کو سب کی بھی نہیں جاتی اکثر اقرباء وغیرہ کو دی جاتی ہے علماء کی کوئی پرواہ بھی نہیں کرتا اگرچہ اذان جماعت چھوڑ کر چلا ہی جائے اور یہ لوگ بوجہ کم علمی و جہالت علماء کی تنخواہ کا نام بھی نہیں لیتے بلکہ آمدنی بھی مرضی پر ہے چاہے دیں یا نہ دیں مقرر نہیں اس وجہ سے علماء نایاب ہیں بعض جگہوں پر اذان و امامت بھی نہیں ہوتی تعلیم کی یہ حالت ہے کہ مدرسہ اسلامیہ کا نام بھی نہیں نہ کوئی حافظ قرآن موجود ہے تدریس جماعت و جنازہ نکاح خوانی یہ سب کام پیش امام مسجد کے ذمہ ہیں طلباء کی یہ حالت ہے کہ اکثر صبح سویرے ناظرہ سبق قرآن شریف پڑھ کر مال چرانے کو چلے جاتے ہیں واپس شام ہوتی ہے اکثر ناظرہ قرآن شریف پڑھ کر چھوڑ دیتے ہیں بعض کچھ قدر تھوڑی سی چھوٹی کتابیں پڑھ کر فراموش کر دیتے ہیں علم کی قدر نہیں جانتے اور دین کی یہ حالت ہے کہ بعض لوگ جماعت سے نماز پڑھنا تو کجا خود تنہا نماز بھی نہیں پڑھتے اور عورتوں کو پردہ شرعی بھی نہیں دیتے باہر کا کام کرتی پھرتی

---

(۱) ولا (یصرف) الی غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجتہ الاصلیۃ الخ (الدر المختار٬ کتاب الزکاۃ٬ باب المصرف ۲/ ۳۴۷ ط سعید)

(۲) اس لئے کہ اس میں تملیک نہیں ہوتی اور صدقہ فطر میں تملیک شرط ہے کما فی الدر المختار٬ وصدقۃ الفطر کالزکاۃ فی المصارف٬ وفی کل حال و فی الشامیۃ قولہ وفی کل حال بل المراد فی احوال الدفع الی المصارف من اشتراط النیۃ٬ واشتراط التملیک (رد المحتار٬ کتاب الزکاۃ٬ باب المصرف ۲/ ۳۲۹ ط سعید)

ہیں اور میراث فقط مردوں پر تقسیم کرتے ہیں عورتوں کو کوئی حصہ بھی نہیں دیتے اگرچہ یتیم لڑکی کیوں نہ ہو بلکہ وہ میراث تو کجا ہے خود بے عورتوں کو بھی فروخت کردیتے ہیں چاہے لڑکی کسی کی کیوں نہ ہو یعنی اتنی دین میں سستی ہے اور دین کے مددگار ہم ہیں پہلے عرض یہ ہے کہ دعا فرمادیں کہ خداوند تعالیٰ ہم کو اس کام ان کے لئے ہدایت دین نصیب کرے بعدہ عرض ہے کہ بوجہ ہم لوگوں کے مددگار دین اور نہ ہونے تنخواہ کے علاوہ کوئی آمدنی مذکورہ زکوۃ لینی جائز ہے یا نہیں؟

جس طرح علماء متاخرین اس زمانہ میں مددگار دین کم دیکھ کر تنخواہ لینے پر فتویٰ جواز کا دیا ہے جس جگہ تنخواہ تک نہیں اب ہمارے ملک کی یہ حالت ہے جو آپ کو عبارت بالا سے معلوم ہوئی تنخواہ بجائے خود زکوۃ وغیرہ آمدنی سے بھی پورا گزارا ہر جگہ نہیں ہوتا کیونکہ یہ بالا امام مؤذن کی حالت کی ہیں اب یہ وجہ تنخواہ نہ ملنے کے زکوۃ وصدقات لے سکتے ہیں یا زکوۃ تنخواہ کے قائم مقام ہوسکتی ہے یا نہیں؟

(۲) اسراف اور صدقہ میں کیا فرق ہے؟

(۳) مبذرین و مسرفین میں کیا فرق ہے؟ کیا یہ سب خیرات جانتے ہیں

(۴) الحب للہ والبغض للہ اور غیبت میں کیا فرق ہے؟

(۵) صدقہ فی سبیل اللہ اور خیرات ریا میں کیا فرق ہے؟

(۶) بہت لوگ شادی و غمی میں بہت خرچ کرتے ہیں مگر زکوۃ و عشر وغیرہ میں فرض واجب چھوڑ کر مستحب ادا کرتے ہیں خیرات کرتے ہیں کیا ان کی یہ خیرات مفید ہے؟

المستفتی نمبر ۱۶۵۱ پیش امام [illegible] مسجد محلہ زیرین ڈاکخانہ یار خان ضلع [illegible] ۲۴ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ مطابق ۲ اگست ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۳۷) (۱) جو صاحب نصاب ہوں ان کے لئے زکوۃ کا جواز نص صریح کے خلاف ہے لا یحل الصدقة لغنی (۱) اور قرآن پاک کی آیت انما الصدقات للفقراء (۲) کے سیاق اور لفظ انما کے مفہوم کے خلاف ہے پس اس کو جائز کرنے کی کوئی صورت نہیں اور اخذ اجرت تعلیم کے فتوے جواز پر جو متاخرین حنفیہ نے دیا ہے اس کا قیاس صحیح نہیں کیونکہ اجرت علی الطاعت کا جواز مجتہد فیہ تھا اس میں پہلے ہی سے گنجائش تھی تو ایک ضرورت کی وجہ سے حنفیہ نے اس میں دوسرے امام کے قول پر عمل کرلیا زکوۃ کا غنی کے لئے جائز نہ ہونا متفق علیہ اور منصوص ہے بعض علماء نے صرف اتنی اجازت دی ہے کہ علماء کی کتابیں جن سے وہ فتوے کا کام کرتے ہیں ان کی حاجت اصلیہ میں شمار کرکے نصاب سے خارج کردی

---

(۱) وجاءت بلفظه عند [illegible] مرفوعاً لا تحل الصدقة لغني (مجمع الزوائد باب فيمن لا تحل له الزكاة ۳ / ۹۱ ط دار الفكر، بيروت)

(۲) انما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها والمؤلفة قلوبهم وفي الرقاب والغارمين وفي سبيل الله وابن السبيل التوبة ۶۰

ہیں یعنی ایسے عالم کو زکوٰۃ لینا جائز ہے جس کے پاس نصاب کی قیمت کی کتابیں تو ہوں مگر اور کوئی مالیت نہ ہو لیکن جس کے پاس چاندی سونے کا نصاب ہو زمین زراعت کی ہو گائے بھینس بکریاں جانور ہوں اس کے لئے زکوٰۃ کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

(۲) صدقہ وہ ہے جو حاجت مند کی حاجت رفع کرنے کی غرض سے دیا جائے اور اسراف وہ ہے کہ بغیر حاجت کے صرف کیا جائے یعنی خرچ کرنے کی داعی کوئی چیز سوائے خواہش نفس کے نہ ہو

(۳) مبذر اور مسرف کے معنی قریب قریب ہیں زیادہ فضول خرچی کو تبذیر کہتے ہیں

(۴) البغض للہ کے معنی یہ ہیں کہ کسی کے عمل شرعیہ کی خرابی کی وجہ سے اس سے عداوت و بغض رکھا جائے اور غیبت کسی کے پیٹھ پیچھے اس کی برائیاں بیان کرنے کو کہتے ہیں۔

(۵) صدقہ اس کو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کی نیت سے کسی حاجت مند کی حاجت رفع کرنے کے لئے کچھ دیا جائے اور خیرات ریا اس کو کہتے ہیں کہ لوگوں کو دکھانے اور نام اور شہرت حاصل کرنے کے لئے دیا جائے۔

(۶) حقوق واجبہ زکوٰۃ و عشر وغیرہ ادا نہ کرنا اور بیاہ شادی میں بہت زیادہ رقم خرچ کر دینا گناہ ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## زکوٰۃ کی رقم سے مدرسہ و یتیم خانہ کی تعمیر جائز نہیں

(سوال) دہرہ دون میں ایک مدرسہ تجوید القرآن و یتیم خانہ ایک مدت سے قائم ہے اس مدرسہ میں تعلیم قرآن دی جاتی ہے اور حسب ضرورت اردو کی بھی تعلیم دی جاتی ہے اس میں یتیم بچوں کے علاوہ اور مسلمان بچے بھی تعلیم پاتے ہیں کسی سے کوئی فیس نہیں لی جاتی یتیم بچوں کی رہائش و خورد و نوش وغیرہ کا انتظام بھی ہے اس وقت تک اس مدرسہ و یتیم خانہ کی اپنی عمارت بھی نہیں تھی مگر اب عمارت زیر تعمیر ہے براہ کرم مطلع فرمایئے کہ آیا اس عمارت و یتیم خانہ میں رقومات زکوٰۃ فطرہ و چرم قربانی صرف کرنا ازروئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۱۴۵ سکریٹری انجمن نصرۃ الاسلام دہرہ دون ۲۱ شوال ۱۳۶۵ھ ۲۵ نومبر ۱۹۴۳ء

---

(۱) ولا بأس بان یعطی من الزکاۃ من له مسکن و ما یتأثث به فی منزله و خادم و فرس و سلاح و ثیاب البدن و کتب العلم ان کان من اهله الخ (رد المحتار' کتاب الزکاۃ' باب المصرف ۲/ ۳۴۷ ط سعید)

(۲) الاسراف صرف الشیء فیما ینبغی زائدا علی ما ینبغی (رد المحتار' کتاب الفرائض ۶/ ۷۵۹)

(۳) التبذیر صرفه (ای الشیء) فیما لا ینبغی (حوالہ بالا)

(٤) عن ابی هریرة قال: قیل یا رسول الله' ما الغیبة؟ قال: ذکرك اخاك بما یکره' قال: أرأیت ان کان فیه ما أقول؟ قال: ان کان فیه ما تقول' فقد اغتبته' وان لم یکن فیه ما تقول فقد بهته (ترمذی' ابواب البر والصلة' باب ما جاء فی الغیبة ۲/ ۱۵ ط سعید)

(جواب ۳۳۸) زکوۃ کی رقم عمارت میں خرچ نہیں کی جا سکتی کیونکہ ادائیگی زکوۃ کی حنفیہ کے نزدیک بدون تملیک کے کوئی صورت جائز نہیں، ہاں حیلہ تملیک کر کے زکوۃ کی رقم تعمیر میں صرف کی جائے تو گنجائش ہے(۲) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## پھوپھی، خالہ، چچا اور بھائی کو زکوۃ دینا جائز ہے

(سوال) زکوۃ کا پیسہ سگی خالہ یا پھوپھی اور چچا کو یا سگے بھائی کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۳۱۸ اے سی منصوری (بمبئی) ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ ۱۵ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۳۳۹) زکوۃ کی رقم پھوپھی، خالہ، چچا، بھائی کو دینا جائز ہے سگے ہوں یا سوتیلے(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## مدرسے کے سفیر کو زکوۃ کی رقم سفر میں خرچ کرنا

(سوال) (۱) مدرسہ کے جو سفیر بہ چندہ کی وصولیابی کے لئے مقرر ہوتے ہیں ان سے یہ کہا گیا ہے کہ دو قسم کی رقمیں تم کو ملیں گی مد تعلیم، مد زکوۃ، غرض خرچ میں ان میں سے نصف نصف خرچ کرنا اور جو تنخواہ تم کو ملے گی وہ بھی اسی حساب سے ملے گی تنخواہ میں تو کچھ شبہ نہیں لیکن جو رقم سفر خرچ میں صرف ہوتی ہے چونکہ وہ قبل تملیک صرف ہوتی اس لئے یہ شبہ ہے کہ جائز بھی ہے یا نہیں اگر ناجائز ہے تو اب تک جو ایسا کیا گیا اس کا کیا ہونا چاہئے

(۲) چرم قربانی شہر میں سے مدرسہ کے لئے مزدور کے ذریعے سے منگائے جاتے ہیں بعض اصحاب نقد کی صورت میں اس کی قیمت دیتے ہیں کیا اس نقد میں سے اس مزدور کی اجرت دی جا سکتی ہے جس نے کھالیں جمع کی ہیں یا نہیں المستفتی نمبر ۲۴۷۲ جناب مولوی محمد سعید صاحب جامع مسجد نگینہ (بجنور) ۱۹ صفر ۱۳۵۸ھ م ۱۰ اپریل ۱۹۳۹ء

(جواب ۳۴۰) ہو الموفق اموال زکوۃ و قیمت چرم قربانی میں سے اجرت عامل دینے کا جواز تو ناقابل تردد ہے(۴) اور اس صورت میں حیلہ تملیک کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی مہتمم مدرسہ اپنے سفیر

---

(۱) ويشترط أن يكون الصرف تمليكا لا اباحة كما مر، ولا يصرف الى بناء نحو مسجد ولا الى كفن ميت وقضاء دينه قوله نحو مسجد كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكري الانهار والحج والجهاد وكل ما لا تمليك فيه الخ (رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف ۲ ۳۴۴ ط سعيد)

(۲) جیسے فقیر کو تملیک کر کے اور وہ اپنی خوشی سے تعمیر میں لگا دے، دیکھیں صفحہ نمبر ۲۵۳ حاشیہ نمبر ۱

(۳) والأفضل في الزكاة والفطر والنذور الصرف أولا إلى الإخوة والأخوات ثم إلى أولادهم ثم إلى الأعمام والعمات ثم إلى أولادهم ثم إلى الأخوال والخالات ثم إلى أولادهم (هنديه، كتاب الزكاة، باب المصرف ۱/ ۱۹۰ ط كوئٹه)

(۴) کیونکہ یہ منصوص علیہ ہے جیسے قرآن مجید کی آیت ہے والعاملين عليها التوبة ۶۰

وا پنی طرف سے وکیل بالتصرف بن سکتا ہے یا مستحقین کی اجازت دے سکتا ہے، اور بوقت حساب تنخواہ اور مصارف سفر کو خرچ میں ڈال سکتا ہے۔ ان تمام رقوم میں جس قدر رقم بطور نوٹ کے وصول ہوتی ہے اس میں تعیین نہ ہونا تو ظاہر ہے اور جس قدر رقم روپیہ پیسوں کی صورت میں وصول ہوتی ہے اس میں بھی تعیین پر عمل تقریباً ناممکن ہے کیونکہ تعیین کا مقتضی تو یہ ہے کہ ہر معطی کی دی ہوئی رقم علیحدہ رکھی جائے اور ظاہر ہے کہ یہ صورت تقریباً ناممکن ہے پس نوع صدقہ کی علیحدگی اور حساب مجموعی پر اکتفا کیا جاتا ہے (۱) اور متعدد معطیوں کی رقم زکوۃ کا مجموعی حساب کر لیا جاتا ہے، رقوم زکوۃ سب مختلط ہو جاتی ہیں پس جیسے کہ زید عمرو بکر کی دی ہوئی رقمیں مخلوط ہو جاتی ہیں اسی طرح مختلف مدات کی رقمیں بھی مخلوط ہو جائیں اور صرف کا حساب علیحدہ علیحدہ کر دیا جائے یہ دونوں صورتیں یکساں ہیں واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

## مدرسہ کے سفیر کو زکوۃ کی مد سے تنخواہ دینا

(سوال) (۱) مدارس عربیہ میں بمد زکوۃ روپیہ پہنچتا ہے یا اس میں سے مدرسہ کے سفیر کو جو چندہ کی فراہمی کے لئے مقرر ہوتا ہے والعاملین علیہا کی مد میں داخل سمجھ کر اس کو تنخواہ میں وہ روپیہ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) مدرسہ کا کوئی ایسا مبلغ یا مدرس ہو جس کے پاس کسی رقم کا نصاب نہیں صرف معمولی تنخواہ پر جو مدرسہ سے حاصل کرتا ہے نہایت تنگی اور دشواری سے اس پر گزارہ کر سکتا ہے کیا ایسے مبلغ یا مدرس کو بھی مدرسہ میں بمد زکوۃ آمدہ رقم سے تنخواہ دی جا سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۲۵۱ مولانا محمد چراغ صاحب مدرس مدرسہ گوجرانوالہ ۲۱ رجب ۱۳۵۹ھ م ۲۶ اگست ۱۹۴۰ء

(جواب ۳۴۱) (۱) زکوۃ کی رقم وصول کرنے والوں کو اس رقم میں سے اجرت عمل دینے کی گنجائش ہے خواہ وہ غنی ہوں (۳) مگر کسی حال میں ان کی وصول کی ہوئی رقم کے نصف سے زیادہ نہیں دی جائیگی (۴)

---

(۱) یعنی خیر ہے یوں سمجھے کہ آپ اس سے خرچ کرتے رہیں آخر میں حساب برابر کر دیا جائے گا فقط

(۲) دیکھیں صفحہ نمبر ۲۷۸ حاشیہ نمبر ۱

(۳) والعامل يعم الساعي والعاشر ولو غنيا لا هاشميا لأنه فرغ نفسه لهذا العمل فيحتاج الى الكفاية والغني لا يمنع من تناوله عند الحاجة كابن السبيل بحر عن البدائع (الدر المختار كتاب الزكاة باب المصرف ۲ / ۳۳۹ ط سعيد)

(۴) قوله فيحتاج الى الكفاية لكن لا يزاد على نصف ما قبضه كما يأتي (رد المحتار كتاب الزكاة باب المصرف ۲ / ۳۴۰ ط سعيد)

(۲) کسی مستحق زکوۃ کو زکوۃ کی رقم کسی عمل کے معاوضہ میں (سوائے تحصیل و جمع زکوۃ کے) نہیں دی جا سکتی کیونکہ زکوۃ کی ادائیگی میں تملیک (۱) بلا عوض شرط ہے مدرسین مدرسہ تعلیم و تبلیغ کو تنخواہ بطور عقد اجارہ دی جاتی ہے جو تملیک بلا عوض نہیں ہے البتہ اگر ان کو بطور وظیفہ ماہواری رقم دی جائے اور مستاجر کی حیثیت سے ان کے عمل کی جانچ نہ کی جائے اور اجیر کی طرح ان سے مواخذت نہ ہوں تو پھر ان کو زکوۃ میں سے ماہواری وظیفہ دینا جائز ہو گا (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

الجواب صحیح فقیر محمد یوسف دہلوی مدرسہ امینیہ' دہلی

## زکوۃ کے متعلق چند مسائل

(سوال) الف (۱) کونسے روپیہ یا نقدی پر زکوۃ واجب ہے اور کس حساب سے؟

(۲) جیسا کہ بعض مولوی صاحبان نے فرمایا کہ "زکوۃ صرف زائد روپیہ پر واجب ہے" تو زائد روپیہ کی تعریف فرمائیے

(۳) مثال کے طور پر اختتام سال پر یعنی ماہ زکوۃ میں ایک شخص کی کل مالی حالت سے ایک سو روپیہ ہے جن میں سے پچاس روپے اس کے پاس جمع ہیں بقایا پچاس روپے تجارت یا کاروبار میں لگے ہوئے ہیں اور وہ تجارت فائدہ مند ہے اب ان تجارت والے پچاس روپوں میں سے پچیس روپے کا اس کے پاس تجارتی سامان ہے اور بقیہ پچیس روپے لوگوں کے ذمہ واجب الوصول ہیں اس صورت میں اس کے کتنے روپے پر زکوۃ واجب ہو سکتی ہے کیا کل مالی حالت پر یا زائد جمع روپے پر یا زائد تجارتی مال پر یا سب پر

(۴) ایک شخص اس سال کچھ رقم پر زکوۃ نکالتا ہے اگلے برس وہ رقم ڈیوڑھی ہو جاتی ہے تو کیا کل رقم پر زکوۃ واجب ہے یا صرف زیادتی پر؟

(ب) زیورات' سونا' چاندی وغیرہ

(۱) کیا تمام زیور پر زکوۃ ہونا چاہیے یا اس میں روز مرہ کے استعمال میں آنے والے اور نہ آنے والے کی تخصیص ہے کیونکہ بعض مولوی صاحبان کا فرمان ہے کہ جو زیور روز مرہ کے استعمال میں نہ آوے صرف اس پر زکوۃ فرض ہے' دوسرے پر نہیں

(۲) سونے کی ایک مقدار یا زیور جس پر کہ آپ ایک برس زکوۃ دے چکے ہوں کیا اس پر دوسرے برس بھی فرض ہے یا اس کی زیادتی پر

ج۔ جائیداد' مکان و زمین وغیرہ

---

(۱) ولو نوى الزكاة بما يدفع المعلم الى الخليفة ولم يستأجره ان كان الخليفة بحال لو لم يدفعه يعلم الصبيان ايضا' اجزاه' والا فلا (هنديه' كتاب الزكاة' باب المصارف' ۱/ ۱۹۰ ط كوئته)

(۲) یہاں مدرسین کا مستحق زکوۃ ہونا بھی ضروری ہے اس تفصیل سے شبہ عوض دور کرنا مقصود ہے نہ کہ مدرسین کو عامل کے زمرے میں داخل کرنا فقط

(۱) کیا تمام جائیداد پر زکوۃ واجب ہے؟
یا صرف اس جائیداد پر جس سے کوئی آمدنی ہو

## ۲- مستحقین زکوۃ

(۱) ایک شخص کا حقیقی بھائی یا بہت نزدیکی رشتہ دار بالکل اپاہج نہ ہو کام کاج کرتا ہو لیکن بہت عسرت کے ساتھ گزارہ ہو اور مقروض بھی ہو تو کیا اس کا قرضہ زکوۃ سے اتارا جا سکتا ہے؟
(۲) کیا کسی عزیز یا دوسرے قریبی طالب علم کو بطور وظیفہ زکوۃ کا روپیہ دیا جا سکتا ہے؟ **المستفتی** نمبر ۲۴۷۲ خاکسار فضل کریم پاری بزار فورٹ (بمبئی) ۵ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ ۲۰ جون ۱۹۴۲ء

**(جواب ۳۴۲)** جس شخص کے پاس چھپن روپے(۱) ایسے ہوں کہ اس کے کھانے پینے وغیرہ ضروریات پوری ہونے کے بعد فاضل بچے ہوئے ہوں اور ان پر اسی طرح ایک سال گزر جائے تو اس پر چالیسواں حصہ زکوۃ واجب ہوگی(۲) یعنی ایک روپیہ پانچ آنے ۷ ۱/۵ پائی زکوۃ ہوگی نقد روپیہ موجود ہو یا اتنی قیمت کا مال تجارت موجود ہو یا تجارتی حصہ میں لوگوں کے ذمہ قرض ہو سب کا حساب کیا جائے گا مگر قرض کی زکوۃ قرض کی رقم وصول ہونے سے پہلے ادا کرنی لازم نہیں(۳) جس رقم کی زکوۃ ایک سال ادا کر دی گئی ہو اگر وہ رقم دوسرے سال بھی رہے تو دوسرے سال پھر زکوۃ ادا کرنی ہوگی اگر اتنی ہی رہی تو اتنی کی زکوۃ لازم ہوگی اور بڑھ گئی تو ساری رقم کی زکوۃ دینی ہوگی(۴) مثلاً ایک سال سو روپے تھے تو سال پر سو روپے کی زکوۃ ادا کر دی اور بقیہ رقم دوسرے سال بھی محفوظ رہی تو سال پورا ہونے پر اس کی زکوۃ ادا کرنی ہوگی چاندی سونے کے زیور پر وزن کے لحاظ سے زکوۃ ہوگی(۵) زیور میں جو جواہرات خواہ کتنی ہی قیمت کے ہوں ان پر زکوۃ نہیں الا یہ کہ وہ مال تجارت ہوں زیور میں چاندی سونے پر بہر صورت زکوۃ ہوگی خواہ استعمال ہوں خواہ تجارتی خواہ یوں ہی رکھے رہیں(۶) جائیداد زمین مکانات کی قیمت پر زکوۃ نہیں۔

---

(۱) چھپن روپے کی قیمت اس وقت کے اعتبار سے چاندی کے نصاب تک پہنچتی ہوں گی جو کہ ساڑھے باون تولہ ہے
(۲) وشرعا تمليك جزء مال عينه الشارع وهو ربع عشر نصاب حولي (الدر المختار، كتاب الزكاة ۲/ ۲۵۶ ط سعيد)
(۳) ولو كان الدين على مقر ملي فوصل الى ملكه لزم زكاة ما مضى (تنوير الابصار، كتاب الزكاة ۲/ ۲۶۶-۲۶۷ ط سعيد)
(۴) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۵۹ حاشیہ نمبر ۳
(۵) وكذا في حق الوجوب يعتبر ان يبلغ وزنها نصابا ولا يعتبر فيه القيمة بلا خلاف (هندية، باب زكاة الذهب والفضة والعروض ۱/ ۱۷۹ ط كوئته)
(۶) لا زكاة في اللآلي والجواهر وان ساوت الفا اتفاقا الا ان تكون للتجارة والاصل ان ما عدا الحجرين والسوائم انما يزكى بنية التجارة (رد المحتار، كتاب الزكاة ۲/ ۲۷۳ ط سعيد)

اصول (یعنی ماں باپ دادا دادی نانا نانی) اور فروع (یعنی اولاد اور اولاد کی اولاد) کو زکوۃ دینا اور زوجین کا ایک دوسرے کو زکوۃ دینا جائز نہیں (۱) بھائی بہن چچا پھوپھی ان کی اولاد کو ماموں خالہ اور ان کی اولاد کو زکوۃ دینا جائز ہے (۲) کسی غریب طالب علم کو بطور وظیفہ زکوۃ دینا جائز ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## (۱) سید کو زکوۃ دینا جائز نہیں
## (۲) تملیک کر کے زکوۃ کو مدرسے کے دوسرے کاموں میں خرچ کر سکتے ہیں
## (۳) امین یا وکیل زکوۃ کو اپنی خرچ میں لے تو ادائیگی کی صورت

(سوال) (۱) سید کو حالت عسرہ و فقر زکوۃ کا روپیہ یا حیلہ شرعی سے دینا درست ہے یا نہیں؟ (۲) ایک شخص ایک مدرسہ میں زکوۃ کا روپیہ بھیجتا ہے اب وہاں کوئی طالب علم ایسا نہیں ہے جس کو زکوۃ دی جائے تو یہ روپیہ کسی دوسرے مدرسہ کو یا ایسے اشخاص کو جو ضرورت مند ہوں بہ اجازت زکوۃ دہندہ یا بلا اجازت دینا درست ہے یا نہیں؟ (۳) اگر کوئی شخص وکیل یا امین زکوۃ کے روپے کو اپنے صرف میں لے آیا ہو تو اس کی ادائیگی کی کیا صورت ہے؟ المستفتی نمبر سید نظریب حسن تمینہ ضلع جہور ۳۰ محرم ۱۳۶۴ھ

(جواب ۳۴۳) (۱) سید کو زکوۃ و عشر کا روپیہ یا غلہ دینا درست نہیں (۳) ہاں حیلہ کر کے دیا جائے تو مضائقہ نہیں حیلہ کی صورت یہ ہے کہ کسی غیر سید غریب کو یہ کہہ کر دیا جائے کہ فلاں سید کو دینا تھا مگر وہ سید ہے اس کے لئے زکوۃ جائز نہیں لہذا تم کو دیتے ہیں مگر تم یہ کل یا بعض اس کو بھی اپنی طرف سے دیدو تو بہتر ہے اور وہ لیکر دیدے تو سید کے لئے جائز ہے(۴)

(۲) زکوۃ کی تملیک کر کے مدرسے کے کسی دوسرے کام میں خرچ کر سکتے ہیں(۵)

(۳) جس قدر زکوۃ کی رقم اپنے خرچ میں لے آیا ہے اس کا ضامن ہے اتنی رقم بطور ضمان کے ادا کردے تو زکوۃ کی ادائیگی ہو جائے گی (۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) ولا الی من بینهما ولاد ولو مملوکا فقیرا، ولا الی من بینهما زوجیة (الدر المختار، کتاب الزکاة، باب المصرف ۳٤٦/۲ ط سعید)

(۲) وقید بالولاد لجوازه لبقیة الاقارب کالاخوة والاعمام والاخوال الفقراء بل هم اولی لانه صلة وصدقة (رد المحتار، کتاب الزکاة، باب المصارف ۳٤٦/۲ ط سعید)

(۳) ولا یدفع الی بنی هاشم وهم آل علی وآل عباس وآل جعفر وآل عقیل وآل الحارث بن عبدالمطلب کذا فی الهدایة (هندیة، کتاب الزکاة، باب المصارف ۱۸۹/۱ ط کوئٹہ)

(٤-٥) وحیلة التکفین بها التصدق علی فقیر ثم هو یکفن فیکون الثواب لهما وکذا فی تعمیر المسجد (الدر المختار، کتاب الزکاة ۲۷۱/۱ ط کوئٹہ)

(٦) ولو خلط زکاة موکلیه ضمن وکان متبرعا الا اذا وکله الفقراء (وفی الشامیة) لکن قد یقال تجزی عن الآمر مطلقاً لبقاء الاذن بالدفع (رد المحتار، کتاب الزکاة ۲٦۹/۲ ط سعید)

## مالدار شخص کو زکوۃ دینا جائز نہیں

(سوال) ایک مسجد کے امام صاحب ہیں ان کی لڑکی شادی شدہ بالغ ہے جس کا شوہر بھی نہیں ہے بیوہ ہے وہ اکثر بیمار بھی رہتی ہے امام صاحب کو مستحق سمجھ کر لوگ فطرہ اور زکوۃ حقدار سمجھ کر دیتے ہیں اب یہ امام صاحب اس فطرہ اور زکوۃ کی آمدنی کو اپنی لڑکی کو دیدیں تو دینے والوں کی زکوۃ اور فطرہ ادا ہو گا یا نہیں؟ امام صاحب ایسا جو کرتے ہیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ یہ لڑکی صاحب نصاب بھی نہیں ہے اور بیمار بھی رہتی ہے پھر اگر یہ لڑکی اپنی خوشی سے اپنے والدین کو جو صاحب نصاب ہیں اس رقم کو دیدے تو والدین کو اپنے صرف میں لانا جائز ہو گا یا نہیں؟ **المستفتی** میاں جی نور محمد موضع [illegible] ضلع [illegible]

(**جواب ۳۴۴**) صاحب نصاب کے لئے فطرہ اور زکوۃ جائز نہیں، ہاں لڑکی اگر صاحب نصاب نہیں ہے تو اس کو زکوۃ اور فطرہ جائز ہے وہ بعد قبضہ کرنے کے پھر اسے اختیار ہے کہ وہ اپنے والدین کو جو صاحب نصاب ہیں اپنی طرف سے بطور ہدیہ کے اس میں سے دے یا کھلائے تو جائز ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## مہتمم مدرسہ اور متولی مسجد کو زکوۃ دینا۔

(سوال) اگر صاحب نصاب کو فطرہ زکوۃ عشر وغیرہ کا مالک بنادیا جائے اور پھر ضرورت مند کو یہ خرچ کرتے رہا کریں جیسے کہ مدرسہ کا مہتمم یا مدرس یا مسجد کا متولی تو اس طرح زکوۃ فطرہ وغیرہ ادا ہو گا یا نہیں؟

(**جواب ۳۴۵**) صاحب نصاب کو زکوۃ فطرہ عشر کا مالک بنانا جائز نہیں ہے جو صاحب نصاب ہو وہ ان تینوں قسم کے مال کا مستحق نہیں اس کو دینا جائز نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## چند آیات کا مطلب۔

(سوال) مندرجہ ذیل آیات کا مطلب بیان فرمائیں (۱) **وآت ذاالقربى حقه والمسكين وابن السبيل ولا تبذر تبذيرا** (۲) **وبالوالدين احسانا و بذى القربى واليتمى والمساكين**

---

(۱) ولا يجوز دفع الزكوة الى من يملك نصابا اي مال كان دنانير او دراهم او سوائم او عروضا للتجارة او لغير التجارة فاضلا عن حاجته الاصلية (هندية باب المصرف ۱: ۱۸۹ ط كوئته)

(۲) وطاب لسيده وان لم يكن مصرفا ما ادى له من الصدقات فعجز كما في وارث فقير مات عن صدقة [illegible] وابن السبيل (تنوير الابصار كتاب المكاتب باب موت المكاتب وعجزه وموت المولى ۶: ۱۱۶ ط سعيد) ولا يجوز دفع الزكوة الى من يملك نصابا اي مال كان دنانير او دراهم او سوائم او عروض تجارة الخ

(۳) هندية كتاب الزكوة باب المصرف ۱: ۱۸۹ ط كوئته [illegible]

(۴) الاسراء ۲۶

(۵) النساء ۳۶

(۳) واذا حضر القسمة اولو القربی والیتمی والمساکین فارزقوھم وقولوالھم قولا معروفا المستفتی نمبر ۲۷۰۲ محمد سرور (جہلم) ۱۷ محرم ۱۳۶۱ھ م ۴ فروری ۱۹۴۲ء

**(جواب ۳۴۶)** ان آیت کریمہ میں ذوی القربی اور مساکین اور مسافر کا ذکر ہے ذوی القربی سے کنبہ کے لوگ مراد ہیں قریب و بعید ہونے کے لحاظ سے ان کے درجات مختلف ہیں ان کے حقوق بھی مختلف ہیں بعض کے حقوق موکد اور مقدم ہیں اور بعض کے مستحب اور موخر مثلاً مستطیع پر اس کی اولاد اور ماں باپ کا نفقہ واجب ہے مگر ایسے شخص پر اولاد کا نفقہ مقدم ہے جو یا تو اولاد کو نفقہ دے سکتا ہے یا ماں باپ کو یعنی دونوں کو دینے کی استطاعت نہیں رکھتا (۲)

صدقات واجبہ یعنی زکوۃ فطرہ عشر کفارہ اپنے اصول و فروع کو نہیں دے سکتا (۳) ان کے علاوہ باقی تمام قرابتداروں کو جب کہ وہ مسکین ہوں دے سکتا ہے بلکہ اجنبی مساکین سے ان کا حق مقدم ہے صاحب مال کو جب علم ہو کہ اس کے کنبہ میں غریب اور حاجت مند لوگ ہیں تو اس کو خود ان کو دینا چاہیے ان کے مانگنے کا انتظار نہ کرنا چاہیے ضروری نہیں ہے کہ یہ ان کو زکوۃ یا صدقہ کہہ کر دے بلکہ نہ کہہ کر دینا ہی بہتر ہے کیونکہ زکوۃ صدقہ خیرات کا نام سن کر وہ قبول کرنے سے احتراز کریں گے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## مالدار اگر مفلس ہو جائے تو اسے زکوۃ دے سکتے ہیں

**(سوال)** حمید چوتھی رمضان کو کل زکاۃ تھا مال میں سے زکوۃ نکال کر مساکین کو تقسیم کردی پھر چار پانچ روز کے بعد حمید مسکین ہو گیا اور کل تیس بتیس روپے حمید کے پاس رہ گئے اب اگر سعید زکات حمید کو دیوے تو حمید کو زکات کا روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ **المستفتی** فیض الحسن از جوندہ ضلع کرنال

**(جواب ۳۴۷)** اب جب کہ حمید صاحب نصاب نہیں رہا تو اس کو زکوۃ لینا جائز ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## (۱) بھائی بہن کو زکوۃ دینا جائز ہے
## (۲) سید کو زکوۃ دینا جائز نہیں
## (۳) مالدار بیوہ کو زکوۃ دینا جائز نہیں

---

(۱) النساء ۸

(۲) وان کان للرجل اب و ابن صغیر وهو لا یقدر الا علی نفقة احدهما فالابن احق (هندیه، کتاب الطلاق باب النفقات، فصل فی نفقة ذوی الارحام ۱/۵۶۵ کوئٹہ)

(۳) ولا یدفع الی اصله وان علا، و فرعه وان سفل (هندیة، کتاب الزکاة باب المصرف ۱/۱۸۸ ط کوئٹہ)

(۴) ویجوز صرفها الی من لا یحل له السؤال اذا لم یملک نصابا و یجوز دفعها الی من یملک اقل من النصاب وان کان صحیحا مکتسبا (هندیة کتاب الزکاة باب المصرف ۱/۱۸۹ ط کوئٹہ)

## (۴) ملکیت میں آنے کے بعد زکوۃ کو مدرسوں اور یتیم خانوں کو دینا جائز ہے۔

(اخبار الجمعیۃ مورخہ ۱۸ نومبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) (۱) میرے والدین مر چکے ہیں میرے سوتیلے بھائی بہن میرے بڑے بھائی کے پاس پرورش پاتے ہیں کیا میں ان چھوٹے بھائی بہنوں کی امداد زکوۃ کے روپے سے کر سکتا ہوں؟ (۲) میں افغان ہوں میری ہمشیرہ کے خاوند سید ہیں اور مقروض ہیں کیا میں بہنوئی کا قرضہ زکوۃ کے روپے سے ادا کر سکتا ہوں (۳) کیا میں ایک بیوہ کو زکوۃ کا روپیہ دے سکتا ہوں جس کا گزارہ دوسروں کی مدد پر ہے اور خود اس کے پاس بہت سا روپیہ موجود ہے مگر خرچ نہیں کرتی (۴) کیا زکوۃ کا روپیہ قومی اور تبلیغی کاموں میں صرف کیا جا سکتا ہے کیا یہ مدرسوں اور یتیم خانوں میں دیا جا سکتا ہے کیا یہ روپیہ مرزائیوں اور خواجہ حسن نظامی کے تبلیغی جلسے میں دیا جا سکتا ہے؟

(جواب ۳۴۸) (۱) غریب بھائی بہنوں کو زکوۃ کا روپیہ دیا جا سکتا ہے خواہ وہ سوتیلے ہوں یا سگے (۱) (۲) آپ اپنی ہمشیرہ کو زکوۃ کا روپیہ دے سکتے ہیں وہ اپنے خاوند کو ادائے دین کے لئے اپنی جانب سے دے سکتی ہیں (۲) (۳) جو بیوہ خود مالدار ہے اس کو زکوۃ کا روپیہ دینا جائز نہیں ہے (۳) (۴) زکوۃ کے روپے میں تملیک ضروری ہوتی ہے یعنی مستحق کو دے کر مالک بنا دینا چاہئے پس مدارس دینیہ میں غریب مستحق طلبا پر زکوۃ کا روپیہ تملیکاً خرچ ہو سکتا ہے اسی طرح تبلیغ میں بھی مستحقین کو دینے کے لئے خرچ ہو سکتا ہے لیکن جس کام میں تملیک نہ ہو جیسے تعمیر مساجد و تکفین موتی اس میں زکوۃ کا روپیہ خرچ نہیں ہو سکتا

محمد کفایت اللہ غفر لہٗ، مدرسہ امینیہ، دہلی

## نادار طالب علموں کو زکوۃ دینا جائز ہے۔

(الجمعیۃ مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۲۷ء)

(سوال) زکوۃ کی رقم کسی ایسے نادار مگر ہونہار طالب علم مسلمان کو اس نیت سے دینا کہ وہ اسکول کی تعلیم حاصل کرکے دنیاوی زندگی کو بہتر بنا سکے ازروئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) والافضل فی دفع الزکاۃ اولا الی الاخوۃ والاخوات (ہندیۃ، کتاب الزکاۃ، باب المصرف ۱/ ۱۹۰ ط کوئٹہ)

(۲) دیکھیں صفحہ نمبر ۲۸۹ حاشیہ نمبر ۵،۴

(۳) ولا یجوز دفع الزکاۃ الی من یملک نصابا ای مال کان الخ (ہندیۃ، کتاب الزکاۃ، باب المصرف ۱/ ۱۸۹ ط کوئٹہ)

(۴) ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحۃ کما مر، ولا یصرف الی بناء نحو مسجد، ولا الی کفن میت، وقضاء دینہ قولہ نحو مسجد: کبناء القناطر والسقایات، وکل ما لا تملیک فیہ (رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف ۲/ ۳۴۴ ط سعید)

(جواب ۳۴۹) زکوۃ کی رقم نادار طالب علم کو دینا جائز ہے خواہ وہ دینی تعلیم حاصل کرتا ہو یا معاشی۔ زکوۃ کا روپیہ اس کو بصورت تملیک دینا شرط ہے۔ محمد کفایت اللہ غفر لہ'

## زکوۃ سے مدرسین کی تنخواہ جائز نہیں۔

(الجمعیۃ مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۲۷ء)

(سوال)

(جواب ۳۵۰) زکوۃ کا روپیہ مدرسین و ملازمین مدرسہ کی تنخواہ میں دینا درست نہیں (۲) طلبہ کو بطور وظائف دیا جاسکتا ہے نیز ان کے کھانے لباس سامان تعلیم میں خرچ کیا جاسکتا ہے مگر جو چیز ان کو زکوۃ کے روپے سے دی جائے وہ تملیکاً دی جائے۔ محمد کفایت اللہ غفر لہ'

## مصرف زکوۃ کے متعلق چند سوالات

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ جون ۱۹۳۱ء)

(سوال) (۱) تبلیغ دین کے لئے مد زکوۃ میں سے روپیہ صرف کیا جاسکتا ہے یا نہیں (۲) مبلغ دین صاحب نصاب ہو کیا اس کی تنخواہ زکوۃ کے روپے سے ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں ؟ (۳) مبلغ مذکور علاوہ تبلیغ کے اگر فراہمی زکوۃ کا کام بھی کرے تو زکوۃ سے اس کا سفر خرچ یا تنخواہ ادا ہو سکتی ہے یا نہیں (۴) اگر فراہم شدہ رقم اس کی ماہواری تنخواہ سے کم ہو اور غیر زکوۃ سے تنخواہ پوری کی جائے تو اس مخلوط تنخواہ کا کیا حکم ہے (۵) کیا زکوۃ میں تبلیغ دین کے لئے رسالوں کی اشاعت اور مفت تقسیم کی جاسکتی ہے یا نہیں (۶) مبلغ اگر سادات میں سے ہو تو اس کا کیا حکم ہوگا (۷) اگر مسلمانوں کو تبلیغ دین کی دعوت دی جائے تو اس دعوت میں طعام وغیرہ پر زکوۃ کا روپیہ صرف ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ (۸) تبلیغ دین کے لئے خیمہ قنات میں زکوۃ کا روپیہ صرف ہو سکتا ہے یا نہیں (۹) تبلیغ دین کے لئے غیر مذاہب کی کتب مطالعہ کے لئے زکوۃ سے خرید کی جاسکتی ہے یا نہیں ؟

(جواب ۳۵۱) حنفیہ کے نزدیک ادائے زکوۃ کے لئے ضروری ہے کہ تملیک مستحق بغیر عوض کے طور پر کی جائے پس مال زکوۃ سے قاعدے ' سیپارے ' دینیات کے رسالے خرید کر غریبوں اور ان کے بچوں کو مفت تقسیم کرنا تو جائز ہے اسی طرح تعلیم کا اور سامان اور نقد وظائف بھی دیئے جاسکتے ہیں مبلغ کی تنخواہ نہیں دی جاسکتی خواہ صاحب نصاب ہو یا نہ ہو غیر زکوۃ سے تنخواہ دی جاسکتی ہے سادات میں سے

---

(۱) ویجوز دفعها الی من یملك اقل من النصاب وان كان صحيحا مكتسبا (هندية، كتاب الزكاة، باب المصارف ۱/ ۱۸۹)

(۲) ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحة (الدر المختار، کتاب الزکاة، باب المصرف ۲/ ۳۴۴ ط سعید)

(۳) دیکھیں صفحہ نمبر ۲۸۷ حاشیہ نمبر ۱

مبلغ مقرر کئے جائیں یا غیروں میں سے معلم مہمانان بھی زکوۃ کے روپے سے دینا جائز نہیں کیونکہ ان میں بھی تملیک مستحق نہیں ہوتی (۱) اسی طرح تبلیغ کے شعبہ و خدمت میں بھی زکوۃ کا روپیہ خرچ نہیں ہو سکتا (۲) محمد کفایت اللہ غفر لہٗ

### اصول و فروع، مالدار اور سید کو زکوۃ دینا جائز نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۳۱ء)

(سوال)

(جواب ۳۵۲) زکوۃ اپنے باپ دادا دادی نانا نانی اور اپنی اولاد کو اور غنی کو اور سید یا ہاشمی کو نہیں دی جا سکتی (۴) محمد کفایت اللہ غفر لہٗ

# چوتھا باب
# ادائیگی زکوۃ

## فصل اول۔ صحت ادائیگی

### زکوۃ سے قرضہ ادا کرنا

(سوال) زید ایک مدرسے میں زکوۃ کی مد میں سے ہمیشہ کچھ رقم دیا کرتا تھا حسب معمول مدرسے کا محصل چندہ لینے کی غرض سے آیا زید نے کہا کہ کل آکر لے جانا اتفاق سے زید دوسرے روز باہر سفر میں چلا گیا چونکہ محصل کو اسی روز واپس جانا تھا اس لئے اس نے وہ رقم بکر سے لے لی اور کہا کہ تم زید سے لے لینا اب اگر زید واپس آکر وہ رقم بکر کو دیدے تو اس کی زکوۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں اگر ادا نہ ہو تو کیا صورت کی جائے؟ المستفتی نمبر ۱۲۳ حافظ صبیح الدین صاحب سوداگر اسلحہ میرٹھ ۵ رمضان ۱۳۵۲ھ ۲۳ دسمبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۳۵۳) محصل نے جو رقم بکر سے لی ہے وہ قرض ہے اب زید کو چاہئے کہ وہ رقم محصل کو

---

(۱) یہاں بھی تملیک نہیں پائی جاتی اس لئے زکوۃ ادا نہیں ہوگی تفصیل کیلئے دیکھئے صفحہ نمبر ۲۷۴ کا حاشیہ نمبر

(۲) هي تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه (هندية، كتاب الزكاة ١/ ١٧٠ ط كوئٹه)

(۳) کیونکہ یہاں تملیک نہیں پائی جاتی اور تملیک شرط ہے تفصیل کیلئے دیکھئے مذکورہ حاشیہ نمبر

(٤) ولا إلى من بينهما ولاد ... ولا إلى بني هاشم (تنوير الأبصار، كتاب الزكاة، باب المصرف ٢/ ٣٤٦، ٣٥٠ ط سعيد)

ادا کرے اور محصل اس رقم سے بکر کا قرض ادا کرے یا زید بکر کو وہ رقم دے کر یہ ہدایت کرے کہ یہ رقم محصل کو دینے کے لئے میں تمہیں وکیل کرتا ہوں تم اس کی طرف سے قبضہ کر لو تو زید کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

## سونے چاندی کے نصاب میں وزن کا اعتبار ہوگا.

(سوال) (۱) اگر کسی کے ذمے سو تولے چاندی زکوٰۃ کی نکلتی ہے اور بازار کے نرخ کے حساب سے سو تولے چاندی پچاس روپے کی ہوتی ہے تو اگر کوئی شخص پچاس روپے زکوٰۃ میں نکال دے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اگر کسی کے ذمہ پچاس روپے زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور وہ شخص پچاس روپے کا نوٹ زکوٰۃ میں نکالتا ہے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۳) کسی شخص نے ایک سائل کو زکوٰۃ میں سے پانچ روپے دینے چاہے تو اس نے پانچ روپے کا نوٹ دے دیا تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں مطلب یہ ہے کہ نوٹ کی صورت میں زکوٰۃ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۰۷ راؤ بہادر محمد عبدالحمید خاں رئیس باغپت میرٹھ ۱۰ شوال ۱۳۵۴ھ م ۲۶ جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۵۴) زکوٰۃ وزن کے لحاظ سے واجب اور وزن سے ہی ادا ہوتی ہے اگر سو تولے چاندی زکوٰۃ کی واجب ہوتی ہے تو سو تولے دینے سے ہی زکوٰۃ ادا ہوگی (۲) ہاں سو تولے چاندی کی قیمت غیر جنس سے مثلاً سونے کے سکے سے ادا کی جائے تو ادا ہو جائے گی (۳)

(۲-۳) پچاس روپے زکوٰۃ کے واجب ہوں تو پچاس روپے کے نوٹ دینے سے زکوٰۃ (۴) ادا ہو جائے گی

محمد کفایت اللہ

---

(۱) [illegible]

(۲) تفصیل صفحہ نمبر ۲۸۸ حاشیہ نمبر ۵

(۳) ولو ادى من خلاف جنسه يعتبر القيمة بالاجماع (هنديه كتاب الزكاة باب زكاة الذهب والفضة والعروض ۱ / ۱۷۹ كوئٹه)

(۴) اس کا مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ میں [illegible] (واصف)

(۵) [illegible] ۱۹۳۶ء [illegible] ۱۹۳۹ء [illegible]

## گائے بیل وغیرہ اگر سال کا اکثر حصہ چر کر گزارتے ہوں تو زکوۃ واجب ہے!

(سوال) گورنمنٹ عالیہ نے مجھے کچھ زمین پر اس شرط پر پٹہ دے رکھی ہے کہ اس زمین پر پانچ سو گائیں رکھ کر نسل کشی سے گاؤں کی ترقی دوں اس زمین پر بہت کافی مالیہ ادا کرتا ہوں جانوروں کی افزائش ہر سال ہوتی رہتی ہے ان گایوں پر زکوۃ دینا چاہتا ہوں ایک صاحب فرماتے ہیں کہ گایوں کے بدلے چھوٹی بچھڑیاں زکوۃ میں دینی چاہئیں مطلع فرمائیں کہ شرعی طور پر کیا حکم ہے گایوں کے بدلے یہ دیا جائے؟ نیز جو زراعت میں کام آتے ہیں ان کی زکوۃ ہے یا نہیں بھیڑ بکری پر کیا دینا چاہئے تمام گائیں سارے دن باہر ذخیرہ میں چر کر شام کو گھر آجاتی ہیں المستفتی نمبر ۹۵۰ دوست محمد خاں (ضلع ملتان)
۳ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ م ۲۵ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۵۵) اگر ان گایوں کو کھانے کے لئے چارہ وغیرہ دینا ہوتا ہے یعنی ان کی زندگی سال کے اکثر حصہ میں صرف چرنے پر نہیں ہے تو ان پر سوائم کی زکوۃ واجب نہیں(۱) بلکہ اگر وہ تجارت کے لئے ہیں تو ان کی قیمت پر چالیسواں حصہ زکوۃ کا واجب ہے اور اس صورت میں زکوۃ بصورت نقد یا اتنی قیمت کے بچھڑے یا گائے سب دینی جائز ہے(۲) اور اگر گائے سال کے اکثر حصہ میں چرنے پر گزارہ کرتی ہیں تو ان کی قیمت پر زکوۃ نہیں بلکہ گنتی پر ہے اور اس صورت میں بچھڑے زکوۃ میں دینا درست نہیں بلکہ اس قاعدے سے دینی ہوں گی جو سوائم کی زکوۃ کے لئے مقرر ہے(۳) اس کو کسی مقامی عالم سے تفصیل وار دریافت کرلیں۔

زراعت کے بیلوں پر زکوۃ نہیں(۴) بھیڑ بکریاں جو صرف چر کر گزارہ کرتی ہیں ان پر زکوۃ ہے ان کا حساب بھی معین ہے(۵) وہ بھی کسی مقامی عالم سے دریافت کر لیا جائے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

## نوٹ کے ذریعے زکوۃ کی ادائیگی

(سوال) زید نے اپنی زکوۃ میں نوٹ نکالے اور یہ نوٹ بکر کو دے دیئے کہا یہ روپے میرے فلاں عزیز کو پاکستان میں دے دینا یا پہنچا دینا بکر نے زید سے نوٹ لے کر محمود کو پاکستان رقعہ لکھ دیا کہ میں نے زید سے مبلغ اتنے روپے لے لئے ہیں اتنے ہی روپے تم زید کے فلاں عزیز کو دے دینا اسی طرح سے دیئے

---

(۱) ولیس فی العوامل والحوامل والعلوفة صدقة. (هدایة، کتاب الزکاة، باب صدقة السوائم ۱/ ۱۹۲ ط شرکة علمیة ملتان)

(۲) یعنی جب تجارت کے لئے ہوں تو ان پر عروض تجارت کے احکام جاری ہوں گے

(۳) لیس فی اقل من ثلاثین من البقر صدقة فإذا کانت ثلاثین سائمة وحال علیها الحول ففیها تبیع او تبیعة. (هدایة، کتاب الزکاة، باب صدقة السوائم، فصل فی البقر ۱/ ۱۸۹ ط شرکة علمیة ملتان)

(۴) حاشیہ نمبر ۱ دیکھیں

(۵) فإذا کانت اربعین وحال علیها الحول ففیها شاة. (هدایة، کتاب الزکاة، باب صدقة السوائم، فصل فی الغنم ۱/ ۱۹۰ ط ملتان)

میں زید کی زکوۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں یا زید خود براہ راست ڈاک خانہ کے ذریعہ سے اپنے عزیز کو نوٹ بھیج سکتا ہے جب کہ ڈاک خانہ والے یہاں سے نوٹ وصول کر کے وہاں نوٹ ادا کرتے ہوں ایسی صورت میں زکوۃ کی ادائگی ہو جائے گی یا نہیں۔ المستفتی حاجی محمد داؤد صاحب (بلیماران دہلی)

(جواب ۳۵٦) نوٹوں کے ذریعہ زکوۃ ادا ہو سکتی ہے مگر اس وقت ادائگی کا حکم دیا جائے گا جس وقت کہ ان نوٹوں کے بدلے کوئی مال حاصل کر لیا جائے۔(۱) دوسرے شخص نے اگر زید کے کہنے پر اس کی طرف سے زکوۃ ادا کر دی تو زکوۃ ادا ہو جائے گی۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## زکوۃ دینے والے کا وکیل اگر رقم ضائع کر دے تو زکوۃ ادا نہ ہوگی!

(سوال) زید نے مد زکوۃ و فطرہ مشترکہ کسی مدرسہ یتیم خانہ میں بذریعہ رجسٹری مد وار رقوم روانہ کیا مدرسہ مذکورہ کے ناظم کا خط آیا کہ رجسٹری مذکور مہر بند دستیاب ہوئی جس میں ایک رقعہ بھی برآمد ہوا لیکن رقوم نہ تھیں اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کے ذمہ سے ہر دونوں زکوۃ و فطرہ ساقط ہوئے یا نہیں۔ المستفتی نمبر ۱۳۸۱ حاجی محمد ظہور احمد خان صاحب (شاہزادہ منڈوے) ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ م ۱۴ مارچ ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۵۷) اس صورت میں بھیجنے والے کے ذمہ سے زکوۃ و فطرہ ادا نہیں ہوا کیونکہ ڈاک خانہ مرسل کا وکیل ہے مرسل الیہ کا نہیں۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## زکوۃ کو دوسرے کی ملکیت میں دینا ضروری ہے۔

(سوال) ایک شخص زکوۃ کے روپے سے یہ کام کرنا چاہتا ہے کہ ایک یتیم خانہ جاری کرے اور یتیموں کو مختلف قسم کے کام سکھائے از اں جملہ بیڑی بنانے کا کام بھی سکھایا جائے اور جو بیڑی اس طرح تیار ہوں وہ فروخت کی جائیں اور وہ رقم یتیم خانہ میں صرف ہو چونکہ تمباکو میں ایک قسم کا نشہ ہے گو یہ ہر جگہ اور ہر ملک میں خصوصاً عرب میں عام رواج ہے اور بیڑی کثرت سے فروخت ہوتی ہے تاہم چونکہ زکوۃ کا معاملہ ہے اس لئے یہ اطمینان کرنا ضروری ہے کہ یہ کام جائز ہوگا یا نہیں دوسری بات دریافت طلب یہ ہے کہ زکوۃ کا روپیہ یتیم خانہ کی عمارت تعمیر کرانے میں اور اس کا سامان مثلاً فرش پلنگ وغیرہ خریدنے

---

(۱) اب یہ حکم نہیں ہے کیونکہ اب نوٹ ثمن عرفی بن گئے ہیں جن کو دیتے ہی زکوۃ ادا ہو جاتی ہے آگے چاہے قابض استعمال کرے یا نہ کرے یا ضائع کر دے۔ مرتب

(۲) ولو تصدق عنه بأمره جاز (ردالمحتار، كتاب الزكاة ۲ / ۲٦۹ ط سعید)

(۳) کیونکہ تملیک نہیں پائی گئی اور تملیک شرط ہے اور فوت الشرط فوت المشروط [illegible] وکیل سے ضائع ہونے سے گویا [illegible] ولأن فعل الوكيل كفعل الموكل، طحطاوی علی الدر المختار کتاب الزکاة ۱ / ۳۹۴ بیروت دار المعرفة)

میں صرف کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۵۳۲ الحاج محمد سمیع اللہ صاحب (میرٹھ) ۲۸ جمادی ثانی ۱۳۵۸ھ ۱۶ اگست ۱۹۳۹ء

(جواب ۳۵۸) زکوۃ ادا ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ زکوۃ کی رقم مستحقین زکوۃ کو بغیر عوض تملیکاً دی جائے پس زکوۃ کی رقم یتیم خانہ کی تعمیر میں نہیں ہو سکتی ایسا سامان بھی نہیں خرید جا سکتا جو بطور تملیک کے مستحقین کو نہ دیا جائے مثلاً یتیم خانہ کے پلنگ، فرش، فرنیچر، ظروف وغیرہ زکوۃ کا روپیہ ملازمین یتیم خانہ کو تنخواہ کے طور پر خدمات مفوضہ کے عوض میں بھی نہیں دیا جا سکتا ہاں یتیموں کی خوراک پوشاک میں خرچ ہو سکتا ہے یا وظائف کی شکل میں نقد دیا جا سکتا ہے بیڑی کا کام کرنا اور یتیموں سے بیڑی بنوانا اور اس کی تجارت کرنا مباح ہے زکوۃ کی رقم ایسے کاروبار میں لگانا بھی مباح ہے مگر زکوۃ اس وقت ادا ہوگی جب رقم مستحق کی ملک میں بغیر عوض داخل ہوگی (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## سال آنے سے پہلے زکوۃ نکالنا جائز ہے

(سوال) بکر صاحب نصاب ہے سال آنے سے پہلے وقتاً فوقتاً کسی کو کپڑا کسی کو غلہ کسی کو نقدی زکوۃ میں دیدیتا ہے اسی وقت زکوۃ کی نیت بھی کر لیتا ہے سال پورا ہونے پر جو پیسہ حساب سے زکوۃ کا نکلتا ہے اس میں سے پیشگی دی ہوئی مذکورہ چیزوں کی صحیح قیمت اور نقدی کا جوڑ کر کے اصل رقم مذکورہ سے نکال دیتا ہے اور پیشگی کا حساب بدستور نوٹ کر لیتا ہے اس طرح زکوۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

(جواب ۳۵۹) بکر اپنی زکوۃ سال بھر ادا کرتا رہتا ہے اور آخیر میں ادا شدہ زکوۃ کی قیمت پوری کر دیتا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں یہ جائز ہے (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## تجارت میں نفع پر سال گزرنا ضروری نہیں اصل مال کے ساتھ اس کی بھی زکوۃ ضروری ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲ فروری ۱۹۲۶ء)

(سوال) ایک شخص نے دو ہزار روپے کے سرمایہ سے ایک کام جاری کیا اور ایک سال کے بعد حساب باندھنے پر اس کو کچھ نفع بھی ہوا تو اس کی زکوۃ مع نفع کے دینی چاہئے یا اس کے نفع پر ایک سال گزرنا چاہئے؟

---

(۱) وهي تمليك مال من فقير مسلم غير هاشمي ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالى (هندية، كتاب الزكاة ۱/۱۷۰ ط كوئته)

(۲) [illegible]

(۳) [illegible]

(۴) ويجوز تعجيل الزكوة بعد ملك النصاب ولا يجوز قبله (هندية، كتاب الزكاة ۱/۱۷۶ ط كوئته)

(جواب ۳۶۰) سال ختم ہونے پر کل مال یعنی اصل و نفع دونوں کے مجموعہ کی زکوۃ دینی چاہیئے۔(۱)
محمد کفایت اللہ غفرلہ،

## زکوۃ کی رقم دوسری رقوم میں ملا کر پھر مصرف میں خرچ کیا جائے تو زکوۃ ادا ہو جائے گی

(الجمعیۃ مورخہ ۱۸ دسمبر ۱۹۲۷ء)

(سوال) ایک شخص کی آمدنی کو جس میں زکوۃ وغیرہ سب خلط کر دیتا ہے اور قرض بھی دے دیتا ہے اور خود بھی لے لیتا ہے اس کی ادائیگی شرعاً کس طور پر کرے؟

(جواب ۳۶۱) زکوۃ کی آمدنی دوسری آمدنی میں ملانا نہیں چاہیئے ملانے کے بعد ملانے والا ضامن ہو جاتا ہے یعنی اگر وہ روپیہ ہلاک ہو جائے تو اسے دینا پڑے گا اگر ہلاک نہ ہو تو مصرف زکوۃ میں خرچ کرنے سے ادا ہو جاتا ہے اور قرض بھی وصول ہونے پر مصرف میں صرف کرنے سے زکوۃ ادا ہو جاتی ہے فقط محمد کفایت اللہ غفرلہ،

## مہر کی رقم پر زکوۃ

(الجمعیۃ مورخہ ۱۸ دسمبر ۱۹۲۷ء)

(سوال) زید کی زوجہ کا پانچ سو روپے دین مہر ہے وہ ادا کرنا چاہتا ہے مگر زوجہ اس کو ایک رقمی چیز سمجھ کر اپنے قبضہ میں نہیں کرتی اور نہ اپنے کو اس کا مالک سمجھتی ہے اور زید کے پاس نقد پانچ سو روپیہ موجود ہے جس کی زکوۃ کیونکر ادا ہو جبکہ زید تو اس وجہ سے اس کی زکوۃ نہیں دیتا کہ میں بیوی کے دین کا مقروض ہوں اور بیوی اس وجہ سے نہیں دیتی کہ اپنے کو مالک نہیں سمجھتی۔

(جواب ۳۶۲) جب کہ زید کا ارادہ مہر ادا کرنے کا ہے تو زید کے ذمہ اس روپے کی زکوۃ نہیں ہے زوجہ کو چاہیئے کہ روپیہ وصول کرکے خود زکوۃ ادا کرے یا خاوند کو اجازت دے کہ وہ اس کی طرف سے زکوۃ ادا کر دے۔(۲) محمد کفایت اللہ غفرلہ،

## زکوۃ میں تملیک شرط ہے مسجد کتب اور شفاخانہ بنانے سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی

(الجمعیۃ مورخہ ۵ مارچ ۱۹۳۳ء)

(سوال) زید اپنے مال کی زکوۃ ادا کرتا ہے اب اس مال [illegible]

---

(۱) ومن كان له نصاب فاستفاد في اثناء الحول مالا من جنسه ضمه الى ماله وزكاه سواء كان المستفاد من نمائه اولا وبأي وجه استفاد ضمه الخ (هندية، كتاب الزكاة ۱/ ۱۷۵ ط كوئٹه)

(۲) [illegible]

اپنے اختیار سے جو خرچ کیا جاتا ہے وہ طریقہ صحیح نہیں ہے زکوۃ اجتماعی صورت پر جمع کرکے کسی کمیٹی کے ماتحت خرچ کرنا چاہئے اب زید اس کشمکش میں ہے کہ زید جس قریہ میں رہتا ہے وہاں کے لوگ باوجود اہل ثروت ہونے کے زکوۃ نکالتے ہی نہیں پھر کمیٹی اور اجتماعی صرف کس طرح ہو سکتا ہے نیز یتیم خانہ، مسافر خانہ، شفاخانہ، مدرسہ، دارالتبلیغ، کنواں، تالاب، مسجد پر خرچ کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

**(جواب ۳۶۳)** زکوۃ کی ادائیگی کے لئے حنفیہ کے نزدیک تملیک مستحق بغیر عوض ضروری ہے پس جن صورتوں میں تملیک نہ پائی جائے (جیسے مسجد، تالاب، مسافر خانہ، دارالاشاعت وغیرہ کی عمارتوں پر خرچ کر دینا) ان صورتوں میں زکوۃ ادا نہیں ہوتی(۱) ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ زکوۃ کی رقم سے کتابیں وغیرہ خرید کر مستحق زکوۃ اشخاص کو تملیکاً دیدی جائیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زکوۃ کی رقم کسی مستحق کو تملیکاً دیدی جائے اور وہ اپنی طرف سے جس کام میں چاہے خرچ کر دے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

## قرضہ معاف کر کے اسے زکوۃ میں شمار کرنا.

(الجمعیۃ مورخہ یکم اکتوبر سنہ ۱۹۳ء)

(سوال) ایک شخص کو بوجہ شرکت کارخانہ روپیہ بطور قرض حسنہ دیا تھا اور وعدہ یہ تھا کہ اس روپے کو میں آہستہ آہستہ اتاردوں گا مگر کچھ دنوں بعد شراکت توڑ دی اور کاروبار تمام اس کے سپرد کر دیا کچھ دنوں بعد اس نے بھی بوجہ تنگدستی کارخانہ چھوڑ دیا روپیہ شخص مذکور کے ذمہ اسی طرح ہے اور وہ بوجہ غربت ادا نہیں کر سکتا تو یہ روپیہ مد زکوۃ میں کٹ سکتا ہے یا نہیں مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی زکوۃ اس روپے میں کاٹ لیں یا نہیں؟

**(جواب ۳۶۴)** مدیون مفلس ہو جائے اور اس سے ادائے دین کی امید نہ ہو اور دائن اس سے درگزر کرنا چاہے تو یہ صورت تو جائز نہیں کہ زکوۃ کو دین میں محسوب کرکے اس کو بری کر دے(۳) مگر یہ صورت جائز ہے کہ زکوۃ کی رقم اس مدیون کو علیحدہ دیدے اور اس کے قبضہ ملک میں چلے جانے کے بعد پھر اس سے اپنے قرض میں واپس لے لے نتیجہ ایک ہی ہے مگر یہ صورت ادائے زکوۃ کی شرعی صورت ہے(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

---

(۱) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۸۰ حاشیہ نمبر ۴

(۲) والحیلة ان یتصدق علی الفقیر ثم یامرہ بفعل ہذہ الاشیاء (الدر المختار، کتاب الزکوۃ، باب المصرف ۲/ ۳۴۵ ط سعید)

(۳) واداء الدین عن العین، وعن دین سیقبض، لا یجوز (الدر المختار، کتاب الزکاۃ ۲/ ۲۷۰ ط سعید)

(۴) وحیلة الجواز ان یعطی مدیونه الفقیر زکاته، ثم یاخذها عن دینه ولو امتنع المدیون مدیده، واخذها لکونه ظفر بجنس حقه (الدرالمختار، کتاب الزکاۃ ۲/ ۲۷۱ ط سعید)

## زکوۃ میں سرکاری ریٹ کا اعتبار ہوگا بلیک مارکیٹ کا نہیں

(سوال) ایک شخص نے کوٹہ میں دس بنڈل سوت مقررہ سرکاری ریٹ یا بحساب ریٹیل مثلاً دس روپے فی بنڈل کے حساب سے چوبیس بنڈل سوت پایا مگر بلیک مارکیٹ میں اس سوت کا تیس روپے فی بنڈل ہے تو اب زکوۃ ادا کرتے وقت اس شخص کو سوت مذکورہ کا دام دس روپے فی بنڈل (جو کہ قیمت خرید ہے) لگانا چاہئے یا تیس روپے فی بنڈل (جو کہ بلیک مارکیٹ کا دام ہے) المستفتی سعید احمد انصاری زید پوری ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء

(جواب ۳۶۵) دس روپے فی بنڈل قیمت لگانی چاہئے اور اسی حساب سے فروخت کرنا چاہئے بلیک مارکیٹ سے فروخت کرنا ناجائز ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

## زکوۃ میں سونا چاندی کی موجودہ قیمت کا اعتبار ہوگا.

(سوال) (۱) سونا چاندی یا اس کے زیورات جو کہ مثلاً ۱۹۲۵ء میں جب کہ سونا تیس روپے اور چاندی آٹھ آنے تولہ تھی کسی شخص نے بطور سرمایہ (جائیداد) کے خریدا تھا نہ بغرض تجارت تو اب اس شخص کو ۱۹۴۷ء میں جبکہ سونا مثلاً نوے روپے اور چاندی ڈیڑھ روپے تولہ ہے زکوۃ کس حساب سے ادا کرنی چاہئے؟

(۲) اگر کوئی شخص مفروضہ زکوۃ جو کہ اس پر واجب ہے اس سے زائد رقم لے کر تقسیم کرے اور یہ نیت کرے کہ یہ زائد رقم آئندہ سال کی زکوۃ میں وضع (مجرا) کر لوں گا تو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں اور وہ زائد رقم مد زکوۃ ہوگی یا خیرات؟

(۳) زکوۃ کی رقم علیحدہ رکھ کر سال بھر رفتہ رفتہ خرچ کرنا کیسا ہے؟

المستفتی سعید انصاری۔ زید پور بارہ بنکی

(جواب ۳۶۶) (۱) موجودہ نرخ چاندی سونے کا زکوۃ نکالنے کے لئے معتبر ہوگا(۲)

(۲) جس پر زکوۃ واجب ہے وہ پیشگی بھی دیدے تو جائز ہے آئندہ سال اس کو حساب میں محسوب کرلے(۳)

(۳) ہاں زکوۃ کی رقم علیحدہ رکھ کر آہستہ آہستہ خرچ کرنا جائز ہے مگر بغیر خاص ضرورت کے ایسا نہ کرنا

---

(۱) یعنی بلیک مارکیٹ میں فروخت کرنے سے یہ آمدنی حلال ہوگی مگر حکومت کی خلاف ورزی [illegible] زکوۃ میں ادا کرتے وقت [illegible]

(۲) ثم الواجب الاصلي عندهما هو ربع عشر العين وانما له ولاية النقل الى القيمة يوم الاداء فيعتبر قيمتها يوم الاداء، والصحيح ان هذا مذهب جميع اصحابنا (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، فصل واما صفة الواجب في اموال التجارة ۲/۲۲ ط سعيد)

(۳) (ويجوز تعجيل الزكاة بعد ملك النصاب ولا يجوز قبله، هداية، كتاب الزكاة ۱/۱۷۶ ط كوئٹہ)

بہتر ہے کہ سال آئندہ سال کی زکوۃ میں سے تھوڑا تھوڑا فرق کرتے رہنا چاہئے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

# فصل دوم۔ ادائیگی بسال قمری و شمسی

## انگریزی سال کے حساب سے زکوۃ ادا کرنے کی صورت

(سوال) چند روز گزرے کہ شیخ حاجی داؤد یوسف لوت صاحب نے آخر ماہ دسمبر میں حساب کرنے اور ادائی زکوۃ کے متعلق میرے مشورے سے سہارنپور آپ کی خدمت میں سوال بھیجا تھا جس کے جواب میں جناب نے اس طرح تحریر فرمایا ہے "مثلاً ۲۰ رمضان تک سال بھر کی زکوۃ بارہ روپے ۰۰۰۰۰ ہوتی ہے اور ۳۱ دسمبر تک ۲۰ رمضان سے دو ماہ کا فرق ہے تو پہلی بار بجائے بارہ روپے کے چودہ روپے پھر ہر سال اگر روپیہ ماہوار زکوۃ ہو تو سالانہ بارہ روپے پانچ آنے چار پائی ادا کئے جائیں اور پھر ہر سال کی زکوۃ میں اگر ایک روپیہ ماہوار کی زکوۃ آتی ہو تو سال کی زکوۃ میں بارہ روپے پانچ آنے چار پائی ادا کئے جائیں" اس کے متعلق یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ شرعی حکم یہ ہے کہ مثلاً شروع سال زکوۃ میں کسی کے پاس ایک ہزار روپیہ فرض بصورت نقد وغیرہ ہو اور آخر سال میں دس ہزار روپیہ ہو گیا یا سو روپیہ رہ گیا تو صورت اول میں دو سو پچاس روپے اور بصورت دیگر ڈھائی روپیہ زکوۃ دینی ہوگی پس اگر انگریزی سال آخر دسمبر کا حساب قائم رکھنے کے لئے ہر سال حساب میں گزشتہ قمری سال کی زکوۃ زیادہ ادا کی جائے تو اس میں یہ خرابی معلوم ہوتی ہے کہ شرعاً یہ دن زائد سال آئندہ کے حساب میں آنا چاہئے اور اکثر یہی ہوگا کہ ان دنوں کی زکوۃ سال گزشتہ سے متعلق ہو یعنی زیادہ ہو جس سے قاعدہ شرعیہ کی مخالفت لازم آئے گی نیز یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ صورت مذکورہ میں پہلے سال زکوۃ قمری اور آخر دسمبر میں مثلاً دس دن کا فرق ہو جائے گا تو دوسرے سال بیس دن اور تیسرے سال تیس دن کا فرق ہوگا بالآخر نتیجہ یہ ہوگا کہ بڑھتے بڑھتے سال زکوۃ اور دسمبر میں چھ سات یا آٹھ ماہ کا فرق مثلاً پڑ جائے گا اور شرعاً یہ چھ سات ماہ زائد آئندہ کے حساب میں آنے چاہئیں لیکن بصورت عمل فتوی معلومہ گزشتہ کے تابع کرنے پڑیں گے جو کہ بظاہر تجاوز عن حدود اللہ ہے۔ المستفتی نمبر ۲۲۸۹ مولانا مولوی عبدالرزاق صاحب رنگون (برما) ۲۴ شوال ۱۳۶۰ھ ۱۵ نومبر ۱۹۴۱ء

(جواب ۳۶۷) انگریزی حساب سے زکوۃ ادا کرنے کا مسئلہ اس طرح ہے کہ جس شخص کا سال محرم سے شروع ہوا اور فرض کیجئے کہ یکم محرم یکم جنوری کے مطابق تھی تو ختم ذی الحجہ پر قمری سال تم

---

(۱) [illegible] زکوۃ [illegible] جلدی ادا [illegible]

(۲) ویجوز تعجیل الزکوۃ بعد ملک النصاب ولا یجوز قبله (هندیة، کتاب الزکوۃ ۱/۱۷۶ ط کوئٹه)

ہو گیا اور انگریزی سال کے دس یا گیارہ دن باقی ہوں گے تو جب کہ اس نے اخیر ذی الحجہ کو سال تمام قرار دے کر زکوۃ ادا کردی تو قمری سال کی زکوۃ ادا ہوگئی اب دس گیارہ روز کے بعد اس نے دس گیارہ دن کی زکوۃ جو دوسرے قمری کے حساب سے ادا کردی (جس کا اسے حق ہے) تو اب ۳۱ دسمبر کو اس کا ذمہ زکوۃ سے بالکل فارغ ہو گیا اب اس کے سال کی ابتدا آئندہ محرم کی پہلی تاریخ سے نہ ہوگی بلکہ اب اس کا سال ۱۱ محرم سے شروع ہوگا اور آئندہ دس محرم پر ختم ہوگا پھر یہ دس محرم تک سال بھر کی زکوۃ دے گا اور دس محرم کو جو بوجہ یکم جنوری کے مطابق ہونے دس دن کی زکوۃ ادا کرکے فارغ ہو جانے کا اور اب [illegible] یکم یا دس محرم کی جگہ ۲۱ محرم سے شروع ہوگا میرے خیال میں تو اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے اور نہ مرور ایام سے آٹھ دس مہینے گھٹتے ہیں بلکہ ہر سال کی ابتدا اس روز سے ہوتی ہے اور جس دن سے ختم پر یہ دس دن کی زکوۃ موجودہ مالیت کے لحاظ سے ادا کرکے سبکدوش ہو جانے گا کیونکہ ملک نصاب پر زکوۃ واجب ہو جاتی ہے اور قبل حولان حول ادا صحیح ہے اور صحت ادا فراغ ذمہ کو مستلزم ہے لہذا جب آئندہ سال فراغ ذمہ کی تاریخ سے ہی ابتدا ہوگی۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

# فصل سوم۔ تملیک اور حیلہ تملیک

## زکوۃ سے مدرسین کی تنخواہ دینا

(سوال) آج کل ماہ رجب میں عموماً مدارس عربیہ اپنے مدرسے کے لئے لوگوں سے زکوۃ کا روپیہ وصول کر لیتے ہیں اور یہ بھی جناب پر ظاہر ہے کہ اکثر مدارس کے چندے کا ایک ہی قسم کے روپے پر زیادہ مدار ہے حیلہ کرنے کے لئے کسی غریب کو قبضہ کرا کے مدرسہ میں داخل کرنا بعض دفعہ دل کو معیوب معلوم ہوتا ہے اور بعض دفعہ [illegible] نہیں ہوتا عاملین کے متعلق تو فقہا نے لکھ ہی دیا ہے کہ ان کو بقدر عمل کے لینا جائز ہے کیا مدرسین کی تنخواہیں اس زکوۃ کے مال سے کسی جزئیہ کے ماتحت دی جا سکتی ہیں؟ اگر کوئی ایسا جزئیہ نکل آئے تو مدرسے کے چندے کی صورت زیادہ آسان ہو جاتی ہے نیز یہ کہ شافعیہ مالکیہ حنابلہ کے ہاں ایسی صورت میں روپیہ زکوۃ کا صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۱۵ مولوی محمد خلیل صاحب مدرس مدرسہ نور العلوم جامع مسجد گوجرانوالہ ۲۲ رجب ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۶ نومبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۳۶۸) چونکہ حنفیہ کے نزدیک زکوۃ کی ادائیگی کے لئے تملیک بلاعوض ضروری ہے (۲)

---

(۱) [illegible] العبرۃ فی الزکوۃ للحول القمری کذا فی القنیۃ (ہندیۃ، کتاب الزکاۃ ۱ / ۱۷۵ ط کوئٹہ)

(۲) فہی تملیک مال من فقیر مسلم غیر ہاشمی ولا مولاہ بشرط قطع المنفعۃ عن المملک من کل وجہ [illegible] (ہندیۃ، کتاب الزکاۃ ۱ / ۱۷۰ ط کوئٹہ) وانظر ایضاً ص ۲۵۲ حاشیہ نمبر ۴

کی تحصیل ہے سوائے معلمین کے اور کوئی مستحق نہیں اس لئے حنفی اصول کے مطابق مدرسین کی تنخواہ زکوٰۃ میں سے نہیں دی جا سکتی البتہ دیگر ائمہ کے مسلک کے موافق جو تملیک کو ضروری نہیں سمجھتے اور امور خیر میں زکوٰۃ کا روپیہ خرچ کرنے کی اجازت دیتے ہیں اس کی گنجائش ہے کہ مدرسین کی تنخواہیں زکوٰۃ کے روپے سے ادا کر دی جائیں اس میں شک نہیں کہ دینی تعلیم کا وجود بقا اسلامی عربی مدارس پر موقوف ہے اور مدارس کی زندگی کا مدار آج کل زکوٰۃ پر ہی رہ گیا ہے معاملہ اہم ہے مگر اسکا فیصلہ حنفیہ کے علمائے متدین و موقع شناس اجتماعی رائے سے کر سکتے ہیں محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## حیلہ کے ذریعے زکوٰۃ کو مدرسہ پر خرچ کرنا۔

(سوال) مدرسہ اسلامیہ کے اندر زکوٰۃ دینی جائز ہے یا نہیں مدرسہ قوم کا ہے اور اس قوم کے بچے اور دیگر شہر کے بچے اسلامی تعلیم حاصل کرتے ہیں آیا اس قومی مدرسے کے اندر صدقہ فطر یا قربانی کی کھال یا زکوٰۃ کا روپیہ صرف ہو سکتا ہے یا نہیں قوم کے لوگ مالدار و صاحب نصاب ہیں ایسے مدرسوں میں زکوٰۃ لگ سکتی ہے یا نہیں دوسرے لوگ اگر بوجہ تعصب کے مدرسے کے اندر چندہ نہ دیں تو خطرہ ہے کہ مدرسہ بند ہو جائے گا آیا اس صورت میں بھی زکوٰۃ لگ سکتی ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۳۵ مولوی عبدالرحمن (سیکر) ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ م ۳ اپریل ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۶۹) زکوٰۃ کا روپیہ غریب و مستحق طالب علموں کے کھانے یا کپڑے اور سامان تعلیم پر بطور تملیک طلبہ کو دینے کے لئے خرچ کیا جا سکتا ہے مدرسین و ملازمین کی تنخواہوں یا تعمیرات میں خرچ نہیں ہو سکتا اگر اور کوئی آمدنی نہ ہو اور مدرسہ بند ہو جانے کا خطرہ ہو تو ایسے وقت زکوٰۃ کا روپیہ حیلہ شرعیہ کے ساتھ خرچ کیا جا سکتا ہے یعنی کسی مستحق کو تملیک کر دی جائے اور وہ اپنی طرف سے مدرسے کو دیدے تو جائز ہوگا۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## بذریعہ حیلہ زکوٰۃ سے کنواں، پل اور مسجد وغیرہ تعمیر کرنا۔

(سوال) زید کے پاس پانچ سو روپیہ زکوٰۃ کا ہے زید ان روپوں کو مسلمانوں کے لئے ہال (یعنی بڑا مکان تقریر مواعظ اجتماع وغیرہ کے لئے) کنویں، پلیں، مسجد وغیرہ مصارف میں صرف کرنا چاہتا ہے اس لئے زید نے مثل حیلہ مروجہ فی المدارس ان روپوں کا حیلہ کیا تو ان مصارف مذکورہ میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں حیلہ مذکورہ کی صورت یہ ہوئی کہ زید نے روپیہ اٹھا کر کسی مستحق زکوٰۃ کو دیدیا اور اس نے ان

---

(۱) فهي تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه (هداية، كتاب الزكاة ۱/ ۱۷۰ ط كوئٹہ) وانظر ايضاً ص ۲۶٤ حاشيہ نمبر ۳

(۲) وحيلة التكفين بها التصدق على فقير ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما وكذا في تعمير المسجد. (الدر المختار، كتاب الزكاة ۲/ ۲۷۱ ط سعيد)

دے پھر بطور خود زید وہ واپس دیدے اس سے مدرسہ کی ہر ضرورت پوری ہو سکتی ہے یا نہیں؟
المستفتی نمبر ۵۰۲ شیخ یوسف کاروی (جونا گڑھ) ۲۳ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ م ۲۶ جون ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۷۰) حیلہ مذکورہ سخت حاجت کے مواقع میں جائز ہے اور اس کی صورت یہی ہے جو سوال میں مذکور ہے مسلم مدرسہ کی ضروریات کے لئے کوئی مستقل آمدنی نہ ہو تو یہ بھی ایک معتبر ضرورت ہے اس کے لئے یہ حیلہ کام میں لایا جاسکتا ہے(۱) محمد کفایت اللہ

## جن کاموں پر زکوۃ جائز نہ ہو وہاں حیلہ کر کے زکوۃ خرچ کرنا

(سوال) (۱) زکوۃ کا روپیہ کیا مسجد میں شرعی حیلہ کر کے یعنی کسی مستحق زکوۃ کو زکوۃ کا روپیہ دیکر پھر اس سے لے کر مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ (۲) یہ حیلہ شرعی کن کن امور میں ہو سکتا ہے؟
المستفتی نمبر ۲۳۲۲ شیخ محمد مسلم صاحب (آرہ) ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ م ۹ جولائی ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۷۱) ہاں سخت ضرورت کی حالت میں اس طرح حیلہ کر کے زکوۃ کی رقم مسجد میں خرچ کرنا جائز ہے کہ کسی مستحق زکوۃ کو وہ رقم بطور تملیک دیدی جائے اور وہ قبضہ کرنے کے بعد اپنی طرف سے مسجد میں دیدے یا کسی اور کام میں خرچ کردے جس میں براہ راست زکوۃ خرچ نہ کی جاسکتی ہو۔ فقط
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## نوٹ کے ذریعے زکوۃ کی ادائیگی

(سوال) ادائیگی زکوۃ میں مال کی تملیک شرط ہے اور ظاہر ہے کہ نوٹ مال نہیں بلکہ مثل قرضہ کے اسٹامپ کے اس بات کی رسید ہے کہ جتنے کا نوٹ ہے اسی قدر مال گورنمنٹ کے ذمہ واجب ہے لہذا اس نوٹ سے زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں اگر ادا ہو جاتی ہے تو اسٹامپ سے جو مدیون کے نام ہو ادا ہو جانی چاہئے کیونکہ وہ بھی مدیون کے ذمہ واجب ہونے کی رسید ہے اس سے انکار نہیں کر سکتا؟
المستفتی نمبر ۲۷۸۵ عبدالمجید شاہجہانپور مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۴۳ء

(جواب ۳۷۲) نوٹ دینے سے زکوۃ اس وقت ادا ہو جاتی ہے جب مستحق اس نوٹ سے کوئی مال حاصل کرلے(۲) نوٹ دینا تسلیط علی التملیک ہے اور جب نوٹ سے مال حاصل کر کے مالک ہو گیا تو تملیک مال متحقق ہو گئی۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(۱) [illegible]

(۲) [illegible]

# پانچواں باب
# غیر مقبوضہ پر زکوۃ
## فصل اول۔ رہن کی زکوۃ

### قرض پر زکوۃ اور رہن رکھی ہوئی چیز سے نفع اٹھانا

(سوال) زید نے عمر کو روپیہ دیکر کچھ زمین رہن لے لیا زمین کے دو حصے ہیں ایک حصے سے فائدہ لیتے ہیں اور دوسرے حصہ پر صرف قبضہ ہے فائدہ نہیں لیتے ہیں اب یہ فرمایئے کہ زید پر ان روپوں کی زکوۃ کب دینی ہوگی حالاً یا کہ جب وصول کرے نیز فائدے والا زمین اور غیر فائدے والی زمین کی زکوۃ کے بارے میں کچھ فرق ہے یا نہیں، زمین کے غلہ میں عشر کس پر ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی نمبر ۹۷۲ پیش امام عبد السلام (وزیرستان) ۱۳ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ ۴ جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۷۳) زمین مرہونہ سے نفع اٹھانا ناجائز ہے زید پر اس رقم کی زکوۃ فرض ہے کیونکہ یہ دین (قوی) قرض میں داخل ہے مگر زکوۃ کی ادائیگی جب واجب ہوتی ہے جب کہ بقدر نصاب کا وصول ہو وجوب و ادائیگی زکوۃ کا حکم دونوں زمینوں کا یکساں ہے زمین کے غلہ میں عشر کاشتکار پر واجب ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

## فصل دوم۔ پروویڈنٹ فنڈ اور سود کی زکوۃ

### پراویڈنٹ فنڈ پر زکوۃ.

(سوال) ریلوے ملازمین سے ریلوے کمپنی تنخواہ کا بارہواں حصہ لازمی طور پر وضع کر کے بینک میں جمع کرتی جاتی ہے مثلاً زید مشاہرہ ایک سو بیس روپے کا ملازم ہے ہر ماہ بجائے ایک سو بیس روپے کے ایک سو دس روپے ملتے ہیں دس تو وہ جو اس کی تنخواہ سے وضع ہوئے اور دس کی نیک چلنی یا حق پنشن کے طور

---

(۱) لا ينتفع به مطلقاً لا باستخدام ولا سكنى ولا لبس ولا اجارة ولا اعارة سواء كان من مرتهن او راهن (الدر المختار' كتاب الرهن ٦/ ٤٨٢ ط سعيد)

(۲) فتجب زكاتها اذا تم نصابا وحال الحول لكن لا فورا بل عند قبض اربعين درهما من الدين القوي' كقرض وبدل مال تجارة فكلما قبض اربعين درهما يلزمه درهم (الدر المختار' كتاب الزكاة باب زكاة المال ٢/ ٣٠٥ ط سعيد)

(۳) والعشر على المؤجر' كخراج موظف وقالا على المستاجر' كمستعير مسلم' وفي الحاوي وبقولهما نأخذ (الدر المختار' كتاب الزكاة' باب العشر ٢/ ٣٣٤ ط سعيد)

پر کمپنی اپنے پاس سے اور جمع کرتی ہے گویا ایک سال میں زید کے ایک سو تیس روپے تو اس کی تنخواہ سے وضع ہو کر اور ایک سو تیس کمپنی کی طرف سے اور ان دونوں کے مجموعہ دو سو چالیس ........ کا سود جمع ہوتا رہتا ہے اور ہر سال پرچہ حساب ملازمین کو ملتا رہتا ہے یہ جمع شدہ رقم زید کی بیوی بیٹے یا کسی قریبی رشتہ دار کے نام ہو بواسطت زید جمع ہوتی رہتی ہے زید اپنی حیات میں جب تک وہ مسلسل ملازمت میں ہے اس روپے سے مستفید نہیں ہو سکتا زید کے مرنے پر وہ رقم اس کو ملے گی جس کے نام سے جمع ہوتی رہی ہے لیکن اگر زید خود ملازمت سے دستبردار ہوتا ہے یا کمپنی علیحدہ کرتی ہے تو وہ رقم چار پانچ ماہ بعد زید کو مل سکتی ہے اگر زید خود مستعفی ہو اور کمپنی کے خیال میں اس کا چال چلن نیک و اچھا نہیں ہے تو کمپنی کو اختیار ہے کہ وہ ملازم کا صرف جمع شدہ روپیہ ہی دیوے جس کو کمپنی کسی حالت میں نہیں روک سکتی لیکن حق نیک چلنی دے یا نہ دے اس کے اختیار میں ہے کیا ایسے جمع شدہ روپے پر قبضہ سے قبل زکوۃ فرض ہے یا روپیہ ملتے ہی یا ایک سال پورا قبضہ رہنے کے بعد یا اس وقت سے جب سے ملازم کا روپیہ وضع ہونا شروع ہوتا ہے۔ المستفتی حاجی حسین علی مہتمم انچارج ٹیلی گراف آفس [illegible]

(جواب ۳۷۴) اس جمع شدہ رقم کی زکوۃ اس وقت تک واجب نہیں ہے جب تک یہ وصول نہ ہو اور وصول ہونے کے بعد بھی جب سال گزرے اس وقت وجوب ادا ہوگا اور صرف اس زمانے کی جو وصول رقم کے بعد سے اس پر گزرے گا کیونکہ یہ روپیہ ابھی تک اس شخص کے قبضے میں ہی نہیں آیا اور اس کا ایک حصہ اگرچہ بدل عمل ہے مگر زیادہ حصہ اس کا محض عطیہ ہے دین ضعیف ہے اور اس کا یہی حکم ہے۔ واللہ اعلم محمد کفایت اللہ غفرلہ مدرسہ امینیہ دہلی

## پراویڈنٹ فنڈ اور اس کی سود پر زکوۃ.

(سوال) جن سرکاری ملازموں کی تنخواہ قلیل ہوتی ہے اور ان کو روپیہ پس انداز کرنے میں دقت پیش آتی ہے ان کی سہولت کے لئے گورنمنٹ نے ایک قاعدہ "جنرل پراویڈنٹ فنڈ" جاری کر رکھا ہے کم از کم ایک آنہ فی روپیہ اور زیادہ سے زیادہ دو آنے فی روپیہ کے حساب سے ہر اہلکار اپنی تنخواہ میں سے وضع کرا کر سرکاری خزانہ میں جمع کرا سکتا ہے یہ کل روپیہ جب تک اہلکار کی پنشن نہ ہو یا وہ ملازمت ترک نہ کرے بجز اور کسی وقت (دوران ملازمت) میں اس کو واپس نہیں مل سکتا اگر اہلکار درمیان میں اپنا حساب بند کرانا چاہے تو حساب بند ہو جاتا ہے یعنی تنخواہ میں وضع یا جمع ہونا بند ہو جائے گا لیکن جمع شدہ روپیہ اس کے قبضہ میں نہیں آئے گا گویا ملکیت اہلکار کی اور قبضہ سرکار کا ہے در صورت انتقال اہلکار کے جائز ورثہ

---

(۱) اس سے متعلق [illegible] ملاحظہ ہو مفتی رشید احمد کی کتاب "رسائل رشید" پراویڈنٹ فنڈ پر زکوۃ اور سود کا حکم صفحہ نمبر ۲۱۷ مکتبہ [illegible] حضرت تحریر میں [illegible] تفصیل [illegible] پراویڈنٹ فنڈ میں جمع شدہ رقم ملازم کی ملک [illegible] وصول ہونے کے بعد [illegible] رسائل رشید ص ۲۹۶

پنشن وغیرہ [illegible] وقت ابتدائی درخواست نامزدگی [illegible] پیش [illegible] مستحق ہیں اور پراویڈنٹ فنڈ کا اصل مقصد بھی یہی ہے کہ ایسے اہلکاروں کے وارثوں کے لئے ایک سرمایہ بآسانی جمع ہو جائے جو بعد میں ان کے کام آئے۔

اس پراویڈنٹ فنڈ میں جمع شدہ روپے پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو جس اہلکار نے یکم اپریل ۱۹۳۲ء سے ۳۱ مارچ ۱۹۳۳ء تک پانچ روپے ماہوار جمع کرائے اور بارہ مہینے میں جو ساٹھ روپے ہوئے ان کی زکوٰۃ یکم اپریل ۱۹۳۳ء کو واجب الادا ہوگی یا ان ساٹھ روپے پر ایک سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ واجب الادا ہوگی؟ زکوٰۃ کی ادائگی کے لئے شمسی سال کا اعتبار ہے یا قمری کا؟ اس فنڈ پر جب مقررہ شرح سے بھی سود لگایا جاتا ہے جو قاعدہ کے اندر داخل ہے اور اس میں گورنمنٹ خود مقرر ہے [illegible] سال بسال اس جمع شدہ روپے میں شامل ہوتا رہتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ المستفتی نمبر ۲۲ [illegible]
محمد عزیز الحق صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند ۲۴ جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ م ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۳۷۵) اس روپے پر جو پراویڈنٹ فنڈ میں ملازم کی تنخواہ میں سے وضع ہو کر اور سرکار کی طرف سے اس قدر رقم جمع ہو کر اور پھر مجموعہ پر سود کے نام سے جمع ہوتا رہتا ہے زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور سود کے نام سے جو رقم اس میں اضافہ ہوتی رہتی ہے وہ سود کے حکم میں نہیں ہے [illegible] یہ تمام رقم جب ملازم کو مل جائے اس پر سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہوگی یہ تمام رقم ایک سرکاری عطیہ کی حیثیت رکھتی ہے اور تنخواہ میں سے وضع ہونے والی رقم تنخواہ کی مقدار سے مستثنیٰ ہے [illegible] جب [illegible] ماہوار [illegible] ملازم کے لئے جبری طور پر [illegible] جمع کرنا لازم ہے اور [illegible] کے قبضہ میں دینے سے پہلے وضع کرلی جاتی ہے تو گویا یہ [illegible] کا التزام ہے اور سرکار اس کے وارث [illegible] اس سے وضع شدہ [illegible] اپنی طرف سے اور [illegible] کا سود اس پر بڑھا کر بطور حق الخدمت آخر میں دے دیتی ہے تو یہ سب رقم ایک انعامی رقم ہے جو قبضہ کے وقت قابض کی ملک میں آئے گی اور [illegible] قانون اور قانونی مدد سے ملازم کا حق ضرور ہوتا ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

## پراویڈنٹ فنڈ میں سود کے نام سے دی جانے والی رقم سود نہیں!

(سوال) پراویڈنٹ فنڈ کا سود وصول کرکے اپنے خرچ میں لانا جائز ہے یا نہیں اور اس پر سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ دینے کا کیا حکم ہے

---

[illegible]

[illegible]

(۳) [illegible]

[illegible]

[illegible] ۳۰۷ [illegible]

المستفتی نمبر ۵۰۳ مولوی حبیب احمد (راولپنڈی) ۲ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ م ۳۰ جون ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۷۶) پراویڈنٹ فنڈ کا روپیہ وصول کرنے سے پہلے قرض میں [illegible] درست ہے [illegible] نہیں ہے جو وہ اس رقم کے حکم میں ہے جو محکمہ اپنی طرف سے دیتا ہے پراویڈنٹ فنڈ کے روپیہ پر وصول ہونے سے پہلے زکوۃ لازم نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

## پراویڈنٹ فنڈ یا بینک میں جمع شدہ رقم پر زکوۃ

(سوال) جو رقم ملازمین کی تنخواہ سے کاٹ کر جمع ہوتی ہے اور جس کو پراویڈنٹ فنڈ کہتے ہیں اگر نصاب کو پہنچ جائے تو اس پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں اور اس طرح سے جو کوئی رقم بینک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو اور جو سود اس رقم میں ترقی ہوتا ہے اس کے متعلق شرع شریف کیا احکام دیتی ہے؟ المستفتی نمبر ۲۶۳۶ [illegible] خان صاحب پشاور ۳ رجب ۱۳۵۹ھ م ۷ اگست ۱۹۴۰ء

(جواب ۳۷۷) (۱) پراویڈنٹ فنڈ کی رقم جو تنخواہ میں سے کاٹ لی جاتی ہے تو ملازم کے قبضہ میں آنے سے پہلے جمع کر لی جاتی ہے اس پر زکوۃ واجب نہیں جب قبضہ میں آئے گی اس وقت زکوۃ واجب ہوگی۔

اس رقم پر جو رقم محکمہ کی طرف سے بڑھائی جاتی ہے اور پھر دونوں کے مجموعہ پر جو رقم اضافہ کرکے دی جاتی ہے یہ سب ملازم کے لئے جائز اور حلال ہے یہ شرعاً سود نہیں ہے (۲)

(۲) ڈاکخانہ یا بینک میں جو رقم کہ خود جمع کرتا ہے اس پر زکوۃ واجب ہے (۳) اور اس پر جو رقم ڈاکخانہ یا بینک انٹرسٹ کے نام سے دیتا ہے وہ سود ہے (۴) مگر اس رقم کو ڈاکخانہ یا بینک سے وصول کر لینا اس لئے ضروری ہے کہ اگر نہ لے تو وہ رقم مسیحی مشنری کو دیدی جاتی ہے اور تبلیغ مسیحیت میں کام آتی ہے اس لئے اس رقم کو وصول کر کے اپنے کام میں نہ لائے بلکہ غرباء فقراء پر خرچ کر دینا چاہئے اور خرچ کرنے میں ثواب کی نیت نہ کی جائے بلکہ محض رفع وبال کی نیت سے خرچ کی جائے (۵)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) [illegible]

(۲) [illegible]

(۳) [illegible]

(۴) [illegible] کے تحت تو نہیں بلکہ محض قرض کے طور پر ہے اور اس پر سود لیتا ہے [illegible]

(۵) [illegible] دفع الی فقیر [illegible] یکفیہ ( رد المحتار' کتاب الزکاۃ' باب زکاۃ الغنم [illegible] ۲ / ۲۹۲ ط سعید

## پراویڈنٹ فنڈ پر وصول سے پہلے زکوۃ نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۲ء)

(سوال) ---------

(جواب ۳۷۸) پراویڈنٹ فنڈ کی رقم پر قبل وصول ہونے کے زکوۃ نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

# چھٹا باب
# صدقہ فطر وغیرہ

## صاع کی تحقیق

(سوال) فقہاء نے صدقہ فطر میں صاع کی مقدار ایک ہزار چالیس درہم بتلائے ہیں(۱) اور درہم [illegible] علامہ شامی نے باب الزکوۃ میں ایک خرنوبہ (رتی) چار جو کی لکھی ہے(۲) اس حساب سے درہم دو ماشہ ڈیڑھ رتی اور صاع [illegible] وقت سے ایک سو اٹھانوے (۱۹۸) روپے کے قریب ہے۔ مولانا عبدالحی نے حاشیہ شرح وقایہ میں علامہ شامی کے موافق بیان کیا ہے(۳) اور شاہ ولی اللہ نے شرح مؤطا باب زکوۃ ص ۲۰۲ میں بحوالہ فقہ کی صاع پانچ و ثلث رطل کا لکھا ہے(۵) اور درہم کی مقدار اسی صفحہ پر تین ماشے [illegible] تحقیق لکھی ہے اسی باب الزکوۃ ص ۲۱۳ پر صاع کی مقدار پانچ و ثلث رطل لکھ کر ایک مثقال کے چار سو ساڑھے بتیس ماشے بیان کئے ہیں(۶) جس کے حساب سے صاع کی مقدار علامہ شامی کے بیان سے بھی دو تولے کم ہوتی ہے لیکن درہم یہاں بھی بحوالہ تحقیق سابق تین ماشے لکھا ہے قاضی ثناء اللہ پانی پتی نیز دیگر علماء نے بھی درہم کی مقدار تین ماشے کے قریب لکھی ہے عابد سندی کے حاشیہ پر بحوالہ فتاوی جواہر اخلاطی [illegible] میں بحوالہ شرح اور درہم کی مقدار تقریباً تین ماشے معلوم ہوتی

---

(۱) [illegible] صفحہ نمبر ۳۰۷ [illegible]

(۲) هذا كان الصاع [illegible] درهما شرعيا (رد المحتار، كتاب الزكاة، مطلب في تحرير الصاع والمد والرطل ۲: ۳۶۵ ط سعيد)

(۳) كل خرنوبة أربع شعيرات أو أربع قمحات (باب زكاة الأموال ۲: ۲۹۶ ط سعيد)

(۴) [illegible] يكون [illegible] كل حبة منه تسمى بالفارسية سرخ ويقال له بالهندية رتي [illegible] وهذه الحبة يكون بقدر ربع شعيرات (عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية، كتاب الزكاة، [illegible] ۱: ۲۸۵ مكتبة حقانية ملتان)

(۵) [illegible] صاع پنج رطل و ثلث رطل [illegible]
المصفى شرح موطا، كتاب الزكاة، باب [illegible] ۱: ۲۰۸ كتب خانہ رحيميہ سنہری مسجد دہلی

(۶) [illegible] المصفى كتاب الزكاة [illegible] ۱: ۲۲۰ ط رحيميہ دہلی

ہے۔ اور اس حساب سے صاع کی مقدار زیادہ ہوتی ہے ان اقوال مختلفہ میں وجہ توافق کیا ہے اور صاع کی صحیح مقدار کیا ہے؟ کتب احناف معتبرہ سے مع حوالہ و تفصیل حساب بیان فرمائیے بینوا توجروا (۱)

(جواب ۳۷۹) درہم کی مقدار وہ صحیح ہے جو شاہ ولی اللہ نے لکھی ہے یعنی تین ماشے اور ایک رتی و قاضی ثناء اللہ وغیرہ نے معتبر سمجھا ہے اور اس حساب سے نصف صاع ۸۰ روپے انگریزی کے سیر سے ایک سیر بارہ چھٹانک دس ماشے کا ہوتا ہے جبکہ تولہ اسی انگریزی روپے بھر مانا جائے مولوی عبدالحی مرحوم لکھنوی کا حساب غلط ہے اور منشاء غلطی یہ ہے کہ علامہ شامی نے جو ایک خرنوبہ (رتی) چار جو کی بتائی ہے اس کو انہوں نے مبنی قرار دیکر حساب علمی طور پر لگایا عمل کر کے نہیں دیکھا ہندوستان میں جو تولے رائج ہیں خواہ وہ روپے بھر کے ہوں یا روپیہ ان کے لحاظ سے ساڑھے گیارہ ماشے کا ہو ان میں سے کسی تولے کے رتی چار جو کی نہیں ڈھائی جو یا پونے تین جو کی ہے میں نے خود جواہرات تولنے کا صحیح کانٹا مہیا کر کے رتی کا وزن جو سے کیا ڈھائی یا پونے تین جو کی رتی ہوتی ہے جو متوسط درجے کے تھے پھر اسی طرح متوسط درجے کے جو لے کر ایک درہم کے ستر جو کا وزن کیا وہ بھی تقریباً سوا تین ماشے نکلا اس تحقیق اور عمل سے معلوم ہوا کہ ایک رتی کو چار جو کا قرار دینا اور اس پر حسابی قاعدے سے صاع وغیرہ کا وزن متعین کرنا غلطی ہے۔

رہا یہ کہ علامہ شامی نے ایک خرنوبہ کا وزن چار جو کیوں لکھ دیا اس کا جواب یہ ہے کہ خرنوبہ اور تولہ کا وزن مختلف ہوتا ہے آج کل دہلی میں عام طور پر تولہ انگریزی روپے بھر سمجھا جاتا ہے اور شاہجہانپور کا تولہ اتنا بڑا ہے کہ اس کے حساب سے انگریزی روپیہ سوا دس ماشے کا ہے تو ظاہر ہے کہ اس تولے کے ماشے اور رتیاں دہلی کے ماشے اور رتیوں سے بڑی ہوں گی اسی طرح اگر علامہ شامی کے یہاں کی رتی چار جو کی ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہندوستان کی رتی بھی چار جو کی ہو۔

غرضیکہ درہم کی مقدار دہلی کے تولے سے ۳ ماشے کی صحیح ہے اور اسی حساب سے نصف صاع کا وزن اسی روپے کے سیر سے تقریباً پونے دو سیر ہوتا ہے پس صدقہ فطر میں گیہوں (اسی روپے بھر کے سیر سے) پونے دو سیر دینے چاہئیں (۲) واللہ اعلم بالصواب محمد کفایت اللہ غفر لہٗ

## (۱) کسی قصبہ میں گندم نہ ہو تو وہ ضلع کی قیمت سے فطرہ ادا کر سکتا ہے
## (۲) حدیث شریف میں جن چیزوں کی تصریح نہیں ان میں قیمت کا اعتبار ہوگا

(سوال) (۱) قصبہ سندیپ میں عدالت فوجداری سلطنت انگلشیہ موجود ہے اب صدقہ فطر میں گیہوں

---

(۱) درہم شرعی کے وزن کی تعیین [illegible] ملاحظہ ہو (کتاب الزکوٰۃ [illegible] نمبر ۳ ص ۸۷ ط شرکت علمیہ ملتان)

(۲) [illegible] روپے [illegible] کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں اوزان شرعیہ مؤلفہ مفتی محمد شفیع [illegible] صاع کی تحقیق احسن الفتاوی مفتی رشید احمد [illegible]

کی قیمت اس جگہ کے نرخ سے ادا کرنی ہوگی یا یہ کہ جس ضلع کا تعلق ہے اس کے نرخ سے ادا کرنا ہوگا؟ اس محکمہ میں فقط آٹا ملتا ہے جس کی قیمت بہت زیادہ ہے بہت سے مسلمانوں پر آٹے کی قیمت ادا کرنا دشوار ہے تو اگر ضلع کے نرخ سے گیہوں کی قیمت ادا کی جائے تو مؤدی شرعاً عند اللہ ادا ہوگا یا نہیں؟ (۲) اس جنگل میں چونکہ راشن میں چاول ملتے ہیں تو اگر چاول بحساب قیمت دیئے جائیں یا اس کا نصف صاع دیا جائے تو صدقہ فطر ادا ہوگا یا نہیں؟ (۳) انگریزی تول سے کتنے سیر کا صاع ہوتا ہے اور کتنے سیر کا نصف؟

المستفتی بندہ محمد موسیٰ غفر لہ سپرنٹنڈنٹ مدرسہ سندیپ ضلع نواکھالی

(جواب ۳۸۰) (۱) اگر اس قصبہ میں گیہوں نہیں ہے اور لوگ صدقہ فطر میں گیہوں کی قیمت دینا چاہیں تو ضلع کی قیمت کے حساب سے دے سکتے ہیں (۱) کیونکہ ضلع کی قیمت گویا اس جگہ کی قیمت ہے اس لئے کہ ضلع اپنے متعلقہ دیہات وقصبات کے ساتھ متعلق ہوتا ہے اور ان سب کا جامع ہے (۲) غیر منصوص اشیاء میں حکم یہ ہے کہ صاع یا نصف صاع جائز نہیں بلکہ نصف صاع گیہوں کی قیمت میں جس قدر چاول آتے ہوں اس قدر دینے ہوں گے وما لم ینص علیہ کذرۃ و خبز یعتبر فیہ القیمۃ (درمختار)(۲) (۳) اسی روپے انگریزی کے سیر سے ایک صاع ساڑھے تین سیر اور نصف صاع پونے دو سیر کا ہوتا ہے اور کچھ زیادہ ادا کرے تو بہتر ہے۔ محمد کفایت اللہ

## صرف فائدہ حاصل کرنے کے لئے دی ہوئی زمین سے صاحب نصاب نہیں بنتا

(سوال) زید بالغ ہے اور اس کے ماں باپ زندہ ہیں مگر اس کے ماں باپ نے ایک گزارہ دیتے ہوئے اس کو آٹھ بیگھہ زمین دی ہے مگر اس کو مالک و مختار نہیں کیا ہے [illegible] اس زمین کے سوا اس کے پاس اور کوئی چیز نہیں جس پر صدقہ فطر واجب ہو تو کیا اس زمین کی وجہ سے اس پر صدقہ فطر واجب ہوگا؟ المستفتی نمبر ۶۸۸ سیکرٹری انجمن [illegible] (ضلع بھروچ) ۲۷ رمضان ۱۳۵۴ھ م ۲۴ دسمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۸۱) زید پر اس زمین کی وجہ سے صدقہ فطر اپنا اور اپنی اولاد کا واجب نہ ہوگا اس کے باپ پر واجب ہوگا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## فطرہ کی مقدار اور بچوں کی طرف سے فطرہ

(سوال) گیہوں سے فطرہ کتنا دینا چاہئے؟ شیر خوار بچوں کی طرف سے بھی فطرہ دینا چاہئے؟

---

(۱) [illegible] (الدر المختار، کتاب الزکوٰۃ ۲/ ۳۰۶ ط سعید)

(۲) کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر ۲/ ۳۶۴ ط سعید) (۳) [illegible]

[illegible]

المستفتی نمبر ۱۰۱۹ ایم محمد صاحب انصاری (مدراس) ۳ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ م ۲۴ جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۸۲) اسی روپے بھر وزن سے صدقہ فطر کی مقدار [illegible] نابالغ بچوں کی طرف سے بھی فطرہ دینا باپ پر لازم ہے۔ (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

### رمضان کی آخری تاریخ کو پیدا ہونے والے بچہ کا فطرہ بھی واجب ہے۔

(سوال) رمضان میں بچہ پیدا ہو تو کیا اس کا صدقہ فطر بھی باپ پر واجب ہے کہ ادا کرے یا نہیں؟

المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

(جواب ۳۸۳) رمضان کی آخری تاریخ میں بھی پیدا ہونے والے بچہ کا صدقہ فطر دینا لازم ہے (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

### قربانی اور صدقہ فطر صاحب نصاب پر واجب ہے۔

المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

(سوال) صدقہ فطر اور قربانی صاحب نصاب پر واجب ہے یا [illegible] پر بھی؟

(جواب ۳۸۴) صدقہ فطر اور قربانی صاحب نصاب پر واجب ہے (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

### صدقہ فطر سے امامت کی اجرت دینا جائز نہیں!

(سوال) صدقہ فطر کے مستحق کون لوگ ہیں؟ آج کل فقراء مساکین کم ملتے ہیں اکثر صاحب نصاب ہیں بہت سے شہروں کے پیش اماموں کو صدقہ فطر دیتے ہیں وہ بھی صاحب نصاب ہوتے ہیں

بڑے بڑے شہروں میں پیش اماموں کی تنخواہ کافی ہوتی ہے ان کو صدقہ فطر سے تعلق ہی کیا ہمارے ملک مدراس میں ہمیشہ سے پیش اماموں کو صدقہ فطر دیتے ہیں سال بھر میں پانچ چھ روپے سب چندہ دیتے ہیں اور صدقہ فطر کا دھان آجاتا ہے اس کی کفایت پر امام سال بھر گزر کرتا ہے بہت

---

[illegible] ۳۱۱ [illegible]

(۲) [illegible] وصححه بقفیز وفی [illegible] قوله بقفیز [illegible] بحب صدقة الفطرة فی [illegible] رد المحتار کتاب الزکوۃ باب صدقة الفطر ۲/ ۳۶۱ ط سعید)

(۳) و وقت الوجوب بعد طلوع الفجر الثانی من یوم الفطر فمن مات قبل ذلک لم تجب علیه الصدقة [illegible] ولد او اسلم قبله وجبت [illegible] و یتعلق بهذا النصاب وجوب الاضحیة (هدایة، باب صدقة الفطر ۱/ ۱۹۲ ط رشیدیه کوئٹه)

(۴) وهی واجبة علی الحر المسلم المالک لمقدار النصاب فاضلا عن حوائجه الاصلية (هدایة، کتاب الزکوۃ، باب صدقة الفطر ۱/ ۱۹۱ [illegible])

سے آدمی ایسے ہیں کہ اماموں کو فطرہ مت دو اس پر امام کہتے ہیں کہ مت دو مگر اس کا عوض دیگر وهان دیدو بس اس پر خاموش ہیں اب یہ دائمی فطرہ امام کا حق توڑ کر فقراء کو جو در حقیقت صاحب نصاب ہیں دینا چاہئے یا نہیں المستفتی نمبر ۲۶۷۵ پیر زادہ عبدالرحیم صاحب ناروال ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ م ۸ جولائی ۱۹۴۱ء

(جواب ۳۸۵) صدقہ فطر صاحب نصاب کو دینا جائز نہیں اور امامت کی اجرت میں تو کسی طرح نہیں دیا جا سکتا یعنی امام صاحب نصاب نہ ہو جب بھی بطور اجرت امامت اس کو نہیں دے سکتے بلکہ امام کو لازم ہے کہ صدقہ فطر کو اپنا حق نہ سمجھے اور لوگوں کو لازم ہے کہ امام کی خدمت دوسرے طریق پر کریں محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

## خاوند پر بیوی کا اور والد پر بڑی اولاد کا صدقہ فطر واجب نہیں.

(سوال) بیوی کا صدقہ فطر اس کے میاں پر واجب ہے یا نہیں؟

(جواب ۳۸۶) خاوند پر بیوی کا صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں ہے شامی جلد ثانی ص ۸۲ میں موجود ہے (لاعن زوجته) لقصور المؤنة والولاية اذ لايلي عليها في غير حقوق الزوجية ولا يجب عليه ان يمونها في غير الرواتب لامداواة (نهر) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

**(جواب دیگر ۳۸۷)** بیوی اور بڑی اولاد اگر خود صاحب نصاب ہیں تو خود ادا کریں اور صاحب نصاب نہیں ہیں تو ان پر صدقہ فطر واجب ہی نہیں اگر کوئی شخص اپنی بیوی اور بڑی اولاد کی طرف سے صدقہ فطر ادا کر دے تو ادا ہو جائے گا محمد کفایت اللہ غفرلہ'

## باپ کے ساتھ مل کر کاروبار کرنے والی بالغ اولاد کا صدقہ فطر.

(سوال) زید کے چار لڑکے بالغ ہیں اور سب لڑکے زید کے ساتھ کاروبار کرتے ہیں سب کے خورد و نوش کا انتظام یکجائی ہے اور ان لوگوں کے پاس علاوہ حاجت اصلیہ کے ہزاروں روپے کی ملکیت ہے پس اس صورت میں صدقہ فطر ادا کرنا صرف زید پر واجب ہے یا سب پر؟ زید کی موجودگی میں اگر کسی لڑکے کا انتقال ہو جائے اور وہ بیوی بچے سب چھوڑے تو کل مال زید کا قرار پائے گا یا کچھ میت کا قرار پا کر اس میں وراثت جاری ہو کر بیوی بچے وارث ہوں گے؟ المستفتی نمبر ۲۰۵۸ محمد یاسین (مبارکپور

---

(۱) ومصرف هذه الصدقة ما هو مصرف الزكاة (هندية كتاب الزكاة باب صدقة الفطر ۱ ۱۹۴ ط كوئٹه)

(۲) كتاب الزكاة باب صدقة الفطر ۲ ۲۶۳ ط سعيد

(۳) لاعن زوجته وولده الكبير العاقل ولو ادى عنهما بلا اذن اجزأ استحسانا للاذن عادة (الدر المختار كتاب الزكاة باب صدقة الفطر ۲، ۳۶۳ ط سعيد)

ضلع اعظم گڑھ) ۲۶ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۲۱ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۸۸) اگر زید کے ان لڑکوں کی معیشت جدا نہیں ہے بلکہ باپ کے ساتھ سب شریک اور باپ کے مددگار ہیں تو ان میں سے کسی کی موت پر اس کی میراث ثابت نہ ہوگی کیونکہ اس کا اپنا ترکہ کچھ نہیں ہے(۱) ہاں صدقہ فطر ان سب کی طرف سے ادا کرنا پڑے گا(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## صدقہ فطر میں آٹا دینا جائز ہے.

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۳۲ء)

(سوال) یہاں عوام صدقہ فطر کے مسئلہ سے ناواقف ہیں سرداران دیہہ اپنی رائے سے جو دل دیتے ہیں وہی دیا جاتا ہے کوئی چاول کوئی دھان کوئی مٹر وغیرہ دے نصف صاع یا ایک صاع کے حساب سے دیتے ہیں اور وہ لیتے ہیں کہ ہمارے علاقے میں یہی پیدا ہوتا ہے گیہوں نہیں ہوتا لہٰذا اچھی کتاب سوم میں ہے "صدقہ شہر کی غالب خوراک سے ایک صاع ہے" فتاوی عالمگیری میں گیہوں نصف اور جو خرما، ایک صاع ہے ان کے سوا اور دوسرے اناج میں دینا جائز نہیں مگر باعتبار قیمت ہے۔ (۱) صحیح حکم واضح ہو؟ (۲) شہر میں گیہوں نہیں ہے یا کم ہے آٹا چاول عام جگہ موجود ہے آیا صدقہ آٹے کے حساب سے رکھا جاوے یا گیہوں وغیرہ کے حساب سے؟

(جواب ۳۸۹) گیہوں ایک صاع نہیں بلکہ نصف صاع ہے جو اور(۳) کھجور ایک صاع ہے ان کے علاوہ غیر منصوص اشیاء میں سے جو چیز دی جائے اس کی مقدار متعین نہیں بلکہ وہ اتنی ہی دی جائے کہ اس کی قیمت نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور کے برابر ہو گیہوں کا آٹا صدقہ فطر میں دیا جا سکتا ہے اور نصف صاع آٹا کافی ہے(۴) محمد کفایت اللہ غفرلہ،

## غیر مسلم کو صدقہ فطر دینا.

(سوال) صدقہ فطر کافر کو دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ المستفتی محمود خاں پیش امام جامع مسجد

---

(۱) لأن الأولاد إذا كانوا يكتسبون في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيء فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله لكونه معينا له ألا ترى لو غرس شجرة تكون للأب (رد المحتار، فصل في الشركة الفاسدة ٤/ ٣٢٥ ط سعيد)

(۲) ان لڑکوں پر فی نفسہ صدقہ فطر واجب نہیں لیکن چونکہ یہ اپنا سارا مال والد کو دیتے ہیں [illegible]

(۳) وهي نصف صاع من بر أو صاع من شعير أو تمر ... وما سواه من الحبوب لا يجوز إلا بالقيمة (هندية، كتاب الزكاة، الباب الثامن في صدقة الفطر ١/ ١٩١، ١٩٢ ط كوئٹہ)

(٤) نصف صاع من بر أو دقيقه أو سويقه أو زبيب وجعلاه كالتمر ... أو صاع تمر أو شعير ولو رديئا وما لم ينص عليه كذرة وخبز تعتبر فيه القيمة (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر ٢/ ٣٦٤، ٣٦٥ ط سعيد)

ضلع ہمیر پور

(جواب ۳۹۰) اہل ہنود کو نہیں دینا چاہیے محمد کفایت اللہ غفر لہ

# ساتواں باب
## عشر و خراج

### سرکاری محصول ادا کرنے سے عشر ساقط نہیں ہوتا

(سوال) سلطنت برطانیہ کو زمین کا محصول دینے کے بعد عشر ساقط ہو جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

(جواب ۳۹۱) سرکاری محصول ادا کرنے سے عشر ساقط نہیں ہوتا واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

### (۱) بٹائی پر دی گئی زمین کی کل پیداوار پر عشر واجب ہے
### (۲) جس غلہ کا ایک مرتبہ عشر ادا کیا ہو تو پھر اس پر عشر واجب نہیں
### (۳) جو جانور کھیتی کے کام آتے ہیں ان میں زکوۃ نہیں

(سوال) زید مستاجرہ موضع میں کاشت کرتا ہے اور ان مواضعات کا مالک ہے زمین [illegible] وغیرہ میں جو خرچ ہوتا ہے وہ زید کا ہے (۱) ملکی رواج کے موافق فصل پیدا ہونے کے بعد [illegible] چوتھائی حصہ [illegible] لیتے ہیں مثلاً [illegible] آراضی کل غلہ [illegible] میں جو صرف ہوتا ہے حصہ معافی دونوں کا غلہ [illegible] فصل میں سے صرف ہوتا ہے [illegible] جیسے کہ [illegible] (۲) بہت غلہ [illegible] عشر [illegible] ہے یا نہیں؟ (۳) زید کے پاس [illegible] کھیتی کے کام میں رہتے ہیں [illegible] المستفتی [illegible]

---

(۱) و مصرف هذه الصدقة ما هو مصرف الزكاة (هداية، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر ۱ / ۱۹۴ كوئٹه)

(۲) اخذ البغاة والسلاطين الجائرة زكاة الاموال الظاهرة كالسوائم والعشر والخراج لا اعادة على اربابها ان صرف المأخوذ في محله الآتي ذكره و الا يصرف فيه فعليهم فيما بينهم و بين الله اعادة غير الخراج (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم ۲ / ۲۸۹ ط سعيد)

۲۱۴ حاجی گل مدین خان زمیندار [illegible] ۲ ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ م ۱۸ فروری ۱۹۳۴ء

**جواب ۳۹۲)** (۱) اس صورت میں زمین کی کل پیداوار کا عشر نکالا جائے گا [illegible] خرچ کرنے کے بعد باقی کا [illegible] نکالنے سے شرعی مطلب پورا نہ ہوگا (۲) جس غلہ کا اس سال عشر نکال دیا گیا اس کی قیمت یا غلہ آئندہ سال تک باقی رہے تو اس میں سے دوبارہ عشر نکالنا واجب نہیں ہے(۲) (۳) ان جانوروں پر جو کھیتی کے کام کرتے ہیں کوئی زکوۃ نہیں ہے(۳) کھیتی کی بکریاں جن کو اپنے پاس سے سال کے اکثر حصہ میں چارہ دیتے ہیں ان پر زکوۃ واجب نہیں اور جو جانور کہ سال کے اکثر حصہ میں خود چر کر گزارہ کریں اور ان پر چارہ وغیرہ کا کوئی خرچ نہ کرنا پڑے ان پر زکوۃ واجب ہوتی ہے [illegible] خرچ کر کے [illegible] کی تعداد ۱۱۰ ہے تو اس میں دو بکریاں زکوۃ کی دینی ہوں گی(۴) کھیتی کے کام کرنے والے [illegible] اور آئندہ [illegible] باقی کا [illegible] کھیتی کے ایسے ہیں کہ ان کو خرچ کر کے کھلانا نہیں پڑتا ان کی تعداد معلوم ہو تو زکوۃ کا حال لکھا جا سکتا ہے محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## جس زمین پر عشر واجب نہ ہو اگر اس سے عشر نکالا جائے تو

**(سوال)** عشر سب زمینوں کی پیداوار میں واجب ہے یا کوئی زمین ایسی بھی ہے جس میں عشر واجب نہیں اگر عشر واجب نہ ہو تو اس کا ادا کرنا کیسا ہے؟ المستفتی نمبر ۷۰۲ بابو محمد حسن (ضلع پورنیہ) ۹ ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ م ۳ فروری ۱۹۳۶ء

**جواب ۳۹۳)** بعض زمینیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ ان کی پیداوار میں عشر واجب نہ ہو(۶) لیکن ایسی زمین کی پیداوار میں سے بھی احتیاطاً عشر نکال دیا جائے یا اس نیت سے کہ اس کے ذریعہ سے [illegible] پورے ہو جاتے ہیں نکال دیا جائے تو اس کے مستحسن ہونے میں شبہ نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

---

(۱) وفی شرح [illegible] الارض [illegible] والحاصل ان العشر عند الامام [illegible] فی البدائع [illegible] والعشر یجب فی الخارج (رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب العشر ۲/ ۳۳۵ ط سعید)

(۲) [illegible]

(۳) ولیس فی العوامل والحوامل والعلوفۃ صدقۃ (الہدایۃ، کتاب الزکاۃ ۱/ ۱۹۲ ط شرکت علمیۃ ملتان)

(۴) [illegible] فاذا کانت اربعین سائمۃ وحال علیها الحول ففیها شاۃ الی مائۃ وعشرین فاذا زادت واحدۃ ففیها شاتان الی [illegible] (الہدایۃ، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ السوائم، فصل فی الغنم ۱/ ۱۹۰ ط شرکت علمیۃ ملتان)

(۵) [illegible] علی [illegible] (الہدایۃ، کتاب الزکاۃ [illegible] ۱/ ۲۰۲ ط شرکت علمیۃ ملتان)

(۶) [illegible] ویحترز به عما وجد فی دار الحرب فان ارضها لیست ارض خراج او عشر (رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب الرکاز ۲/ ۳۲۰ ط سعید)

## سرکاری مالیہ دینے سے عشر ساقط نہیں ہوتا

(سوال) ہماری طرف کے بعض علماء کا خیال ہے کہ چونکہ ہماری زمینوں میں سے سرکاری مالیہ لیا جاتا ہے اب ان زمینوں کی پیداوار پر عشر لازم نہیں کیونکہ دو چیزوں کا لزوم نہیں ہوا کرتا؟

(جواب ۳۹۴) سرکاری مالیہ دینے سے عشر ساقط نہیں ہوتا(۱) ہاں سرکاری مالیہ جتنا دیا ہے اس کا عشر ساقط ہوگیا جتنا غلہ باقی رہا اس کا عشر ادا کرنا چاہیے مثلاً دس من پیدا ہوا اس میں سے دو من سرکار نے لے لیا تو باقی آٹھ من کا عشر ادا کرے محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

## دارالحرب کی زمین میں عشر وغیرہ نہیں۔

(سوال) جے پور اسٹیٹ کی زراعتی زمین ملکیت راجہ صاحب کی ہے رعیت کو زمین پر صرف یہ حق حاصل ہے کہ وہ فصل بونے اور کاٹ کر اپنے کام میں لانے اور جو مالگذاری اسٹیٹ کی طرف سے مقرر ہے وہ سالانہ داخل خزانہ کرے زمین کو بیع و رہن کرنے کا کسی کو بھی حق نہیں ہے اور فصل بارش سے اوپر منحصر ہے اگر بارش ہوئی تو کچھ ورنہ کچھ پیدا نہیں ہوتا تو اس زمین کی پیداوار کے بارے میں زکوۃ کا کیا حکم ہے اور زکوۃ نکالنے کا حکم ہو تو کس حساب سے زکوۃ نکالنی چاہیے؟ المستفتی نمبر ۱۹۹۵ محمد حسین صاحب (جے پور اسٹیٹ) ۳ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۸ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۹۵) اس ریاست کی زمین کی پیداوار پر زکوۃ و عشر نہیں ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

## عشر ہر پیداوار میں ہے خواہ کم ہو یا زیادہ۔

(سوال) پیداوار کھیتی پر عشر جو طریقہ ہے یعنی نہر کنویں پر بیسواں حصہ اور بارانی پر دسواں حصہ تو یہ اس میں بھی نقدی شرائط ہیں اگر کسی کے یہاں صرف ایک من ہی پیدا ہو تو اس میں سے عشر نکالے یا نہیں نیز غلہ میں سے جو نکال کر مدرسہ اسلامیہ کے طلبہ اور تبلیغی حضرات کو جن میں اکثر صاحب نصاب بھی رہتے ہیں کھلا سکتے ہیں یا نہیں المستفتی میاں جی نور محمد موضع نگی ضلع گوڑگاؤں

(جواب ۳۹۶) عشر ہر پیداوار میں ہے خواہ کم ہو یا زیادہ(۳) عشر یا نصف عشر صرف غریبوں کا حق ہے صاحب نصاب کو دینا یا کھانا کھلانا جائز نہیں ہے(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) دیکھیں صفحہ نمبر ۳۱۶ حاشیہ نمبر ۲

(۲) یہ علاقہ دارالحرب ہوگا کیونکہ دارالحرب کی زمین میں عشر وغیرہ نہیں فان ارضها ليست ارض خراج او عشر (رد المحتار، کتاب الزکوة باب الركاز ۲/ ۳۲۰ ط سعيد)

(۳) ويجب العشر عند ابي حنيفة في كل ما تخرجه الارض (هندية، كتاب الزكاة، الباب السادس في زكاة الزروع والثمار ۱/ ۱۸۶ ط رشيديه، كوئته)

(۴) دیکھیں صفحہ نمبر ۳۴۳ حاشیہ نمبر ۱

## سابقہ دار الاسلام کی خراجی زمینوں پر عشر

(سوال) ہندوستان کی جو زمینیں حکومت اسلامیہ کے عہد میں خراجی تھیں ان کی پیداوار میں آج جب کہ ہندوستان دار الاسلام نہیں رہا ہے مسلمانوں کے ذمہ عشر واجب ہوگا یا نہیں؟

(جواب) (از مولوی جمیل الرحمن سیوہاروی) وبعد التوفیق اول چند مقدمات ممہد ہیں جن کے نتیجہ میں جواب سوال بوضاحت معلوم ہو سکتا ہے۔

المقدمۃ الاولیٰ۔ وجوب عشر کے بارے میں کتاب و سنت کا عموم اطلاق تو اس کا مقتضی ہے کہ مسلمانوں کی ہر پیداوار میں خواہ وہ عشری زمینوں کی پیداوار ہو یا خراجی زمینوں کی عشر واجب ہو قال اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین امنوا انفقوا من طیبت ما کسبتم و مما اخرجنا لکم من الارض (۱) قال المحقق ابن الھمام ان العمومات تقتضیہ مثل قولہ علیہ السلام ما سقت السماء ففیہ العشر فانہ یقتضی ان یوجب مع الخراج (فتح) (۲)، لیکن حنفیہ نے اراضی خراجیہ سے وجوب عشر کو مرتفع قرار دیا ہے تو اس کا باعث یہ حدیث مرفوع ہے قال ﷺ لا یجتمع علی مسلم خراج و عشر قال ابن ھمام ذکرہ ابن عدی فی الکامل (فتح جلد ٤) (۳) اور آثار صحابہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ وہ اراضی خراجیہ کا خراج ادا کیا کرتے تھے وقد صح ان الصحابۃ اشتروا اراضی الخراج و کانوا یؤدون خراجھا (ھدایہ) (٤) بہرحال ابن عدی والی نص مذکور کی بناء پر چونکہ عشر و خراج کے درمیان اجتماع جائز نہیں ہے اس سے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ خراجی زمینوں سے عشر ہی ساقط ہوگا خراج نہیں اس تمہید سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ سقوط عشر کے لئے صرف وجوب خراج ہی مانع ہے ورنہ مقتضائے اصل وجوب عشر ہے قال ابن عابدین ان المانع من وجوبہ کون الارض خراجیۃ لانہ لا یجتمع العشر مع الخراج فشمل العشریۃ وما لیست بعشریۃ ولا خراجیۃ (شامی جلد ۲ ص ٦٦) (۵) وقال انھم قد صرحوا بان فرضیۃ العشر ثابتۃ بلکتاب والسنۃ والاجماع والمعقول وبانہ زکوۃ الثمار وبانہ یجب فی الارض الغیر الخراجیہ وبانہ یجب فیما لیس بعشری ولا خراجی الی ان قال لعموم قولہ تعالیٰ (شامی جلد ۳ ص ۳۵۲) (٦) شامی کی اس عبارت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ فقہاء نے بعض اقسام اراضی کو جو عشریہ یا خراجیہ کہا ہے تو اس سے یہ مراد نہیں کہ مسلمانوں کی کسی زمین پر نہ خراج واجب ہو اور نہ اس کی پیداوار میں عشر فرض ہو

---

(۱) البقرۃ ۲٦٦

(۲-۳) کتاب السیر' باب العشر' والخراج' ٤٢/٦ ط مصطفی حلبی مصر

(٤) کتاب السیر' باب العشر' والخراج ۵۹۳/۲ شرکت علمیہ' ملتان

(۵) کتاب الزکاۃ' باب العشر ۲۲۵/۲ ط سعید)

(٦) کتاب الجھاد' باب العشر والخراج مطلب اراضی المملکۃ والحوز لا عشریۃ ولا خراجیۃ ١٧٨/٤ ط سعید)

وعلى فرض سقوط الخراج لا يسقط العشر لان الارض المعدة للاستغلال لا تخلو من احدى الوظيفتين (شامی ۲ ۲۶۸)(۱) بہرحال ان اقسام اراضی و مختلف صفات کی توظیف اور عشری و خراجی ہونا بیان کیا ہے علامہ شامی نے اراضی مملکات اراضی مصر و شام کے بارے میں جو طویل بحث کی ہے وہاں اس مقصد کو سامنے رکھ کر تحقیق کی ہے (شامی باب العشر جلد ۲ باب الخراج جلد ۳)

المقدمة الثانیہ خراج و جزیہ دارالاسلام کی خصوصیات ہیں لہذا جو ملک دارالاسلام نہیں ہے اس میں وجوب خراج حقیقۃً متصور نہیں ہے قال فی العناية فی باب الجزية والخراج ان كلا منهما من احكام دارنا فمتى رضي بوجوب الخراج عليه رضي بان يكون من اهل دارنا (عناية نهاية تحت قوله فاذا وضع عليه الخراج فهو ذمي لان خراج الارض بمنزلة خراج الراس الخ) وقال شمس الائمة السرخسي ان خراج الارض لا يجب الا على من هو من اهل دار الاسلام لانه حكم من احكام المسلمين و حكم المسلمين لا يجري الا على من هو من اهل دارنا (سير كبير جلد ٤)(۳) ان خراج الاراضي تبع لخراج الجماجم (مبسوط باب العشر)(٤) انه بمنزلة الفئ (هداية باب العشر والخراج)(٥)

المقدمة الثالثة عشر و خراج ایسے وظائف نہیں ہیں جن میں کوئی تغیر و تبدل ممکن نہ ہو بلکہ حالات کے ماتحت یہ بھی متبدل ہو جاتے ہیں مثلاً عشری زمین اگر کسی کافر کے پاس پہنچ جائے تو وہ خراجی ہو جاتی ہے یونہی خراجی بھی بعض حالات میں عشری بن جاتی ہے ارض الخراج اذا انقطع عنها ماء الخراج و صارت تسقى بماء العشر فهي عشرية (عالمگیریہ باب العشر ص ۲ [illegible] الغرض تبدیل دار سے بھی تمام وظائف متغیر ہو جاتی ہیں تو کیا دار حرب جدید پر مسلمانوں کے دوبارہ قبضے کے وقت توظیف جدید سے امام وقت کو اختیار حاصل ہے اور وہ توظیف قدیم کا پابند نہیں ہے

ولو ان قوما من المسلمين ارتدوا و غلبوا على دارهم او على دار من ديار المسلمين و صارت دار حرب بالاتفاق ثم ظهر عليهم المسلمون (الى ان قال) فان اسلم المرتدون بعد ما ظهر عليهم الامام كانوا احرارا لا سبيل عليهم وان لم يسلموا و ذراريهم واموالهم فالامام فيه بالخيار ان شاء قسمها بين الغانمين و جعل على الاراضي العشر وان شاء من عليهم بالنساء والذراري و الاموال والاراضي ووضع على اراضيهم الخراج ان شاء و ان شاء وضع عليها العشر وان راى الامام ان يجعل

---

(۱) كتاب الزكاة باب العشر مطلب مهم في حكم اراضي مصر و الشام السلطانية ۲ ۳۲۷ ط سعيد

(۲) هداية كتاب السير باب المستامن ۲ ۵۸٦ ط شركت علميه ملتان )

(۳) شرح السير الكبير

(٤) ۲ ۸ ط دار المعرفه بيروت

(٥) ۲ ۵۹۰ ط شركت علميه ملتان

(٦) ۲ ۲۳۷ ط ماجديه كوئٹه

ما كان من اراضيهم عشريا على حاله وما كان خراجيا على حاله فله ذلك (الى آخر البحث عالمگيری ج ٢ ص ٨٢٢)(١)

ان مقدمات کا حاصل یہ ہے کہ مسلمانوں کی پیداوار میں حکم اصلی وجوب عشر ہے لیکن وجوب خراج کے عارض کی بنا پر شرط وجوب عشر مرتفع ہو جاتا ہے جب وجوب خراج کی علت متحقق نہ ہو یا مرتفع ہو جائے تو مقتضائے اصلی یعنی وجوب عشر عود کر آئے گا اور چونکہ ہندوستان کے دار الاسلام نہ رہنے کی شکل میں وجوب خراج مرتفع ہو چکا ہے اس لئے یہاں کی جو زمینیں پہلے سے عشری تھیں اب [illegible] ان کی پیداوار میں بھی مسلمانوں کے ذمہ عشر واجب ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانان ہندوستان کی پیداوار میں اس وقت علی الاطلاق عشر واجب ہے۔ لعموم اطلاقات الكتاب والسنة كما بيناه تحریر مذکور میں دفع دخل کے طور پر یہ اشارہ دیا ہے کہ شاید یہ کہا جائے کہ ہندوستان میں اراضی دار الحرب کے حکم میں ہیں یہ جو تحریر تھی ان العشر والخراج انما يجب في اراضي المسلمين وهذه اراضي اهل الحرب واراضي اهل الحرب ليست بعشرية ولا خراجية (٢) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دار الحرب میں علی الاطلاق عشر واجب نہیں ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وجوب عشر کے لئے ملک ارض شرط ہے تو اس کے متعلق یہ وضاحت ضروری ہے کہ صاحبین کے مسلک مفتی بہ کے مطابق وجوب عشر کے لئے محض ملک الخارج کافی ہے قال في البدائع ملك الارض ليس بشرط لوجوب العشر وانما الشرط ملك الخارج فيجب في الاراضي التي لا مالك لها وهي الاراضي الموقوفة لعموم قوله تعالى يا ايها الذين امنوا الخ (بدائع ص ٥٧ ج ٢)(٣) قال ابن عابدين قد صرحوا بان فرضية العشر ثابتة بالكتاب والسنة (الى) وبان الملك غير شرط فيه ملك الخارج (شامی ص ٣٥٢ ج ٣)(٤) اور انہی کے قول پر وجوب العشر على المستاجر متفرع ہے وقالا على المستاجر كمستعير مسلم و في الحاوي وبقولهما ناخذ (درمختار، باب العشر)(٥) چنانچہ یہی بحث ہے کہ زمین کے مالک اگر کافر ہوں تو ان سے مسلمان کاشتکاروں پر عشر واجب ہے ولو اعارها من كافر فكذلك الجواب عندهما لان العشر عندهما في الخارج على كل حال (بدائع الصنائع ص ٥٧ ج ٢)(٦) والله تعالى اعلم وعلمه اتم واحكم

* * *

---

(١) كتاب السير، باب الرابع في الغنائم، فصل في الغنائم ٢/٢٠٥-٢٠٦ ط كوئٹه

(٢) باب عشر ٢٠٣ من الخمس في المعدن ٥/٢١٦٧ ط حركت الانقلاب الاسلاميه [illegible]

(٣) كتاب الزكاة، فصل واما شرائط الفرضية ٢/٥٦ ط سعيد

(٤) كتاب الجهاد، باب العشر والخراج ٤/١٧٨ ط سعيد

(٥) كتاب الزكاة، باب العشر ٢/٣٣٤ ط سعيد

(٦) كتاب الزكاة، فصل واما شرائط الفرضية ٢/٥٦ ط سعيد

الاحقر الافقر محمد شفیع [illegible] دیوبندی غفرلہ ۱۸ محرم الحرام ۱۳۶۶ھ

تصدیق شیخنا جناب حضرت مولانا (محمد اعزاز علی غفرلہ) صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند

۲۵ صفر ۱۳۶۶ھ ([illegible] نائب مفتی دارالعلوم دیوبند)

تصدیق مولانا (مسعود احمد عفی عنہ مدرس دارالعلوم دیوبند)

تصدیق فخر علماء حضرت مولانا سید (فخر الدین احمد غفرلہ مدرس مدرسہ شاہی مسجد مرادآباد)

(۳۹ نوٹ از حضرت مفتی اعظم) ہندوستان کی زمینوں میں کئی صورتیں پیدا ہو گئی ہیں اس لئے غور کرنا اور پھر ان زمینوں کا حکم بتانا ضروری ہے یہ تحریر ان پر کافی روشنی نہیں ڈالتی اس لئے زیادہ غور [illegible] اور پوری تحقیق کے محتاج ہے۔ محمد کفایت اللہ لہ

# آٹھواں باب
# صدقاتِ نافلہ

## غنی کو نفلی صدقہ دینا

(سوال) یہاں پر دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا غنی آدمی جس پر زکوۃ دینی فرض ہے صدقہ نافلہ کا مستحق ہے یا نہیں ایک فریق مدعی ہے کہ غنی شخص علیہ الزکوۃ وقتیہ کے طور کے صدقہ نافلہ کا مستحق ہے اس پر شرعاً کوئی مواخذہ نہیں صدقہ نافلہ کے اکل میں غریب و امیر کا کوئی امتیاز نہیں دوسرا فریق مدعی ہے کہ غنی شخص علیہ الصدقہ کے لئے صدقہ نافلہ کا بطور صدقہ کے کھانا ہرگز شرعاً جائز نہیں ہو سکتا ورنہ امراء کے مقابلہ میں غرباء کو کوئی پوچھے گا بھی نہیں۔ المستفتی نمبر ۱۰۳ الف دم محمد صاحب (ملتان) ۱۶ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ م ۸ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۹۸) غنی مالک نصاب کو اگر صدقہ نافلہ دیا جائے تو وہ صدقہ نہیں رہتا بلکہ ہدیہ ہو جاتا ہے اس لئے غنی کو دینے والے کو صدقہ کا ثواب نہیں ملے گا اور غنی اگر لے گا تو صدقہ لینے والا نہ کہا جائے گا بلکہ ہدیہ لینے والا قرار دیا جائے گا(۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

---

(۱) لان الصدقة على الغني هبة (الدر المختار، كتاب الهبة ۵/ ۶۹۸ ط سعيد)

# نواں باب
# بیت المال اور قومی فنڈ

## ایسے اداروں کو زکوۃ دینا جو غریبوں کو قرضہ دیتے ہیں

(سوال) ہمارے شہر یا اہل قصبہ نے چندے کے طور پر یا اور کسی صورت سے چھ روپیہ وصول کر کے ایک فنڈ قائم کیا اور اس فنڈ کو بیت المال قرار دیا اور اس بیت المال کا مقصد یہ ہے کہ وقتاً فوقتاً تنگی میں غرباء فقراء امداد حاصل کریں اور فراخی وقت میں پھر وہ روپیہ واپس وصول کریں۔ اب سوال یہ ہے کہ اس بیت المال میں زکوۃ صدقہ فطرہ قربانی کی کھال کا روپیہ داخل کر سکتے ہیں یا نہیں؟ مسجد کا مال اس کے ساتھ ملا کر رکھ سکتے ہیں یا نہیں مگر حساب الگ رہے گا نیز اس کو واقعی طور پر بیت المال کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہ کہہ سکیں تو فرمائیے کہ بیت المال کے لئے کیا کیا شرط ضروری چاہئے اس میں کون کون سا مال داخل کرتا تھا نیز اس بیت المال کو صرف کرنے کے لئے فقراء مساکین کو مع شرط مذکورہ کے دینے کے علاوہ کسی مدرسہ میں کسی طالب علم کو مسافر اور اشاعت اسلام کے کام کے لئے وغیرہ وغیرہ دوسرے مواقع جو مصارف بیت المال ہیں ان کو بھی دیا جا سکتا ہے امید ہے کہ ہمیں شریعت کے حکم سے مطلع فرما کر مع استدلال کے ممنون و مشکور فرمائیں گے۔ المستفتی نمبر ۲۳۳۲ منصور الحق [illegible] ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ ۲۲ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۳۹۹) بیت المال کے معنی یہ ہیں کہ اس میں اموال جمع کئے جائیں اور اپنے اپنے مصرف میں صرف کئے جائیں۔ فقہاء نے چار بیت المال ذکر کئے ہیں (اول) خمس غنیمت اور رکاز رکھنے کے لئے (دوم) زکوۃ سوائم اور عشر وغیرہ رکھنے کے لئے (سوم) خراج اور جزیہ وغیرہ کے لئے (چہارم) لاوارث اموال کے لئے (۱) پہلی دو قسموں کے بیت المال کے اموال کا مصرف فقراء مساکین اور وہ مواقع ہیں جو نص قرآنی واعلموا انما غنمتم الخ (۲) اور انما الصدقات للفقراء الخ (۳) میں مذکور ہیں ان میں حنفیہ کے نزدیک تملیک ضروری ہے (۴) ان کو بطور قرض کے دینا اور پھر واپس لینا درست نہیں نیز طالب علم کو تملیک کے طور پر دیا جائے تو جائز ہے اسی طرح مسافر کو اشاعت اسلام میں تملیک

---

(۱) شعر: بیوت المال اربعة لكل مصرف بينته العالمونا فاولها الغنائم والكنوز ركاز بعدها المتصدقونا (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب العشر ۲: ۳۳۷ ط سعيد)

(۲) واعلموا انما غنمتم من شيء فان لله خمسه وللرسول ولذي القربى واليتمى والمسكين وابن السبيل (الانفال: ۴۱)

(۳) انما الصدقت للفقراء والمسكين والعملين عليها والمؤلفة قلوبهم وفي الرقاب والغرمين وفي سبيل الله وابن السبيل (التوبة: ۶۰)

(۴) دیکھیں صفحہ نمبر ۳۰۴ حاشیہ نمبر ۱

مستحق کی تملیک کے طور پر دیا جائے تو جائز ہوگا ورنہ نہیں محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## اجتماعی ادارے کا قرض دینے کے لئے ٹکٹوں کی شرط لگانا.

(سوال) موضع نواب گنج ضلع پرتاب گڑھ میں تقریباً دو سو گھر مسلمانوں کے ہیں جس میں ۱۹۳۶ء سے بنام بیت المال ایک قائم ہے جس کا مقصد مسلمانوں کو سودی قرض سے بچانے اور [illegible] کے محتاجوں اور وارثوں کی میتوں کی تجہیز و تکفین اور یتیموں بیواؤں کی امداد کرنا ہے مگر اب تک ذرائع آمدنی ایسے نہیں جس سے خرچ آمد و رفت پورا ہو سکے یہ بھی واضح رہے کہ کسی مسلمان پر کسی قسم کا چندہ نہیں ہے بلکہ صرف آمدنی فطرہ و چرم قربانی و عقیقہ اور زکوٰۃ ہے جس پر اب تک چلایا گیا ہے اس وقت بیت المال بالکل خالی ہے اور مسلمان کاشتکاروں کو روپیہ تخم ریزی کے لئے [illegible] دیا جائے آج کل یہ طے پایا ہے کہ آمدنی بڑھانے کے لئے ٹکٹ بنوائے جائیں یعنی جو قرض دار [illegible] فارم پر چسپاں کر کے درخواست دے تو بلا سودی قرضہ تین ماہ کے لئے دیا جائے ایک روپے سے پانچ روپے تک کے قرض دار وہ آنے کا ٹکٹ چسپاں [illegible] تو اس قسم کا معاملہ جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۵۰۵ جنرل سیکرٹری بیت المال نواب گنج ضلع پرتاب گڑھ مورخہ ۴ صفر ۱۳۵۹ھ م ۱۴ مارچ ۱۹۴۰ء

(جواب) فارم کے ٹکٹوں کی قیمت قرض خواہوں سے لے کر قرض دینا بھی جائز نہیں یہ ٹکٹوں کی قیمت قرض خواہوں سے لینا سود ہے۔ واللہ اعلم

اجابہ وکتبہ حبیب المرسلین نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

(جواب ۴۰۰) ہو الموفق اس صورت کی اباحت کی گنجائش ہے کیونکہ یہ رقم دفتری مصارف کے کام میں آئے گی کسی شخص کے ذاتی منافع کے لئے قرض پر کوئی سود نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

## موجودہ دور میں بیت المال کی ضرورت.

(الجمعیۃ مورخہ ۵ اپریل ۱۹۳۰ء)

(سوال) موجودہ صدی میں کس قدر مسلمانوں کی جائیدادیں سود کی نذر ہو چکی ہیں آئندہ ان کی حفاظت کے لئے کیا اسلامی مالیہ یعنی بیت المال کا افتتاح کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

(جواب ۴۰۱) مسلمانوں کی موجودہ تباہی و ہر طرف سے ذلت آمیز پستی کس درجہ تک پہنچ گئی ہے

---

(۱) [illegible] ۳۰۴ [illegible] ج ۳

(۲) [illegible]

[illegible] کرنے والوں کے کاغذات اور دفتری اخراجات کو مد نظر رکھا گیا ہے

کہ اب اس سے غفلت و اغماض برتنا قومی جرم ہو گیا ہے اس میں بھی شک نہیں کہ مذہبی بے پروائی اور جہالت کے علاوہ اقتصادی کمزوری بھی اسباب تباہی میں سے بڑا سبب ہے سودی قرضوں نے ان کی جائدادوں تجارتوں کو تدریجی رفتار غارت کر دیا ہے اور رات دن ان کو ہلاکت کے عمیق غار کی طرف لے جا رہے ہیں ایسی حالت میں تمام ایسی تدبیریں جو مسلم قومیت کو اس مہیب اور مہلک خطرے سے بچانے میں مؤثر اور مفید ہوں عمل میں لانا بزرگان قوم کا انسانی و ملی فریضہ ہے بلاشبہ اگر قومی بیت المال قائم ہو جائے اور صحیح اصول پر اس کی ترتیب و تنظیم کر لی جائے تو تمام مفاسد کا دفعیہ آسانی سے ہو سکتا ہے اور اس صورت میں قوم مسلم دین و دنیا کے فوائد و برکات سے مالامال ہو جائے گی۔ واللہ الموفق

محمد کفایت اللہ غفر لہ، دہلی

الجواب صحیح۔ وحید حسین مدرسہ امینیہ محمد عنایت اللہ عفی عنہ مدرسہ نعمانیہ تاج الدین عفی عنہ مدرسہ رحیمیہ

خدا بخش عفی عنہ مدرسہ امینیہ نور الحسن عفی عنہ مدرسہ حسین بخش محمد فرید اللہ مدرسہ نعمانیہ ضیاء الحق عفی عنہ (دیوبندی) مدرسہ امینیہ

بیت المال ایک نہایت ضروری چیز ہے بشرطیکہ صحیح ضوابط و قواعد کے ماتحت اس کا اجرا کیا جائے اور معتمد دیانت دار اصحاب کی نگرانی میں اس کی حفاظت کی جائے احمد سعید دہلوی۔ بیت المال کی سخت ضرورت ہے مسلمان اس طرف توجہ کریں اس میں مسلمانوں کی بہتری ہے اس کے متعلق جو شرائط و ضوابط ہوں ان کا لحاظ ضروری ہے بغیر قیام بیت المال مسلمانوں کا کام درہم برہم ہو رہا ہے احمد اللہ مدرس دار الحدیث رحمانیہ بیشک اگر معتمدین کی نگرانی میں بیت المال قائم کیا جائے اور وہ اپنے صحیح مصرف پر خرچ کیا جائے تو اس سے بہتر مسلمانوں کی بہبودی کے لئے کوئی دوسرا کام نظر نہیں آتا مگر معاونین بیت المال پر ضروری ہے کہ وہ اس کے کارکنان کا اچھی طرح اطمینان کر لیں تاکہ ان کا مال ضائع نہ ہونے پائے محمد مظہر اللہ غفر لہ امام مسجد فتح پوری۔ چونکہ قوم کی حالت اکثر اعتبارات سے ناگفتہ بہ ہے خصوصاً قرضوں کے بار گراں نے جس حضیض تنزل تک قوم کو پہنچا دیا ہے وہ بھی اظہر من الشمس ہے لہذا اس کا علاج اور مؤثر علاج اگر ہو سکتا ہے تو وہ قوم ہی کی اجتماعی امداد (بیت المال) ہو سکتی ہے لہذا اس کی طرف فوری توجہ کی شدید ضرورت ہے محمد امین پرنسپل طبیہ کالج قرول باغ دہلی

ایسے ادارے کو زکوٰۃ دینا جو غریبوں کو قرضہ فراہم کرتا ہو۔

(سوال) دہلی کے پنجابی سوداگران نے جو بغرض تجارت کلکتہ میں بود و باش اختیار کئے ہوئے ہیں اپنی ایک قومی جماعت بنائی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ آپس میں محبت و شفقت کے جذبہ کو فروغ دیا جائے آپس کے تنازعات کا فیصلہ کیا جائے اور اپنے یہاں کے ناداروں اور بیکاروں کو کام سے لگانے کی کوشش کی

جاتے ناداروں کی کفالت اور امداد بیکاری کے سلسلہ میں ایک امدادی شعبہ قائم کیا گیا ہے اور چند ماہ سے اس کا انتظام کیا گیا ہے لیکن امداد کی یہ صورت اختیار کی گئی ہے کہ کسی کو رقم بالمقطع نقد دی جائے کسی کے وظیفے مقرر نہ کئے جاویں بلکہ ضرورت مند کی (جو قوم کا فرد ہو) امداد ایک ایسی صورت سے کی جائے جس کے ذریعہ وہ کوئی کام کر سکے اور ایک مدت معینہ کے بعد (جو ضرورت مند کے احوال پر منحصر ہے) جو رقم امداد کے طور پر دی گئی ہو جمعیت کو واپس مل جائے یعنی امداد قطعی نہ ہو بلکہ عارضی بصورت قرض ہو تاکہ ایک رقم سے بہ تعداد اشخاص فائدہ حاصل کر سکیں اور سلسلہ قائم رہ سکے نیز قوت بازو سے روپیہ پیدا کرنے سے قبل ضمانت جو سب جانتے ہیں ضمانت کرتے اس وجہ سے جب امداد دینے کے ضروری رہ گیا ہے کہ کسی قسم کی ضمانت پیش کرے چاہے وہ کسی معتبر شخص کی ضمانت ہو یا کسی چیز کی ضمان جیسے کہ اس کے پاس موجود ہو (مثلاً معمولی زیور وغیرہ) یا پھر وہی مال جو امداد شدہ رقم سے خریدا جائے وہی بطور ضمانت رہا جائے وغیرہ وغیرہ۔ تب یہ قاعدہ رکھا جائے مقصد اس شرط سے صرف اتنا ہے کہ سائل کے دماغ میں ایک وقت ایک قسم کا بوجھ رہے جو اسے اپنے فرائض سے غافل نہ ہونے دے یہ خیال ہے کہ ایسی تجویز سے ایک رقم کثیر کی ضرورت ہے اور امداد بھی بعض حالات میں سو دو سو اڑھائی سو روپے تک کی گئی ہے مسئلہ درپیش یہ ہے کہ زکوٰۃ کے روپے سے اس فنڈ کو فروغ دیا جا سکتا ہے یا نہیں روپیہ دینے والی جمعیت ہے اس کو خرچ کرنے کا اختیار بھی جمعیت کو ہے جو شخص اس فنڈ میں ایک دفعہ روپیہ دیتا ہے اس کو وہ نہیں دیا جاتا ہے اب تک اس معاملہ میں مختلف علماء سے جو مسئلہ دریافت کیا گیا تو مختلف جوابات ملے اس وجہ سے آپ سے گزارش ہے کہ براہ مہربانی اس بارے میں اپنا فتویٰ صادر فرما کر ممنون فرمائیں۔

المستفتی نمبر ۲۳۵۵ جمعیت قوم پنجابیان دہلی مقیم کلکتہ ۵ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ م ۳ جولائی ۱۹۳۸ء

جواب ۲۰۴) قوم کی امداد کی غرض سے یہ تجویز بہت اچھی اور مبارک اور مفید تجویز ہے اس میں امداد کی رقوم اور صدقات نافلہ دیئے جا سکتے ہیں۔

لیکن زکوٰۃ اور صدقات واجبہ (صدقہ فطر، کفارات) کی رقم اس میں نہیں دی جا سکتی کیونکہ شریعت نے مصارف زکوٰۃ و صدقات واجبہ کی صحت ادا کے لئے تملیک مستحق شرط قرار دی ہے اور اس میں چونکہ رقم تملیکاً نہیں دی جاتی بلکہ بطور قرض بعد ضمانت دی جاتی ہے اس لئے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی اور فقہاء ایسی صورتوں میں بھی زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنے کو ناجائز کہتے ہیں جن میں تملیک بھی نہیں

---

(۱) ویشترط ان یکون الصرف تملیکاً لا اباحۃ کما مر ولا یصرف الی بناء نحو مسجد ولا الی کفن میت وقضاء دینہ الخ وفی الشامیۃ قولہ نحو مسجد کبناء القناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانہار ما لا تملیک فیہ الخ (رد المحتار، کتاب الزکوٰۃ، باب المصرف ۲ / ۳۴۴ ط سعید)

ہوتی مگر تملیک نہ ہونے کی وجہ سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی جیسے تعمیر مسجد، تعمیر چاہ، تکفین وغیرہ، اس فنڈ میں زکوۃ کی رقوم جس قدر لی جائیں وہ بطور تملیک بغیر عوض خرچ کرنی ہوں گی۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) راجع صفحہ نمبر ۲۹۸ حاشیہ نمبر ۱

# کتاب الحج والزیارۃ

## پہلا باب
## فرضیت حج
## مسودہ قانون حج پر تفصیلی نظر

### (۴۰۳) حج پر جانے کیلئے واپسی کا کرایہ پہلے جمع کرانے کی شرط مذہبی مداخلت ہے۔

(سہ روزہ اخبار الجمعیۃ شمارہ نمبر ۳ جلد نمبر ۱ مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۲۵ء م ۱۹ رجب ۱۳۴۳ھ)

### حجاج کے لئے واپسی ٹکٹ کی ناروا قید

آج کل مجلس واضع قوانین ہند (اسمبلی) میں قانون جہازرانی ہند کے بعض دفعات کی ترمیم کے متعلق ایک مسودہ قانون زیر غور ہے جس کا منشا یہ ہے کہ زائرین بیت الحرام (حجاج) پر قانوناً لازم کر دیا جائے کہ وہ جاتے وقت واپسی کا ٹکٹ خریدیں یا بقدر ٹکٹ واپسی کی رقم کسی افسر کے پاس جمع کرادیں جو گورنمنٹ کی جانب سے اس کام کے لئے نامزد کر دیا جائے گا۔ اس پابندی کے عائد کرنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ہندوستانی حاجیوں کی ایک معقول تعداد جدہ میں بوجہ کرایہ واپسی نہ ہونے کے پڑی رہتی ہے اور خود بھی ناداری اور فقر و فاقہ کی وجہ سے طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہو جاتی ہے اور اہل جدہ کے لئے بھی ایک مصیبت اور وبال بے درمان ہو جاتی ہے۔ عرب حکومت ایسے حاجیوں کو ہندوستان بھیجنے کے لئے تقاضا کرتی ہے اور گورنمنٹ ہند کے پاس ایسی کوئی مد نہیں کہ اس میں سے ان نادار حجاج کو کرایہ دے کر ہندوستان پہنچایا جائے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس قسم کا ایک قانون بنایا جائے کہ کوئی حاجی ہندوستان سے اس وقت تک روانہ نہ ہو سکے جب تک وہ اپنی واپسی کا باقاعدہ انتظام نہ کر لے اور اس کی صورت یہی ہے کہ یا واپسی کا ٹکٹ خریدے یا اس قدر رقم جمع کرادے۔

### مسلمان ممبران اسمبلی میں اختلاف

اسمبلی کے مسلمان ممبروں میں اس قانون کے متعلق اختلاف رائے ہو گیا۔ بعض ممبران نے اس کو مذہبی مداخلت سمجھا اور اس بنا پر اس کی مخالفت کی اور بعض ممبران نے اس کو ایک انتظامی ضروری قانون قرار دیا اور اس میں مذہبی مداخلت کو تسلیم نہ کیا اور اس کے حق میں رائے دی۔

گورنمنٹ نے یہ دیکھ کر کہ مسلمان ممبران اسمبلی میں اختلاف ہے اس مسودہ قانون کو بحث

سے تعلیم یافتہ اور عہدے داران و رؤسا کے پاس بھیج اور جمعیۃ علما کے پاس بھی بھیجی کہ اس کے متعلق اہل الرائے اور مذہبی جماعتیں اپنی رائے کا اظہار کریں۔ جمعیۃ علما کے اجلاس مراد آباد میں یہ مسئلہ زیر بحث آیا اور دو گھنٹے کامل اس پر مباحثہ ہوتا رہا موافق و مخالف آراء کا اظہار اور طرفین سے استدلال و جواب کا خوب معرکہ رہا۔ بالآخر اجلاس نے اس وقت یہ فیصلہ کیا کہ اس مسئلے کو جمعیۃ علما کی مجلس عاملہ کے سپرد کر دیا جائے تاکہ وہ آخری فیصلے سے گورنمنٹ کو مطلع کر دے۔

## جمعیۃ علما کی مجلس عاملہ کا اجلاس

۲۸ جنوری کو یہ مسودہ اسمبلی میں پیش ہونے والا تھا اس لئے ۲۶ جنوری کو جمعیۃ علما کی مجلس عاملہ کا اجلاس منعقد ہوا اور اس میں اس مسئلے پر از سر نو مباحثہ ہوا بالآخر کثرت رائے سے طے ہوا کہ اس قسم کا قانون مذہبی عبادات میں ایک قسم کی رکاوٹ ہے اس لئے مسلمان ہرگز اس قانون سے اتفاق نہیں کر سکتے۔

اس تجویز کی پوری نقل اس سے قبل شائع ہو چکی ہے اور گورنمنٹ ہند کے پاس بھی بھیج دی گئی ہے ۲۸ جنوری کو یہ مسودہ اسمبلی میں پیش نہیں ہوا بلکہ آج ۹ فروری تک بھی اسمبلی میں نہیں آیا ہمیں معلوم ہوا ہے کہ مسلمان ممبران اسمبلی میں سے کئی صاحب اب بھی اس قانون کے حق میں ہیں اور وہ اس کو مذہبی مداخلت تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس مسئلے کے تمام پہلوؤں پر بحث کر کے اچھی طرح روشن کر دیا جائے امید ہے کہ ممبران اسمبلی اور دیگر اہل الرائے حضرات سطور ذیل پر پوری توجہ سے غور فرمائیں گے۔

## قانون زیر تجویز میں مذہبی مداخلت کیوں ہے؟

حج بیت اللہ ایک مذہبی عبادت ہے جو مسلمان کہ زاد و راحلہ کی استطاعت رکھتے ہیں ان پر فرض ہے اور جو لوگ استطاعت نہیں رکھتے ان پر تو فرض نہیں لیکن اگر حج ادا کریں تو یقیناً ان کا حج بھی عبادت اور موجب ثواب ہے پس غیر مستطیع اصحاب کو روکنا ایک عبادت سے روکنا ہے اور یہی مذہبی مداخلت ہے بہت سے لوگ جن کے پاس جانے کے لئے جہاز کے کرایہ کے سوا کچھ نہیں ہوتا مگر وہ زیارت بیت اللہ کے شوق میں اخلاص قلب کے ساتھ جاتے ہیں اور کسی صنعت و حرفت کے ذریعے سے وہاں روپیہ حاصل کر کے نہ صرف گزارہ کرتے ہیں بلکہ واپسی کا کرایہ بھی مہیا کر لیتے ہیں بہت سے لوگ وہاں رہنے اور واپس نہ آنے یا ایک سال دو سال کے بعد واپسی کے ارادے سے جاتے ہیں بہت سے لوگ بعد فراغ حج دیگر بلاد اسلامیہ کی سیاحت کا ارادہ رکھتے ہیں ایسے تمام لوگوں پر واپسی کا ٹکٹ لازم کر دینا ان کے ایک نیک کام اور عبادت کے ارادے میں مشکلات پیدا کرنا اور روکنا نہیں تو اور کیا ہے۔

## قانون زیر تجویز مسلمانوں کے لئے بیحد مضر ہے

حجاج کی جو تعداد واپس نہیں آتی اس میں کئی قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک تو وہ جو حج کر کے دیگر بلاد اسلامیہ کی سیر و سیاحت کے لئے چلے جاتے ہیں دوسرے وہ جنہوں نے ہمیشہ کے لئے یا ایک طویل مدت کے واسطے حجاز میں اقامت کرلی تیسرے وہ جو بیماری یا کسی دوسری وجہ سے انتقال کر گئے گزشتہ سال تقریباً پانچ چھ ہزار ہندوستانی حاجی وفات پا گئے تھے ہر سال اس قسم کے واقعات ہوتے رہتے ہیں ان تمام لوگوں کا کرایہ واپسی ضائع یا مثل ضائع شدہ کے سمجھنا چاہیے۔

## اعداد و شمار کے لحاظ سے نقصان عظیم

اعداد و شمار سے واضح ہوتا ہے کہ تقریباً بیس ہزار ہندوستانی حاجی حجاز کو جاتے ہیں اور کرایہ واپسی۔ فی کس ہو تو بیس ہزار حاجیوں کا جمع شدہ کرایہ پندرہ لاکھ روپیہ ہوتا ہے اور نادار حاجی جو حجاز میں رہ جاتے ہیں ان کی اوسط تعداد ایک ہزار ان کے لئے واپسی کے کرایہ کی مقدار بحساب . . . . فی کس پچھتر ہزار روپیہ ہوتی ہے ان اعداد و شمار کے لحاظ سے اب نقصانات ملاحظہ فرمائیے۔

## پہلا نقصان

ایک ہزار حاجیوں کی ناداری کے تاوان میں انیس ہزار حاجیوں پر ایک ایسی پابندی عائد کی جاتی ہے جسے وہ مذہبی مداخلت سمجھتے ہیں اور اس کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔

انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ کسی چھوٹی سی جماعت کی ناداری کے نتائج رفع کرنے کے لئے سبیل کی جائے نہ یہ کہ اس کا وبال اس سے بیس گنی جماعت اور عام حجاج پر ڈال دیا جائے۔

## دوسرا نقصان

ان ایک ہزار نادار حاجیوں کے کرایہ واپسی (پچھتر ہزار روپیہ) کو محفوظ کرنے کے لئے انیس ہزار حاجیوں سے چودہ لاکھ پچیس ہزار روپیہ دو تین مہینے اور بعض حالات میں چار مہینے پہلے وصول کر لینا کون سی تدبیر اقتصادی انتظامی اصول کی رو سے جائز ہے میں پوچھتا ہوں کہ یہ چودہ لاکھ پچیس ہزار تو ان مستطیع اصحاب کا ہے جن کی واپسی میں کوئی خطرہ ہی نہیں تھا تو یہ روپیہ جہاز راں کمپنی یا گورنمنٹ نے فرم مجوزہ نے تین چار مہینے پہلے کس حق سے ان حجاج سے وصول کیا اور اتنی بڑی رقم کو ایک عرصہ دراز تک اپنے قبضہ میں رکھ کر خود فائدہ اٹھایا اور حجاج کو خسارہ اور نقصان پہنچایا۔

### تیسرا نقصان

تجربہ شاہد ہے کہ حج کو جانے کے وقت جہازوں کے کرایہ کی شرح زیادہ ہوتی ہے اور واپسی میں بسا اوقات بہت کم کرایہ ہو جاتا ہے اکثر یہ ہوا ہے کہ جاتے وقت [illegible] روپیہ دے کر حاجی گئے ہیں اور واپسی میں ..... دے کر آئے ہیں پس واپسی کا ٹکٹ لازم کر دینے میں حاجیوں کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ ان کو جاتے وقت کی زیادہ شرح کرایہ کے موافق واپسی کا کرایہ بھی ادا کرنا پڑے گا اور واپسی کے وقت کی ارزانی کی صورت ان کے لئے مسدود ہو جائے گی کمپنیاں کرایہ کم نہ کریں گی کیونکہ یا تو وہ بذریعہ واپسی ٹکٹ کے پہلے ہی پورا کرایہ وصول کر چکی ہوں گی یا ان کو اطمینان ہو گا کہ باقی ماندہ حاجی کا روپیہ [illegible] شرح سابق جمع ہے۔

پس اگر [illegible] روپیہ شرح کرایہ سے بیس ہزار حاجی آتے تو ان کو چار لاکھ روپیہ ادا کرنا ہوتا لیکن قانون زیر تجویز کے بموجب ان کو پندرہ لاکھ روپے پہلے ہی دینا ہو گا یعنی گیارہ لاکھ روپیہ کا ان کو نقصان ہو گا جو جہاز راں کمپنی ان سے ناحق وصول کرے گی۔

### مسودہ قانون واپسی ٹکٹ قطعاً نامعقول ہے

پس یہ مسودہ قانون کسی طرح معقول اور قابل قبول نہیں کیونکہ ایک ہزار حجاج کی ناداری کوئی قانونی جرم نہیں کیونکہ بسا اوقات ناداری ایسے سبب سے پیدا ہو جاتی ہے جس میں حاجی بیچارے قطعاً معذور اور بے گناہ ہوتے ہیں دوسرے یہ کہ اگر بفرض محال یہ بھی مان لیا جائے کہ ان کی مجرمانہ کوتاہی بھی ہے تو بھی ایک ہزار کی کوتاہی میں تیس ہزار پر پابندی عائد کر دینی اور ان سے چودہ لاکھ پچیس ہزار کی رقم زائد دو یا تین یا چار مہینے پہلے وصول کر لینی کسی طرح معقول نہیں تیسرے یہ کہ چونکہ ابتدا میں معلوم نہیں ہو سکتا کہ کون شخص ناداری میں گرفتار ہو جائے گا اور کون نہیں اس لئے مجبوراً سب پر ٹکٹ واپسی لازم کرنے کا قانون بنانا پڑتا ہے عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔

ہم رات دن دیکھتے ہیں کہ ریل میں بہت سے لوگ مقدار معین سے زیادہ اسباب لے جاتے ہیں یا بے ٹکٹ ریلوں کے سفر کرتے ہیں [illegible] چار اسٹیشنوں کے ٹکٹ لیتے ہیں اور راستہ میں چھپ کر منزل مقصود تک چلے جاتے ہیں جن پر زائد کرایہ لگتا ہے اور بسا اوقات مجرم کے پاس ادائے مطالبہ کے لئے پیسہ نہیں ہوتا اور گھنٹوں جھگڑا رہتا ہے اور ملازمین ریلوے کو سخت پریشانی اٹھانی پڑتی ہے پس اگر اس کے انسداد کے لئے ایسا قانون بنایا جائے کہ ہر مسافر جو ٹکٹ خریدے وہ ایک خاص مقدار کی مزید رقم بھی جمع کر دے تاکہ اس کی کوتاہی یا خیانت ثابت ہونے پر اس رقم سے ریلوے کا مطالبہ وصول کیا جا سکے تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس قانون کو کوئی ذی رائے آدمی معقول قرار دے سکتا ہے۔

جس طرح ریلوے کے ایسے خلاف ورزی کرنے والے مسافروں کی ان حرکات کا انسداد ضروری ہے

مگر اس کا یہ طریقہ نہیں کہ تمام شریف اور بے گناہ مسافروں سے بلاوجہ روپیہ وصول کیا جائے اسی طرح جدہ کے معذورین اور حجاج کی تکلیف رفع کرنے کی فکر بھی ضروری ہے مگر اس کا یہ طریقہ معقول نہیں کہ بلاوجہ تمام مستطیع حجاج پر ایک خلاف مذہب پابندی عائد کردی جائے اور ان کا چودہ پندرہ لاکھ روپیہ دو تین مہینے پہلے بلاوجہ جمع کرالیا جائے اور واپسی میں کرایہ کی کمی کے فائدے کو مسدود کرکے ان کو بارہ تیرہ روپیہ کا صریح نقصان پہنچایا جائے۔

اگر گورنمنٹ اور ممبران اسمبلی اس مشکل کا کوئی معقول حل نہیں کرسکتے تو میں جو تجویز اس مضمون کے آخر میں ذکر کروں گا اس پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے مجھے امید ہے کہ وہ تجویز اس مشکل کا بہترین حل کردے گی۔

## بعض ممبران اسمبلی کے شبہات کا جواب

اس کے بعد بعض ممبران اسمبلی کے ان شبہات کا جواب دینا چاہتا ہوں جو مجھ تک پہنچے ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ میرے ناچیز جوابوں کو غور سے ملاحظہ فرمائیں گے۔

### پہلا شبہ

حج ان ہی لوگوں پر فرض ہے جو زاد و راحلہ پر قادر ہوں یعنی کھانے پینے کے علاوہ جانے اور واپس آنے میں ریل، جہاز، اونٹ وغیرہ سواریوں کے کرایہ پر بھی قدرت رکھتے ہوں پس جب کہ ان کے پاس واپسی کا کرایہ موجود ہوگا (جیسا کہ شرعی حکم ہے) تو جمع کردینے یا واپسی کا ٹکٹ خریدنے میں کوئی نئی پابندی عائد نہ ہوئی بلکہ اسی پابندی کو جو شریعت نے مقرر کردی ہے عمل میں لایا گیا اور جن کے پاس جانے کے وقت واپسی کا کرایہ نہیں ہے تو ان پر حج فرض نہیں ہے پس اگر وہ اس پابندی کی وجہ سے نہ جاسکیں تو کچھ حرج نہیں کیونکہ شریعت نے بھی ان پر حج فرض نہیں کیا ہے لہذا قانون نے ان کو کسی مذہبی فرض سے نہیں روکا اس لئے اس قانون کو مذہبی مداخلت کہنا درست نہیں۔

### پہلے شبہ کا جواب

اگرچہ بعض معزز ممبران اسمبلی اس شبہ میں گرفتار ہیں اور اس کو قوی ترین شبہ سمجھتے ہیں مگر میں ان سے پورے غور و تامل کی درخواست کرتا ہوا جواب عرض کرتا ہوں

---

(۱) الحج واجب على الأحرار البالغين العقلاء الأصحاء إذا قدروا على الزاد والراحلة فاضلا عن المسكن وما لا بد منه، وعن نفقة عياله إلى حين عوده، وكان الطريق آمنا (هداية، كتاب الحج ۲۳۱/۱ ط شركة علمية ملتان)

## مذہبی مداخلت

ایک لفظ ہے جو اکثر مواقع پر استعمال کیا جاتا ہے مگر جہاں تک میرا خیال ہے اس کے مفہوم پر پوری طرح غور نہیں کیا جاتا۔

بعض حضرات تو یہ سمجھتے ہیں کہ صرف فرائض سے روکنے کو مذہبی مداخلت کہتے ہیں بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ مذہب کی چند موٹی موٹی اور کھلی کھلی باتیں ہی ایسی ہیں کہ ان سے روکنا مذہبی مداخلت ہے اور بس مثلاً کسی کو نماز سے روکا جائے یا روزہ سے روکا جائے تو مذہبی مداخلت ہے اور کسی مسلمان بھائی کی اعانت سے روکا جائے تو مذہبی مداخلت نہیں۔

مگر میں یہ کہتا ہوں کہ یہ دونوں خیال صحیح نہیں ہیں مذہبی مداخلت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ کسی کے مذہب میں مداخلت کی جائے یعنی کسی مذہبی حکم کے خلاف ایسا حکم دیا جائے جو مذہبی حکم سے متصادم ہو اور ٹکرا جائے یہی تصادم اور ٹکر مداخلت ہے عام اس سے کہ وہ مذہبی حکم کسی چیز کی فرضیت یا مسنونیت یا استحباب یا اباحت کا ہو یا حرمت و کراہت کا مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔

## پہلی مثال

ظہر کی نماز کے متعلق مذہبی حکم یہ ہے کہ وہ ہر عاقل بالغ مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے اس کے خلاف اگر کوئی یہ حکم کرے کہ ظہر کی نماز کو مسنون کہو یا مستحب سمجھو یا اباحت کے قائل ہو تو یہ یقیناً مذہبی مداخلت ہے اگرچہ اس میں اس حکم دینے والے نے ظہر سے منع نہیں کیا لیکن اس کا حکم مذہبی حکم سے متصادم ضرور ہے اس لئے مذہبی مداخلت ہے(۱)

## دوسری مثال

شریعت میں دنبہ کی قربانی مباح یا مستحب ہے(۲) اگر کوئی مسلمانوں کو حکم دے کہ تم دنبہ کی قربانی کو فرض سمجھو اور لازمی طور پر دنبہ کی قربانی کرو تو یقیناً یہ مذہبی مداخلت ہے کیونکہ اس کا یہ حکم شرعی حکم سے ٹکراتا ہے اور مسلمانوں کے اس اختیار کو جو شریعت نے دیا تھا باطل کرتا ہے حالانکہ اس میں ایک مباح یا مستحب سے روکا نہیں بلکہ اس کی تاکید کی ہے۔

---

(۱) یعنی فرض کو مستحب کہنے والا فرضیت کے انکار کے طور پر بغیر کسی تاویل کے کہے تو کفر ہے۔

(۲) قال والأضحية من الإبل والبقر والغنم لأنها عرفت شرعا ولم تنقل التضحية بغيرها (الهداية كتاب الأضحية ٤/٤٤٨ ط ملتان)

## تیسری مثال

شریعت نے مسلمانوں کے لئے ختنہ مسنون کیا ہے(۱) اگر کوئی حکومت مسلمانوں کے لئے قانون بنادے کہ ختنہ نہ کریں ورنہ مجرم ہوں گے تو یقیناً یہ مذہبی مداخلت ہوگی کیونکہ یہ حکم شریعت کے حکم سے ٹکراتا ہے حالانکہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ فرض سے روکا گیا ہے کیونکہ ختنہ فرض نہیں ہے۔

## چوتھی مثال

مسلمان کو شریعت نے اجازت دی ہے کہ وہ شراب کی حرمت بیان کرے اور لوگوں کو اس کے استعمال سے روکے لیکن اگر کوئی حکومت قانون بنادے کہ کوئی مسلمان شراب کی حرمت بیان نہ کرے ورنہ مجرم ہوگا تو یقیناً یہ مذہبی مداخلت ہوگی کیونکہ یہ قانون شرعی حکم سے ٹکراتا ہے شریعت مسلمان کو تبلیغ اور اظہار حرمت شراب کی اجازت دیتی ہے(۲) اور یہ قانون روکتا ہے حالانکہ مسلمان کے ذمہ حرمت شراب فرض نہیں۔

## پانچویں مثال

اگر آج قانون بنایا جائے کہ مسلمان عمامہ نہ باندھیں ورنہ مجرم ہوں گے تو یقیناً یہ مذہبی مداخلت ہوگی اگرچہ عمامہ باندھنا مسنون ہے فرض نہیں ہے(۳)

## چھٹی مثال

جن مقامات میں مسلمانوں کو اذان کہنے سے روکا جاتا ہے یہ یقیناً مذہبی مداخلت ہے اگرچہ مذہب کی رو سے اذان سنت ہے فرض نہیں(۴)

## ساتویں مثال

نماز سنت و نفل گھر میں افضل ہے مگر مسجد میں بھی جائز ہے اگر حکومت قانون بنادے کہ

---

(۱) لان الختان سنة للرجال من جملة الفطرة لا یمکن ترکھا الخ (رد المحتار، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی النظر والمس ۶ / ۳۷۱ ط سعید)

(۲) صرف حرمت ہی نہیں بلکہ ہر دین کی بات کے متعلق آپ ﷺ سے کہا گیا ہے یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الآیة اور آپ ﷺ نے حکم دیا "بلغوا عنی ولو آیة" جس میں حرمت شراب کی تبلیغ بھی شامل ہے۔

(۳) جاء رجل الی ابن عمر فقال یا ابا عبد الرحمن العمامة سنة فقال نعم (عمدة القاری، کتاب اللباس، باب العمائم ۲۱ / ۳۰۷ ط ادارة الطباعة المنیریة، دمشق)

(۴) الاذان سنة للصلوات الخمس والجمعة لا سواھا للنقل المتواتر الخ (ھدایة، کتاب الصلوة، باب الاذان ۱ / ۸۶ ط مکتبہ)

مسلمان مسجد میں صرف فرض پڑھا کریں اور سنت و نفل گھر جا کر پڑھیں مسجد میں جو سنت و نفل پڑھے گا وہ مجرم ہوگا یا مثلاً فرض کے بعد فوراً دروازے مسجد کو سنت و نفل پڑھنے والوں سے خالی کرا دیا جائے تو اگرچہ نماز سنت و نفل گھر میں مستحب ہے مگر یہ قانون مذہبی حکم سے ٹکراتا ہے اس لئے یقیناً مذہبی مداخلت میں داخل ہوگا۔

اسی طرح سینکڑوں مثالیں بیان کی جا سکتی ہیں جن کو ہمارے معزز ممبران بھی مذہبی مداخلت ماننے پر مجبور ہوں گے کیونکہ مذہبی مداخلت کا مفہوم اس کے سوا اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا کہ جو قانون مذہبی حکم سے ٹکراتا ہو وہ مذہبی مداخلت میں داخل ہوگا۔

اب حج کے متعلق دیکھئے یہ صحیح ہے کہ شریعت مقدسہ نے حج اس شخص پر فرض کیا ہے جو زاد و راحلہ کی استطاعت رکھتا ہو اور جو لوگ کہ زاد و راحلہ پر قادر نہیں شریعت ان پر حج فرض نہیں کرتی، لیکن شریعت کا حکم یہ نہیں ہے کہ ان کے لئے حج کرنا ناجائز ہے بلکہ شریعت کا حکم یہ ہے کہ حج کو جانا ان کے لئے جائز بلکہ مستحسن ہے اور جب کہ وہ اخلاص قلب کے ساتھ جسمانی مشقت برداشت کر کے حج کریں تو زیادہ ثواب کے مستحق ہیں ہاں اگر وہ خود ارادہ نہ کریں یا ان کو نہ جانے کا مشورہ دیا جائے تو مضائقہ نہیں لیکن جبراً روکنا یا روکنے کے اسباب پیدا کرنا یقیناً مذہبی مداخلت ہے کیونکہ جس شخص کو شریعت حج کی اجازت دیتی ہے اس کو یہ قانون روکتا ہے یا روکنے کے ذرائع پیدا کرتا ہے اور یہی مصادمت اور قانون کا حکم شرعی سے ٹکراتا ہے۔

پس جو ممبران اس وجہ سے کہ غیر مستطیع پر حج فرض نہیں اس کو حج سے روکنے کو مذہبی مداخلت نہیں سمجھتے یہ ذرا غور کر کے بتائیں کہ اگر مسجدوں میں قفل ڈال کر بند کر دی جائیں یا قانوناً نماز تراویح یا سنتوں اور نفلوں کے لئے مسجد بند کر دی جائیں یا کوئی حکومت (کسی طبی یا غیر طبی مصلحت کی بنا پر) سنت ختنہ کو قانوناً روک دے تو یہ مذہبی مداخلت ہوگی یا نہیں۔

دوسرا شبہ

جب کہ ہندوستانی حاجی حج کا ارادہ کرتے ہیں اور جہاز کی سواری پر ہی واپس آ سکتے ہیں تو اس قانون کا منشا اس قدر ہوا کہ خود ان سے ان دو اختیار سے پسند کئے ہوئے طریق (یعنی واپسی اور غیر واپسی) کے لئے ایک اطمینانی صورت پیدا کریں پس جس طرح کہ جاتے وقت ان سے جہاز کا کرایہ لینا (اس لئے کہ وہ جانے کے بعد جہاز کا استعمال کریں گے) مذہبی مداخلت نہیں ہے اسی طرح حج کا زمانہ ... پیشگی کرایہ لینا (اس لئے کہ وہ جہاز واپسی میں بھی استعمال کریں گے) مذہبی

---

(۱) [illegible]

(۲) دیکھیں صفحہ ۳۳۲ حاشیہ نمبر ۱

مداخلت اور رکاوٹ نہیں ہو سکتی۔

## دوسرے شبہ کا جواب

بے شک جہاز کو استعمال کرنے کے لئے کرایہ لینا کسی حال میں مذہبی مداخلت اور رکاوٹ نہیں ہے مگر قانون زیر تجویز میں صرف یہی چیز نہیں ہے کہ جہاز کو استعمال کرنے کا کرایہ لیا جائے بلکہ اس کے علاوہ ایک زائد پابندی بھی ہے وہ یہ کہ واپسی کے وقت دو تین ماہ پہلے کرایہ واپسی ادا کرو اور جب تک واپسی کا کرایہ ادا نہ کر دو جانے بھی نہیں دیا جاتا حالانکہ واپسی میں جہاز کا استعمال بلکہ خود واپسی بھی حتمی یقینی نہیں ہوتی اور یہ یقیناً مداخلت اور رکاوٹ ہے اگر جانے کیلئے بھی ایک کافی مدت پہلے ٹکٹ خریدنے یا کرایہ جمع کر دینے کی پابندی عائد کر دی جائے مثلاً قانون کی طرح بنا دیا جائے کہ صرف وہی حاجی جا سکے گا جو جہاز جانے والا ہے اس جہاز کی روانگی سے تین ماہ پیشتر جانے کا کرایہ جمع کر دے یا اسی قدر پہلے ٹکٹ خریدے اور کسی جہاز میں کوئی ایسا حاجی روانہ نہ ہو سکے گا جس نے تین ماہ پہلے ٹکٹ نہ خریدا ہو یا کرایہ جمع نہ کر دیا ہو تو یقیناً یہ بھی مذہبی مداخلت اور رکاوٹ ہوگی ظاہر ہے کہ جہاز یا ریل کو استعمال کرنے پر اس کا کرایہ لینا تو تجارتی اور اقتصادی اصول کے مطابق مسلمہ مسئلہ ہے مگر استعمال سے دو تین مہینے پہلے کرایہ لے لینا اگر مداخلت اور رکاوٹ اور ناقابل برداشت پابندی عائد کرنا نہیں تو کیا ہے۔

## تیسرا شبہ

جب تک واپسی کا ٹکٹ لازم کر دینے کی ممانعت کسی قرآنی آیت سے پیش نہ کی جائے اس وقت تک یہ مذہبی مداخلت نہیں ہو سکتی۔

## تیسرے شبہ کا پہلا جواب

یہ شبہ تمام شبہات سے زیادہ خطرناک اور افسوسناک ہے خطرناک اس لئے کہ اس میں شبہ کرنے والے نے قرآن پاک سے دلیل مانگ کر بظاہر اپنی قرآن دانی اور عامل بالکتاب ہونے کا دعویٰ کیا جو ناواقف مسلمانوں کے دلوں میں شبہ ڈال سکتا ہے کہ یہ مسودہ قانون قرآن پاک کے خلاف نہیں ہے اور اس کو مذہبی مداخلت کہنے کے لئے کتاب اللہ میں کوئی دلیل نہیں اور افسوسناک اس لئے کہ اس سے شبہ کرنے والوں کے اصول اسلامیہ سے ایسی گہری اور عمیق ناواقفیت کا پتہ لگتا ہے جو علمی و عقلی شہرت پر نہایت بدنما دھبہ ہے۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ کیا ان معزز ممبروں نے قرآن پاک میں اذان کی بندش قربانی کی بندش نفل نمازیں مسجد میں پڑھنے کی بندش ختنہ کی بندش تمام مذہبی امور خیر کی بندش کے مذہبی

مداخلت ہونے کی تصریحات آیات قرآنیہ میں پڑھی ہیں اگر ایسا ہے تو وہ آیات بتائی جائیں ورنہ تصریحات نہیں ہیں تو کیا یہ تمام بندشیں ان کے نزدیک مذہبی مداخلت نہیں ہیں اگر کہا جائے کہ ہاں نہیں ہیں تو اسلام کا خدا حافظ ہے۔

اور اگر کہا جائے کہ یہ سب باوجود قرآن پاک میں صراحۃ مذکور ہونے کے مذہبی مداخلت میں داخل ہیں تو پھر وجہ بیان کی جائے کہ یہ سب کیوں مذہبی مداخلت ہیں اور غیر مستطیع کو حج سے روکنا کیوں مذہبی مداخلت سے خارج ہے۔

## تیسرے شبہ کا دوسرا جواب

قرآن پاک میں فرمایا ہے ارایت الذی ینھی عبدا اذا صلی یعنی کافروں کی مذمت میں حضرت حق نے یہ بات بھی ذکر کی ہے کہ وہ بندگان خدا کو نماز پڑھنے سے روکتے ہیں اور اس نماز میں فرض اور نفل سب شامل ہیں اسی لئے حضرت علی سے منقول ہے کہ انہوں نے اوقات مکروہہ میں بھی نماز پڑھنے والوں کو اس آیت کے خوف سے نہیں روکا کہ کہیں میرا شمار مانعین نماز میں نہ ہو جائے اسی طرح حق تعالیٰ نے فرمایا وصد عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام الخ۔ تفسیر خازن و فتح البیان وغیرہما میں سبیل اللہ کی تفسیر حج کے ساتھ کی ہے یعنی حج سے روکنا اور خدا کا انکار کرنا اور مسجد حرام (کی زیارت) سے روکنا خدا کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے اور حضرت حق نے فرمایا ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ یعنی اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو خدا کی مسجدوں میں اس کا نام ذکر کرنے سے روکے تفسیر فتح البیان میں ہے کہ لوگوں کو مسجد میں نماز و تلاوت و ذکر اور تعلیم کے لئے آنے سے روکے (ملاحظہ ہو تفسیر فتح البیان)

اور جب کہ ہر عبادت اور امر خیر سے روکنا (خواہ وہ فرض ہو یا نفل) سخت گناہ اور ظلم قرار دیا گیا تو ایسے تمام ذرائع جو رکاوٹ پیدا کرتے ہوں اپنے درجات کے موافق گناہ اور ظلم اور مذہبی مداخلت میں داخل ہوں گے۔

---

(۱) العلق ۹-۱۰

(۲) یروی عن علی انہ رای فی المصلی اقواما یصلون قبل صلاۃ العید فقال ما رایت رسول اللہ ﷺ یفعل ذلک فقیل لہ الا تنہاہم؟ فقال اخشی ان ادخل تحت قولہ ارایت الذی ینھی عبدا اذا صلی فلم یصرح بالنہی (تفسیر غرائب القرآن علی ہامش جامع البیان ۱۲,۱۲۸ ط دار المعرفۃ بیروت)

(۳) البقرۃ ۲۱۷

(۴) البقرۃ ۱۱۴

(۵) یمنع مساجد اللہ ای من یاتی الیہا للصلوۃ والتلاوۃ والذکر وتعلیمہ الخ (فتح البیان ۱: ۲۰۷ ط مطبعۃ العاصمۃ شارع الفلکی القاہرہ)

### انسداد مصائب کی تدابیر

گورنمنٹ اور ممبران اسمبلی کی جانب سے کہا گیا اور کہا جاتا ہے کہ اچھا اگر یہ قانون نہ بنایا جائے اور واپسی کا کرایہ پہلے وصول نہ کیا جائے تو اس مصیبت کا کیا علاج ہے جو جدہ میں نادار حاجی خود بھی اٹھاتے ہیں اور اہل جدہ کو بھی مصیبت میں ڈالتے ہیں۔

(اس وقت اس سے قطع نظر کر کے کہ آیا فی الحقیقت گورنمنٹ کا مقصود یہی ہے کہ نادار حاجی کی تکلیف رفع کرنے کی صورت نکالی جائے یا یہ صرف کہنے کی بات ہے کہ مقصود کچھ اور ہے کیونکہ ہندوستان میں لاکھوں آدمی بھوک اور فاقے سے مر رہے ہیں ہزاروں گداگری کا پیشہ رکھنے والے مخلوق بستے ہیں انہیں ان تمام مصائب سے رہائی دلانے کے لئے مہربان گورنمنٹ کبھی توجہ نہیں کرتی مگر کیا وجہ ہے کہ بارہ سو نادار حاجیوں کے جدہ میں پڑے رہنے سے اس قدر تکلیف ہوتی ہے کہ ان کے واپس لئے جانے میں تو قانونی رکاوٹیں ڈالنے کے لئے بے چین ہے)

میں اس سوال کے جواب میں اپنی ذاتی شخصی رائے کا اظہار کرتا ہوں اگر اہل الرائے اس کے ساتھ اتفاق کریں تو یہ مشکل رفع ہو جائے گی جیسا کہ سابق الذکر اعداد و شمار سے ثابت ہوتا ہے کہ جہاز ران کمپنیاں ہندوستان کے حجاج سے آمد و رفت میں تقریباً تیس لاکھ روپیہ کرایہ کا وصول کرتی ہیں اور اس مقدار میں کئی لاکھ روپیہ خالص منافع ہوتا ہوگا۔

گورنمنٹ نے متعدد تجارتوں میں خاص خاص قیود و شرائط کے لائسنس مقرر کئے اور خاص خاص ٹیکس لگائے ہیں پس اگر گورنمنٹ جہاز ران کمپنیوں پر یہ شرط عائد کر دے کہ حجاج سے جس قدر کرایہ کمپنی وصول کرے اس میں سے فی روپیہ چھ پائی گورنمنٹ کو ادا کرے اور یہ رقم گورنمنٹ نادار حجاج کے جدہ سے لانے اور ان کی دوسری ضروریات میں خرچ کرے اور صرف جانے ہی کے یعنی یک طرف کے کرایہ میں سے ۶ پائی فی روپیہ وصول کر لیا جائے تو تیس ہزار حاجیوں کے کرایہ (حساب [illegible] فی کس) کی رقم پندرہ لاکھ روپے میں سے ۴۶۸۷۵ روپیہ حاصل ہو جاتا ہے جو واپسی میں کمی کرایہ کو مد نظر رکھتے ہوئے حجاج کو لانے کے لئے کافی ہو سکتا ہے۔

کمپنیاں حجاج کے ذریعہ سے لاکھوں روپے کا نفع حاصل کرتی ہیں تو اتنی رقم ان سے لینا نہ ظلم ہے نہ ان کے تجارتی حقوق میں مداخلت ہے اور اس صورت میں واپسی کے وقت کرایہ کی کمی کا فائدہ بھی حجاج کو پہنچنے کی امید رہتی ہے اور مذہبی مداخلت سے بھی امن ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ گورنمنٹ ناداری کے ان اسباب کو رفع کرنے کا بھی انتظام کرے جو کمپنیوں کے اعلان تاریخ اور پھر التوائے روانگی جہازات اور اضافہ کرایہ وغیرہ کے متعلق ہیں تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ تمام مصیبت نہایت آسانی سے رفع ہو سکتی ہیں میں نے مختصر طور پر اس مسئلہ کے پہلوؤں کو واضح کر دیا ہے ضرورت ہوئی تو آئندہ اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ بحث کروں گا۔ محمد کفایت اللہ غفر لہ

## خاوند کے مالدار ہونے سے بیوی پر حج فرض نہیں ہوتا

(سوال) والد صاحب نے ایک مہاجن سے کچھ قرضہ لیا تھا جو کچھ عرصے کے بعد ایک معقول رقم ہو گئی جب اس کی ادائیگی نہیں ہوئی تو ڈگری ہو گئی جب اس کے اجرا کی نوبت آئی تو میرے چھوٹے بھائی نے اپنے ایک دوست سے دست گرداں ڈگری کا روپیہ ادا کر دیا میرے بھائی نے کوشش کی کہ کسی طرح اپنے دوست کا روپیہ واپس ہو جاتا مگر نہیں ہوا یہاں تک کہ ڈگری کی میعاد گزر گئی ایک روز انہوں نے اظہار ناخوشی میں کھانا چھوڑ دیا جب مجھ کو معلوم ہوا تو میں نے ان سے کہا کہ تم گھبراؤ نہیں جس طرح سے ممکن ہو گا میں اس روپے کو رفتہ رفتہ کر کے واپس کروں گا میرا قصد حج کرنے کو جانے کا تھا مگر قرضیہ روپیہ نہ ادا ہو جانے تک نہ جاؤں گا میں نے نیت کو تو یہ ملتوی کر دیا مگر میں نہیں جانتا کہ یہ ممانعت کی پوری طرح سے قرضہ کو مقدم کر سکتا ہے یا نہیں اس کے بعد میں نے کچھ روپیہ قرضہ میں ادا کر دیا مگر اس درمیان میری بھانجی بہت سخت علیل ہوئی اور اس کا انتقال بھی ہو گیا اس کی علالت میں میں نے اپنی حیثیت سے بہت زیادہ روپیہ خرچ کیا اس وجہ سے قرضہ کی ادائیگی بند ہو گئی اور اب تک بند ہے میں اس کے جاری کرنے کا قصد کر رہا ہوں میرا روپیہ تجارت میں لگا ہوا ہے اور وہ اسی قدر ہے جو کہ میرے اور میری بیوی کے حج کے لئے کافی ہو اور اسی قدر روپیہ قرضہ بھی ادا کرنا ہے۔

المستفتی نمبر ۱۱۶۷ محمد عبد الغفور صاحب (مدراس) ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۲ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۴۰۴) یہ قرضہ نہیں ہے جو مانع وجوب حج ہو لیکن اگر حج فرض نہیں ہو چکا ہے تو آپ اس قرضہ میں روپیہ ادا کر سکتے ہیں خواہ اس کی وجہ سے روپیہ جمع ہونے کی نوبت نہ آئے جس کے بعد کہ فرض ہو جاتا ہے نیز عورت (یعنی بیوی) کو حج کرانا تو کسی حال میں بھی فرض نہیں(۱) جو روپیہ کہ اس کو حج کرانے میں خرچ کرنے کا ارادہ ہے وہ ادائے قرضہ میں خرچ کرنا جائز بلکہ افضل ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## غلط نام اور پتہ بتا کر حج پر جانا

(سوال) لوگ اس وقت پر غلط نام، پتہ اور ولدیت لکھوا کر اور ٹکٹ کرا کے حج بیت اللہ کے لئے جا رہے ہیں کیونکہ دہلی کا کوٹہ ختم ہو چکا ہے اس لئے دوسرے صوبوں کے کوٹہ سے لوگ جا رہے ہیں۔

(۱) بتایا جائے کہ اس صورت سے حج کے لئے جانا چاہئے یا نہیں (۲) نیز کیا ایسی صورت میں اگر ہم نہ جائیں تو ہم گنہگار تو نہیں ہوں گے اور حج ہم پر فرض ہے یا نہیں؟ المستفتی حاجی محمد داؤد صاحب (دہلی) ۵-۹-۱۹۳۶

---

(۱) [illegible] میں [illegible] شمار ہو گا

(۲) عورت پر حج اس وقت فرض ہوتا ہے جب اس کے پاس اتنا مال ہو جس سے [illegible] شوہر کا ہے

(۳) عورت کو حج کرانا واجب نہیں اور بھائی پر قرض کی ادائیگی واجب ہے [illegible] واجب سے مقدم [illegible]

(جواب ٤٠٥) غلط نام اور پتہ لکھوا کر اور بتا کر حج کو جانا درست نہیں اگر جھوٹ بول کر نہ جا سکیں تو گناہ گار نہ ہوں گے۔ اگر حج فرض ہے تو آئندہ سال ادا کر دینا چاہیے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## حج کا ارادہ کرکے پھر ترک کرنا

(سوال) ایک دیندار اور محتاج بزرگ حج بیت اللہ شریف کا ارادہ پختہ کر چکے تھے لیکن جنتری سے معلوم ہوا کہ اب کے سال ۹ ذی الحجہ جمعہ کا دن پڑے گا اور سعودی گورنمنٹ غالباً اس دن حج ہونے نہیں دیتی سوال یہ ہے کہ آیا حج کا ارادہ اب کے سال فسخ کر دیا جائے دوسرے یہ کہ اگر ۹ ذی الحجہ یوم الجمعہ ہو اور سعودی گورنمنٹ اپنی عادت کے مطابق روک دے تو کیا دس تاریخ کو حج ہو جائے گا ایک کتاب فتاویٰ عثمانی جلد نمبر ۲ کتاب الحج والزیارۃ مصنفہ مولوی منور الدین دہلوی میں لکھا ہے کہ عرفہ کا دن زوال آفتاب کے وقت سے عید کے روز صبح ہونے سے پہلے تک ہے (نزد امام اعظم)

المستفتی نمبر ۲۰۷۴ نعیم اللہ صاحب انصار (گورکھپور) ۲۲ رمضان ۱۳۵۶ھ ۲۹ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ٤٠٦) حج کا ارادہ فسخ کرنے کی کوئی وجہ نہیں اور یہ خبر کہ سعودی گورنمنٹ جمعہ کے دن حج ہونے نہیں دیتی سراسر جھوٹ ہے نیز عرفات عرفہ کا دن تو غروب آفتاب پر ختم ہو جاتا ہے مگر حج میں وقوف عرفات کے لئے زوال آفتاب ۹ ذی الحجہ سے قبل طلوع الفجر (۱۰ ذی الحجہ) وقت ہے۔(۲) غالباً کتاب الحج والزیارۃ کی عبارت کا یہی مطلب ہوگا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

# دوسرا باب

# عورت بغیر محرم سفر نہ کرے

## مالدار عورت کے ساتھ محرم نہ ہو تو حج فرض نہیں

(سوال) ایک عورت حج بیت اللہ کے جانا چاہتی ہے زاد راہ وغیرہ سب اس کے پاس موجود ہے مگر اس کے پاس اتنا روپیہ نہیں کہ اپنے ساتھ کسی محرم کو لے جا سکے ایسی صورت میں اس پر حج فرض ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۰۹۹ سعید احمد انصاری صاحب ۷ شوال ۱۳۵۶ھ ۱۱ دسمبر ۱۹۳۷ء

---

(۱) یندب دخول البیت اذا لم یشتمل علی ایذاء نفسه او غیره (وفی الشامیة) و منه فیما یظهر دفع الرشوة علی دخوله (رد المحتار' کتاب الحج باب الهدی' مطلب فی دخول البیت ۲/ ٦٢٤ ط سعید)

(۲) ومن ادرك الوقوف بعرفة ما بين زوال الشمس من يومها الى طلوع الفجر من يوم النحر فقد ادرك الحج فاول وقت الوقوف بعد الزوال عندنا (الهداية كتاب الحج فصل في ما يتعلق بالوقوف ۱/ ۲٥٤ ط ملتان)

(جواب ۴۰۷) عورت بغیر محرم کے حج کو نہیں جا سکتی اور نہ اس پر حج فرض ہے۔ لان المحرم من السبیل۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## عورت کے حج پر جانے کے لئے شوہر کی اجازت ضروری نہیں، البتہ محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے

(سوال) اگر عورت بلا اجازت مرد کے حج کو جائے تو اس کا حج قبول ہوگا یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۳۱۸ [illegible] منصوری (بمبئی) ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ م ۱۵ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۴۰۸) عورت پر اگر حج فرض ہو تو اس کو خاوند کی اجازت ضروری نہیں ہے مگر محرم کے ساتھ جانا ضروری ہے مثلاً عورت کا باپ بھائی چچا ماموں وغیرہ۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## محرم کے بغیر عورت کا حج پر جانا درست نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۲ مئی ۱۹۲۷ء)

(سوال) ایک بیوہ عمر پچپن سال حج کے واسطے تیار ہے کوئی ہمراہ نہیں ہے بغیر محرم کے حج ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(جواب ۴۰۹) بغیر محرم کے عورت کو حج کے لئے جانا نہیں چاہئے اگرچہ بوڑھی عورت ہو۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

---

(١) ومع زوج أو محرم [illegible] ومع عدم عدة عليها مطلقاً [illegible] (رد المحتار، كتاب الحج ٢/٤٦٤ ط سعيد)

(٢) وليس لزوجها منعها عن حجة الإسلام [illegible] ذلك مع محرم [illegible] (رد المحتار، كتاب الحج ٢/٤٦٥ سعيد)

(٣) ومع زوج أو محرم [illegible] (الدر المختار، كتاب الحج ٢/٤٦٤ سعيد) والمحرم من لا يحل له نكاحها على التأبيد بنسب أو رضاع أو صهرية كما في التحفة (رد المحتار، كتاب الحج ٢/٤٦٤ سعيد)

(٤) ومع زوج أو محرم [illegible] ولو عجوزاً [illegible] (الدر المختار، كتاب الحج ٢/٤٦٤ سعيد) [illegible] كما في البدائع [illegible] ولو حجت بلا محرم جاز مع الكراهة (الدر المختار، كتاب الحج ٢/٤٦٥ سعيد)

# تیسرا باب
# حج بدل

## حج بدل کے لئے ایسے شخص کو بھیجنا جس نے پہلے حج نہ کیا ہو

(سوال) زید کا انتقال ایسی صورت میں ہوا کہ اس نے اپنی زندگی میں حج نہیں کیا اور کچھ روپیہ چھوڑ گیا ہے اب اس کے وارثین حج بدل کرانا چاہتے ہیں تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ حج کے واسطے کس آدمی کو بھیجا جائے آیا جس نے ایک بار حج کیا ہو اس کو ہی بھیجا جائے یا بغیر حج کئے ہوئے آدمی کو بھی بھیجا جاسکتا ہے میت نے وصیت نہیں کی المستفتی نمبر ۱۰۱ (معرفت) فضل رحیم صاحب مدرسہ امینیہ دہلی ۵ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ م ۲۴ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۴۱۰) اگر ایسا شخص مل سکے جو پہلے اپنا حج کر چکا ہو تو افضل ہے اور نہ ملے تو ایسے شخص کو بھی بھیجنا جائز ہے جس پر حج فرض نہ ہو اور اس میں کوئی کراہت نہیں ہے ہاں جس پر حج فرض ہو چکا ہو اور وہ اپنا حج نہ کرے اور حج بدل کے لئے چلا جائے تو اس کے لئے یہ مکروہ ہے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

## حج بدل کے لئے ایسے شخص کو بھیجنا افضل ہے جس نے پہلے حج کیا ہو

(سوال) حج بدل اپنے بھائی مرحوم کا کرانا ہے اور دریافت طلب یہ ہے کہ جو حاجی حج کیا ہوا ہو وہ جاسکتا ہے یا نہیں اس کا فتوی مذہب حنفی کی رو سے جو ہو تحریر فرمایئے؟ المستفتی نمبر ۱۲۳۱ حاجی عبد [illegible] خاں صاحب (ضلع رہتک) ۲۷ رجب ۱۳۵۵ھ م ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۴۱۱) جس شخص نے اپنا حج کر لیا ہے اس کو حج بدل کے لئے بھیجنا افضل ہے لیکن اگر ایسا شخص حج بدل کے لئے جائے جس نے اپنا حج نہیں کیا ہے جب بھی حج بدل ادا ہو جاتا ہے حنفیہ کا مذہب یہی ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

## حج بدل کے لئے جس شخص کو رقم دی وہ اس میں سے کچھ رقم رکھ کر دوسرے کو حج پر بھیج دے تو؟

(سوال) زید کو ایک شخص نے اپنے متوفی کی جانب سے کچھ رقم حج بدل کے لئے دی لیکن زید بجائے اپنے عوض کسی دوسرے شخص کو حج میں بھیجنا چاہتا ہے مگر ان میں سے کچھ رقم نہیں دیتا ہے تو یہ [illegible]

---

(۱) (۲) فجاز حج الصرورۃ [illegible] وغیرھم اولی بعدم الخلاف، وفی الشامیۃ: والافضل ان یکون قد حج عن نفسہ حجۃ الاسلام خروجا من الخلاف قال فی البحر: والحق انہا تنزیہیۃ علی الآمر لقولہم والافضل الخ تحریمیۃ علی الصرورۃ المأمور الذی اجتمعت فیہ شروط الحج ولم یحج عن نفسہ لانہ اثم بالتاخیر (رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، مطلب فی حج الصرورۃ ۲/ ۶۰۳ ط سعید)

کا جائز ہے یا نہیں اور یہ دوسرا شخص متوفی کی طرف سے حج کر سکتا ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۲۹۴ شیخ خان صاحب (مونگھیر) ۲۹ شوال ۱۳۵۵ھ م ۱۳ جنوری ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۱۲) اگر رقم دینے والے نے اس قسم کی اجازت دیدی ہو کہ چاہے خود جاؤ چاہے کسی کو بھیج دو تو دوسرے شخص کو بھیج سکتا ہے ورنہ اگر یہ اجازت نہ تھی تو رقم لینے والے کو خود جانا ضروری ہے اور نہ جائے تو رقم واپس کرے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## میت غیر معتبر شخص کے بارے میں وصیت کرے تو وارث کسی معتبر شخص کو حج پر بھیج سکتا ہے

(سوال) (۱) کسی نے اپنے وارث کو وصیت کی کہ اس کے مرنے کے بعد فلاں شخص سے حج کرا دے یعنی وہ شخص مامور حج ہوں کا معاملہ ہے آج کل کے معلم لوگ متعدد لوگوں سے حج کرانے کے لئے روپیہ وصول کرتے ہیں مگر شاید ہی کسی کی طرف سے حج ادا کرا دیتے ہیں اس سے لوگوں کو ظن غالب ہے کہ وہ مامور شخص خائن ہو گا کیونکہ غیر متدین ہے تو ایسی صورت میں وارث دوسرے شخص کے ذریعہ سے اپنے مورث کا حج کرا سکتے ہیں یا نہیں ؟ (۲) مرحوم شخص مذکور بحری تیسرے درجہ کی سواری میں آمد و رفت کرتے ہیں اور وارث کو تیسرے درجہ کا کرایہ دینے کی وسعت ہے اس سے زیادہ دینے کی وسعت نہیں ہے اس صورت میں بھی وارث کو دوسرے شخص سے حج کرانا جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۹۲۲ محمد روح الدین صاحب (کلکتہ) ۲۰ شعبان ۱۳۵۶ھ م ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۱۳) (۱) دوسرے معتمد شخص سے حج بدل کرا سکتے ہیں۔ (۲) اس کو معمول سے زیادہ صرف دینا جائز نہیں دوسرے شخص کو تیسرے درجے میں بھیجا جا سکتا ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## حج بدل کے لئے جس شخص کو بھیجا جائے اس کے آنے تک اس کے گھر کے اخراجات بھی برداشت کرنے ہوں گے

(سوال) مسماۃ ایک ضعیفہ نے فرض حج کی ادائیگی کا مصمم ارادہ کر لیا تھا اور قضاء الٰہی سے دو چار روز ہوئے ان کا انتقال ہو گیا اب ان کے فرزند کا یہ خیال ہے کہ مرحومہ کی جانب سے کسی کو حج بدل کے لئے بھیجا جائیں جس کے لئے ایک غیر مستطیع ہمراہ جانے کے لئے تیار ہے مگر اس کو ایسا خیال ہے کہ اگر حج بدل

---

(۱) و بعضہم نے عنہ فقوله: يحج عني فلان لا غيره لم يجز حج غيره ولو لم يقل لا غيره جاز. (الدر المختار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير ۲/ ۶۰۰ ط سعید)

(۲) یعنی میت نے غیر سے حج کرنے کی نفی نہیں کی: فلو قال يحج عني فلان لا غيره لم يجز حج غيره ولو لم يقل لا غيره جاز. (الدر المختار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير ۲/ ۶۰۰ ط سعید)

(۳) [illegible]

سے کہ جہاں تک وہ سفر [illegible] باوجود عدم استطاعت کے حج کے جانا ضروری ہوگا یا [illegible] حج کے لیے [illegible] حج کے [illegible] سے واپسی تک [illegible] بال بچوں کے خرچہ کا بندوبست [illegible] چاہیے یا مذکورہ خرچہ حج بدل کرانے والے کے ذمہ ہوگا یا جانے والا خود بندوبست کرے(۱) المستفتی مولوی حکیم عبدالکریم قاضی [illegible] ڈاکخانہ [illegible] مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۳۴ء

(جواب ٤١٤) بہتر یہ ہے کہ حج بدل کو وہ شخص جائے جو خود حج کر چکا ہو اور ایسا آدمی میسر نہ ہو تو ایسا شخص بھی جا سکتا ہے جس نے حج نہیں کیا(۱) اس کے اوپر حج جب فرض ہوگا جب اس کے پاس مصارف ہوں ورنہ وہاں پہنچ جانے سے [illegible] کا ذمہ دار نہ ہوگا۔

اس کے گھر والوں کو واپسی تک مصارف دینا بھی اس شخص کے ذمہ ہے جو حج بدل کے لئے بھیجتا ہے اور جانے سے آنے تک کے تمام مصارف سفر لے جانے والے کے ذمہ ہوں گے(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## حج کے بارے میں ایک تحقیقی فتویٰ

(سوال) ما قولکم ایہا العلماء الکرام (۱) حاج عن الغیر یعنی جو شخص حج بدل کے لئے جائے [illegible] معظمہ جانا پڑے تو میقات پر [illegible] نیت سے [illegible] باندھے [illegible] میں سے [illegible] بندھ [illegible] حج فرض [illegible] تو [illegible] مقیم ہو جائے اور [illegible] میقات (حرم) سے حج کے [illegible] نیت سے [illegible] حج ادا کرے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ حج [illegible] (میقاتی) [illegible] سے فرض ساقط ہوگا یا نہیں؟

[illegible] کتب فقہ سے [illegible] حج عن الغیر میں حج میقاتی یعنی میقات [illegible] سے حج کی نیت [illegible] چاہیے [illegible] صورت [illegible] میقات [illegible] سے نیت حج نہ ہونے کی وجہ سے حج میقاتی نہ ہوگا [illegible] آمر کی جانب سے فرض حج ساقط نہ ہوگا عبارات ذیل ملاحظہ ہوں (۱) وقد نص ابن [illegible] من شرط الحج عن الغیر ان یکون میقاته آفاقیا و تعزران بالعمرة ینتهی سفره الیها و یکون حجه مکیا (عدة الرعایة للغوی مصری ص ۱۰)(۳) (۲) قال فی شرح مناسک منلا [illegible] الابحر و من شرائط جواز النیابة ان یحرم النائب من میقات الامر اذا لحلق و اما اذا فقد [illegible] سحل فمن میقات ذلک المحل (فتاوی الاسعدیہ مصری جلد اول ص ٢٤)

---

(۱) [illegible] ص ۳۴۳ [illegible]

(۳) کتاب الحج، باب الحج عن الغیر ص ۱۰ المطبعۃ الکبری الامیریہ مصر

(٤) لم اطلع علیہ

(٣) العاشر ان یحرم من المیقات ای من میقات الامر یشمل المکی وغیرہ فلو اعتمر وقد امرہ بالحج ثم حج من عامہ لا یجوز الخ (شرح مناسک لعلی القاری)

(٢) اگر آمر بذات خود یا اس کے ورثہ یا وصی مامور کو اجازت دے کہ وہ قبل اشہر الحج میقات سے عمرہ کے احرام کی نیت سے داخل حرم ہو اور عمرہ سے فراغت کے بعد مقیم ہو جائے اور پھر موسم حج میں مکی حج کرے تو اجازت کے بعد یہ حج مسقط فرض عن الغیر ہو گیا یا نہیں؟

(٣) عموماً مسائل سے ناواقف لوگ حج کے لئے مامور ہوتے ہیں کوئی تفصیل [illegible] سمجھتے نہیں کہ اشہر حج کے قبل ہو تو عمرہ کی نیت سے جانا اور حج کا زمانہ ہو تو افراد یا تمتع یا قران کر لینا بلکہ مطلق حج کے لئے مامور ہوتے ہیں اور اطلاق کے وقت میں حسب تصریح فقہا (وینصرف مطلق الامر الیہ ای الی الحج قبل اشہر الحج) عمرہ کی نیت اور زمانہ حج میں قران یا تمتع کی نیت یقیناً آمر کے خلاف ہوگی تو اس صورت میں یہ حج آمر کی طرف سے ہو گیا یا مامور کی طرف سے؟

(٤) صورت مسئولہ میں اگر مامور موسم حج میں مکہ معظمہ سے واپس آکر میقات آمر (یلملم) سے حج کا احرام باندھے پھر حرم میں داخل ہو کر ارکان حج ادا کرے تو یقیناً حج میقاتی ہوگا تو کیا ایسا کرنا ضروری ہے؟ (اور ایسا کرنا عادتاً قدرت سے بظاہر خارج ہے) یا صرف مکی حج ادا کرنا کافی ہوگا؟

(٥) میقات آمر سے حج کی نیت کی شرط سے فقہ کے اکثر متون و شروح متداولہ خالی ہیں و نیز مولانا عبدالشکور لکھنوی مصنف علم الفقہ نے حج بدل کی شروط ضروریہ میں اس شرط کو شمار نہیں کیا اور اخیر میں یہ بھی لکھ دیا کہ ان شروط کے علاوہ احناف کے نزدیک اور کوئی شرط نہیں (٢) و نیز ملا علی قاری نے بھی شرط عاشر کے تحت میں اس پر اشکال وارد کر دیا کہ میقات آمر سے اصل حج کے لئے بھی شرط نہیں ہے تو حج بدل کے لئے کیسے شرط ہوگا (٣) و نیز یہ شرط موجب حرج عظیم ہے جو ظاہر ہے تو اب شرط ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا بالدلیل

(جواب ٤١٥) خاکسار کے پاس عمدۃ ارباب الفتوی اور فتاوی سعدیہ موجود نہیں ہے یہاں کی موجودہ کتابوں میں جہاں تک میں نے غور کیا مجھے یہ معلوم ہوا کہ حاج عن الغیر آمر کی اجازت سے قران و تمتع کر سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ متمتع میقات سے عمرہ کا احرام باندھتا ہے اور پھر عمرہ کر کے حلال ہو جاتا ہے اور مکہ سے حج کا احرام باندھتا ہے اور اس کا حج مکی ہوتا ہے پس اگر حج عن الغیر کی صحت کی شرط ہوتی کہ حج کا احرام میقات آمر سے باندھا جائے تو حاج عن الغیر کے لئے تمتع کی اجازت نہ ہوتی بلکہ آمر نے اجازت دی ہو تو حاج عن الغیر تمتع نہیں کر سکتا اگر کرے گا تو ضامن ہوتا حالانکہ ایسا نہیں

---

(١) مطلب فی جواز الخروج الی الحل من مکہ عند فقد النفقہ ص ٢٩٢ ط المکتبۃ التجاریۃ الکبری مصر

(٢) [illegible]

(٣) مناسک ملا علی قاری مع شرح مطلب فی جواز خروج الحل من مکہ عند فقد النفقہ ص ٢٩٢ ط المکتبۃ التجاریۃ الکبری مصر

حج ہو تو یہ سبب آمر کی مخالفت کے تمتع نہ ہوگا لیکن اس عدم جواز کی وجہ یہ نہیں ہے کہ میقات آمر سے احرام باندھنا شرط ہے بلکہ عدم جواز کی وجہ مخالفت آمر ہے اور جب کہ آمر نے صرف حج کا امر کیا ہو تو اس وقت بھی اس کا امر حج آفاقی پر محمول کیا جائے گا کیونکہ جب کہ آمر خارج میقات کا رہنے والا ہے تو ظاہر یہی ہے کہ اس کا حکم ایسے ہی حج سے متعلق ہوگا جس کا احرام میقات سے باندھا گیا ہو تو اس ظاہر حال کی دلالت سے مطلق حج کے امر کو حج من المیقات کے ساتھ فقہاء نے مقید کیا ہے اور اس صورت میں نہ صرف تمتع بلکہ قران کو بھی مخالفت آمر کی مد میں شمار کیا ہے حالانکہ قران کا حج آفاقی ہے [illegible] یصیر مخالفا بالقران اوالتمتع کما مر (درمختار) [1] ودم القران و التمتع والجنایة علی الحاج ان اذن له الامر بالقران والتمتع والا فیصیر مخالفا فیضمن انتهی (درمختار) [2]

اس عبارت سے صاف معلوم ہو گیا کہ حج عن غیر آمر کی اجازت سے قران یا تمتع کرے تو جب دم قران و تمتع خود اس کے ذمے ہے پس حج عن الغیر اگر اشہر حج سے پہلے جانا چاہتا ہے تو اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ آمر کی اجازت سے میقات سے حج کا احرام نہ باندھے بلکہ عمرہ کا احرام باندھے اور اس احرام سے اشہر حج شروع ہونے کے بعد مثلاً شوال کی پہلی تاریخ کو عمرہ ادا کرے اور چونکہ احرام حج کا اشہر حج سے پہلے باندھنا مکروہ ہے اور حج کے مہینوں سے پہلے تمتع کے عمرہ کا احرام باندھنا جائز ہے مگر تمتع کا عمرہ اشہر حج سے پہلے ادا کرنا جائز نہیں یعنی پورا عمرہ یا اس کا اکثر حصہ اشہر حج سے پہلے ہو جائے گا تو تمتع نہ ہوگا ولا یشترط کون احرام العمرة فی اشهر الحج (رد المحتار) [3] فلو طاف الاقل فی رمضان مثلا ثم طاف الباقی فی شوال ثم حج من عامه كان متمتعا (درمختار) [4] و بکونه فی اشهر الحج و لیس بقید بل لو قدمه صح بلاکراهة (ردالمحتار) [5] ان عبارتوں سے معلوم ہو گیا کہ تمتع کے عمرہ کا احرام قبل اشہر حج جائز ہے اور جب کہ عمرہ کا اکثر حصہ اشہر حج میں ادا ہو تو تمتع صحیح ہے اور اس احرام کی اشہر حج پر تقدیم مکروہ بھی نہیں اور حج عن غیر کے لئے آمر کی اجازت سے تمتع جائز ہے [6] پس اشہر حج سے پہلے جانا ہو تو میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر جائے اور اشہر حج میں عمرہ ادا کرے اور پھر آمر کی طرف سے حج ادا کرے تو عبارت منقولہ بالا کی رو سے اس میں کوئی قباحت نہیں عبارت منقولہ سوال میں حج آفاقی کی شرط کی گئی ہے یہ اس کا مطلب ہے کہ اس میں آمر سے قران یا تمتع کی اجازت نہ لی ہو بلکہ اس نے مطلق حج کا امر کیا ہو تو یہ مطلب ہے کہ حج آفاقی ہونا چاہیے اگرچہ بالتخصیص میقات آمر کی شرط اس میں بھی محل غور ہے۔

---

(۱-۲) کتاب الحج، باب الحج عن الغیر ۲ / ۶۱۲ ط سعید

(۳-۴) کتاب الحج، باب التمتع ۲ / ۵۳۵ ط سعید

(۵) کتاب الحج، باب التمتع ۲ / ۵۳۶ ط سعید

(۶) ودم القران والتمتع والجنایة علی الحاج ان اذن له الامر بالقران والتمتع والا فیصیر مخالفا فیضمن (رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر ۲ / ۶۱۱ ط سعید)

رہی یہ بات کہ ورثہ یا وصی کی اجازت بھی آمر کی اجازت کی طرح معتبر ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ورثہ کی اجازت تو بلاشبہ معتبر ہے کیونکہ وصیت بالحج کو فقہاء نے آمر کی طرف سے تبرع بالمال قرار دیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اگر میت نے حج کی وصیت نہ کی ہو اور وصی یا وارث حج بدل کے لئے روپیہ دیدے تو اس میں باقی ورثہ کی اجازت کو شرط جواز قرار دیا ہے چنانچہ درمختار و شامی میں اس کی تصریح ہے اور دلیل یہ بیان کی ہے کہ وارث کا حج بدل کے لئے روپیہ دینا گویا تبرع بالمال ہے اور وارث کے حق میں بلا اجازت دیگر ورثہ کے جائز نہیں ہے اور جب کہ وارث اجازت دے دیں تو حق میت متحقق ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں جتنا زائد روپیہ صرف زیادہ ہوگا اور وہ وارث کی جانب سے اجازت دے دینے پر جائز ہو جائے گا البتہ وصی کی اجازت میں کلام ہے کیونکہ وصی کو تبرع بالمال کا اختیار نہیں ہے اس لئے اس کی اجازت اس زیادتی صرف کے لئے معتبر نہ ہوگی واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

## ترجمانی کے لئے مدینہ لے گیا پھر کہا کہ حج بدل کرو تو اس پر حج بدل کرنا لازم نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۳۶ء)

(سوال) زید عمر سے درخواست کرتا ہے [illegible] زیارت اور حج کے لئے چلیں چونکہ عمر عربی داں ہے زید نے عمر سے کہا کہ میں عربی زبان نہیں جانتا ہوں اس وجہ سے مجھے دقت ہوگی لہذا خرچ آپ کا میں برداشت کروں گا [illegible] دونوں روانہ ہوئے اور حج و زیارت کی [illegible] پہنچ ایک عرصہ کے بعد زید نے عمر سے کہا کہ تم کو میرے باپ کی طرف سے حج بدل کرنا ہوگا عمر نے کہا کہ تم نے مجھ سے [illegible] میں بالکل نہیں کروں گا اور یہاں سے تو میں چلا جاؤں گا اگرچہ تم نے مجھ سے نہیں [illegible] تمہارا قرار [illegible] مدینہ طیبہ چلیں کے بعد تم مجھے مدینہ طیبہ سے چھوڑ دیں تمہارے باپ کی طرف سے حج بدل کرنا ہوگا زید نے اس کا انکار کیا چونکہ بہت تھوڑے خرچ سے [illegible] کہا کہ میں ایک سال تک عرب میں رہوں گا [illegible] مدینہ جاؤں گا میرے ساتھ چلنا اور [illegible] نہیں ہوں گا اور زید کی طرف سے خرچ کی تکلیف دینے کا [illegible]

(جواب ٤١٦) جب کہ زید نے پہلے حج بدل کا ذکر نہیں کیا تو عمر پر لازم نہیں کہ وہ حج بدل کرے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) [illegible]

[illegible] کتاب الحج باب الحج عن الغیر ۲ / ۶۰۶ ط سعید

(۲) [illegible]

# چوتھا باب
# پیدل جانا

### حج فرض فوراً ادا کیا جائے

(سوال) (۱) ہندوستان سے ہر پانچ قدم پر بیٹھ کر دو رکعت نفل پڑھتے ہوئے پاپیادہ باوجود استطاعت فرض حج کیسا ہے؟ (۲) سواری کی استطاعت رکھتے ہوئے پیدل سفر کرنا (۳) ہر پانچ قدم پر اپنے ذمہ دو رکعت نفل لازم کرلینا (۴) بند جگہ کے بجائے کھلی جگہ بیچ راستے سے ہٹ کر نفل پڑھنا (۵) تکلیف ما لا یطاق کے تحمل کا بلا ضرورت ارادہ کرنا (۶) اگر یہ سفر حج فرض ہے تو اسی سال ہونا چاہئے اور اگر نفل ہے تو یہاں سے زیادہ وہاں کی مسجد میں نفل کا ثواب ہے اور شوق کا تقاضا ہے کہ جلد سے جلد پہنچے اس صورت میں جب کہ ہر پانچ قدم پر دو رکعت نفل پڑھی جائے یہ سفر تقریباً بیس سال میں طے ہوگا

المستفتی نمبر ۱۶۱ محمد ظہور خاں ضلع فتح پور (یوپی) ۳ رمضان ۱۳۵۲ھ م ۲۱ دسمبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۴۱۷) نمبر ایک سے نمبر ۵ تک سوالوں کا جواب یہ ہے کہ یہ سب چیزیں فی حد ذاتہ جائز ہیں اگر اخلاص سے ادا کی جائیں تو موجب ثواب ہو سکتی ہیں لیکن ریاؤ نمود اور اکتساب شہرت کے لئے ہوں تو موجب وبال ہوں گی (۱) نمبر ۲ کے جواب میں اول کا تو وہی جواب ہے جو سائل نے خود ہی لکھا ہے کہ حج فرض سال اول ہی میں ادا ہونا چاہئے اور باوجود استطاعت اپنے کسی اختیاری فعل سے اس میں تاخیر نہ کرنی چاہئے (۲) اور شق دوم کا جواب یہ ہے کہ بصورت اخلاص ریاضت نفس و تزکیہ باطن کے لحاظ سے حج نفل میں یہ صورت فی حد ذاتہ جائز ہے لیکن ریاؤ نمود سے بچنا اس میں بہت مشکل ہے (۳) واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

### پیدل اور ہر قدم دو قدم پر نفل پڑھتے ہوئے حج کو جانا

(سوال) ایک صاحب حج کے واسطے پیدل جارہے ہیں اور قدم یا دو قدم چل کر نفل پڑھتے ہیں [illegible] ان کا ارادہ ہے کہ مدینہ شریف تک پہنچ کر حج کریں ان سے کہا گیا کہ کسی ولی پیغمبر نے ایسا

---

[1] [illegible]

[2] حتی لو اخر فی العام الاول عند الشافعی، واصح الروایتین عن الامام، و مالک، واحمد فیفسق وترد شہادتہ (رد المحتار، کتاب الحج ۲/ ۴۵۶، ۴۵۷ ط سعید)

[3] [illegible]

نہیں کیا تو انہوں نے کہا کہ میری والدہ کا حکم ہے اس طرح حج کر دینا جائز ہے یا ناجائز؟ المستفتی نمبر ۸۵۷ حاجی محمد حیات (ضلع علی گڑھ) ۲۱ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۴ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۴۱۸) ایسا حج اگر مخلصانہ نیت اور ارادے سے ہو شہرت اور ریا مقصود نہ ہو اعلان و تشہیر نہ کی جائے تو فی حد ذاتہ جائز ہے لیکن ان عوارض سے بچنا مشکل ہے اس لئے اندیشہ ہے کہ یہ فعل بجائے ثواب کے موجب مواخذہ ہو جائے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

## حج کے لئے مشقت کا راستہ اختیار کرنا جائز مگر غیر اولیٰ ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۳۳ء)

(سوال) زید اپنے گھر سے عازم حج بیت اللہ ہو کر چلتا ہے اور ہر پانچ یا سات قدم پر سر راہ مصلیٰ بچھا کر اور جوتا پہنے پہنے نماز پڑھتا ہے اور شہرت کے لئے اشتہارات شائع کرتا اور اخبارات میں مضامین بھیجتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۴۱۹) حج کی فرضیت کے لئے یہ شرط ہے کہ مکہ معظمہ تک سواری پر پہنچنے کے لئے روپیہ ہو اور سفر کے ضروری مصارف اور واپسی تک اہل و عیال کے نفقہ کی رقم بھی رکھتا ہو جس شخص کے پاس اتنی رقم نہ ہو کہ وہ سواری پر جاسکے اس پر پیدل جا کر حج کرنا فرض نہیں لیکن اگر کوئی شخص پیدل حج کرے تو ناجائز بھی نہیں مگر اس کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ پیدل چلنے کی طاقت رکھتا ہو تاکہ راستہ کی تکلیف سے دل تنگی اور دشواری پیش نہ آئے اور یہ پیدل جانا محض ثواب اور رضائے الٰہی کے لئے ہو شہرت اور نام وری مقصود نہ ہو اور اپنے اس فعل کو اخبارات اور اشتہارات کے ذریعہ شہرت دینا ناجائز ہے کہ اس میں سوائے شہرت کے اور کوئی فائدہ نہیں ہے جن بزرگوں نے ایسے کام کئے ہیں انہوں نے حتی الامکان چھپانے کی کوشش کی ہے اور ان کی غرض بھی ریاضت اور قہر نفس ہے نہ کہ تبلیغ سنت کیونکہ آنحضرت ﷺ نے نہ پیدل حج کیا اور نہ ترغیب دی بلکہ ایک عورت نے منت مانی تھی کہ پیدل حج کروں گی تو آپ ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا تھا مروها فلتركب (۴) کہ اس کو کہو کہ سواری پر جائے نیز حضور ﷺ نے ایسے دشوار اور مشقت کے کام اختیار کرنے سے منع بھی فرمایا ہے خذوا من الاعمال ما تطيقون فان الله لا يمل حتى تملوا (۵) اور ہر قدم یا چند قدم پر نماز پڑھنا تو یہ بھی اگرچہ فی نفسہ

---

(۱) اگر والدہ کا حکم ہے اور جانے کی استطاعت ہو تو والدین کا حکم ماننا ضروری ہے مگر اس طرح حج کرنے سے بچنا چاہئے

(۲) الحج واجب على الاحرار البالغين العقلاء الاصحاء اذا قدروا على الزاد والراحلة فاضلاً عن المسكن وما لا بد منه وعن نفقة عياله الى حين عوده وكان الطريق آمناً (الهداية، كتاب الحج ۱/ ۲۳۱ ط شركت علميه ملتان)

(۳) حاشیہ نمبر ۳ صفحہ گذشتہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۴) ترمذی، ابواب النذور والایمان، باب فیما یحلف بالمشی ولا یستطیع ۲/ ۲۸۰ ط سعید

(۵) مسلم، کتاب الصلاة المسافرين وقصرها، باب فضيلة العمل الدائم ۱/ ۲۶۷ ط سعید

جائز ہے مگر اس میں بھی نفس و ریا و عجب سے محفوظ رہنا سخت دشوار ہے اس لئے اس کا ترک رہنا ہی بہتر معلوم ہوتا ہے اور راستہ میں راہ چلتے نفل نماز پڑھنا مکروہ بھی ہے (۱) اور کثرت سے تہجد و نوافل ۔

یہ تحقیق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نفس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دی اس لئے امور شاقہ فرض نہیں فرمائے لیکن کسی خاص مصلحت دینیہ سے نفس کو مقہور کرنے اور ریاضت کی نیت سے کوئی مشقت کوئی شخص اختیار کرے تو بشرطیکہ وہ ریا و شہرت و ناموری و مقبولیت کی نیت سے پاک ہو جائز ہے مگر اس طریق سنت اور افضل نہ سمجھا جائے کیونکہ افضل وہی مراد ہے جو پورے شوق و رغبت اور نشاط سے ہو خواہ تھوڑا ہو **لیصل احدکم نشاطہ** (۲) کا حکم اسی پر شاہد ہے بزرگوں کے پیادہ حج کی مثالیں بھی درست نہیں کیونکہ ان جیسی خصوصیات ضعفاء قلب کو بھی میسر نہیں دوسرے ان کے یہ افعال مصالح مخصوصہ پر بطور ریاضت مبنی تھے نہ یہ کہ جادہ مسلوکہ فی الدین یہی تھا واللہ اعلم بالصواب

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## پانچواں باب
## ناجائز روپے سے حج کرنا

### زنا سے حاصل شدہ مال سے تجارت اور حج کرنا

(سوال) (۱) کسی عورت کے خریدے ہوئے مکان میں بودوباش کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور تجارت کر سکتے ہیں یا نہیں (۲) اور کسی عورت کے نقد مال سے بچہ تجارت کرکے اس مال کے نفع میں سے حصہ لینا جائز ہے یا نہیں (۳) کسی عورت نے اپنے نقد مال کو بدل کرکے یعنی عین شے کسی اور شخص کو دیکر اس کے بدلے میں اور مال کسی شخص سے لیکر حج کرے تو یہ حج ادا ہو جائے گا یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۱۴ (بدست عبدالرزاق متعلم مدرسہ ہذا) ۷ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۲۶ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۴۲۰) کسی اور زانیہ عورت نے زنا سے جو مال کمایا ہے اور اس مال کے ذریعہ سے جائیداد حاصل کی وہ سب خبیث ہے اس سے نفع اٹھانا ناجائز ہے اس مال سے تجارت کرنا بھی خباثت سے خالی نہیں ۔

---

(۱) ویکرہ الصلاۃ فی الطریق (مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی کتاب الصلاۃ فصل فی المکروہات ص ۱۹۶ ط قدیمی )

(۲) مسلم کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا باب فضیلۃ العمل الدائم ۱/۲۶۶ ط سعید

(۳) لیکن ناجائز مال سے حج کرنے سے فرض اس کے ذمے سے ادا ہو جائے گا۔
قولہ کالحج بمال حرام فان نفس الحج الذی ہو زیارۃ مکان مخصوص الخ لیس حراماً بل الحرام ہو انفاق المال الحرام ولا تلازم بینہما کما ان الصلاۃ فی الارض المغصوبۃ تقع فرضاً وانما الحرام شغل المکان المغصوب مع انہ یسقط الفرض عنہ معہ (رد المحتار کتاب الحج باب الحج عن الغیر مطلب فیمن حج بمال حرام ۲/۴۵٦ ط سعید )

ہاں اگر وہ کسی شخص سے قرض لے اور اس قرض لئے ہوئے روپے کو کسی کو دیدے اور وہ شخص اس سے تجارت کرے تو یہ تجارت جائز ہوگی اور اسی طرح قرض لئے ہوئے مال سے حج کر سکتی ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

# چھٹا باب
# حج نفل

## کسی کو حج کرانے کی منت مانی اور وہ رقم کسی غریب کو دیدی

(سوال) میری والدہ صاحبہ بیمار ہوئی تھیں میں نے خدا تعالیٰ سے یہ منت مانی تھی کہ اگر یہ تندرست ہوجائیں گی تو میں ایک ایسے آدمی کو حج کراؤں گا جس نے حج نہ کیا ہو اللہ پاک نے میری دعا قبول فرمائی اور میری والدہ ماجدہ صاحبہ کو تندرستی عطا فرمائی اب میں نے ایک شخص کو تجویز کیا ہے یہاں سے دہلی تک مگر انہوں نے یہ جواب لکھا ہے کہ ایک یہ شخص کثیر العیال ہیں بوجہ افلاس کے فاقوں تک نوبت رہتی ہے لہذا بجائے میرے حج کرانے کے ان کو روپیہ دیدیجئے تاکہ اس رقم سے یہ چھوٹا کام کاج کرلیں اپنی اور اپنے بچوں کی پرورش کریں مگر میری دلی تمنا ہے کہ میں حج کراؤں شرعی حیثیت سے مجھے کیا کرنا چاہیے المستفتی نمبر ۱۱۲۸ سلطان احمد صاحب (کلکتہ) ۲۶ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ م ۱۵ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۴۲۱) اس منت کو آپ اس کی اصلی صورت میں بھی پورا کرسکتے ہیں یعنی کسی کو حج کرادیں اور دوسری صورت اختیار کرنا یعنی کسی حاجت مند کو اس قدر رقم دے دینا جس قدر حج کرانے میں خرچ ہوتی ہو یہ بھی جائز ہے جو صورت آپ پسند کریں اس کی شرعی اجازت ہے اور بہتر دوسری صورت ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## حج کی نیت سے جمع کی ہوئی رقم کو خرچ کرنا جائز ہے

(سوال) ایک بیوہ عورت نے اس ارادے سے کچھ زیور اور کچھ نقد رقم جمع کر کے رکھا تھا کہ زیور کو فروخت کرکے اور رقم نقد ملا کر جب اس قدر رقم ہوجائے جو خرچ حج کے لئے کافی ہو تو سفر حج کروں گی لیکن

---

(۱) اس صورت میں مقروض قرض سے [illegible] متعلق ہو تو وجوب [illegible]

(۲) بخلاف النذر المطلق فإنه لا يجوز تعجيله ، وفي التتمة ، إن تخيره فيصح الانعقاد لسبب فيه وكذا يظهر منه أنه لا يتعين فيه المكان والدرهم والفقير ( رد المحتار ، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ۲ / ۴۳۷ ط سعید )

کل رقم اس مقدار کو نہ پہنچی ہو جو حج کے لئے کافی ہو سکے تو اس نے اپنا ارادہ فسخ کر دیا اور اس رقم موجودہ میں سے اپنی ضرورت کے موقع پر کچھ خرچ بھی کرتی رہی اب وہ بقایا رقم کو اور زیور وغیرہ فروخت کر کے اپنے کھانے پینے میں صرف کر سکتی ہے یا نہیں (۱) المستفتی مولوی عبدالرؤف خان جین پور

(جواب ۴۲۲) وہ روپیہ اس کی ملک ہے جس کام میں چاہے خرچ کرے اپنے کھانے پینے اور ہر کام اور ہر ضرورت میں خرچ کر سکتی ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

# ساتواں باب

## فصل اول احرام

### محرم آدمی سانپ، بچھو، کوا، گرگٹ وغیرہ کو قتل کر سکتا ہے

(سوال) محرم کو حالت احرام میں کن کن موذی جانوروں کا مارنا جائز ہے اور ان موذی جانوروں وغیرہ کو حملہ کرنے پر بھی مار سکتا ہے یا نہیں زید کی حالت احرام میں گرگٹ پر نظر پڑی گرگٹ حملہ آور نہیں ہوا لیکن زید نے گرگٹ کو مار دیا ایسی حالت میں زید مجرم متصور کیا جائے گا یا نہیں اگر مجرم ہے تو اس کو ایک گرگٹ کا کتنا جرمانہ ادا کرنا چاہیے اگر زید نے کسی سے امداد لی ہے تو وہ مدد کرنے والا بھی مجرم ہو گا یا نہیں؟ المستفتی حاجی محمد داؤد صاحب تاجر (بازار تہمدان دہلی)

(جواب ۴۲۳) ان جانوروں کو محرم بغیر حملہ کے مار سکتا ہے سانپ بچھو کوا چیل کاٹنے والا کتا چوہا مچھر پسو چیچڑی گرگٹ وغیرہ پس صورت مسئولہ میں گرگٹ کے مارنے سے اس پر کوئی کفارہ یا جزا لازم نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

## فصل دوم سنگ اسود

### حجر اسود جنت کا پتھر ہے اور اسے بوسہ دینا حضور ﷺ سے ثابت ہے

(سوال) سنگ اسود کو بوسہ کیوں دیتے ہیں اور کون کہاں سے لایا؟ المستفتی نمبر ۱۲۰۱ غلام ربانی خان صاحب (ضلع غازی پور) ۹ رجب ۱۳۵۵ھ م ۲۶ ستمبر ۱۹۳۶ء

---

(۱) یہ رقم چونکہ اس کی اپنی ملک ہے تو جب اس رقم کا خرچ کرنا جائز ہے ورنہ حج فرض ہو جاتا ہے چونکہ رقم پوری نہیں ہوئی تھی اس لئے وہ جہاں چاہے خرچ کر سکتی ہے کیونکہ حج فرض ہی نہیں ہوا

(۲) ولا شئ بقتل غراب الا العقعق على الظاهر وحداة و ذئب و عقرب و حية وفارة و كلب عقور و وزغ و زنبور وذباب و قمل و صرصر الخ (الدر المختار، باب الجنايات ۲/۵۷۰ ط سعيد)

(جواب ۴۲۴) سنگ اسود کو بوسہ دینا آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے یہ پتھر جنت سے آیا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

### حجر اسود کا بوسہ محبت کی وجہ سے ہے تعظیم کے لئے نہیں۔

(سوال) حجر اسود کے بارے میں بکر کہتا ہے کہ پتھر پتھر ہے مثلاً ایک بت ہے وہ بھی پتھر ہے ایک قبر ہے وہ بھی پتھر ہے جس سے مبتدعین بوسہ قبور کا جواز بھی لیتے ہیں۔ المستفتی نمبر ۲۵۷۴ سیٹھ عبدالرحمن (بمبئی) ۴ صفر ۱۳۵۹ھ م ۱۴ مارچ ۱۹۴۰ء

(جواب ۴۲۵) حجر اسود ایک پتھر ہے حضرت عمرؓ نے اس کو بوسہ دیتے وقت یہ الفاظ فرمائے تھے اعلم انک حجر لا تضر ولا تنفع ولو لا انی رایت رسول اللہ ﷺ یقبلک ما قبلتک (۲) یعنی میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ حجر اسود جنت سے نازل ہوا اور آخرت میں بھی وہ محشور ہوگا اور بوسہ دینے والوں کے حق میں شہادت دے گا بوسہ دینا صرف محبت کی وجہ سے تھا نہ کہ اس کی تعظیم یا عبادت کی بنا پر اور محبت کی وجہ اس کا جنت کی نشانی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہونا ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

## آٹھواں باب
## متفرقات

### مطاف پر چھت بنانا۔

(سوال) ایک شخص چاہتا ہے کہ کعبۃ اللہ میں طواف کی جگہ پر وہاں کے بادشاہ کی اجازت سے چھت بنادے اس میں کوئی شرعی ممانعت تو نہیں ہے۔ المستفتی نمبر ۱۵۸۷ مولوی یعقوب صاحب (جوہانسبرگ) ۱۳ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ م ۲۲ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۲۶) مطاف (طواف کی جگہ) پر چھت بنانے کی ممانعت کی کوئی وجہ تو ہماری نظر میں نہیں مگر میری طبیعت اور وجدانی کیفیت اس کی اجازت کی طرف مائل نہیں ہوتی کہ ساڑھے تیرہ سو

---

(۱) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ نزل الحجر الاسود من الجنة وهو اشد بياضا من اللبن فسودته خطايا بني آدم (ترمذی، ابواب الحج، باب ماجاء فی فضل الحجر الاسود ۱/ ۱۷۷ ط سعید)

(۲) ترمذی، ابواب الحج، باب ماجاء فی تقبیل الحجر ۱/ ۱۷۴ ط سعید)

[illegible] سے جو نیت مخالف کی تھی [illegible] بدل دیا جائے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## تاریخی ناٹک کی فلم کا بھی دیکھنا حرام ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۳۹ء)

(سوال) ایک فلم "تاریخی فلم" کے نام سے تیار کی گئی ہے جس میں خلفائے عرب کے [illegible] وغیرہ دکھائے گئے ہیں اس فلم کا دیکھنا جائز ہے؟ المستفتی شیخ حسن عبدالوہاب محمد رفیق

(جواب ۴۲۷) چلتی پھرتی تصویریں فلم پر دیکھنا اس سبب سے ناجائز ہے کہ [illegible] تصویر بنانا حرام ہے اور تصویر دیکھنی اور تصویر بنانے والوں کی اعانت بھی حرام ہے اس لئے فلم خواہ کسی سے متعلق ہو مذہبی ہو یا تاریخی یا اصلاحی سب ناجائز ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## داڑھیوں کو مہندی کا لگانا جائز ہے

(سہ روزہ الجمعیۃ مورخہ ۵ مئی ۱۹۳۶ء)

(سوال) [illegible] سے [illegible] مہندی [illegible] کی جانب سے ایک جلسہ ہوا ایک صاحب نے مہندی [illegible] نے [illegible] میں آیت پڑھی [illegible] ولقد صدق اللہ رسوله الرؤیا بالحق [illegible] بیعت [illegible] کی [illegible] مہندی [illegible] آیت [illegible] اس طرح مہندی لگانا ہولی منانا تو نہیں؟

(جواب ۴۲۸) ہولی نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

## خدمت گزاری کرنے سے [illegible] کا اجر جھوٹ بولنے کا گناہ ہوگا

(سوال) [illegible] زید [illegible] خدمت [illegible] مدیت [illegible] جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی حاجی محمد [illegible] ۲ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۴۲۹) جھوٹ [illegible] خدمت [illegible] جائز نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ [illegible] دہلی

---

(۱) [illegible]

(۲) الفتح ۲۷

[illegible]

مسجد فتح پوری دہلی

حضرت مفتی اعظم قبلہ کا جواب [illegible] فقیر [illegible] دہلی

# الارجوزة السجنيه

للعلامة الاديب الاريب المفتي الاعظم مولانا محمد كفايت الله

نهضنا بتضحية تدوم دماء ها ۱ تلوح على اذيال حزب التعلل
نعالج من دهر مصاض تعبد ۲ لقوم غشوم ذى مكائد حيّل
اذلوا فتنا من اعزة قومنا ۳ لهم عزة زهراء كالنجم فى عل
بذلنا نفوسا ماجدات وكل ما ٤ حويناه من مال و عز مبجل
ارقنا دماءً من عروق نقية ٥ تلوح على مر الدهور كعندل
وجربت اهل السجن ممن له يد ٦ تمكن من تنكيس حر مبجل
يظنون نطوى الكشح عما نريده ۷ و نخشى عصى او بنادق جحفل
ولسنا بمجتنبين عما نعده ۸ فرائض ايمان و تقوى مكمل

۹ عزائمنا صم صميم عقودها
فليست بواهية ولا هى تنحلى

## ترجمہ از واصف

( ) ہم اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اپنی قربانیاں دینے کے لئے جن کے خون بہا دینے والے گروہ کے دامنوں پر ہمیشہ نمایاں رہیں گے (۲) ہم طویل زمانے سے ایک ایسی قوم کی غلامی کی اذیت جھیل رہے ہیں جو غاصب اور بڑی مکار چال باز ہے (۳) جنہوں نے ہماری قوم کے معزز خاندانوں اور ہستیوں کو ذلیل کیا جو ایسی روشن عزت کے مالک تھے جیسے بلندی پر ستارہ (۴) ہم نے جنگ آزادی میں اپنی بڑی محترم جانیں قربان کی ہیں اور اپنی گاڑھی کمائی مالی اور عزت و عظمت شامل ہے (۵) ہم نے پاکیزہ رگوں میں سے خالص خون بہایا جو بلند قامت اونٹ کی طرح (عزت و سربلندی کے ساتھ) خون بہا ہے ہیں جو مرور ایام کے بعد نمایاں رہیں گے (۶) مجھے جیل خانے کے ان لوگوں کا تجربہ ہے جن کو کوئی عہدہ حاصل ہے وہ معزز افراد قوم کی تذلیل کرکے عہدے حاصل کرتے ہیں (۷) وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم اپنے مقصد سے پھر جائیں گے اور پولیس کے لاٹھی چارج اور فوج کی فائرنگ سے ڈر جائیں گے (۸) حالانکہ ہم جس چیز کو ایمان کا فریضہ سمجھتے ہیں اس سے ہٹنے والے نہیں ہیں (۹) ہمارے عزم نہایت مستحکم ہیں ان کی بندشیں بہت مضبوط ہیں وہ کمزور ہونے والی اور کھل جانے والی نہیں ہیں

# فرہنگ اصطلاحات

## الف

احوط۔ قریب باحتیاط جو دو یا زائد صورتوں میں سے وہ صورت جو تقویٰ کے قریب تر ہو۔

استخفاف۔ حقیر سمجھنا

احتضار۔ نزع کا وقت، موت کے فرشتوں کا قبض روح کے لئے حاضر ہونا

اطراء۔ کسی کی تعریف میں حد سے زیادہ مبالغہ کرنا

اضطرار۔ ایسی حالت کا پیدا ہو جانا۔ جان کے ہلاک ہو جانے کا یا کسی عضو کے ٹوٹ جانے کا یقین ہو جائے

اجماعی مسئلہ۔ وہ عقیدہ یا حکم جس پر صحابہؓ وائمہ مجتہدینؒ متفق ہوں۔

الہام۔ خدا کے نیک بندوں کے دل میں خدا کی طرف سے جو کوئی بات ڈالی جاتی ہے اسے الہام کہتے ہیں یہ وحی کے بعد کا درجہ ہے ملہِم اسم فاعل ملہَم اسم مفعول

ادلہ اربعہ شرعیہ۔ چار شرعی دلیلیں جن پر احکام شرعیہ کا مدار ہے۔ اول قرآن مجید دوم حدیث شریف، سوم اجماع امت، چہارم قیاس (اجتہاد)

احناف۔ حنفی کی جمع۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مقلدین

اتفاقاً۔ متفقہ طور سے، بالاتفاق

استدلال۔ دلیل پکڑنا یعنی کسی مسئلہ مطلوبہ کو ثابت کرنے کے لئے کوئی اصول پیش کرنا

احتجاج۔ حجت پکڑنا یعنی کسی مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے ایک صاف اور صحیح دلیل پیش کرنا جو مقابل کی دلیلوں کو کاٹ دے اور اس کو مغلوب کر دے۔

اسرائیلیات۔ زمانہ قبل اسلام کے پیغمبروں، امتوں، ملکوں اور سلطنتوں سے تعلق رکھنے والی وہ روایات و حکایات جو اہل کتاب کی مذہبی کتابوں سے منقول ہیں۔

الحاد۔ بے دینی، ملحد اس کا اسم فاعل ہے

اجل۔ وقت مقررہ یا میعاد۔ واضح ہو کہ اجل کے معنی موت کے نہیں ہیں اردو محاورہ میں بطور استعارہ کے موت کے معنی مراد لے لیتے ہیں

## ب

برزخ موت کے بعد قیامت تک کا زمانہ

## ت

تعزیر۔ سزا دینا کسی جرم کی وہ سزا جو حاکم اسلام اپنی صوابدید اور رائے سے تجویز کرے اور شرعاً اس کی کوئی خاص سزا مقرر نہ کی ہو

تخفیف۔ سزا کا کم کرنا

تاویل۔ لفظ مشترک کے چند معانی محتملہ میں سے بقرائن ایک معنی کو ترجیح دینا (اگر وہ ترجیح اصول شرعیہ کے خلاف نہ ہو تو تاویل مقبول ہے ورنہ تاویل باطل)

تاجیل۔ میعاد یا وقت یا مدت مقرر کرنا یا پیچھے کرنا

تعبیر۔ کسی مفہوم و معنی کو بیان کرنے کے لئے چند اسالیب بیان میں سے ایک اسلوب بیان کو یا چند مترادف الفاظ میں سے ایک کو اختیار کرنا

تحریف۔ لفظ یا مفہوم میں اصل مقصد کے خلاف اپنی مرضی کے مطابق ادل بدل کر دینا

تواتر۔ کسی بات کا اتنے کثیر راویوں کے ذریعے تسلسل کے ساتھ ہم تک پہنچنا جن کے متعلق جھوٹ کا گمان نہ ہو سکے جیسے قرآن مجید ہم تک بطریق تواتر پہنچا ہے

تشریع۔ کسی بات کو دین قرار دینا مذہب قائم کرنا

تحدی۔ قوت مضبوطی اور دعوے کے ساتھ کسی بات کو دوسروں کے سامنے پیش کرنا چیلنج کرنا

تلبیس۔ جھوٹ سچ کو ملا دینا حق بات کو مشتبہ کر دینا

توجیہ۔ کلام کے محمل کو بیان کرنا اور وجہ و علت کو ظاہر کرنا تاکہ اس کا اغلاق و ابہام دور ہو جائے اور دوسرے کلام سے اس کا تعارض رفع ہو جائے

تھیوری۔ (انگریزی) نظریہ

تثلیث۔ تین خدا ماننا (عیسائیوں کا عقیدہ)

## ج

جماہیر۔ (جمہور کی جمع) مراد اسلام کے علما اور صائب الرائے لوگ

جاہلیت۔ (عہد جاہلیت) حضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے کا زمانہ

## ح

حربی۔ دار الحرب کے غیر مسلم باشندے یا رعایا

حنفیہ۔ (حنفی کی جمع) حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مقلدین

حنابلہ۔ (حنبلی کی جمع) حضرت امام احمد بن حنبل کے مقلدین

حجت (برہان) کوئی صاف اور واضح دلیل جو مقابل کی دلیلوں کو کاٹ دے اور اس کو مغلوب کر دے

حمد۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرنا

حد۔ جرم کی وہ سزا جو دلیل قطعی کی رو سے شرعاً ثابت اور مقرر ہو

## خ

خارق عادت۔ کوئی ایسا کام یا واقعہ جو فطرت کے عام دستور و معمول کے خلاف [illegible] سے ظاہر ہو (پیغمبر سے ظاہر ہو تو اس کو معجزہ [illegible] سے ظاہر ہو تو اس کو کرامت اور غیر مسلم سے ظاہر ہو تو اس کو استدراج کہتے ہیں لیکن ان تینوں میں اور بھی بہت سے باریک فرق ہیں)

## د

[illegible] وہ ملک جس میں مسلمانوں کی خود مختار حکومت ہو اور اسلامی [illegible] قوانین جاری [illegible] قادر ہو۔

دارالحرب۔ وہ ملک جس میں اقتدار اعلیٰ غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہو

دیانۃ۔ وہ معاملہ جو بندے اور خدا کے درمیان ہو

دلیل۔ کوئی اصول جس سے مسائل ثابت کیے جا سکیں

دلیل تفصیلی۔ وہ دلیل جو [illegible]

## ڈ

ڈارون تھیوری۔ ڈارون کا نظریہ (ڈارون یورپ کا ایک فلسفی [illegible] انسان بنا۔ [illegible] اختیاری پھر [illegible] تغیر ہوتا ہوا بندر کی صورت میں آیا اور بندر سے ترقی کر کے انسان بنا)

## ر

[illegible]

[illegible]

## ز

[illegible]

زندیق۔ جو شخص آخرت کو نہ مانے اور خالق کے وجود کا قائل نہ ہو۔ زنادقہ جمع

زندقہ۔ آخرت کو نہ ماننا اور خالق کے وجود سے انکار کرنا

زمانہ جاہلیت۔ عہد جاہلیت حضور انور ﷺ کی بعثت سے پہلے کا زمانہ

## س

سیر۔ (سیرت کی جمع) سیرت کے معنی کسی شخص کی سوانح عمری مگر اصطلاحاً رسول اللہ ﷺ کے حالات زندگی مراد لئے جاتے ہیں سیر کے دوسرے معنی مغازی

سنت۔ حدیث شریف یعنی رسول اللہ ﷺ نے دین کی حیثیت سے جو کام کئے یا کرنے کا حکم دیا (آپ کا طریقہ اور نمونہ عمل)

سماع موتی۔ مردوں کا سننا (یعنی یہ مسئلہ کہ کیا قبروں میں مردے باہر کی آواز سنتے ہیں یا نہیں؟)

سیاست۔ کسی جرم کی سزا جو حاکم انتظاماً اپنی رائے سے جاری کرے

## ش

شہود (شاہد کی جمع) گواہ

شہادتین۔ دو شہادتیں جو کلمہ شہادت میں ہیں اللہ کی وحدانیت کی شہادت اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی شہادت

شان نزول۔ جن حالات کی وجہ سے یا جن اسباب کی بنا پر کوئی آیت نازل ہو (سبب نزول یا موقع نزول)

شوافع۔ (شافعی کی جمع) حضرت امام شافعی کے مقلدین۔

## ص

صراحتہ۔ صاف واضح غیر مشتبہ طور پر

## ع

عقود ربویہ۔ سودی معاملات

## غ

غالی۔ سخت متشدد

غلو۔ سختی یا شدت

غیر موجہ۔ وہ کلام جس میں توجیہ نہ کی ہو

غنی۔ وہ شخص جو قربانی کا نصاب رکھتا ہو

### ف

فروعی مسائل۔ جزوی مسائل ایسے مسائل جو بطریق اجتہاد اخذ کیے گئے ہوں

فقیر۔ وہ شخص جو قربانی کا نصاب بھی نہ رکھتا ہو

### ق

قاضی۔ وہ بااختیار مسلم جج، جو سلطان اسلام کی طرف سے مقرر کیا گیا ہو اور شریعت کے مطابق فیصلے کرے

قضا۔ وہ حکم یا فیصلہ جو قاضی کی عدالت سے جاری ہو۔ واضح ہو کہ قضا کے معنی موت کے نہیں ہیں اردو محاورہ میں بطور استعارہ کے مراد لے لیتے ہیں

قرون ثلثہ۔ مشہود لہا بالخیر یا قرون اولی مشہود لہا بالخیر۔ وہ تین زمانے جن کے افضل اور اعلی و باخیر ہونے کی شہادت مخبر صادق ﷺ نے دی آپ نے فرمایا خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم یعنی بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر ان لوگوں کا زمانہ جو میرے زمانے کے لوگوں کے بعد آئیں گے پھر ان کا زمانہ جو ان کے بعد آئیں گے۔

### م

محارب۔ دار الحرب کے غیر مسلم باشندے جو برسر جنگ ہوں

معتوہ۔ ناقص العقل مالیخولیا زدہ آدمی

مقاطعہ۔ قطع تعلق بائیکاٹ

منجر بکفر۔ کفر تک پہنچانے والا یعنی کوئی ناجائز کام جو کفر کے قریب قریب ہو

مجتہد فیہ۔ وہ مسئلہ جس کا حکم قرآن و حدیث میں صاف اور واضح طور پر موجود نہ ہو اور بطریق اجتہاد اخذ کیا گیا ہو

متفق علیہ۔ وہ مسئلہ جس میں ائمہ مجتہدین کی اتفاق رائے ہو

محتضر۔ وہ شخص جو نزع کی حالت میں ہو

مخبر صادق۔ سچی خبر دینے والا یعنی حضرت رسول اللہ ﷺ

معہود۔ ایسا کام جو اوپر سے ہوتا چلا آتا ہو

مندوب۔ مستحب

مختلف فیہ۔ وہ مسئلہ جس میں مختلف رائیں ہوں۔ ضد متفق علیہ

مُحدَث۔ نئی ایجاد کردہ چیز اس کا مصدر احداث اور اسم فاعل محدث ہے

مُحدِّث۔ حدیث شریف کا جید عالم

www.ahlehaq.org

مالکیہ۔ مالکی کی جمع۔ حضرت امام مالکؒ کے مقلدین

ملہم۔ وہ شخص جسکو الہام ہو اس کا مصدر الہام اور اسم فاعل ملہِم ہے

ملائکہ سیاحین۔ وہ فرشتے جو اللہ کی طرف سے اس خدمت پر مقرر ہیں کہ دنیا میں ہر جگہ چلتے پھرتے رہیں اور جہاں کہیں لوگ عبادت اور وعظ و تذکیر و تلاوت وغیرہ میں مشغول ہوں وہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی گواہی دیں درود و سلام حضور ﷺ تک وہی ملائکہ سیاحین پہنچاتے ہیں

منقبت۔ صحابہ و اہل بیتؓ کے اوصاف اور کارنامے

ملحد۔ بے دین وہ شخص جو کسی دین کا قائل نہ ہو

مخلف۔ وعدہ خلافی کرنے والا۔ اس کا مصدر تخلف ہے

منکَر۔ وہ چیزیں یا وہ کام جن سے شریعت نے منع کیا ہے

منکِر۔ انکار کرنے والا انکار کا اسم فاعل

مضطر۔ وہ شخص جو حالت اضطرار میں ہو (دیکھو اضطرار)

متواتر۔ بطریق تواتر پہنچنے والی چیز (دیکھو تواتر)

مباشرۃ۔ عمل در آمد کرنا، عمل میں لانا، بوس و کنار کرنا، اردو کے محاورہ میں مباشرت کے معنی جماع اور وطی کرنا ہیں لیکن فقہ میں صرف بوس و کنار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

معسر۔ وہ شخص جو صاحب نصاب نہ ہو

موسر۔ وہ شخص جو صاحب نصاب ہو

www.ahlehaq.org

### ن

نص۔ حلت و حرمت کا وہ واضح اور صاف حکم جو کتاب و سنت سے ثابت ہو اس میں کسی قسم کا ابہام نہ ہو۔

نظم قرآن۔ مراد قرآن شریف کی عبارت

نعت۔ رسول اللہ ﷺ کے اوصاف بیان کرنا (خاص کر اشعار میں)

### و

واجب الہدم۔ ڈھا دینے کے لائق۔ جس کا ختم کر دینا ضروری ہو

وظیفہ۔ فرض ڈیوٹی

# خلاصہ مکتوبہائے گرامی

**حضرت مولانا عبدالصمد صاحب رحمانی دارالتالیف (مانڈر وایا کھگڑیا ضلع مونگیر)**

کفایت المفتی موصول ہوئی جناب کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے اس ناچیز کو یاد رکھا کتاب دیکھ کر بے اختیار زباں پر یہ شعر آگیا؂

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست آخر آمد زپس پردہ تقدیر پدید

آپ نے یہ بڑا کام کیا کہ برسوں کی صبر آزما محنت سے مرتب کیا اور طباعت کے مرحلے تک پہنچایا جزاکم اللہ فی الدارین خیراً حضرت مفتی صاحبؒ کی روح مسرور ہوگی اور دعاگو ہوگی یہ آپ کی ایسی خدمت ہے کہ آپ کی زندگی کی تاریخی یادگار رہے گی آپ ہی کی مستعدی اور شب و روز کی محنت سے یہ گرانمایہ علمی خزانہ مرتب ہوا اور ہم ایسے کم سوادوں کو استفادہ کا موقع نصیب ہوا علمی دنیا آپ کے اس کارنامہ کو ہمیشہ یاد رکھے گی اور خراج تحسین ادا کرے گی اللہ تعالیٰ آپ کی اس بے بہا خدمت کو قبول فرمائے اور آپ کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے آمین

www.ahlehaq.org

**حضرت مولانا مفتی محمد عثمان غنی صاحب دارالافتائے بہار (پھلواری شریف ضلع پٹنہ)**

کفایت المفتی کا پیکٹ ملا آپ نے حضرت مفتی اعظمؒ کے فتاویٰ کی ترتیب وطباعت کا کام انجام دیکر ایک عظیم ترین علمی و دینی خدمت فرمائی ہے اللہ تعالیٰ آپ کی اس سعی کو مشکور فرمائے اور بہترین جزاعطا فرمائے کہ آپ نے علم دین و فقہ کا ایک مستند ذخیرہ عام مسلمانوں کے حوالہ کردیا اور اصحاب فتویٰ کے کاموں کو آسان بنادیا۔ فجزاکم اللہ خیر الجزاء

**حضرت مولانا مظفر حسین صاحب المظاہری نائب ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور**

حضرت مفتی صاحبؒ کے فتاویٰ کی تالیف میں آپ نے جو سعی جمیل فرمائی ہے وہ قابل صد تحسین و ستائش ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

# تاریخ تکمیل مسوّدہ

زہے مجموعہ ارشاد و حکمت
زہے گنجینہ رشد و ہدایت
فتاویٰ مفتی اعظمؒ کا ہے یہ
دلیلِ شارعِ خیر و سعادت
مکمل ہوگئی تبویب و تالیف
بحسنِ معنوی و حسن صورت
کوئی پوچھے اگر تاریخِ ہجری
تو کہہ دو (مصحف فقہ و شریعت)
۱۳۸۹ھ
جو سالِ عیسوی چاہو تو سن لو
مثیل مصحف فقہ و شریعت
۱۹۶۹ء
خدا یا شکر سے عاجز ہے واصف
نہیں ہے کچھ بجز فیضان رحمت

www.ahlehaq.org